جمالِ حرمین

حافظ لودھیانوی

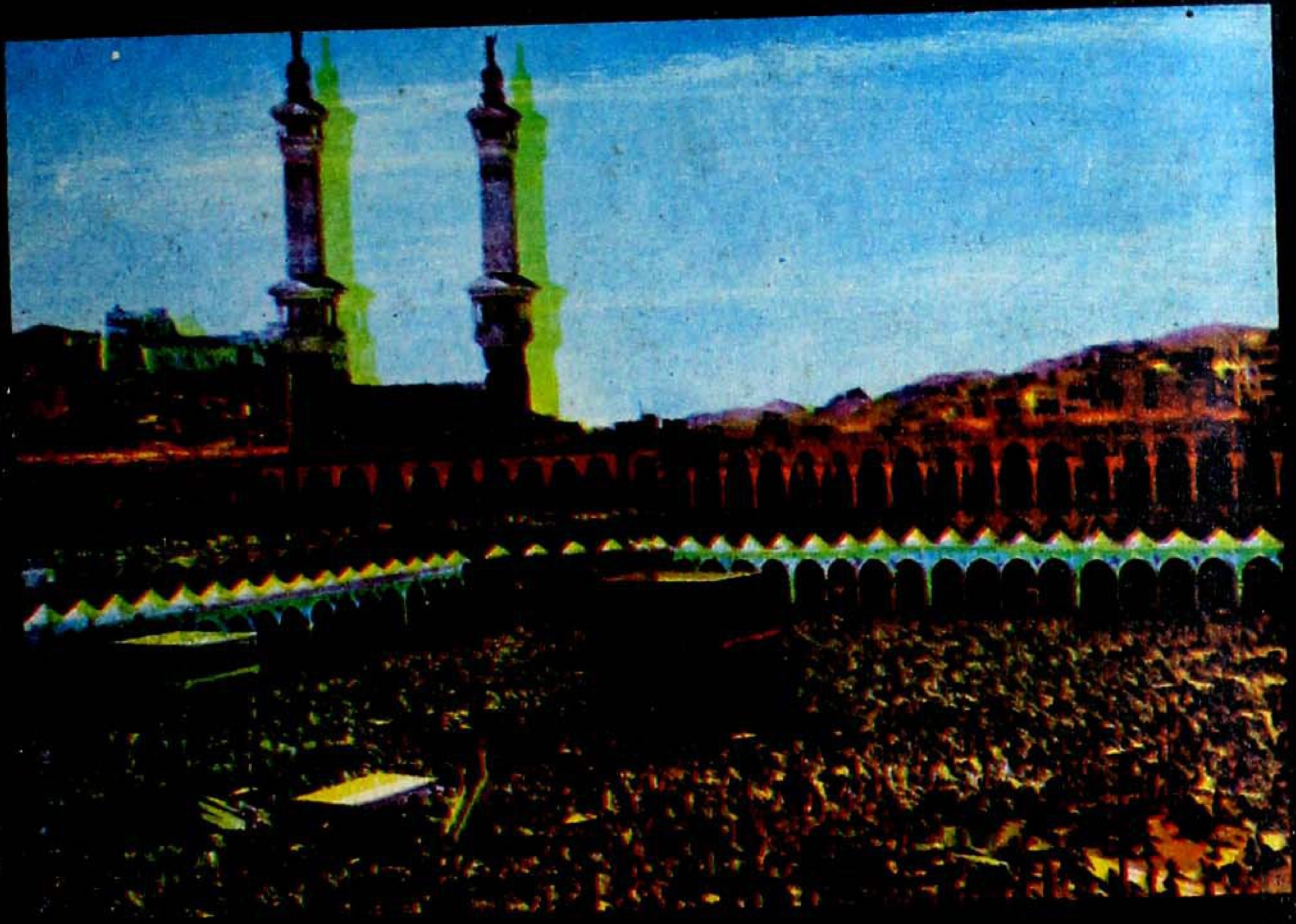

Marfat.com

Marfat.com

جمالِ حرمین

ذخیرہ

4026

حافظ لودھیانوی

الکتاب

گنج بخش روڈ ◎ لاہور

Marfat.com

Marfat.com

جمالِ حرمین

4026

Marfat.com

جملہ حقوق بحقِ مصنّف محفوظ
87292

بار اوّل ——— ربیع الاوّل ۱۳۹۷ھ
تعداد ——— ایک ہزار
ناشر ——— الکتاب۔ داتا گنج بخش روڈ لاہور
خطاطی ——— علی احمد صابر چشتی
طابع ——— محمد سلیم
قیمت ——— [redacted]
Rs. 33/-

معارف پرنٹنگ پریس، لاہور

ملنے کا پتہ:-
بیت الادب۔ مصطفےٰ آباد، گلی نمبر ۲
بورے دی جھگی ۔ لائل پور

Marfat.com

الحج

أشهر معلومات فمن فرض فيهن الحج فلا رفث

ولا فسوق ولا جدال في الحج

Marfat.com

بہ پایاں چوں رسد ایں عالمِ پیر
شود بے پردہ ہر پوشیدہ تقدیر
مکن رُسوا حضورِ خواجہؐ ما را
حسابِ من زچشمِ او نہاں گیر

اقبالؒ

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ
بِاِذْنِ اللّٰهِ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا
اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ
وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا

Marfat.com

آئینۂ جمال

اذنِ حضورؐ کس قدر ایماں فروز ہے
تھی جس پہ جانِ حافظِ لدھیانوی نثار

اس نے رقم کیا ہے سفرنامۂ حجاز
کیا نثر ہے کہ نظمِ گہر ہائے تابدار

سوز و گداز راہروِ منزلِ حرم!
حُسن و جمالِ سیرتِ محبوبِ کردگار

اندازِ دلنشیں سے ٹپکتا ہے دمبدم
پیرایۂ بیاں میں جھلکتا ہے بار بار

اس کی نوا ہے شوقِ حضوری کی ترجماں
جس میں نہاں ہے تاب و تبِ سینۂ فگار

وُہ ارضِ پاک آنکھ میں ہوتی ہے جلوہ ریز
کہتے ہیں جس کو سیّدِ کونین کا دیار

ہنگامِ عصر ہو عرفات اس کے سامنے
یا وقتِ صبح مُزدلفہ سے ہو رہسپار

ہر آن عشقِ ختمِ رُسلؐ میں ہے مضطرب
ہر لحہ یادِ گنبدِ خضرا میں اشکبار

مشغول ہے ادائے مناسک میں روز و شب
مصروفِ طاعتِ شہِؐ دیں ہے وہ حق شعار

مقبول ہو جنابِ رسالت مآبؐ میں
یہ ہدیۂ عقیدت و اخلاص و انکسار

لکھّے فقیر اس کی طباعت کا سال کیا
تصنیف سے ہے خود شغفِ زاہد آشکار

١٣٩٧ھ

حافظ محمّد افضل فقیر

اِنتساب

ان ارواحِ طیّبہ کے نام

جنھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی

آواز پر لبّیک

کہا ،

Marfat.com

زہے سعادتِ آں بندۂ کہ کرد نزول
گہے بہ بیتِ خُدا و گہے بہ نبیتِ رسُولؐ

Marfat.com

فہرست

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
عرضِ مصنف	۱۷	زیارتِ بیتُ اللہ	۶۴
تقریظ	۲۰	طواف	۶۵
دیباچہ	۲۳	حجرِ اسود	۶۸
آغازِ سفر	۴۰	رُکنِ یمانی	۶۹
بحری سفر	۴۶	مُلتزم	۷۰
جہاز کی روانگی اور سمندر کا نظارہ	۴۷	مقامِ ابراہیم	۷۱
ایک خصوصی کرم	۵۱	زمزم	۷۲
احرام باندھنا	۵۴	سعیِ صفا و مروہ	۷۵
مکہ مکرمہ	۵۸	حطیم	۷۸

Marfat.com

عنوانات	صفحہ
حرمِ پاک	۷۹
مدینہ منوّرہ کی طرف روانگی	۸۷
وادیٔ بدر	۹۰
ذکرِ ہجرت	۹۳
مدینہ منوّرہ میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ورودِ مسعود	۹۷
مصنّف کی مدینہ منوّرہ میں حاضری	۱۰۲
دربارِ مُصطفوی الشریف میں حاضری	۱۰۵
زائرین کو بشارتیں	۱۰۹
خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، کی خدمت میں سلام	۱۱۰
حضرت عُمر رضی اللہ عنہ، کی خدمت میں سلام	۱۱۲
وارداتِ حضُوری	۱۱۴
مسجدِ نبوی میں اعتکاف	۱۱۷
ختمِ کلامِ پاک	۱۲۰
اعجازِ قرآن کا ایک خاص واقعہ	۱۲۲
ابوابِ مسجدِ نبوی	۱۲۶
بابِ رحمت	۱۲۷
بابُ النّساء	۱۲۹
بابِ جبریلؑ	۱۳۰
حرمِ پاک کے مقاماتِ مقدّسہ	۱۳۲
نغمۂ حرم	۱۳۳
صُفّہ	۱۳۴
منبرِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم	۱۳۶
ریاض الجنّۃ	۱۳۸
اسطواناتِ مسجدِ نبوی	۱۴۱
اسطوانۂ حنّانہ	۱۴۱
اسطوانۂ عائشہ رضی اللہ عنہا	۱۴۲
اسطوانۂ ابولبابہ رضی اللہ عنہ	۱۴۳
اسطوانۂ سریر	۱۴۵
اسطوانۂ محرس	۱۴۷
اسطوانۂ تہجد	۱۵۰
جنّت البقیع	۱۵۲

Marfat.com

عنوانات	صفحہ
اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	۱۵۳
حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ	۱۵۵
حضرت جعفر بن محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ	۱۵۹
حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ	۱۶۱
حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا	۱۶۲
حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ	۱۶۳
شیخ القراء حضرت امام نافع رحمہ اللہ	۱۶۴
حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ	۱۶۵
حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ	۱۶۶
حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	۱۶۶
حضرت ابنِ حذافۃ السہمی رضی اللہ عنہ	۱۶۷
حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا	۱۶۸
سیدنا ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۷۰
حضرت سیدہ رقیہ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔	۱۷۰
امیر المؤمنین حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ	۱۷۱
حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ	۱۷۲
حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا	۱۷۲
سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ	۱۷۴
زیاراتِ مدینہ منوّرہ	۱۷۶
مسجدِ قبا	۱۷۷
جبلِ اُحد	۱۷۸
مزارِ عمِ مصطفٰے سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، گنج شہداء	۱۸۸
بئرِ عثمان رضی اللہ عنہ	۱۹۱
مسجدِ قبلتین	۱۹۲
خمسہ مساجد	۱۹۴
بستانِ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	۱۹۸
مسجدِ نبوی — حرمِ پاک	۲۰۲
تعمیرِ حرم	۲۱۰
کبوترانِ حرم	۲۱۳
گنبدِ خضرٰی	۲۱۵
مسجدِ نبوی میں نماز کی فضیلت	۲۱۶

Marfat.com

عنوانات	صفحہ
کیفیتِ حضوری	۲۱۹
شہرِ رحمت کے مختلف مقامات کے بارے میں تاثرات	۲۲۰
خوشخبری	۲۲۲
حدیقۂ اندلس میں شام	۲۲۳
شیخ اسمٰعیل جالندھری کے مکان پر قیام	۲۲۶
ایک یادگار پاکیزہ محفل	۲۲۷
عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جھلک	۲۳۰
جامعہ کے ہوسٹل میں ادبی نشست	۲۳۱
مسجدِ قبا کے نزدیک قہوہ خانے میں ایک شام	۲۳۲
جبلِ اُحد کے مضافات کی سیر	۲۳۳
صُوفی محمد اسلم صاحب سے ملاقات	۲۳۶
چائے کی دعوت	۲۳۸
نمازِ استسقاء — بارانِ رحمت	۲۴۰
سَیل دیکھنے کا پروگرام	۲۴۲
خادم حرم شاہدین صاحب سے ملاقات	۲۴۴
جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ	۲۴۷
واپسی کے تاثرات - ایک جائزہ	۲۵۵
دربارِ اقدس میں آخری حاضری	۲۵۶
لمحاتِ فراق	۲۶۲
مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کا سفر	~~۲۶۳~~ ۲۶۳
مکہ مکرمہ میں حاضری	۲۶۵
طواف وسعی	۲۶۶
زائرین کا ہجوم اور لطافتِ قہوہ وفنجان	۲۶۷
ایرانیوں کی تنظیم - ترکوں کا حسنِ انتظام	۲۶۹
اہلِ اسلام کا اجتماع	۲۷۰
بالائی منزل سے مطاف کا منظر	۲۷۶
مولانا عبدالعزیز شرقی کے ساتھ نشست	۲۷۹
ایک پاکستانی فوجی سے ملاقات	۲۸۱
ایک افغان کی دُعا	۲۸۵
حرمِ پاک میں زائرین کا ہجوم	۲۸۶
حج کے پانچ روز	۲۸۹
مکہ مکرمہ سے منیٰ کا سفر	۲۸۹

Marfat.com

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
معلم کے خیمے کی تلاش	۲۹۲	فریضۂ حلق	۳۲۸
منیٰ میں قیام	۲۹۳	ضعیفہ کی تلاش	۳۲۹
انگریزی میں تقریر	۲۹۵	طوافِ زیارت کے لیے مکّہ مکرّمہ کو روانگی	۳۳۱
منیٰ کا منظر	۲۹۷	منیٰ کو واپسی	۳۳۳
منیٰ میں نعتیہ مجلس	۲۹۸	جمرات پر رمی	۳۳۵
نعت	۳۰۱	چوہدری محمّد انور صاحب ــــ ایک مثالی شخصیت	۳۳۷
عرفات کو روانگی	۳۰۲	ایک پاکیزہ مجلس	۳۳۸
عرفات میں قیام	۳۰۴	رمی کے لیے جمرات کو روانگی	۳۳۹
مزدلفہ کو روانگی	۳۰۹	منیٰ سے مکّہ مکرّمہ کو واپسی	۳۴۱
مزدلفہ میں قیام	۳۱۱	مژدۂ راحت	۳۴۳
عہدِ ماضی میں حج	۳۱۵	مکّہ مکرّمہ میں قیام	۳۴۴
منیٰ کی جانب سفر	۳۱۶	حجّاج کی واپسی کا منظر	۳۴۵
وادیٔ محسّر	۳۱۸	الوداعی طواف کا منظر	۳۴۶
تہذیبِ ماضی ــــ ایک لمحۂ فکریہ	۳۲۰	مصری قاری کی تلاوت	۳۴۹
جمرہ عقبہ کی رمی	۳۲۲	کوئٹہ کے ایک پٹھان سے ملاقات	۳۵۱
ملّتِ ابراہیمی کے اَنمٹ نقوش	۳۲۲		
فیضانِ نظر	۳۲۵	**کعبۃ اللہ**	۳۵۶
قربانی	۳۲۷	بیت اللہ کی آخری زیارت	۳۶۲

Marfat.com

عنوانات	صفحہ
آخری دعا	۳۶۴
زیاراتِ مکّہ مکرّمہ	۳۶۶
مولدِ مبارک حضور خاتم النّبیین محبوب ربّ العلمین جنابِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم	۳۶۶
دو شعر	۳۶۷
غارِ حرا	۳۷۴
غارِ ثور	۳۷۸
دارِ ارقم رضی اللہ عنہٗ	۳۸۲
دارِ ابوسفیان رضی اللہ عنہٗ	۳۸۶
دارِ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا	۳۸۹
جنت المعلیٰ	۳۹۱
مکّہ مکرّمہ سے رخصت	۳۹۸
طوافِ وداع	۳۹۹
مکّہ مکرّمہ سے جدّہ کو روانگی	۴۰۲
حاجی کیمپ میں قیام	۴۰۴
ایک مصری عالم کی تقریر	۴۰۵
عقیدت کی بیمثال صورت	۴۰۶
کیمپ سے بندرگاہ کو روانگی	۴۰۹
جہاز کی جدّہ شریف سے روانگی	۴۱۱
جہاز پر فوتیدگی	۴۱۶
افسرانِ جہاز	۴۲۰
چوہدری محمد نذیر چیف آفیسر	۴۲۰
عنایت اللہ خاں چیف پرسر	۴۲۵
عقیل احمد خاں — جہاز کے کپتان	۴۳۰
جہاز کراچی کے ساحل پر	۴۳۴
کراچی سے لائل پور کا سفر	۴۳۸
تمّت بالخیر	۴۴۰

Marfat.com

عرضِ مصنّف

جمالِ حرمین بلد الامین اور دیارِ مصطفوی میں قیام کے دوران کرم کی نشانی ہے۔ یہ جذب و مستی کیف و سرور اور واردات و احساسات کی داستان چار سو صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ حرمین شریفین کی ہر گھڑی سعادت بکنار، ہر لمحہ فیوض و برکات کا آئینہ دار اور ہر ساعت کرمِ خاص کی مظہر ہے۔ میری خوش بختی کی معراج ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ماہ سے زاید شہرِ رحمت میں بسر کرنے کی سعادت سے نوازا۔ قارئین کرام کو اس تحریر میں ان دو مقدس بارگاہوں کی حاضری کے نقوش جلوہ گر نظر آئیں گے اور ان شاء اللہ ہر مقام پر سعادتوں اور برکتوں سے دامن بھرتا دکھائی دے گا۔

جمالِ حرمین میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک کے ان نقوشِ جمیلہ کا ذکر ہے جن کو محبوبِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے فضیلت اور شرف نصیب ہوا۔ یوں تو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا ہر ذرہ آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہے مگر چند مقامات کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے کسی نہ کسی واقعے سے اک گونہ نسبت ہے اس لیے ان کی زیارت باعثِ شرف اور ذکر باعثِ برکت ہے، جمالِ حرمین میں ان مقامات کی فضیلت و شرف کا اجمالاً ذکر کیا گیا ہے ——— یہ تحریر نہ تو اس دورِ مقدس کی تاریخ ہے اور نہ ہی ان

Marfat.com

نفوسِ قدسیہ کی سیرت نگاری ——— یہ میرے ذاتی مشاہدات، قلبی واردات اور ذہنی کیفیات کا نامکمل سا اظہار ہے۔ انسانی بس کر بیتُ اللہ کے حلقۂ نور، حاضری کے نشہ، اور دربارِ سرکارِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے سوز و گداز اور جذب و مستی کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ یہاں دھڑکنوں کو گویائی اور آنسوؤں کو اذنِ کلام سے نوازا جاتا ہے۔ بقول علامہ اقبال علیہ الرحمہ ؎

حدیثِ دردمندی اشک و آہ ہست

میرے دامن میں نہ تو علم و فضل کے گہہائے گراں مایہ تھے اور نہ ہی قلب و نظر حرمین شریفین کے ادب و احترام سے آشنا ——— جمالِ حرمین میں جن کیفیات کا اظہار ہے، وہ سراسر کرم ہے۔

کائنات کی ان دو مقدس بارگاہوں اور کرم کے خزانوں سے جو کچھ جھولی میں پڑا، اسے تحریر کے ذریعے ان صفحات کی زینت بنانے کی سعی کی ہے۔ میرے لیے یہ شرف وجہِ افتخار اور باعثِ ناز ہے کہ خداوندِ کریم کے کرم اور محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لطفِ بے پایاں نے مجھ جیسے عاصی کو اس مقدس کام کے لیے منتخب کر لیا۔ یہ انعام یہ کرم میرے لیے وسیلۂ نجات اور آخرت کا زادِ راہ ہے۔

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے قیام کے دوران واقعات و واردات کو کسی ترتیب سے تحریر نہیں کیا گیا۔ مختلف مقاماتِ مقدسہ پر جس انداز سے حاضری نصیب ہوتی رہی اسی طرح اس حاضری کے نقوش کو اپنے علم و فہم کے مطابق قلم بند کرتا رہا۔ خداوندِ کریم کا انتہائی کرم ہے کہ دورانِ قیامِ حجاز یہ داستانِ ذوق و شوق مکمل ہو گئی۔

جن مقاماتِ مقدسہ کا ذکر جمالِ حرمین میں ہے، اس کی فہرست شاملِ کتاب کر دی گئی ہے تاکہ قاری جس مقام کے ذکر سے دل کو منور اور روح کو سیراب کرنا چاہے کر سکے۔

محترمی صوفی حافظ محمد افضل صاحب فقیر میرے دیرینہ کرم فرما ہیں، وہ ایک عالمِ باعمل، مشرقی و مغربی علوم سے بہرہ ور، تصوف و سلوک کی منازل سے آشنا اور شعر و ادب کی لطافتوں کے مزاج داں ہیں۔ کالج کی پروفیسری سے درویشی کے مقام تک کا سفر ان کے کردار اور وجدانی کیفیات کا آئینہ دار ہے۔ انہوں نے

Marfat.com

ازراہِ کرم جمالِ حرمین کے مسودے کو بنظرِ عمیق پڑھا، قیمتی مشوروں سے نوازا، تحریر کے اسلوب کو اور نکھارا، کیف کو دوچند کیا، کتابت کے مرحلے سے لے کر اشاعت کی منزل تک میری رہنمائی فرمائی اور اس پر مزید کرم کہ دیباچہ تحریر کر کے اپنے فاضلانہ خیالات کا اظہار فرمایا، میرے پاس ان کی بے لوث محبت اور بے پناہ خلوص کے اظہارِ تشکر کے لیے الفاظ نہیں، لبوں کی جنبش دعا کی صورت میں ان کا شکریہ ادا کر رہی ہے۔

جمالِ حرمین میں بیت اللہ شریف کی کیفیات اور دربارِ نبوی کی واردات کو پڑھ کر اگر قارئینِ کرام کا کوئی آنسو بارگاہِ ربّ العزت میں مقبول ہو گیا تو میں سمجھوں گا کہ مجھے نجات کا پروانہ مل گیا ہے۔

آخر میں میں جناب مخدومی سیّد غلام نصیر الدین نصیر (گولڑہ شریف) کا بے حد ممنون ہوں کہ انہوں نے جمالِ حرمین پر تقریظ کی صورت میں اپنے فاضلانہ خیالات کا اظہار فرمایا۔

زائرِ حرم

حافظ لدھیانوی

Marfat.com

تقریظ

صد شکر کہ مجموعۂ حافظ بحقیقت — آئینۂ اظہارِ جمالِ حرمین است

ادب انسانی جذبات و کیفیات کا آئینہ ہوتا ہے، شاعر یا ادیب اپنے محسوسات کو الفاظ کا قالب عطا کرنے کے بعد انہیں زبان بھی عطا کر دیتا ہے —— وہ بولتے ہیں، بات کرتے ہیں اور اسی کیفیت سے وہ دوسروں کو ہم آہنگ کر دیتا ہے جو اس نے محسوس کی ہو۔

نقاش، صورت گر اور سنگ تراش کے فن میں یہ بات نہیں ہوتی، ان کے اُبھارے ہوئے نقوش بے زبان ہوتے ہیں اور شاعر و ادیب کے موئے قلم سے ٹپکنے والے حروف کو زبان مل جاتی ہے ایسی زبان جسے رُوح کا نغمہ کہا جا سکے۔ فن یوں بھی خونِ جگر چاہتا ہے، خواہ وہ سنگ تراشی کا فن ہو یا صورت گری کا نغمۂ نالہ کی اثر آفرینی بھی اسی کی رہینِ منت ہوتی ہے۔ خونِ جگر کی آمیزش کے بغیر فن بازیگرانہ کرتب تو ہو سکتا ہے لیکن اسکے ذریعے لطیف جذبات کی تخلیق ممکن نہیں ہوتی،

جمالِ حرمین کا مصنّف کسی تعارف کا محتاج نہیں پہلے وہ غزل گو کی حیثیت سے معروف تھا پھر نعت گو کی حیثیت سے جانا اور پہچانا جانے لگا —— جمالِ حرمین شاعر کے سفرِ حجاز کی داستان ہے جو اس نے خونِ دل سے لکھی

Marfat.com

ہے۔ منزلِ شوق کا یہ مسافر چونکہ درد و سوز کی لذتوں سے آشنا ہے اس لیے اس کے اندازِ بیان کو بے تاثیر نہیں کہا جاسکتا۔ ع

دردا ٹھ اُٹھ کے بتاتا ہے ٹھکانہ دِل کا

اس کی تحریر میں کوثر و سلسبیل کی روانی ہے اور الفاظ و معانی کے جو مینا بازار اس نے سجائے ہیں۔ ان کی فضاؤں میں محبت کی کارفرمائی اور عشق کی جلوہ گری کسی پردے اور حجاب کے بغیر نظر آرہی ہے —— یوں تو ہر دیوانہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اپنے انداز میں نعتیں کہی ہیں اور اس کثرت سے کہی ہیں کہ نعت گوئی ایک مستقل فن بن گیا۔ اس کا مزاج اور لب و لہجہ مخصوص انداز میں ڈھل گیا، چنانچہ اسی موروثی اور روایتی لوازمِ نعت کے پیشِ نظر ہر نعت گو شاعر کو نعت کے مقدس مضمون کے اظہار کی خاطر مقدس الفاظ اور مقدس لب و لہجہ اور تراکیب سے بہ تکلف دوچار ہونا پڑا۔ اب چونکہ محض بازاری الفاظ اور لب و لہجہ کا استعمال بھی مقامِ نعت کے خلاف ہے۔ اور پھر صرف مقدس و مہذب الفاظ اور لب و لہجہ کا ہجوم بھی وجدانِ روح اور عرضِ شوق کی وارفتگی و بے ساختگی کو نیست و نابود کر دیتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ یہ شعر کسی مدبر سلطان یا وزیرِ مملکت کے مقام کی عظمت کے مطابق صرف مقدس و مہذب الفاظ کا مرقع ہے جس میں صرف رتبہ سلطانی کو سامنے رکھتے ہوئے اسی مقام کی شستہ اور مہذب درخواست پیش کی گئی ہے حالانکہ نعت تو صرف بے ساختگی و حقیقتِ حال کے اظہار کا نام ہے۔ انہیں چاہے جس رنگ میں اور جس پیرائے میں پکارا جائے۔ ان کے نزدیک تو حقیقتِ حال کا وجود ضروری ہے۔ اگر کوئی اس میں سچا ہے تو اپنی کیفیت کے مطابق ان کو پکارے ——

میری نظر سے ایسے کم لوگ گزرے ہیں جو تقدیسِ الفاظ اور لب و لہجہ کی تطہیر کے ساتھ ساتھ وارفتگیٔ دل بے ساختگیٔ احساس اور حقیقتِ حال کے اظہار کی معصومیت کو برابر اور توازن میں رکھیں یہ بہت مشکل کام ہے، یہ ہر قافیہ پیما کا مقام نہیں بقولِ مولانا جامیؒ ؎

درکفے جامِ شریعت درکفے سندانِ عشق   ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

حافظؒ کے شعروں میں کثرت سے یہ توازن پایا جاتا ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ اس کا شعر صرف پڑھ کر گزر جانے کو جی نہیں چاہتا بلکہ ع   کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست

Marfat.com

مصرعہ پڑھ لیتا ہے اب اگر میں یہ کہ دوں کہ حافظ کو چند مخصوص حضرات کی صف میں کھڑا کیا جاسکتا ہے کہ جنہوں نے غزل سے نعت کہلوادی۔ تو بے جا نہ ہوگا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش آنے والی لذتوں اور کیفیتوں کو الفاظ کے ذریعے سے بیان نہیں کیا جاسکتا بقول عارفِ رومؒ ؎

در بیاں ناید جمالِ حالِ او ہر دو عالم چیست عکسِ خالِ او

بہر حال "جمالِ حرمین" انہی تجلیوں کا عکسِ جمیل ہے جو شاعر نے دیکھی اور محسوس کی ہیں۔ وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ یہ تجلیاں دلوں میں نور پیدا کریں گی اور ازدیادِ شوق کا موجب بنیں گی ؎

بہارِ عالمِ حسنش دل وجاں تازہ می دارد برنگ اصحابِ صورت را ببو اربابِ معنی را

خادم الفقراء غلام نصیر الدین نصیر
از گولڑہ شریف

87292

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

خصوصاً علیٰ سیّد الوریٰ وعلیٰ صحبہٖ نجوم الھدیٰ

فی فلک الرّفعۃ والعُلیٰ حتی السّاعۃ تکون امرّ وادھیٰ

زندگی ایک سفر ہے جو ازل سے ابد تک جاری ہے۔ یہ سفر اپنے دامن میں بے پناہ تجربات وحقائق چھپائے ہوئے ہے۔ انسانی فکر کی نشوونما اس کے بغیر محال ہے۔ بلندیٔ نگاہ اور وسعتِ خیال زندگی کے نشیب فراز سے گزرنے کے بعد ہی میسّر آسکتی ہے پھر سِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ کی نصِّ قطعی بھی اِس امر پہ دلالت کرتی ہے کہ حیاتِ انسانی کے گم گشتہ آثار، کرۂ ارض پر آباد پہلی اُمّتوں کے احوال وکوائف اور ان کی مثبت ومنفی صورتیں سفر کی متقاضی ہیں لہٰذا سیر فی الارض منصوص ہونے کے باعث فرضیّت کے حکم میں داخل ہو جاتی ہے خود قرآن حکیم نے سیدنا موسیٰ علیہ السّلام کے احوالِ سفر کو شرح وبسط سے بیان کیا ہے، بلکہ اس میں بھی مبالغہ نہیں کہ حضرت کلیم اللہ نے عالمِ امکاں میں جلوہ افروز ہونے کے بعد اپنی زندگی کا آغاز ہی سفر سے کیا، جب ان کی والدۂ ماجدہ نے ولادت کے بعد انہیں ایک تابوت میں بند کرکے دریا میں بہا دیا تھا۔

Marfat.com

انسان نے خلا و ملا کو تسخیر کیا، اس نے سمندر کے سینے کو چیرا، ریگ زاروں کی پہنائی کو ماپا اور جاں گسل پہاڑوں کی چوٹیوں کو سر کیا۔ اس طرح علم کی تشنگی نے اُسے کائنات کے ہر مبہم و غیر معلوم گوشے کی دریافت پر آمادہ کیا۔ یہاں انسانی وجود اپنی جدوجہد کے باعث وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا کی تفسیر بن کر ہماری نگاہوں کے سامنے آتا ہے۔ اس کی صلاحیت و استعداد اگر بمنزلہ شمشیر بُرّاں ہے تو سفر اس کے لیے فساں کا حکم رکھتا ہے۔ دوران سفر وہ قدم قدم پر نت نئے تجربات و مشاہدات کرتا ہے۔ ایک کتاب کسی ملک یا کسی علاقے کی تاریخی و جغرافیائی ہیئتوں کو قاری کے سامنے پیش کرتی ہے مگر سیاح ان سب کو بچشم خود دیکھتا چلا جاتا ہے، اس کی نگاہ مختلف مقامات، کے مشاہدے کے بعد ان کے مضمرات تک بایں طور پہنچ جاتی ہے کہ وہاں تک لفظ و بیاں کی رسائی ممکن نہیں۔ حقائق کائنات کے اس متلاشی قافلے نے اپنے سفری تاثرات اور قلبی واردات کو سفرناموں یا رپورتاژ کی صورت میں پیش کیا تاکہ آئندہ نسلیں ان سے مستفید ہونے کے بعد جہان آب و گل کے مزید ذخائر دریافت کر سکیں۔ بہر حال یہ سفرنامے جہاں تاریخی و معلوماتی مواد فراہم کرتے ہیں، وہاں ناقد کے سامنے اپنے مصنف کے نقطہ نظر کی غمازی بھی کرتے ہیں مگر یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ تاریخ انسانی میں عظیم ترین سفر وہ ہے جو حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج حرم گاہ ذات کی جانب کیا اور افراد امت کا مقدس ترین سفر وہ ہے جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیا جائے۔ سرزمین حجاز کے سفرنامے اور حرمین شریفین کے ایمان افروز تذکرات سب اسی سفر کی شرح و تفصیل ہیں ؎

جو شہر ہوا تیری ولادت سے مشرف — اب تک وہی قبلہ تری امت کا رہا ہے
جس ملک نے پائی تری ہجرت سے سعادت — کعبے سے کشش اس کی ہر اک دل میں سوا ہے (حالیؔ)

دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں مسلمان آباد نہ ہو۔ وہ ہر سال مختلف ممالک سے فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے سرزمین حجاز کا رخ کرتے ہیں۔ اس اجتماع کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ رنگ، نسل، زبان اور علاقائی اختلافات کے باوجود وہ ایک دوسرے سے ملتے اور محبت و یگانگت کا اظہار کرتے ہیں۔ تہذیب و ثقافت کی جداگانہ

Marfat.com

روایات صرف اسی حد تک نظر آتی ہیں کہ آپ زائرین کے رنگ ڈھنگ چال ڈھال اور زبان و بیان کے اعتبار سے انہیں حبشی، انڈونیزی، ترکی، یمنی وغیرہ متصوّر کر سکتے ہیں لیکن اعمال و عبادات کی اجتماعی صورتوں میں یہ سب امتیازات ایک ملّی وحدت کا پیکر اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ اسلام کی حیرت انگیز اور بے مثال وحدت ہے جو اسے دیگر ادیانِ عالم سے ممتاز و منفرد کر دیتی ہے —— پھر رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ اقدس واطہر وہ ابدی سرچشمہ ہے جس سے عظمتِ انسانی فیض یاب ہوتی رہے گی بلکہ انسانی رفعت و عظمت اپنی وجود پذیری میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دامن سے وابستگی کی محتاج ہے۔ چنانچہ زائرینِ کعبہ مناسکِ حج سے فراغت کے بعد آستانِ نبوی پر حاضری دیتے ہیں وہ آستاں جس پر تا ابد نزولِ قدسیاں ہے۔ اکثر درد منداہلِ قلم مُسلمان جب اس پاکیزہ و روحانی سفر سے مشرّف ہوئے، تو انہوں نے اپنے سفری تاثرات و محسوسات تحریر کیے۔ بالفاظِ دیگر ان مقاماتِ عالیہ پر خامہ فرسائی کو انہوں نے نذرانۂ عقیدت اور پروانۂ سعادت سمجھا۔ یورپی ممالک میں آباد مُسلمانوں کے جو سفرنامے سرزمینِ حجاز سے متعلق ہیں، ان میں لیوپولڈ ویس محمد اسد کا سفرنامہ سرِ فہرست ہے۔

انگریزی میں آسٹری نژاد نومسلم محمد اسد کا سفرنامہ روڈ ٹو مکہ جس کا ترجمہ طوفان سے ساحل تک کے عنوان سے طبع ہو چکا ہے، نہایت دلچسپ اور حیرت انگیز ہے۔ اس نے صحرائے عرب، شام، مصر، لیبیا اور دیگر ممالک کا سفر کیا تھا۔ مصنّف نے اس میں اپنی مہم جو زندگی کے نشیب و فراز، سفر کی صعوبتوں اور عربوں کی مہمان نوازی کو ایک دردمند و حساس انسان کی حیثیت سے بیان کیا ہے۔ وسعتِ مطالعہ کے باعث وہ مذاہبِ باطلہ کے معائب و نقائص سے بخوبی آگاہ تھا۔ اسے یورپ کی جدید تہذیب کے مقابلہ میں اسلام کی سادہ و معصومانہ مثالی زندگی نے بیحد متاثر کیا تھا بلکہ یہی تاثر خاصی حد تک اس کے قبولِ اسلام کے محرکات میں سے ہے۔ چنانچہ وہ سفر کے حالات لکھتے ہوئے اسلام کے انفرادی و اجتماعی اصولوں کی عظمت، مُسلمانوں کے ارتقاء و انحطاط کے اسباب اور ان کے پس منظر کو بیان کرتا ہے۔

بعض مقامات پر وہ مشرقِ وسطیٰ کے سیاسی امُور پر مغرب کے نقطۂ نظر کی بھی وضاحت کرتا ہے۔

Marfat.com

اپنی ایک ریگستانی مہم کو، جس میں وہ تشنگی کے باعث جاں بلب ہو گیا تھا، شرح و بسط سے لکھا ہے پھر روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کے بعد مدینہ منورہ کے سکون پرور ماحول اور پاکیزہ و نوریں فضا کے بارے میں اپنے تاثرات رقم کیے ہیں۔ یہیں شیخ محمد الزدی السنوسی سے بھی اس کی ملاقات کا ذکر ملتا ہے جو لیبیا کی جنگِ آزادی کے مجاہدین میں سے تھے۔ اسی پر اکتفا نہیں بلکہ اس نے لیبیا کی تحریکِ آزادی میں بنفسِ نفیس حصّہ لیا اور ایک صبر آزما مہم کو انجام دیا۔ انگریزی زبان کا یہ سفر نامہ دنیا کے کئی ممالک میں چھپ چکا ہے اور مختلف زبانوں میں اسکے تراجم دستیاب ہیں۔ اُردو ترجمہ مجلسِ تحقیقات و نشریاتِ اسلام لکھنؤ نے شائع کیا۔

محمد بن جُبیر کا سفرنامہ رحلۃ بن جبیر عربی زبان کا ایک شہکار ہے۔ وہ ۱۰ ربیع الاوّل ۵۴۰ھ میں بمقام بلنسیہ، اندلس پیدا ہُوا۔ حدیث شریف اپنے والد ماجد سے پڑھی۔ علومِ معقول و منقول میں سربرآوردہ روزگار تھا۔ لسان الدین بن الخطیب نے اسے درج ذیل الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے:

> محمّد بن جبیر عالم فاضل، ادیب کامل و شاعر بے مثل، خوش خلق، نیک افعال، صاحب ہمت پاک نفس اور زہد و تقویٰ سے آراستہ تھا۔ اس کی نظم اعلیٰ، نثر نادر، کلام سلیس و پاکیزہ اور مضامین نفیس ہیں۔ اس کی خوبیاں بے شمار اور اس کے حالات مشہور ہیں۔ اس کی تصانیف میں سے سفر نامہ منفرد اور بے نظیر ہے۔ اس کے فضل و کمال کا پُورا پُورا ثبوت ان مراسلات سے ملتا ہے، جو اس نے اپنے ہم عصر ادیبوں کو لکھے ہیں۔

وہ ۸۔ شوال ۵۷۸ھ کو غرناطہ سے زیارتِ حرمین شریفین کے لیے روانہ ہُوا۔ اسکندریہ پہنچنے کے بعد عجائباتِ مصر کو دیکھا اور وہاں کے مشائخ کبار کے مزارات پر حاضری دی۔ مصر سے بیت اللہ شریف پہنچا اور مکۂ مکرمہ و دیگر مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کی۔ پھر وہاں سے مدینۂ طیبہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری سے شرفیاب ہُوا۔ عراق و شام کے راستے وطن واپس پہنچا۔ اس نے بعد ازاں اسکندریہ میں مستقل سکونت اختیار کی اور زندگی کے آخری ایام دینی علوم کی ترویج و اشاعت میں گزارے۔ یہیں اس نے ۲۷ شعبان ۶۱۴ھ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

Marfat.com

اس کا سفرنامہ ان تمام اصول و قواعد پر پورا اترتا ہے جو عصرِ حاضر کے سفرنامے کے لیے لابدی قرار دیے جاتے ہیں۔ وہ ہر شہر کی آبادی، باشندوں کے خصائل، طرزِ معاشرت، آب و ہوا، اقتصادی و سیاسی حالات اور اہلِ مملکت کے وسائل و ذرائع کو تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ اس کا سفرنامہ اماکن و اعلام کے سلسلہ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے متاخرین میں سے اکثر نے اس کی معلومات سے استفادہ کیا ہے۔

عربی میں دوسرا عظیم سفرنامہ مشہور عرب سیاح و مصنف شرف الدین محمد ابن بطوطہ کا ہے۔ وہ ۱۴ رجب ۷۰۳ ھ بہ مطابق ۲۴ فروری ۱۳۰۴ء کو طنجہ میں پیدا ہوا۔ اس کا اٹھائیس سالہ حیرت انگیز دورِ سیاحت کوئی ۷۵،۰۰۰ میل کی مسافت پر محیط ہے۔ اس اثنا میں وہ چار مرتبہ حجِ بیت اللہ شریف سے بھی مشرف ہوا۔ اس نے حجاز، عراق، شام، مصر، خوارزم، بخارا، افغانستان، ہندوستان، مالابار، بنگال، چین اور افریقی ممالک کا سفر کیا۔ جن ایام میں وہ ہندوستان وارد ہوا، اس وقت محمد تغلق حکمران تھا۔ اس نے عرب سیاح کی محیر العقول علمی و ادبی صلاحیتوں کے پیش نظر اسے دہلی کا منصبِ قضاۃ سونپا جہاں وہ کوئی دو سال متمکن رہا۔ بعد ازاں ڈیڑھ سال تک جزائر مالدیپ میں بھی منصبِ قضاۃ ہی پر فائز رہا مگر یہاں بھی شوقِ سفر نے اپنے چین سے بیٹھنے نہ دیا اور وہ دنیا کے دوسرے ممالک کی سیاحت پر روانہ ہو گیا۔

مراکش واپس پہنچنے پر ابوعنان سلطانِ فاس کے حکم سے اس نے اپنے احوال و تجربات محمد بن محمد جزی الکلبی سے بیان کیے جنہیں مؤخر الذکر نے عمدہ و لطیف ادیبانہ انداز میں لکھا۔ اس کے سفرنامے کو بین الاقوامی شہرت نصیب ہوئی۔ اُردو انسائیکلوپیڈیا کے مطابق پہلے پہل اس کے سفرنامے کی تلخیصات اور ان کے تراجم منظرِ عام پر آئے جو یورپ میں بےحد مقبول ہوئے۔ اُردو میں اس کے پورے سفرنامے کی جلد اوّل کا ترجمہ سید محمد حیات الحسن نے اور جلد دوم کا ترجمہ محمد حسین صاحب نے کیا جبکہ رئیس احمد جعفری نے مکمل ترجمہ کیا۔

یہ سفرنامہ بےحد خوبیوں کا حامل ہے۔ دیار و امصار، اولیاء و مشائخ کے حالات اور تاریخی و جغرافیائی معلومات سے لبریز ہے۔ ابن بطوطہ نے جس قابلِ قدر انداز سے تاریخِ انسانی کے گم شدہ اوراق کی شیرازہ بندی کی ہے،

Marfat.com

وہ رہتی دُنیا تک یادگار رہے گا۔

ڈاکٹر عبدالوہاب عزّام کے سفرنامے جو دو جلدوں میں الرحلات الاولیٰ اور الرحلات الثانیہ کے نام سے طبع ہو چکے ہیں، دورِ جدید میں عربی زبان کے مشہور ادب پارے ہیں موصوف پاکستان میں مصر کے سفیر تھے۔ دوسری جلد کا مقدمہ تاریخِ ادبِ عربی کے شہرہ آفاق مصنف استاد احمد حسن الزیات نے لکھا ہے۔ انہوں نے عزّام کے تمام سفروں کو دو حصّوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصہ میں وہ دور شامل ہے جس میں اس کا عام تاثر شعور اور سرسری شاہد نمایاں ہے۔ دوسرا دور وہ ہے جس میں اسے ادراکِ کامل، تحقیق و تدقیق اور استیعاب تام میسّر آیا۔

الرحلات الثانیہ میں فلسطین، شام، ہند، حجاز و نجد وغیرہ کا سفر شامل ہے۔ یہ گیارہ ابواب پر منقسم ہے۔ صحیح اور تفصیلی معلومات کے ساتھ سلاستِ بیان کا امتزاج اس سفرنامے کا طرۂ امتیاز ہے۔ وہ مقامات جو اسلامی تہذیب و ثقافت کے درخشندہ نشانات ہیں یا اہلِ ایمان کے عشق و محبت کا محور ہیں، عزّام انہیں شایانِ شان عقیدت سے بیان کرتا ہے۔ سفرِ ہند کے بیان میں حضرت محبوبِ الٰہی، حضرت امیر خسرو اور دیگر مشائخ کبار رحمھم اللہ کا ذکر کیا ہے۔ اس کے ساتھ شاہانِ مغلیہ کے مقابر کے بارے میں اپنے تاثرات بھی رقم کیے ہیں اور اسلامی فنِ تعمیر کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ پاکستان میں علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کے مزار پر حاضری دینے کے بعد علامہ مرحوم کو نہایت پُردرد لہجے میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

عزّام نے جدّہ سے مدینہ منورہ کی جانب ۲۔ رجب ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۰ اپریل ۱۹۵۰ء کو سفر کیا۔ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری دی اور حرم نبوی کا ذکر اس عقیدت مندانہ انداز سے کیا:

هٰذِهِ الْبُقْعَةُ الْمُبَارَكَةُ هٰذَا الْمَسْجِدُ الْعَظِيمُ مَهْبِطُ الْوَحْيِ وَمَنْبَعُ التَّارِيخِ الْمَجِيدِ مَجْلِسُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُ وَيُفَقِّهُ وَيُزَكِّي وَيُدَبِّرُ وَيَسُوسُ وَيُرَبِّي وَمَعْبَدُهُ اتَّصَلَ فِيهِ قَلْبُهُ وَلِسَانُهُ بِاللهِ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْعَشِيِّ

Marfat.com

وَالْاَسْحَارِ وَ هٰذِهٖ دَارُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْوِيْ اِلَيْهِ زَاهِدًا قَانِتًا يَنَامُ عَلَى الْحَصِيْرِ وَ يَاكُلُ خُبْزَ الشَّعِيْرِ وَيَجْتَرِئُ اَيَّامًا بِالْاَسْوَدَيْنِ التَّمَرِ وَالْمَاءِ كِبَرًا عَنِ الدُّنْيَا لَا عِجْزًا دُوْنَهَا وَعَزُوْفًا عَنْهَا لَا حِرْصًا عَلَيْهَا۔

(ترجمہ) یہ مبارک مقام عظیم مسجد، نزولِ وحی کی جگہ اور اہلِ اسلام کی شاندار تاریخ کا مرکز ہے، یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے۔ آپ یہاں تعلیمِ کتاب وحکمت، تفقہ فی الدین، تزکیۂ نفس، تدبیرِ مملکت، سیاستِ مدن اور تربیتِ باطن کے فرائض انجام دیتے تھے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ عبادت گاہ ہے جس میں آپ کے زبان ودل، روز وشب، صبح ومسا، محوِ ذات رہتے تھے۔ یہ خدا ترس وطاعت شعار پیغمبر کی آرام گاہ ہے۔ آپ چٹائی پر سوتے، جَو کی روٹی تناول فرماتے اور اسودین[1] یعنی یعنی کھجور اور پانی پر بسر اوقات کرتے تھے۔ عجز کے باعث نہیں بلکہ وقار وتمکنت کے ساتھ۔ کوئی دنیوی ہوس نہ تھی بلکہ روح میں اس سے بے رغبتی تھی۔

فارسی میں ناصر خسرو علوی بلخی کا سفرنامہ خاصا معروف ہے۔ اس میں قاہرہ، شام، فلسطین اور حجاز کے مشہور مقامات کا ذکر ہے۔ حکیم ناصر خسرو کا سنِ ولادت اس کے اپنے شعر کے مطابق ۳۹۴ھ ہے ؎

بگذشت ز ہجرت پس سی صد نود وچار
بنہاد مرا مادر بر مرکزِ اغبر

اس کے سفرنامے کی مقبولیت کا اصل سبب معلومات کا وہ بیش بہا ذخیرہ ہے جو ایک قاری تک پہنچتا ہے اس نے ہر قصبہ وشہر کے تاریخی وجغرافیائی حالات، وہاں کی آبادی، فرماں روا، عقائد ونظریات، علماء ومشائخ

---

[1] اسودین کا مفہوم ہے دو سیاہ چیزیں۔ عربی محاورے کے طور پر اسکا اطلاق کھجور اور پانی پر ہوتا ہے۔

کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے یہاں تک کہ بازاروں کے حالات، اشیاء کے نرخ، پیداوار، معدنیات، سمندر، دریا، ظروف اور ادویہ کو بھی تحریر کیا ہے۔ خانہ کعبہ، الواب مسجد الحرام، چاہ زمزم، مقام ابراہیمؑ کے تفصیلی کوائف اور ان کا تاریخی پس منظر بیان کیا ہے۔

فارسی شاعری میں بھی اسے بلند مقام حاصل ہے۔ فلسفیانہ اور لطیف نکات کے بیان کے باعث اسے شہرت نصیب ہوئی۔ زندگی کے آخری ایام میں یمکان کے پہاڑی موضع میں جو مضافاتِ بدخشاں سے ہے مقیم ہو گیا اور یہیں اس کا مدفن ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ۹۹۸ھ میں حج بیت اللہ سے مشرف ہونے کے بعد حجاز کا سفرنامہ بہ عنوان جذب القلوب الی دیار المحبوب فارسی میں لکھا جس کا اردو ترجمہ ہو چکا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ کی کتاب فیوض الحرمین بھی اسی پاکیزہ موضوع کی علمبردار ہے۔

متاخرین میں سفرنامہ حرمین مصنفہ مولوی رفیع الدین مراد آبادی اور نواب مصطفیٰ علی خان شیفتہ کا رہ آورد سفر ہر دو قابلِ ہزار تحسین و آفرین ہیں۔

اردو میں سب سے پہلا سفرنامہ حج ۱۲۶۸ھ میں الصدیق الی البیت العتیق کے نام سے نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے تحریر کیا۔ اولیت کا یہ شرف نواب صاحب مرحوم کا مقدر تھا۔ خواجہ حسن نظامیؒ کا سفرنامہ جو سفر حجاز و مصر و شام سے موسوم ہے، نیاز و عقیدت کی دنیا کا نقش جمیل ہے۔ اس میں تاریخ اور واقعاتِ سفر کا اندراج ہے۔ زبان ایسی رواں دواں اور عبارت ایسی برجستہ ہے کہ رگ و پے میں اترتی چلی جاتی ہے۔ مشائخ اور اہل طریقت کا ذکر ہے۔ مصر کی حنوط شدہ لاشوں کے بارے میں ان کا نقطۂ نظر دیگر محققین سے یکسر مختلف ہے۔ خواجہ صاحب کے نزدیک حنوط کی بجائے ان لاشوں پر سحر کا عمل کیا گیا تھا۔ شام کے ایک مشہور کردی بزرگ کے مزار کی زیارت کا بیان ہے جن کا قدم مبارک قبر سے باہر نکلا ہوا ہے۔ خواجہ صاحب نے خود وہاں جا کر اس کا مشاہدہ کیا اور تصدیق کی۔

ذکرِ حجاز کے عنوانات بھی نہایت دل نشیں ہیں مثلاً مدینۃ الرسولؐ میں حاضری کے واقعات کو

قُبّہ پاک اور بچے، معجزہ، مدینہ کا چاند، مدینہ کی گلیاں اور حالِ دل کے تحت بیان کیا ہے۔ حالِ دل کے تحت دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی حاضری کو رقّت آمیز پیرائے میں یوں بیان کیا ہے:

"جالی پکڑ کے روضۂ اقدس کی ایک بار سب حالِ دل رسولِ خدا کو سنائیں ہم

السلام علیکم یا سیّد الکونین السلام علیکم یا جدّی السلام علیکم یا وسیلتنا فی الدّنیا والدّین، خوش نصیب ہیں یہ آنکھیں جو آپ کے روضۂ اطہر کو دیکھ رہی ہیں۔ نصیب والا ہے یہ ہاتھ جو اس نورانی جالی کو تھامے ہوئے ہے اور زبان کی عزّت پر تو جس قدر رشک کیا جائے کم ہے کہ وہ اس زندہ اور زندہ کرنے والے وجود سے کلام کر رہی ہے جس کے آگے سارے جہاں کی زبانیں گنگ ہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا نیا کارہ و ناخلف فرزند حسن نظامی حالِ دل عرض کرنا چاہتا ہے۔ اس کا ایمان ہے کہ حیّ و قیّوم کی عنایت سے اس وقت آپ حیاتِ حیا میں موجود ہیں، دیکھ سکتے اور کر سکتے ہیں وہ جو کوئی نہیں کر سکتا۔"

مولانا عبدالماجد دریابادی کا سفرِ حجاز اپنی علمی و ادبی معلومات کے باعث انفرادی حیثیت کا حامل ہے۔ اسکا دیباچہ سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے۔ مولانا نے اس سفرنامے کو چالیس ابواب پر منقسم فرمایا ہے اس میں انشاپردازی کے اعلیٰ نمونے دیکھنے میں آتے ہیں۔ سرزمین حجاز کے وہ مقامات جن کے بارے میں مولانا رقم طراز ہیں ان میں خاصے انقلابات آچکے ہیں۔ تاہم اسکی افادیت کا ایک پہلو یہ بھی نکلتا ہے کہ آپکی تحریر سے قریباً نصف صدی پہلے کی سرزمین عرب کے بارے میں ہمیں اضافہ معلومات ہوتا ہے۔

مولانا نے آیاتِ قرآنی، احادیثِ نبویہ اور فقہی مسائل کو بھی نہایت حسین و جمیل انداز میں بیان کیا ہے بعض اولیاء اللہ کے اقوال سے بھی اپنی تحریر کو مزیّن کیا ہے مولانا الحاج احمد صاحب میمن نے تکملہ سفرِ حجاز میں اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ یہ سفرنامہ ۱۹۲۵ء کے لگ بھگ لکھا گیا ہے۔

اس سفرنامے کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ انتظامیہ کے تغافل کے باعث جن مقاماتِ مقدسہ کی عظمت

Marfat.com

مجروح ہو رہی ہے اور زائرین ان کی حالت دیکھ کر دل خستہ ہوتے ہیں، مولٰنا ایسی صورت حال پر بھرپور تنقید کرتے ہیں۔ اس کی مثال آپ کے جنت البقیع کے بیان میں ملتی ہے۔ ان کا ایمان افروز اور دردمندی کی لے میں ڈوبا ہوا انداز ملاحظہ ہو جب وہ مواجہہ شریف پر حاضری دیتے ہیں:

"جسے دیکھیے مواجہہ شریف کی طرف کھنچا چلا آ رہا ہے۔ اس وقت رُخ قبلہ کی جانب نہیں، پتھر سے تعمیر کیے ہوئے کعبہ کی جانب نہیں بلکہ اس کے ذاتِ اقدس کی جانب ہے جو دلوں کا کعبہ اور رُوحوں کا قبلہ ہے۔ کسی کا نالہ جگر گداز، کسی کے لب پر آہ و فریاد، ہر شخص اپنے اپنے حال میں گرفتار، ہر متنفّس اپنے اپنے کیف میں سرشار، گنہگاروں اور خطا کاروں کی آج بن آئی ہے، آستانِ شفیع المذنبین تک رسائی ہے۔"

سرزمینِ کے بارے میں لکھے جانے والے اُردو سفرناموں کی تعداد دوسری زبانوں کے سفرناموں کی نسبت زیادہ ہے۔ اس کے عوامل کی نشاندہی بھی چنداں مشکل نہیں، مگر بادی النظر میں ایک سبب یہ بھی ہے کہ جس سرزمین پر بسنے والے افراد یہ زبان بولتے ہیں، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے آستانِ پاک سے بہ اعتبارِ فاصلہ قدرے دُور ہے۔ بس دُوری کا یہی احساس، مہجوری کو تیز تر کرتا ہے اور اہلِ محبت اس مصدرِ کرم سے وابستگی کے آرزومند رہتے ہیں، جسے گنبدِ خضرا کہا جاتا ہے بلکہ یہ کہنا مناسب نہ ہوگا کہ بارگاہِ عنایت سے دُور بسنے والوں پر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی چشمِ التفات نسبتاً زیادہ ہے، جس کا فیض کہیں دردمندیٔ دل کی شکل میں اور کہیں رشحاتِ قلم کی صورت میں نمایاں ہے۔ بہر کیف یہ اُردو زبان کی خوش بختی ہے کہ اس کا دامن سرورِ کونین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی محبت کے نقوش سے مزیّن ہے۔

عشق و محبت کا یہ سلسلہ اس قدر دراز ہے کہ اس کا آخری گوشہ کہیں نظر نہیں آتا۔ جاں نثارانِ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم تا قیامت حرمین شریفین کی جانب سفر کرتے اور اپنی داستانِ عقیدت رقم کرتے رہیں گے۔ عہدِ حاضر کے بلند پایہ اساتذہ اور جلیل القدر ادبا نے حجاز کے سفرنامے لکھے ہیں جن میں قاضی محمد سلیمان، نسیم حجازی، ماہر القادری، پروفیسر عبدالصمد صارم، عفت آلہی اور دیگر اہلِ قلم شامل ہیں۔

Marfat.com

پیشِ نظر کتاب جمالِ حرمین حافظ لدھیانوی کے ان قلبی واردات و تأثرات کا بیان ہے جو انہوں نے سفرِ حجاز کے دوران قلمبند کیے ہیں۔ انہوں نے بمقام لدھیانہ، جولائی ۱۹۲۱ء کو عالمِ ہست و بود میں قدم رکھا۔ والد مرحوم محمد عظیم لدھیانہ کے جید حفاظ میں سے تھے۔ انہیں سے قرآن پاک حفظ کیا، ۱۹۳۵ء میں پہلا محراب سنایا اور اس کے بعد بلاناغہ ہر سال تراویح میں قرآن حکیم سنانے کی سعادت شاملِ حال رہی۔ ۱۹۴۴ء میں گورنمنٹ کالج لدھیانہ سے بی اے کیا اور آج کل قومی بچت کے محکمہ میں ڈپٹی ڈائرکٹر کے عہدہ پر فائز ہیں۔

گھر کا ماحول سراسر دینی تھا۔ امیرانہ ٹھاٹ کی بجائے زندگی کا انداز بے نیازانہ تھا۔ اہلِ سیم و زر میں سے نہ تھے شعر و سخن کی دولتِ گراں بہا نے جاہ و ثروت کے ہر گونہ فقدان کی تلافی کر دی۔ ایک چیز کے عدم حصول کے بعد زمانہ اس کا نعم البدل کس طرح عطا کرتا ہے، غالب نے اس مضمون کو نہایت چابکدستی سے باندھا ہے ؎

آں را کہ بخت دسترسِ بذلِ مال نیست　　　نعم البدل ز خامہ پُریں فشاں دہد

آں را کہ طالع کفِ گنجینہ پاش نیست　　　طبعِ سخن رس و جگرِ خردہ داں دہد

چنانچہ کالج کے زمانہ سے پہلے ہی شعر و سخن کا آغاز ہو چکا تھا۔ طبیعت موزوں تھی اور اس موزونیٔ طبع نے متقدمین و متاخرین شعراء کے مطالعۂ کلام سے جلا پائی۔ آج بھی انہیں اردو شعراء کے بلا مبالغہ ہزارہا اشعار یاد ہیں۔ ۱۹۲۸ء سے ۱۹۷۰ء تک غزل کہی اور فنی محاسن سے بھرپور کلام لکھا۔ اس دور میں ہم انہیں عظیم کلاسیکی شعراء کے دوش بدوش انجمنِ سخن میں شریک دیکھتے ہیں۔ جگر مرحوم سے ان کی دوستی کا آغاز ایک مشاعرے میں شرکت کے بعد ہوا جب حافظ صاحب نے اپنی ایک غزل پڑھی اور جگر مرحوم نے اس کا مطلع سننے کی فرمائش متعدد بار کی۔ مطلع یہ تھا ؎

بات کرنے کی ادا ہوتی ہے　　　نکہتِ گل بھی صدا ہوتی ہے

اس تینتیس سالہ کاوش کا ایک انتخاب غزل کے ایک مجموعے خامۂ مژگاں کی صورت میں طبع ہوا، اور اس سے دو چند کلام ہنوز تشنۂ طباعت ہے۔ ۱۹۷۰ء سے نعتیہ شاعری کا آغاز اس انداز سے کیا کہ پھر غزل کی طرف لوٹنا رجعت قہقریٰ کے مترادف سمجھا۔ ان کا ایک نعتیہ مجموعہ ثنائے خواجہ کے نام سے منظرِ عام پر آچکا ہے۔ اس پر

Marfat.com

ملک کے نامور شعراء و ادباء نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے جن میں استادِ محترم ڈاکٹر سید عبداللہ، حفیظ جالندھری، احسان دانش، احمد ندیم قاسمی، حافظ مظہر الدین، میرزا ادیب اور دیگر اہلِ قلم شامل ہیں۔ دوسرا نعتیہ مجموعہ اشاعت کے مراحل میں ہے۔

حافظ لدھیانوی کی روح میں ایک ایمانی تنویر اور ایک سرمدی کیف موجزن تھا جو غزل کی تینتیس سالہ شاعری کے دوران مستور رہا بلکہ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ مضامینِ غزل اور ان کی بوقلمونی اس جوہر کی تربیت میں مصروف رہے۔ اس سے میری مراد ان کے فکر و نظر کی وہ صلاحیت و استعداد ہے جو سابقاً نعتیہ شاعری کے پیکر میں جلوہ گر ہوئی اور بعد میں سرزمینِ حجاز کے مقاماتِ مقدسہ کے بیان میں بصورتِ جمالِ حرمین اس وقت ہمارے سامنے ہے۔

جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس و اطہر سے بے پناہ محبت ان کے رگ و پے میں جاگزیں ہے۔ یہ بضاعتِ بے بہا وہ نہاں خانہ ازل سے اپنے ہمراہ ہمیشہ لائے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے جو عقیدت و عشق افرادِ امت کو نصیب ہے اس کے اظہار کے پیرائے مختلف ہیں۔ اہلِ طریقت میں یہ اظہار آپ کے اتباعِ کامل کی شکل میں ہے۔ تفسیر و حدیث پر عبور رکھنے والوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت نگاری میں اپنے قلبی واردات کو سمویا۔ اہلِ شعر کی باطنی کیفیات نے نعتیہ شاعری کا انداز اختیار کیا۔ ذاتِ باری تعالیٰ نے اپنی رحمتِ واسعہ سے ہمارے مصنف کو مذکورہ بالا محاسن سے حظِ وافر بخشا اور تجلیاتِ حرم کے اظہار کیلیے اسے نظم و نثر پر عبورِ تام عطا فرمایا، البتہ نثر میں یہ ان کی اولین پیشکش ہے۔ ہرچند کہ اس سے پہلے وہ مختلف موضوعات پر مضامین بھی لکھتے رہے تھے، مگر ارضِ حجاز کا یہ سفرنامہ ایسے دردانگیز پیرائے میں لکھا گیا ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد مصنف کی کوتاہ قلمی کی بجائے نثر میں اس کی پختگی و مشاقی کا تاثر ابھرتا ہے۔

میں نے حافظ صاحب کے سفرنامے کو اول تا آخر پڑھا ہے جبکہ بعض مقامات پہ اشکباری کا سیلاب مزید مطالعے کی راہ میں حائل ہوگیا تھا۔ اس کا ہر جملہ اور ہر سطر ذوق و شوق اور سوز و گداز سے لبریز ہے، وہ ذوق و شوق جس کا مصدر حریمِ نبوی ہے اور وہ سوز و گداز جس کا سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے روح کی وابستگی ہے۔ مصنف نے جس ترتیب سے حرمین شریفین اور دیگر مقاماتِ عالیہ کی زیارت کی، اسی طرح انہیں رقم کیا ہے اور سفرنامے کے جمیع لوازم کو بھی برقرار رکھا ہے۔ تمام مقامات کی ہیئت، تاریخی پس منظر اور ان کی امتیازی شان کو

Marfat.com

عقیدتمندانہ انداز سے بایں طور سپردِ قلم کیا ہے کہ وہ ہماری آنکھوں کے سامنے متشکل ہو جاتے ہیں اور ایک قاری کو یہ محسوس نہیں ہو پاتا کہ وہ اپنے دل و دماغ میں آثارِ سلف کے کتنے بڑے ذخائر جمع کر رہا ہے۔ بالعموم تاریخی مقامات کا بیان اپنے اعداد و شمار اور احوال و کوائف کے آئینے میں چنداں حسین اور دلنشین نہیں ہوتا مگر ہمارے مصنف نے انہیں بیان کرتے ہوئے اندازِ تحریر میں وہ دردمندانہ روح پھونکی ہے کہ سنگ و خشت کی دیواریں زائر سے متکلم نظر آتی ہیں پھر یہ انداز بالکل متوازن ہے اور اس میں کسی قسم کی افراط و تفریط نہیں۔ کسی جملے کی دروبست اور کسی ترکیب کا لہجہ آدابِ نبوی سے متجاوز نہیں۔ ہر لفظ اور ہر سطر کا رُخ جانبِ حرم ہے۔ جذباتِ محبت کی ایک ردا ہے جس کے دامن میں آثارِ اسلامی درخشاں و تاباں نظر آتے ہیں۔ مثال کے طور پر زم زم ایک چشمہ ہے جو سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کے پائے مبارک سے جاری ہوا تھا اس وقت حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا پریشانی و بے بسی کے عالم میں صفا و مروہ کے درمیان چکر کاٹ رہی تھیں اور ذاتِ باری کے حضور پانی کے لیے دست بدعا تھیں۔ اس واقعے کے بیان میں ہمارے مصنف کا رقت آمیز اسلوبِ تحریر دیکھیے:

"۔۔۔۔ اس طاہرہ و عفیفہ، مکرمہ و مطہرہ زوجۂ پیغمبر نے صفا و مروہ کے درمیان سات چکر لگائے۔ آخر گرمی کی شدت اور بچے کی تنہائی کے خیال سے لوٹ آئیں۔ جب بچے کے پاس آئیں تو صبر اور شکر نے انعام کی صورت اختیار کر لی۔ یہ سعی مشکور ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس تسلیم و رضا کا ثمرہ آبِ زم زم کی صورت میں ظاہر کر دیا۔ خشک زمین سے پانی کا فوارہ پھوٹ پڑا پانی کی چمک اور ہوا کی خنکی نے پرندوں کو دعوت دی۔ وہ دُور دراز سے پرواز کر کے اس چشمۂ رحمت سے سیراب ہونے کیلیے پہنچ گئے۔ بی بی ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے ذی رُوح کی صورت دیکھی تو اس نعمت پر خدا کے حضور سربسجود ہو گئیں۔"

اس کے علاوہ غارِ حرا، غارِ ثور، مولدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مقاماتِ مقدسہ کا ذکر ہے۔ مصنف نے جہاں ان مقامات کو نہایت عقیدت و محبت سے لکھا ہے وہاں اس امر کو بھی ملحوظ رکھا ہے کہ ان کا کوئی روشن اور نمایاں گوشہ تحریر سے نہ رہ جائے۔ اس جزئیات نگاری کے ساتھ ساتھ فکر کو موضوع کے ابدی و سرمدی پیغام پر مرکوز رکھا ہے۔ مزید براں ان

Marfat.com

تمام ادعیۂ مسنونہ کو بھی تحریر کر دیا ہے، جو مختلف مقامات کی زیارت کے سلسلے میں حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔ چنانچہ سفرنامے کی جامعیت کے باعث اس کا قاری ایک ایسی مستقل کتاب سے بے نیاز ہو جاتا ہے، جو ان مقامات پر پڑھی جانے والی دعاؤں پر مشتمل ہو۔ بعض مقامات ایسے ہیں جن میں جہاز کے کپتان، پرسر اور دوسرے عملہ کا ذکر ہے۔ ظاہر ہے ان کا نفسِ مضمون بالکل سیدھا سادھا اور تکلمی نوعیت کا ہے جو کسی قسم کی منظرکشی کا متحمل نہیں ہو سکتا، مگر یہاں مصنف کے اندر کا شاعر، نثر نگار کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے مددگار ثابت ہوتا ہے۔ بالآخر حافظ لدھیانوی کی جودتِ طبع اور ندرتِ فکر اپنا جوہر دکھاتی ہے اور اس طرح سلسلۂ بیاں رپورتاژ سے نکل کر پھر سفرنامے کی حدود میں داخل ہو جاتا ہے۔

سفر میں تکالیف و مصائب کسے پیش نہیں آتے۔ پھر وہ سفر جس میں دنیا کے گوشے گوشے سے مختلف تہذیب و تمدن کے حامل اور مختلف زبانیں بولنے والے افراد شریکِ کارواں ہوں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو اپنی جگہ پر مسلّم ہے۔ اکثر اربابِ قلم نے اختلافِ زبان یا دشواریٔ سفر کے باعث پیش آنے والے واقعات کو اپنے سفرناموں میں خاصی تفصیل سے لکھا ہے مگر بحمد اللہ حافظ لدھیانوی نے اس قسم کا کوئی واقعہ جس سے اسلامی تہذیب کی اقدار مجروح ہوتی ہوں یا جس کے بیان پر سوقیانہ پن کا گمان گزرتا ہو، اپنے سفرنامے میں نہیں لکھا۔ یہ دراصل ان کا اخلاصِ باطن اور صداقتِ جذبہ ہے، جس کے سامنے سفر کے دل آزار و جاں گسل واقعات، جو لامحالہ طور پر انہیں پیش آئے، اپنا وجود برقرار نہ رکھ سکے کیونکہ محبت کی راہ چلنے والے نیشِ غم کو بھی نوشِ جاں سمجھتے ہیں۔

یہ سفرنامہ جہاں عشقِ مصطفوی کا آئینہ دار ہے وہاں مصنف کی شخصیت اور اس کے خط و خال کے سمجھنے میں بھی مدد دیتا ہے چنانچہ تاثرات و رجحانات کی روشنی میں ہم اس کے فکر و نظر، علم و عمل اور گفتار و کردار تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ سفر حضر ویسے بھی خاصی حد تک کردار شناسی کا معیار رہے ہیں۔ ہم اپنے مصنف کو قیام مدینہ منورہ کے دوران جو کم و بیش دو ماہ تک رہا، مہر و اخلاص کا ایک متحرک وجود دیکھتے ہیں۔ وہ قدم قدم پر اپنے احباب کی مودت اور مہمان نوازی کا ذکر کرتا ہے۔ ان میں شیخ محمد اسمٰعیل صاحب جالندھری قاری عبدالحنان صاحب، مولانا عبدالعزیز شرقی صاحب، فضل الرحمٰن صاحب، صوفی محمد اسلم صاحب اور دیگر احباب شامل ہیں۔ اثنائے تحریر وہ ان سب کی عنایات اور تعاون کا سپاس گزار ہے۔ ہر چند اخلاصِ عمل کا مظاہرہ جانبین سے مروت کا متقاضی ہے

Marfat.com

مگر مصنف اپنے خلوص کو عجز و انکسار کے پردے میں چھپائے رکھتا ہے۔ پھر ایامِ حج میں زائرینِ حرم سے اسکی ہمدردی، شکستہ و زبوں حال افراد کی غمگساری اور انسان دوستی کی دوسری مثالیں اس کے سفرنامے میں جابجا نظر آتی ہیں۔ خشیتِ الٰہی کا یہ عالم ہے کہ وہ ہر لمحہ رحمتِ خداوندی کا طلبگار اور لغزش و خطا پر نادم ہے۔ تقوٰے کی صورت یہ ہے کہ ہم اسے ہر مقام پر مصروفِ عبادت دیکھتے ہیں اور اپنے اذکار و اشغال بیان کرتے ہوئے وہ ثقہ روایات سے استناد کرتا ہے۔ تقویٰ کی بات چل نکلی، تو مزید ایک ذکر بھی تحدیثِ نعمت کے طور پر کر دیا جائے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حافظ لدھیانوی نے مجھ سے بر سبیلِ تذکرہ بیان کیا تھا کہ انہوں نے ایک مرتبہ طوافِ بیتُ اللہ کے دوران قرآن حکیم زبانی ختم کیا تھا۔ اب اس کی مثال صدیوں پیشتر سلف صالحین کے ہاں تو مل سکتی ہے البتہ موجودہ دور میں قریباً محال ہے۔ پھر مسجد الحرام ایسی مبارک جگہ ہے جہاں ایک عمل کا ثواب لاکھ عمل کے برابر ہے۔ بہرحال ان تمام اجزا کے باہمی ربط سے سفرنامے کا مصنف ایک متقی، خدا ترس اور عظیم انسان کی صورت میں ہمارے سامنے آتا ہے۔

مصنف نے مدینہ منورہ میں اپنی حاضری، درگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں باریابی اور مضافاتِ طیبہ میں واقع دوسرے مقاماتِ مقدسہ مثلاً مسجدِ قبا، جبلِ اُحد، مدفونینِ جنت البقیع کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ بلکہ بعض تو حرم نبوی ہی میں بیٹھ کر قلم بند کیے ہیں۔ یہ بلاشبہ ان پر حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی کرم ہے۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ جب رُوح میں خیالات متلاطم ہوں، تو افکار کے اسلوب پر قابو نہیں رہتا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمِ کرم کچھ اس طرح ہمارے مصنف کے شاملِ حال رہی کہ وارداتِ قلبی اس کے طرزِ بیان سے ہم آہنگ رہے۔ دل پر جو کیفیات نازل ہوتی رہیں، قلم انہیں سپردِ قرطاس کرتا چلا گیا۔ ان کیفیات کے عمومی جائزہ کیلئے دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے مصنف کی رخصت کا منظر ملاحظہ فرمائیں جس میں گدازِ دل اور لطافتِ فن کا امتزاج ہے:

> "... سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانِ پاک سے جدائی ایک ایسا المناک حادثہ ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی حادثہ میں نے زندگی میں نہیں دیکھا، اس سے بڑھ کر غم کا کوئی لمحہ انسانی زندگی میں آ ہی نہیں سکتا۔ عمر بھر کی تمناؤں، التجاؤں اور دُعاؤں کے مرکز سے جدائی ہو رہی تھی۔ جدائی اور مفارقت کی وہ لکیر جو وقتی طور پر ذہن کے اُفق سے محو ہو گئی تھی، پھر نمودار ہونے کو تھی۔ آنکھ

Marfat.com

کا پشمہ خشک ہوتا تھا۔ آخری سلام کے لیے جس دھڑکتے دل اور برستی ہوئی آنکھوں سے
حاضری نصیب ہوئی تھی، قلم اس کیفیت کو رقم نہیں کر سکتا۔ احساسات کی دنیا لفظ و بیاں سے
ماورا ہے۔ کس کس طرح نگاہ نے ایک ایک منظر کو دیکھا، حرمِ پاک کے بام و در کو چوما، ہر نگاہ
حسرت کا مرقع بن کر رہ گئی۔ خدا جانے ان بام و در کو دیکھنے کی سعادت پھر کب نصیب ہو"
"یہ بندہ وقت سے پہلے قیامت کر نہ دے برپا" والا معاملہ ہے۔ اب اس حشر انگیزی کا سماں اگلے صفحے
پر تھوڑا سا اور دیکھیے:

"زمینِ مقدس پہ نگاہیں جمائے، آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا روضۂ طہر کی جانب چلا، قدمین شریفین
میں دو نفل ادا کیے، سوچ کے سوتے خشک ہو گئے تھے۔ فکر کے دھارے منجمد ہو گئے تھے۔ قدمین شریفین
پر نفل ادا کر کے مواجہ شریف کا رُخ کیا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ طہر کی جالی مبارک کے سامنے
دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ یہ کریم کے دروازے پہ آخری صدا تھی، یہ دربارِ مقدس میں حاضری کا آخری
سلام تھا، دامانِ نظر کی آخری کیفیت تھی، یہ اشک فشانی کا آخری موقع تھا..... نظر اُٹھتی نہ
تھی، آنسو بہ رہے تھے، دل دھڑک رہا تھا، اس مقامِ رقت و رحمت پہ کون ضبطِ گریہ کر سکتا ہے۔ یہاں
جابر سلاطین، ظالم حکمران خاک بسر اور باچشمِ تر آتے ہیں۔ سامنے کھڑے سپاہی سے یہ کیفیت دیکھی نہ گئی
تو اس نے رُخ دوسری طرف کر لیا۔"

حرمِ نبوی میں حاضری کے بعد حافظ صاحب نے دوسری مرتبہ بیت اللہ شریف کی زیارت کی اور مناسکِ حج ادا کیے۔
اس سلسلے میں یہ ذکر بے محل نہ ہوگا کہ وہ جب کبھی اس دور کے واقعات تحریر کرتے ہیں، تو لب و لہجہ زیادہ دردمندانہ محسوس ہوتا ہے
اور بیان کے تیور بھی نسبتاً زیادہ تیکھے ہیں، جس کا بدیہی سبب بارگاہِ نبوی سے دُوری کا احساس ہے اور ہجر میں لذتِ طلب ایک
مسلمہ امر ہے۔ بہر حال عرفات کا میدان ہو یا مزدلفہ کا دامن مشعر الحرام ہو یا منیٰ میں قیام، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، آپ کی
ذات سے وابستگی، لمحاتِ حضوری کی یاد اور "خدایا ایں کرم بارِ دگر کن" کے انداز میں بار بار حاضر ہونے کی آرزو لیے واضح اشارات ہیں

Marfat.com

جن کی جھلک حافظ لدھیانوی کی تحریر کے پس منظر میں بہاں صاف دکھائی دیتی ہے۔ اس اجمال کی تفصیل آپ کو منیٰ میں نعتیہ مجلس کے عنوان کے تحت مل جائے گی جب ایک شخص نے والہانہ انداز میں سلام بحضور خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم پیش کیا، تو مصنف دن بھر کی تکان کے باوجود خوابگاہ سے اُٹھ کر اس پاکیزہ مجلس میں شریک ہوگیا۔ اس کے بارے میں ایک جملہ خود انھی کی زبان سے سُنیے:

" . . . . فراقِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم نے بے کل کر دیا، سعادتوں کے وہی لمحات یاد آگئے، لُطف وکرم کی گھڑیوں کا تصوّر ذہن کے اُفق پر جگمگانے لگا . . . . . "

مجھے حافظ لدھیانوی سے لوجہ اللہ دلی اُنس ہے اور اس سے بھی مجالِ انکار نہیں کہ احباب کے طرزِ نگارش میں ان کا ایثار وخلوص جھلکتا ہے، مگر یہ بات بلاخوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ حافظ صاحب کے انشاء میں جو سوز و درد، تسلسلِ فکر، شوکتِ لفظ و بیاں اور ادیبانہ انداز اوّل سے آخر تک نمایاں ہے، اُردو میں اس کی مثال مشکل سے ہی ملے گی دراں حالیکہ اُردو زبان میں بلادِ اسلامیہ کے سو سے زائد سفرنامے موجود ہیں۔

بہرکیف حافظ لدھیانوی ایک نیک نفس انسان ہے اور ستم کش روزگار بھی —— وہ نواب صدیق حسن خان نہیں کہ حرمین شریفین کے سفرنامے لکھنے والوں میں اسے اوّلیت حاصل ہو، وہ حسن نظامی جیسا صاحبِ طرز ادیب، درویش اور مفکر بھی نہیں اور نہ ہی عبدالماجد دریا بادی سا مفسر و فقیہ، وہ ایک دردمند انسان ہے، جس نے دردمندی کی لے میں نغمۂ حجاز پیش کیا ہے اور مشتاقانِ حرم کے دھڑکتے ہوئے دلوں کی ترجمانی کی ہے۔

نوائے کہ محو سخن گسترانِ پیشینی مباش منکرِ غالب کہ در زمانہ تست

آخر میں دُعاگو ہوں کہ مولا کریم اس کا یہ ہدیۂ عقیدت بطفیل جنابِ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم قبول فرمائے اور اسے بقائے دوام بخشے۔ آمین

حافظ محمد افضل فقیر

۲۳۔ ربیع الاوّل ۱۳۹۷ھ —— لاہور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

آغازِ سفر

میری زندگی پر ایسا حسین سورج کبھی طلوع نہیں ہوا تھا۔ ایسا باسعادت لمحہ کبھی نہیں آیا تھا۔ ایسا مژدۂ جانفزا میرے کانوں نے آج تک نہیں سنا تھا، آج وہ مبارک لمحہ آیا وہ مبارک گھڑی میرا مقدر ہو گئی؛ جب اسلام آباد سے یہ مژدۂ جانفزا مجھے سنایا گیا کہ فریضۂ حج کے لیے، اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت کے لیے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مطہرہ کی حاضری کے لیے، میری درخواست منظور ہو گئی ہے۔ اک عمر کے ارمانوں، ایک مدت کی آرزوؤں، نصف صدی کی دعاؤں کا ثمرہ یہ روزِ سعید تھا۔ خداوندِ کریم نے آنسوؤں کی التجاؤں اور آہوں کی صداؤں کو شرفِ قبولیت بخشا۔ نجانے کونسا آنسو بارگاہِ ربُّ العزت میں قبول ہوا اور گوہرِ اُمید بن کر چمکا۔ نعتوں کے اشعار میں یہی پکار تھی، اِسی خیال کی لو نے بارہا سوز و ساز کی شمعیں روشن کیں، اسی تصور نے کبھی شعر کا روپ دھارا، کبھی خاموش پُرنم آنکھوں نے بارگاہِ ایزدی میں اِس سعادت کے لیے دعائیں کیں۔ بحمد اللہ آج اُمید کا سورج دعاؤں کے اُفق پر طلوع ہوا ؎

شکرِ ایزد کہ بلایا شہِ دیں نے حافظ
للہِ الحمد کہ محبوب کا پیغام آیا

Marfat.com

اجازت نامہ ملنا تھا کہ ذہن مختلف خیالات کی آماجگاہ بن گیا۔ کبھی اپنے دامن کو کبھی اُن کے کرم کو دیکھتا تھا۔ زندگی کا دامن لغزشوں، خطاؤں اور گناہوں سے آلودہ تھا۔ میرے دامن میں کوئی زادِ راہ نہ تھا۔ اس دربارِ مقدس میں دُنیوی ساز و سامان بار نہیں پا سکتا۔ دُنیا کی کوئی نادر چیز یہاں کام نہیں آ سکتی ——— دل نے آواز دی کہ ایک ہی ساز اس بارگاہِ قدس میں مقبول ہوتا ہے، وہ دِل کی دھڑکنوں کا ساز ہے۔ آنسوؤں کے تاروں پر گائے ہوئے مدح و ثنا کے ترانے ہیں۔ آہوں کی صداؤں کو باریابی ہے، یہی زادِ راہ اس سفرِ مقدس میں کام آتا ہے۔ یہی کاروانِ اشک و آہ قدم قدم پر روشنی کے چراغ جلاتا اور کوئے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی نشاندھی کرتا ہے مگر یہ زادِ راہ تو پاکانِ بارگاہ کا سرمایہ ہے۔ یہ کارواں تو سوزِ نفس کی پُکار سے چلتا ہے۔ میرا دامن تو تہی تھا۔ سینے میں کوئی ایسا چراغ روشن نہ تھا ——— یا اللہ کیا تیری بارگاہ میں لے کے جاؤں، رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر نچھاور کرنے کے لیے کیا ساتھ لُوں۔ اپنی بے سُود، بے بضاعت اور غفلت شعار زندگی پر ندامت کے آنسو بہے۔ طبیعت کو سکُون نصیب ہُوا۔ اس خیال نے سہارا دیا کہ وہ ذاتِ گرامی تو بے مایہ، بے سہارا لوگوں کے لیے ہے۔ اس کا دامنِ شفقت تو ہم جیسے گنہگاروں کے لیے جائے پناہ ہے۔ وہ پیکرِ کرم تو ندامت اور شرمندگی کے جذبات کو سینے سے لگا لیتا ہے۔ وہ بے سہاروں کا سہارا، بے آسروں کا آسرا ہے۔ ایک اور خیال نے دِل کو قوتِ عطا کی کہ اے کم فہم! مقام ناآشنا!! تُو بلایا ہی اس لیے جا رہا ہے کہ تیرے دل کی ظلمتوں کو مٹا دیا جائے، تیرے دامن کو نُورِ ایمان و یقین سے منوّر کیا جائے اور پھر یہ دعوت، یہ بلاوا بھی تو ان کی خاص منظوری کی دلیل ہے۔ جس پر نظرِ لُطف ہوتی ہے اسی کو باریابی نصیب ہوتی ہے۔ یہ کرم ہی تیرا زادِ راہ یہ انعام ہی تیرا سرمایہ ہے۔ دِل کو تمام وساوس سے پاک کر اور رختِ سفر باندھ

Marfat.com

اِس سے زیادہ مقدّس سفر کسی خطّۂ زمین کا نہیں ہو سکتا۔ یہ سفر ایسا ہے جس میں ملائکہ ہم سفر ہوتے ہیں۔ مقبولانِ بارگاہ کا ساتھ ہوتا ہے۔ خدا قدم قدم پر رحمتیں نازل کرتا ہے۔ سعادتوں کے بادل برستے ہیں۔ اس سایۂ لُطف میں سفر رحمت بن جاتا ہے۔ سکونِ قلب ونظر ملتا ہے، سرشاریٔ رُوح و دِل میسّر آتی ہے

گھر بھر میں میرے سفر کی تیاریاں ہونے لگیں۔ افسرادِ خانہ نے سامان سفر ترتیب دینا شروع کیا، ہر چیز سوچ سوچ کر مہیا کرتے کہ والد کو اس سفرِ مقدّس میں کوئی پریشانی نہ ہو۔ دِل مسرّت سے لبریز، ہر آنکھ خوشی وشادمانی کا پیمانہ بن کر چھلک اُٹھی۔ ان کو فخر تھا کہ ان کے والد کو یہ سعادت نصیب ہو رہی تھی۔ ان کی دُعاؤں کا ثمرہ ان کے دامن میں ڈالا جا رہا تھا۔

اِنتظار کی گھڑیاں تڑپ تڑپ کر کاٹیں۔ دن پہاڑ معلُوم ہونے لگے۔ راتیں ہجر کی سیاہ راتوں سے درازتر ہوتی چلی گئیں مگر نظامِ کائنات کب رُکتا ہے۔ دن رات کے اوقات قدرت نے متعیّن کر دیے۔ زندگی ہے تو سعادت کی گھڑی ضرور آئے گی۔

وہ صُبح طلُوع ہوئی جس پر زندگی کی تمام صُبحیں قرُبان کر دی جائیں وہ لمحۂ سعید آیا جس پہ زندگی کے تمام لمحات نثار ہو جائیں۔ آج زندگی کی پہلی عید کا دِن تھا، آج انسانی معراج کا وقت تھا۔

صُبح سے سامان باندھا جا رہا تھا، مہمانوں کی آمد آمد تھی۔ مختلف مقامات سے مہمانانِ کرام اس لیے آئے تھے کہ ایک زائرِ حرمین کو دُعاؤں کے ساتھ رخصت کریں۔ اس کا آج یہ اعزاز اس لیے تھا کہ یہ گنہگار اللہ تعالٰے کے گھر کی زیارت اور حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانۂ اقدس کی حاضری کے لیے جا رہا تھا۔ یہ منتخب افراد اور باسعادت لوگوں کے

Marfat.com

زُمرے میں شامل ہوگیا تھا جس کو خُدا نے اپنے گھر آنے کی منظوری دے دی، جس کو رحمتِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے دربار میں حاضری کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ایک دربارِ اقدس سے نسبت ہونے سے انسان کے شرف، انسان کے وقار میں ایسا اضافہ ہُوا، کہ ہر آدمی دُعا کی درخواست کر رہا ہے، ہر آدمی بیتُ اللہ پر، دربارِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم پر اپنی دُعاؤں اور اِلتجاؤں کے لیے بادیدۂ نم اِلتجا کر رہا ہے۔ یہ مقاماتِ قبولیّتِ دُعا کے مقامات ہیں۔ آنکھوں سے اِس لیے اشک رواں ہیں کہ انکو ابھی یہ سعادت نصیب نہیں ہُوئی۔

سٹیشن پر احباب، اعزّہ اور رُفقائے کار کا ہجوم تھا۔ دِل عقیدت سے سرشار، جذبات سے سینے معمُور، دفورِ محبّت سے آنکھیں اشک بار تھیں۔ سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی محبّت چہروں پر آئینہ ہوگئی تھی۔ احساسات سے چہرے تمتما اُٹھے۔ سب گلے مل مل کر رودئے۔ پھر وہی دُعاؤں کی درخواست، پھر وہی محبُوبِ خُدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے آستانے پر التجاؤں کا تقاضا، پھر وہی بیت اللہ پر حاضری کی تڑپ اور روضۂ اطہر پر باریابی کی تمنّا نے ہر فرد کو بے کل اور مضطرب کر دیا۔

گاڑی چلی، بے محابا آنکھوں سے اشک بہنے لگے، یہ مسرّت کے آنسو تھے یہ کامرانی کے گہرہائے تابدار تھے، یہ دُعاؤں کا حسین ثمرہ تھا۔ اِن آنسوؤں نے دامنِ اُمّید میں ستارے جڑدیے جن کی تابناکی، جن کی درخشانی عمر بھر قائم رہے گی اور یہ لمحہ ابدی ہوگیا جس کو فنا نہیں۔ مَیں دُور تک ان اشک فشاں آنکھوں سے پلیٹ فارم پر حسرت کی تصویروں، یاس کے پیکروں اور عقیدت وخلوص کے مجسّموں کو دیکھتا رہا۔ دل سے دعائیں نکلنے لگیں کہ اے خالقِ کائنات! ان دوستوں، ان رفیقوں اور ان عزیزوں کی

Marfat.com

دُعاؤں کو شرفِ قبولیت بخش، انہیں بھی یہ سعادت نصیب فرما۔

ایسا سفر زندگی میں کب کیا تھا، کسی سفر پر شیدائیوں کا ایسا ہجوم نہ ہُوا تھا۔ اگر کسی خوشی کی تقریب پر چند عزیز اکٹھے بھی ہو گئے اور کسی منزل کی طرف روانہ ہوئے تو ان میں یہ خلوص، یہ محبت، یہ سوز، یہ تڑپ کہاں تھی۔ یہ منظر زندگی میں پہلی بار دیکھا اس منظر کے نقوش لوحِ دل پر ہمیشہ درخشاں رہیں گے۔

اِس سفرِ مقدس پر روانہ ہونے سے پہلے تمام احباب، اعزّہ و اقارب سے ملنے مختلف شہروں میں گیا، ہر ایک سے اپنی فروگزاشتوں، اپنی لغزشوں، اپنی کوتاہیوں کی معافی چاہی تاکہ حقوق العباد کے بوجھ سے کچھ تو دامن ہلکا ہو جائے، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کچھ تو سرخروئی کی سبیل پیدا ہو۔ انسان غلطیوں، لغزشوں کا پتلا ہے، ہر مجلس میں غیبت، ہر بات میں تجسس، ہر فرد کے بارے میں بدگمانی ہمارا شعار ہو گیا ہے۔ چند نفوسِ قدسیہ کے سوا شاید ہی کوئی اس گناہ سے بچ سکا ہو اگر چند کلماتِ ندامت اور چند معافی کے الفاظ سے فردِ عمل صاف ہو جائے تو راہِ عدم آسان اور آخرت کا سفر سہل ہو جائے باقی اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہے، وہ غفورٌ رحیم ہے، ستّار العیُوب ہے، غفّار الذّنُوب ہے، ہم اس کے کمزور و ناتواں بندے ہیں۔ وہ اپنی کریمی کے صدقے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمۃٌ للعالمینی اور شفاعت کے طفیل قیامت کے روز ضرور درگزر فرمائے گا۔ اور ہمارے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔

گاڑی کا رُخ دیارِ تمنا، شہرِ طرب، مدینۃُ الرّسُول کی جانب تھا، کراچی کا قیام تھا، سمندر کے پانیوں کو عبور کرنا تھا مگر آغازِ سفر تو اسی نیت سے تھا کہ بیت اللہ شریف اور درِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کے لیے روانگی ہے، تصورات میں، تخیلات میں

اسی شہر کی فضا ۔ اسی دیارِ مقدّس کا نقشہ رہنے لگا۔ گاڑی بائیس گھنٹے کے بعد کراچی پہنچی میرے رفقائے سفر ملک فضل حسین صاحب ، ملک سلیمان صاحب اور ان کی اہلیہ تھے۔ ان کے عزیز سٹیشن پر موجود تھے۔ میرے برادر محمدؐ یوسف شامی نے کسی دوست کو کہہ رکھا تھا اس کی کار بھی آگئی ۔ دو کاروں میں گھر تک بآسانی پہنچ گئے۔

میرے ہم سفر میرے ہمسائے تھے ، تراویح میں کلامِ پاک سُنانے کا سلسلہ گھر سے ہی شروع تھا۔ کراچی میں قیام گاہ پر تراویح ادا ہوتی رہیں یہ سعادت بھی جاری رہی ، یہ کرم بھی مسلسل رہا۔ ہمارے میزبان نے ہمیں ہر طرح کا آرام پہنچایا ، ہمارے آرام و آسائش کا ہر لمحہ خیال رکھا۔ مہمانانِ خدا و رسولؐ سمجھ کر ہماری تکریم و تعظیم اور زیادہ کی ۔ اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے ۔ آمین

حاجی کیمپ میں تقریباً روزانہ کاغذات کی تکمیل کے لیے حاضری ضروری تھی۔ سب کاغذات بآسانی مکمل ہو گئے سب ضابطے سہولت سے پُورے ہو گئے ۔ حکومت کا انتظام نہایت اعلیٰ تھا۔ رہائش کے لیے کشادہ ہوادار کمرے تھے جن میں تمام سہولتیں مہیا کی گئی تھیں ، ہر مقام پر بغیر کسی تکلیف کے متعلقہ افسران نے رہنمائی فرمائی ۔ انجمن خدام النّبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حجاجِ کرام کی قدم قدم پر رہبری اور امداد کی ۔ حاجی کیمپ میں کسی زائر کو تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

۲۹۔ ستمبر ۱۹۷۴ءکی صبح اپنے دامن میں چمن زارِ رحمت سے گلہائے رحمت بھر کر لائی ۔ خنک جھونکوں نے استقبال کیا ۔ نفس نفس اِس مژدہَ جانفزا سے مہک مہک اُٹھا کہ اے زائرینِ حرمین ! تمھیں خوشخبری ہو کہ ہجر کی گھڑیاں کم ہوتی جا رہی ہیں ، وِصال کے لمحے قریب تر ہوتے جا رہے ہیں ۔ زندگی کی بے بہا سعادتیں تمہاری منتظر ہیں ، رختِ سفر باندھو ،

Marfat.com

خیال کو شہرِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور سے جگمگاؤ، ذہنوں کو دیارِ محبوبؐ کے تصور سے منوّر کرتے چلو، دامنِ دل کو اشکوں سے دھوتے چلو، زبان کو حمدِ خُدا اور ثنائے خواجۂ کونین صلّی اللہ علیہ وسلّم سے پاک وصاف کرتے چلو۔

بحری سفر

سفر کے دوسرے مرحلے کا آغاز ہُوا۔ سجدۂ شکر سے سفر کا آغاز کیا۔ سامان بندرگاہ پر لایا گیا۔ یہاں چند گھنٹے کسٹم اور دوسرے مراحل میں صرف ہوئے۔ سامنے "شمس" جہاز زائرین کے قدم چُومنے کے لیے بیتاب نظر آتا تھا۔ یہی وہ جہاز تھا جو ہمیں اللہ تعالیٰ کے گھر اور دیارِ حبیب صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف لے جانیوالا تھا۔ سفر تو صعوبت کا نام ہے ناخوشگواریوں کی خبر ہے۔ چند گھنٹوں کا سفر تھکن اور پریشانی کا موجب ہو جاتا ہے مگر اس سفر کا رنگ ہی جُداگانہ تھا۔ اس سفر میں تو زندگی کی راحتیں مضمر تھیں۔ اس سفر میں تو مقصودِ زندگی ملنے والا تھا۔ قدم قدم پر آرزوؤں کے چراغ روشن ہونے والے تھے۔ یہ سفر سفر کہاں تھا معراجِ انسانی تھا۔ دِل سے دُعا نکلتی تھی کہ اے خداوندِ کریم! تمام عمر اسی سفرِ مقدّس میں کٹ جائے۔ حبیبؐ کے راستے کا یہ سفر کبھی ختم نہ ہو، اس سفر کی بار بار سعادت نصیب فرما۔ اِس خوش بختی کو لازوال کر دے۔ یہ بابرکت گھڑیاں زندگی میں بار بار آئیں۔

شمس جہاز کیا تھا تقدیر کا چڑھتا ہُوا سُورج تھا۔ خوش بختی کا نیّرِ تاباں تھا۔ سعادتوں کا مظہر، برکتوں کا خزینہ، رحمتوں کا دفینہ نظر آیا۔ یہ احساس صرف اس لیے تھا کہ اس جہاز کا رُخ کعبۃ اللہ کی طرف تھا۔ اس کی منزل اللہ کا گھر، اس کا مقصُود جدّہ شریف تھا؛ ورنہ زندگی میں کِس سواری کو اس پیار سے دیکھا تھا، سواری کو دیکھ کر تو سفر کی صعوبت کا خیال دِل و دماغ میں اُبھرتا ہے۔ مگر یہ معاملۂ قلب ونظر تھا۔ محبُوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے

Marfat.com

راستے میں ہر چیز پر جان و دل نثار - ہر چیز منزلِ محبُوب کا سنگِ میل ہے۔ اسی منزل کی طرف رہنمائی کرتی معلوم ہوتی ہے۔

آخر تمام مراحل طے ہوگئے، جہاز پر قدم رکھا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ زائرین ذوق وشوق کے پیکر نظر آتے تھے، علائقِ دُنیا کو پیچھے چھوڑ آئے تھے، تمام دُنیوی افکار کو تج کر، تمام زندگی کی پریشانیوں کو دِل سے بھُلا کر، تمام زندگی کی منزلوں کو ذہن و دل سے محو کر کے، ایک ہی لگن، ایک ہی لَو، ایک ہی تڑپ سے سینوں کو معمُور کر کے دیارِ محبُوب صلی اللہ علیہ وسلم اور بیت اللہ کی طرف جا رہے تھے - ان کو ہر لحظہ مکہ معظمہ اور مدینہ منوّرہ کی حاضری کا دھیان تھا۔ جہاز میں جگہ کافی تھی ہر شخص نے اپنی اپنی جگہ سامان رکھا اور سب ذکر و فکر میں مشغول ہوگئے۔

جہاز کی روانگی اور سمندر کا نظّارہ

جہاز پونے پانچ بجے بندرگاہ سے روانہ ہُوا - جذبات کی رَو تیز ہوگئی - احساس کی قندیل پورے آب و تاب سے جگمگانے لگی۔ دھیان کی لَو نے ذہن و دِل میں چراغاں کر دیا۔ دو چھوٹے چھوٹے جہازوں نے شمس کو ساحل سے کھینچ کر بیکراں سمندر کی آغوش میں دیدیا۔ جہاز کو سمندر کی تند و تیز موجوں پر سوار کر کے ساحل کی طرف لَوٹ گئے - سمندر کے سفر کا پہلا موقع تھا۔ کنارے سے سمندر کی وسعت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ ساحل سے سمندر تماشا گاہ ہے۔ موجوں پر سوار ہو کر سمندر کا نظّارہ کچھ اور ہے - وہ منظر کچھ اور ہے جہاں خشکی نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔ جھلملاتے شہروں کے راستے غائب ہو جاتے ہیں شہروں کی ریل پیل، لوگوں کا اژدحام، فکرِ معاش میں سرگرداں لوگ، پریشان و خوش حال لوگ، سب اوراقِ ماضی بن جاتے ہیں۔ فلک بوس عمارتیں نظر سے روپوش ہو جاتی ہیں۔ چند لمحوں کے دوران ایک دُنیا غائب ہو جاتی ہے، دوسری نمودار ہو جاتی ہے - ایک جلوہ رُوپوش

Marfat.com

ہو جاتا ہے دوسرا ظاہر ہو جاتا ہے۔ باہر نظر ڈالیے کوئی شور و غوغا نہیں۔ حدِ نظر تک پانی ہی پانی تھا جس کی لہروں کا شور جہاز کی آواز میں گم ہو رہا تھا۔ جہاز سمندر کا سینہ چیرتا ہُوا منزل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جہاز سے موجیں ٹکراتی تھیں اور انسانی ایجاد سے شکست کھا کر پیچھے ہٹ جاتی تھیں۔ موجوں کے ٹکرانے سے دودھیا بادل کی لکیر حدِ نظر تک پھیلتی جاتی تھی، ور آنکھیں اس نظارے کے تعاقب میں دُور تک لہروں کا ساتھ دیتی تھیں۔ نیلا پانی کسی چشمِ سیاہ کی گہرائیوں کا پتہ دیتا تھا ؎

نظر آئیں مجھے تقدیر کی گہرائیاں اس میں
نہ پُوچھ اے ہم نشیں مجھ سے وہ چشمِ سُرمہ سا کیا ہے

تخیّل کی گرہیں کھل رہی تھیں، تصوّرات کے در وا ہو رہے تھے، فکر کی جولانیاں زوروں پر تھیں۔ سمندر کی لہریں بادلوں کے سے نقش بناتی، اُبھرتی اور مٹتی جا رہی تھیں۔ ہر زائرِ حرم اس پر کیف نظارے سے لُطف اندوز ہو رہا تھا۔ سمندر کی وُسعت کو دیکھ کر خالقِ کائنات کی طرف خیال لَوٹ جاتا تھا اور بے ساختہ حمدِ خُدا، زبانوں پر آجاتی تھی۔ اے اللہ تو ہی خالق ہے تو ہی مالکُ الملک ہے۔ تیری قدرت لامحدُود، تیری عظمت غیر فانی ہے۔ تُو ہی واحد کائنات کا مالک ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔ پہاڑوں کی بلندی، آسمان سے سرگوشیاں کرتی ہوئی چوٹیاں، سمندر کی اتھاہ گہرائیاں تیری ہی قدرت کے کرشمے ہیں۔ سامنے حدِ نظر تک پانی ہی پانی تھا —— پانی جو اُفق کے کناروں کو چھُو رہا تھا۔ اے اللہ تو بڑا ہے، تو عظیم و برتر ہے کائنات پر نظر ڈالو، حیرت کدہ ہے ؎

کائنات آئینہ ہے حیرت کا
اِک کرشمہ ہے تیری قدرت کا

Marfat.com

عقل کس طرح تجھ کو پہچانے
کبریائی کا راز کیا جانے

عقل وہوش کام نہیں کرتا۔ اِنسانی سوچ کی معراج حیرت ہے ۔ لا محدود قوتوں کے مالک کو محدود قوت رکھنے والا اِنسان کیسے سمجھ سکتا ہے۔ اس کی قدرت کے کرشموں کو کون سمجھے۔ بے ساختہ زبانوں سے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کی صدا بلند ہوتی ہے ۔ یہ کارخانۂ قدرت انسان کو دعوتِ فکر دیتا ہے اور خُدا کے بتلائے ہُوئے طریقے پر اسے سوچنے اور سمجھنے کے مواقع فراہم کرتا ہے ۔ اِس خالق کے آگے سجدہ ریز ہوجاؤ جو سب کا خالق، سب کا مالک اور سب کا رب ہے ، اے اللہ لَارَیْب تو ہی سب کا معبُود تو ہی سب کا مسجُود ہے ۔ تو اپنی ذات میں بے مثل و بے مثال ہے ۔ آسمان کے چراغ تُو نے اوّل سے روشن کر دیے ، آسمانوں کو بغیر ستونوں کے کھڑا کر رکھا ہے ۔ کائنات میں تیری ہی حکومت ، تیرا ہی جمال اور تیرا ہی نور ہے۔

چاندنی رات میں سمندر کا منظر اور بھی پیارا ہو جاتا ہے ۔ جہاں چاندنی پھیلتی ہے وہاں ایک نقرئی لکیر حدِ نظر تک بن جاتی ہے۔ معلُوم ہوتا ہے کہکشاں سمندر کے سینے پر اُتر آئی ہے ۔ چاندنی جب لہروں سے گھُل مِل جاتی ہے تو عجیب و غریب منظر پیش کرتی ہے ۔ لہریں جب بکھر کر ٹوٹتی ہیں تو چھوٹے چھوٹے نقرئی ریزے ہر سمت بکھرتے معلُوم ہوتے ہیں ۔ جیسے آن واحد میں سمندر کے دامن کو موتیوں سے بھر دیا گیا ہو ۔

سمندر کی تہ میں خدا معلوم کتنی مخلوق آباد ہے ۔ انسانی ذہن اس کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔ نجانے کیسے کیسے درِ نایاب ، لولوئے آبدار نے سمندر کے اندر کی دُنیا کو جگمگا رکھا ہے بے شمار قندیلیں ایسی روشن ہیں کہ اِنسانی کاوش کی ان تک رسائی نہیں ہوسکتی ۔ غواص ایک حد تک پہنچ کر لوٹ آتے ہیں ۔ ان کو ان کی جانفشانی کا صلہ مل جاتا ہے ۔ قدرت نے کسی

Marfat.com

کی کوشش کو رائیگاں نہیں جانے دیا۔ ہر ایک کے دامن میں اس کی کوششوں کا ثمر ڈال دیا جاتا ہے۔

اوپر کی دُنیا حیرت و استعجاب کی تصویر ہے، رنگا رنگ مچھلیاں نیلگوں پانی میں ایک دُنیا آباد کیے ہوئے ہیں۔ ایسی مچھلیاں بھی نظر سے گزریں جو اُڑکر سمندر کے مختلف مقامات کو آنکھ جھپکتے میں چھوتی ہُوئیں پھر سمندر کے پانی میں روپوش ہو جاتی ہیں۔ آبی پرندے، دل کش رنگوں والے پرندے دُور اڑتے دکھائی دیے۔ ذہن سوچ بھی نہیں سکتا کہ ان کا مسکن کہاں ہے میلوں پھیلا ہُوا پانی ہے، کوئی خشکی نہیں کوئی پہاڑ نہیں۔ سمندر کی لہروں پر سوار ہو کر یہ چند منٹ آرام کرتے ہیں پھر فضا میں پرواز کرنے لگتے ہیں۔ میلوں کی مسافت یہ ننھّی سی جان کیسے طے کرتی ہو گی۔ نجانے کب اس کی منزل آئے گی۔

جہاز کے اندر ایک دُنیا آباد تھی۔ ایک بستی تھی جو سمندر کے سینے پر تیرتی جارہی تھی۔ زندگی کے تمام لوازمات اس جہاز میں موجُود تھے۔ گیارہ سو افراد کی تمام ضروریات اس بہتی ہُوئی بستی میں رکھی گئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کیا کیا قوّتیں عطا فرمائی ہیں۔ اس نے پہاڑوں کے دِل چیر ڈالے، فضاؤں کو مسخّر کرلیا، چاند ستاروں پر کمندیں ڈالیں۔ آسمان کی سطح کو زمین کی طرح روند ڈالا، سمندر کی گہرائیوں کو ناپا، اس کی لہروں کو رہوار بنایا جس طرف چاہا اس رہوار کا رُخ پھیر ڈالا۔ انسانی حکم سے سرتابی کی کسے مجال ہے۔ یہ فہم، یہ ادراک، یہ قوّتِ فکر کس نے عطا کی۔ ایک گوشت کے لوتھڑے کو کس نے انعامات سے نوازا۔ کس کس چیز پر کس کس مقام پر انسان اپنے خالق کا شکر ادا کرے۔ اُس کی حمد کے ترانے گائے۔ باہر کے نظّاروں کو دیکھ کر بھی انسان اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کرتا ہے۔ جہاز کے اندر بھی زبانوں پر حمدِ باری تعالیٰ تھی۔ اتنے بڑے ہجوم کی ایک ہی منزل تھی، ایک ہی مقام کی آرزو نے بیتاب کر رکھا تھا۔ ہر زائر اِس کارواں کا فرد بھی تھا اور اس کارواں سے الگ بھی۔

Marfat.com

منزلِ عشق و مستی میں یہی ہوتا ہے ؎

ایک کو ایک کی خبر منزلِ عشق میں نہ تھی
کوئی بھی اہلِ کارواں شاملِ کارواں نہ تھا

ہر ایک فرد کا جذبہ الگ، ہر ایک کی کیفیت مختلف، ہر اک کے احساس کا پیمانہ جداگانہ. عشقِ الٰہی، عشقِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بادۂ پُرجوش سے سرشار، اپنے بخت پر نازاں، شاداں و فرحاں یہ کارواں دیارِ مقدس کی طرف جا رہا تھا۔

ایک خصُوصی کرم

مجھے حکومتِ پاکستان نے امیر الحجاج نامزد کر کے حجّاجِ کرام کی خدمت پر مامُور کر دیا تھا۔ یہ سعادت میرے حصّے میں آئی کہ حتّی المقدُور اس مقدّس قافلے کے افراد کی خدمت کروں، اُن کو ہر ممکن سہُولت بہم پہنچاؤں میں نے ہم سفر علمائے کرام کو اپنے کمرے میں مدعو کیا اور جہاز میں تبلیغِ دین، شعائرِ حج، آدابِ حرمین اور دوسرے متعلقہ احکامِ خداوندی کا درس دینے کے لیے ان سے مشورے کیے۔ علمائے کرام نے مختلف اوقات میں اِس مقدّس فریضے کو ادا کرنے کے سلسلے میں بھرپُور تعاون کیا، اوقات کا تعیّن، علمائے کرام کا تقرّر ہو گیا۔ تبلیغ اور تراویح کا انتظام خوش اسلوبی سے طے پا گیا۔ اللہ تعالےٰ نے لوگوں کے مزاج مختلف، طبیعتیں الگ الگ، دلچسپیاں جُدا جُدا اور پسند علیحدہ علیحدہ بنائی ہے۔ مگر یہ مشاہدہ انوکھی قسم کا تھا۔ یہ تجربہ نرالا تھا۔ یہ تجربہ ہُوا کہ اگر لگن ایک ہی منزل کی ہو، لَو ایک ہی ذاتِ گرامی سے لگی ہو، مقصُودِ سفر سب کا ایک ہو، سینوں میں دل ایک ساتھ دھڑکتے ہوں، آنکھوں سے آنسُو ایک ہی ہستی کے عشق میں بہ رہے ہوں تو مختلف راستے ایک ہی منزل پر آملتے ہیں اور ایک والہانہ جذبہ، ایک بے پناہ محبّت سب کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے پیدا ہو جاتی ہے۔ یہاں اجنبیّت اور غیریّت کا سوال کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔ قرآنِ پاک

Marfat.com

ایک ، خدا ایک ، رسُول ایک ، دین ایک ، تو پھر اخوّت و محبّت کے جذبات کا پیدا ہونا قدرتی امر ہے اور یہ محبّت تمام عالمِ اسلامی کی میراث ہے ۔ سب کلمہ گو بلا امتیاز خطّہٗ زمین ، بلا تفریقِ رنگ و نسل ، بلا تمیزِ زبان و مکاں ، ایک ہی نشّے سے سرشار تھے ۔ سب کے دِل ایک ہی محبّت کے رشتے میں پروئے ہوئے تھے ۔

نہ افغانیم و نے ترک و تتاریم
چمن زادیم و از یک شاخساریم
تمیزِ رنگ و بُو بر ما حرام است
کہ ما پروردۂ یک نوبہاریم

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ ارشادِ باری ہے جس کی رُو سے دین کا رشتہ خون اور نسل کے رشتوں سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے یہ رشتہ اتنا مستحکم ہے کہ کسی حالت میں ٹوٹ نہیں سکتا ۔

جہاز میں جگہ جگہ علمائے کرام نے تبلیغ کا حق ادا کیا ۔ حج کی مبادیات سے لے کر آخری رُکنِ حج تک بار بار حجّاجِ کرام کے گوش گزار کیا ۔ مسجد میں نمازیوں کا ذوق و شوق قابلِ دید تھا ۔ اذان کی آواز کان پڑتے ہی دیوانہ وار مسجد کا رُخ کرتے ۔ اُن کی جبینیں اُن کے سجدوں کی بے تابی کا پتہ دیتی تھیں ۔ مسجد میں جگہ ناکافی ہونے کی وجہ سے قطاریں سیڑھیوں تک پہنچ جاتیں ۔ نچلے درجے میں کھانے کا کمرہ وقف کرا دیا گیا تاکہ ایک ہی امام کے پیچھے زیادہ سے زیادہ نمازی نماز ادا کر سکیں ۔

ہر نماز کے دوران فرض کے بعد تلبیہ بلند آواز میں پڑھائی جاتی تھی ۔ اس کی گونج سے عجیب کیف پیدا ہو جاتا تھا ۔

Marfat.com

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ
لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ

مَیں حاضر ہوں۔ اے اللہ میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ تحقیق ہر طرح کی
تعریف اور نعمت تیرے لیے ہے اور ملک تیرے لیے ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں

جب سب نمازی مل کر تلبیہ کی صدا بلند کرتے تو حمدِ خدا کی ایمان افروز صدا دُور تک سمندر میں پھیل جاتی تھی۔ سمندر کی مخلوق۔ خالقِ حقیقی کی حمد سے لُطف اندوز ہوتی ہوگی۔ ملائکہ اِس صدا کو عرشِ اعظم تک پہنچاتے ہوں گے اور خدا فرشتوں سے کہتا ہوگا کہ میرے مخلص بندے یہ میرے نام لیوا اپنے گھر بار کو چھوڑ کر، اہل وعیال سے علیحدہ ہو کر اپنے اعزہ واقارب کو الوداع کہہ کر' اپنے کاروبار سے بے نیاز ہو کر میری تسبیح و تہلیل کرتے ہیں۔ اِن کا مقصود دُنیوی غرض نہیں' یہ میری خوشنودی کے لیے میرے حبیب صلّی اللہ علیہ وسلم کے دربار کی حاضری کے شوق میں، میرے گھر کے طواف کے لیے، کعبۃ اللہ کی زیارت کے لیے جا رہے ہیں۔ مَیں نے ان کے گناہوں کو معاف کر دیا۔ مَیں نے اِن کے سینوں کو منور کر دیا، قیامت کے دِن میں اِن کی مغفرت کر دوں گا۔ یہ انعامات راستے کے انعامات ہیں۔ اللہ کے راستے میں ہر قدم پر برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی پکار کا جواب دیتا ہے۔ اس منزل کی برکتوں اور سعادتوں کا کون شمار کر سکتا ہے۔ یہ دولت یہ انعام خوش نصیب بندوں کا حصّہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مُسلمان کو اس پاک سفر کی سعادتوں سے مستفیض فرمائے۔ آمین

جہاز شب و روز سرگرم سفر تھا۔ سفر کم ہوتا جا رہا تھا، بیتابی بڑھتی جا رہی تھی۔ منزل قریب آ رہی تھی۔ دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔ نظامِ کائنات بہرحال قائم و دائم ہے۔ وہ ذات پاک

Marfat.com

جو رات کو دن سے نکالتی ہے اور دن کو رات سے نکالتی ہے۔ اس نے منزل کے نشانات کو بھی روشن کر دیا۔ پانچ روز کی مسافت کے بعد اعلان ہُوا کہ آج رات بارہ بجے تک احرام باندھ لو۔ 'یلملم' یعنی میقات آرہا ہے۔

احرام باندھنا

ہر زائر پاکیزگی وطہارت کا پیکر بنے اس گھڑی کا بے تابی سے منتظر تھا۔ آخر وہ لمحۂ سعید آگیا۔ سب زائرین نے دنیوی لباس اتار پھینکا۔ جیسے یہ لباس اِس گھڑی وجُود پر بوجھ بن گیا ہو۔ علائقِ دُنیا کی گرد سے اپنے جسموں کو پاک کیا۔ اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ لباس زیبِ تن کیا۔ یہ لباس عاشقوں کا لباس تھا۔ یہ لباس اللہ کے شیدائیوں اور رسولِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نقشِ قدم پر چلنے والوں کا لباس تھا۔ دنیوی زیب و زینت کو، اس کی حرص کو جسم سے ہی نہیں اُتار پھینکا، دِل سے بھی نکال دیا۔ جب عشق کا لباسِ فاخرہ پہن لیا جائے تو کوئی اور لباس نظروں میں نہیں جچتا۔ یہ منزلِ عشق ہے، یہ جادۂ سرمستی ہے، ولولے اور جوش کا مقام ہے، دیوانگی وشیفتگی کا راستہ ہے اس منزل میں عقل کا شعلہ بجُھ کر رہ جاتا ہے۔ دیوانگی، ہوش کا نقطۂ عروج بن جاتی ہے ؎

منزلِ عشق میں ہوتا ہے جنوں ہی رہبر
عقلِ بے راہ کو اِس راہ میں کیا ملتا ہے

جنون دلیل کا محتاج نہیں، عقل کی کھوٹی کسوٹی پر افعال کو نہیں پرکھتا۔ اس منزل میں ذات کا دخل ختم ہو جاتا ہے وہ تو ہر گام مشاہدہ کی دُنیا میں پہنچ جاتا ہے۔ قال کی دُنیا سے حال کی دُنیا میں آبستا ہے۔ یہی مشاہدہ وحال، یقین و ایمان کی منزل ہے۔

دو چادروں میں ملبوس، دو چادروں میں لپٹے ہوئے زائرینِ کرام جہاز میں ہر طرف نظر آنے لگے۔ یہ گدایانہ لباس تھا — یہ سب فقیر کرم کے طالب، یہ سب بھکاری خدائے

Marfat.com

کریم کے انعامات کے امیدوار تھے، یہ وہ دربار ہے جہاں نادار بھی بھیک مانگتا ہے۔ امیر بھی دریوزہ گر ہے۔ شہنشاہ بھی طالبِ کرم ہے۔ سب فقیر بن کر آتے ہیں۔ کرم سے جھولیاں بھر بھر کر لوٹتے ہیں۔ یہاں سے کوئی محروم نہیں جاتا۔ اس منعمِ حقیقی کو سب کی حاجتوں کا علم ہے۔ وہ تو سینے کے رازوں اور ذہن کے خیالوں سے آگاہ ہے۔ بقدرِ ظرف بحسنِ طلب ہر ایک کو نوازا جاتا ہے۔ دنیوی متاع سے ہی نہیں، آخرت کی لازوال دولت سے بھی دامن بھر دیے جاتے ہیں۔ اس لباس میں امتیازِ شاہ و گدا اُٹھ جاتا ہے۔ نسلی فخر عجز کا لبادہ اوڑھ لیتا ہے۔ تمکنت خاک بسر ہو جاتی ہے۔ سب کے لبوں پہ خدا کی کبریائی کے ترانے، دربارِ رسالتؐ کی بخشش اور کرم کی داستانیں ہیں۔ اس لباس میں مساوات و اخوت کا رنگ جلوہ گر ہوتا ہے۔ حجۃ الوداع کا خُطبہ یاد آجاتا ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ بلیغ خُطبہ جس کے آگے تمام دُنیا کے منشور بے معنی نظر آتے ہیں۔ جس کا ایک ایک جملہ قیامت تک نسلِ انسانی کی رہنمائی کرتا رہے گا، آپؐ نے نفوسِ قدسیہ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ آج گورے کو کالے پہ، عربی کو عجمی پہ، امیر کو غریب پر کوئی فوقیت نہیں ----

لباسِ فاخرہ پہن پہن کر زائرینِ کرام مسجد کی طرف آرہے ہیں کہ دو نفل ادا کرلیں۔ آنکھوں میں شکر و سپاس کے موتی لیے ہوئے میں نے بھی مسجد کا رُخ کیا، یہ گھڑی سعادتوں سے بھرپور تھی۔ اس لباس میں سجدوں کی کیفیت کا بیان نہیں ہو سکتا۔ سجدوں کا سرور رگ و ریشے میں سرایت کرتا نظر آیا۔ جسم کی کثافت ختم ہوتی نظر آئی۔ رُوح کی طرح جسم بھی لطیف ہوتا چلا گیا کیونکہ ان سجدوں میں رضائے الٰہی، رقت اور گداز شامل تھا۔ خشوع و خضوع کے ساتھ دو نفل ادا کیے، پھر تلبیہ کی صدا بلند ہوئی۔ اے اللہ میں حاضر ہوں ------ سب کی نگاہیں بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہونے کے لیے بیتاب تھیں۔ آنکھیں اس لیے اشک بار

Marfat.com

نہیں کہ وہ گھڑی جلد آئے جب یہ ترستی ہوئی نگاہیں خانہ کعبہ کی زیارت سے سیراب ہوں۔
وہ مقدس و مطہر گھر جہاں پیغمبروں نے صلحا نے، صدیقین نے اور مقربانِ بارگاہِ خداوندی نے حاضری دی۔ جس کی زمینِ پاک پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوشِ پائے مبارک ہیں۔ آج بھی اس وجودِ اقدس نے اس خطۂ پاک کو مہکا رکھا ہے۔

سفر کم ہوتا جارہا تھا، اشتیاق بڑھتا جا رہا تھا۔ آخر جدہ شریف کی بندرگاہ دور سے نظر آنے لگی۔ تلبیہ کی صدائیں بلند سے بلند تر ہوتی گئیں۔ زائرین کمروں سے نکل کر برآمدوں میں آگئے اور کمال ذوق و شوق اور وفورِ جذبات سے خدا کی حمد کی صدائیں بلند کرنے لگے۔ تلبیہ کی صدا نے بندرگاہ کا دامن چھو لیا۔ استقبال کرنے والوں نے یہ دلکش صدا سنی اور ہاتھ ہلا ہلا کر خوش آمدید کہا۔ گویا زبانِ حال سے کہہ رہے ہیں کہ اے زائرین حرمین تمہارا آنا مبارک ہو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی نعمتوں سے نوازے۔ اللہ تعالیٰ تمہارا حج تمہاری حاضری قبول فرمائے خداوندکریم تمہیں دربارِ رسالت میں خیریت سے پہنچائے، تمہاری نگاہوں کی تشنگیٔ دیدار دربارِ رسول مقبول سے بجھائے۔ تمہارے سینوں کی جلن کو، ہجر کے سوز کو وصل کے لمحوں سے ہمکنار کرے۔ تمہاری عمر بھر کی آرزو پوری کرے۔ تمہارا اس سرزمینِ مقدس میں آنا مبارک ہو۔ خوش آمدید! اے زائرینِ کرام خوش آمدید!

جہاز صبح کنارے لگا۔ گویا زندگی کے طوفان میں سکون کا ساحل نظر آیا۔ آغوشِ رحمت میسر آگیا۔ خزاں دیدہ زندگی میں بہار آگئی۔ قلب و نظر کو تدعا مل گیا۔

سامان اتارا گیا۔ شام تک کسٹم کے مراحل سے فراغت ہوئی۔ ہر لمحہ گراں تھا۔ ہجر کی ہر گھڑی سوہانِ روح تھی۔ آخر وہ گھڑی آگئی کہ سامان بس پر لادا گیا اور بس کا رخ مکہ مکرمہ ام القریٰ کی طرف تھا۔ خنک جھونکوں نے مبارکباد دی۔ نظر راستے کے مقامات کو چومتی، دیارِ خدا کی سرزمین پر جذبات نچھاور کرتی جارہی تھی۔ اشکبار آنکھوں نے مقدس سرزمین

Marfat.com

کو سلام کیا۔ آخر حرمِ پاک کے منوّر منارے نظر پڑے۔ ایک عرب بچّے نے اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ یہ حرمِ پاک ہے۔ بیساختہ زبان سے صدا بلند ہوئی:

اَللّٰهُمَّ زِدْ بَيْتَكَ هٰذَا تَشْرِيْفًا وَّ تَعْظِيْمًا وَّ تَكْرِيْمًا وَّمَهَابَةً وَّ زِدْ مَنْ شَرَّفَهٗ وَ كَرَّمَهٗ مِمَّنْ حَجَّهٗ اَوِ اعْتَمَرَهٗ تَشْرِيْفًا وَّ تَعْظِيْمًا وَّ تَكْرِيْمًا وَّ بِرًّا

Marfat.com

مکّہ مکرّمہ

مکّہ مکرّمہ ، فضیلتوں کا مرکز ، عظمتوں کا شہر ، فیوض و برکات کا سرچشمہ انوارِ الٰہی کا مقام اور مولد و مسکنِ محبوبِ کبریا صلّی اللہ علیہ وسلّم ہے ۔ چاروں طرف سے سیاہ پہاڑوں اور خشک چٹانوں میں گھری ہوئی اس بے آب و گیاہ وادی اور بے آباد و بنجر مقام کو یہ شرف ملنا تھا کہ تمام عالم کی جبینیں کعبۃ اللہ کی طرف جھکیں ، اس بے آباد غیر ذی زرع وادی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی تعمیر کے لیے منتخب کر لیا ۔ تمام کائنات پر اس کو فضیلت مل گئی ۔ یہ وادیٔ مبارکہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زیارت گاہ بن گئی ۔ کعبۃ اللہ کی تعمیر کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو منتخب کیا ، جس کے منتخب فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام ، سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کے جدِّ امجد تھے ۔ یہی وادی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ہجرت گاہ بنی ۔ یہی وادی اُمّ القریٰ ہے جسے نافِ زمین کہا جاتا ہے ۔ کائنات کا مرکز بنانے کا مقصد یہ تھا کہ اطرافِ عالم میں اس کے نور کی کرنیں پھیل جائیں ۔ دنیا کا کوئی خطہ کائنات عالم کی کوئی بستی ، زمین کا کوئی گوشہ بحر و بر کا کوئی کونہ اس کے

نور کی کرنوں سے محروم نہ رہے یہی وہ بستی ہے جسے کلامِ پاک میں وادئ مبارکہ کہا گیا ہے بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا کے حسین عنوان سے یاد کیا گیا۔ اسی منتخب و محبوب بستی کی طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے پکارا۔ اپنے دوست کی اس پکار کو، اس دعوت کو اس بلاوے کو تمام کائنات میں پھیلا دیا۔ رُوحوں نے روزِ ازل اس پکار پر لبیک کہا۔ یہی وہ وادی ہے جس کی طرف لوگ والہانہ انداز میں، فقیرانہ لباس میں وارفتہ و بے خود ہو کر، فضا میں پرواز کر کے، سمندر کے پانیوں کو عبور کر کے، کارواں در کارواں اونٹوں پر، گھوڑوں پر، پاپیادہ کھنچے چلے آتے ہیں۔ خداوندِ کریم نے اپنے دوست کی صدا کو ابدی کر دیا۔ قیامت تک اس صدا کے جواب میں لوگ اس وادئ مقدس کی طرف بکمالِ ذوق و شوق میں آتے رہیں گے اور ابد تک اس صدا پر لبیک کی صدا بلند ہوتی رہے گی۔

ایک مقدس ذات نے ایک سنسان، بنجر، غیر آباد اور بے آب و گیاہ وادی کو چار چاند لگا دیے۔ ایک پیغمبر نے اپنے شیر خوار بیٹے اپنی بظاہر بے سہارا بیوی سے رخصت ہوتے وقت اپنے رب کو، الٰہ العالمین کو پکارا، دُعا کے لیے جب خلیل اللہ نے ہاتھ اُٹھائے ہوں گے تو ملائکہ کے ساتھ کائنات کا ذرّہ ذرّہ آمین پکارتا ہو گا اور عرشِ اعظم سے اس دُعا کا جواب آیا ہو گا۔ جنابِ خلیل اللہ نے اپنے رب کو پکارا کہ اے مالکِ بحر و بر، اے رازقِ کائنات! میں تیرے حکم پر، تیرے فرمان کی تعمیل میں اپنے اس معصوم بچے کو، اپنی بیوی کو وادئ غیر ذی زرع میں تیرے گھر کے نزدیک چھوڑے جا رہا ہوں۔ بظاہر ان کے پاس زندگی کا کوئی سامان نہیں۔ دو گھونٹ پانی بھی نہیں کہ اس تپتے ہوئے صحرا، اِرد گرد سلگتے ہوئے پہاڑوں کے درمیان اپنی پیاس بجھا سکیں۔ اے مالک! تو انہیں رزق مہیا فرما۔ تو اپنے سحابِ کرم سے ان کے تشنہ لبوں کو سیراب کر دے۔ یہ دُعا ایک جلیل القدر

Marfat.com

پیغمبر کی دُعا تھی۔ جس کو خداوندِ کریم نے آزمائشوں اور امتحانوں سے گزارا تھا۔ جس کو خلیل اللہ کے لقب سے نوازا۔ اس قلبِ مُطہر سے نکلی ہوئی دُعا کو وہ شرفِ قبولیت بخشا کہ صرف اولادِ ابراہیمؑ ہی کا نہیں بلکہ تمام کائنات کی نگاہوں کا مرکز و محور یہ وادیٔ مقدس بن گئی۔ اس شہر کو قرآنِ پاک نے بلدالامین کہہ کر پکارا۔ اور اس بلدالامین میں اپنے محبوب، صادق اور امین کو مبعوث فرمایا۔ اسی وادی میں جناب سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ظہور ہُوا۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دادا سیّد عبدالمطلب نے سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اسی شہر ... طواف کرایا۔ یہ وادی پیغمبروں کی سرزمین، ملائکہ کے نزول کی جگہ ربِّ کعبہ کی رحمتوں کا مقام ہے۔ یہ معجزات کی سرزمین، خُدا کی قدرتوں کی نشانی ہدایتِ انسانی کا سرچشمہ اور دینِ حق کی تبلیغ کا پہلا مرکز بنی۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حیاتِ طیبّہ کے ۵۳ سال اسی وادیٔ مقدس میں بسر ہوئے۔ اسلام کی دعوت کا آغاز اسی سرزمین سے ہُوا۔ سابقُونَ الاَوّلُونَ نے یہیں اسلام قبول کیا۔ اسی وادی کے لوگ سرورِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو صادق اور امین کہہ کر پکارتے تھے۔ یہیں حجرِ اسود کو نصب کرنے کا نازک مرحلہ آقائے کُل صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہاتھوں بخیر و خُوبی طے پایا۔ اسی وادی کے لوگوں نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا۔ یہیں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ مقدس پر کنکریوں نے کلمہ پڑھا۔ یہی وہ وادیٔ مامون ہے جہاں ہر جاندار کو پناہ ملتی ہے، جہاں صید کو صیّاد کا خطرہ نہیں۔ اس کی آغوشِ کرم میں جو آ گیا اسے ہر غم سے نجات مل گئی۔ جو حرم میں داخل ہو گیا اس کو سلامتی کی سند مل گئی۔ اس کی فضا پر سحابِ کرم چھایا رہتا ہے۔ نور کی کرنوں کی بارش ہوتی ہے۔ اس کے دن، اس کی راتیں نورِ الٰہی کے نزول کی پے بہ پے خبر دیتی ہیں۔ فرشتے ہر لحظہ، ہر آن پرے باندھے بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں۔ طواف روزِ ازل سے جاری ہے، قیامت تک جاری رہے گا۔ یہ عشق

Marfat.com

کا کرشمہ ہے کہ لوگ وارفتہ و سرشار مشغولِ طواف رہتے ہیں۔ یہ طواف صدیوں سے جاری ہے۔ خدا کی حمد، ربِّ کعبہ کی ثنا ہزاروں زبانوں پر روز و شب جاری رہتی ہے۔ اس فضا میں خُدا کے ترانوں کی آواز بلند ہوتی رہتی ہے۔ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کے نغموں سے فضا معمُور رہتی ہے۔

یہ مقامِ عبودیّت و بندگی ہے جہاں ہر نیکی پر اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام کی لامتناہی بارش ہوتی ہے۔ اِنسان کے اندر کی ظلمتیں ذکرِ الٰہی سے کافور ہو جاتی ہیں۔ عمر بھر کی خطاؤں، زندگی بھر کی لغزشوں کو غفورُ رّحیم معاف کر دیتا ہے۔ جب انسان گڑگڑا کر، سراپا عجز بن کر، ندامت و پشیمانی کا پیکر ہو کر کعبۃ اللہ کے سامنے مُلتزم سے لپٹ لپٹ کر دُعا مانگتا ہے تو خداوندِ کریم کے حضور اس کی دُعائیں، اس کی التجائیں قبول ہوتی ہیں۔ انتہائی صدقِ دل، خلوصِ نیّت سے دُعا صرف کعبۃ اللہ اور دربارِ رسالت صلّی اللہ علیہ وسلم میں مانگی جا سکتی ہے۔ کعبہ مکّرمہ پر ہر لمحہ ایک سو بیس رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ جس کو طواف کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ ساٹھ نیکیاں اس کے دامانِ طلب میں ڈال دی جاتی ہیں۔ اللہ کے حضور مشغولِ بندگی رہنے والے کے لیے چالیس نیکیوں کا اجر ملتا ہے اور اس باعظمت مقدس و مطہّر عمارت کی طرف محبت و اشتیاق کی نظر اُٹھانے والے کو بیس نیکیوں کے اجر سے نوازا جاتا ہے۔ انسان یہاں جو آخرت کا زادِ راہ، نجات کا سامان اکٹھا کرتا ہے۔ وہ حدِّ وہم و گمان سے بالاتر ہے۔ اِنسان اِس کا تصوّر بھی نہیں کر سکتا۔

یہی وہ مقامِ محمود ہے جس کے عین اوپر بیت المعمور ہے جو ملائکہ کا مطاف ہے جہاں نوری اپنے خدا کے حضور ہر آن طواف میں مصروف رہتے ہیں۔ خدا کی کبریائی اللہ تعالےٰ کی بڑائی اور مالکُ الملک کی عظمت کے ترانے گاتے ہیں۔

Marfat.com

یہی وہ وادی ہے جہاں ابرہہ کے ہاتھیوں اور ابرہہ کے ساتھیوں کو ابابیلوں کی ننھی منّی جانوں نے دھنی ہوئی روئی کی طرح نیست و نابود کر دیا۔ کس کی مجال ہے کہ اللہ کے گھر کو نظرِ بد سے دیکھ سکے۔ اس کی جلالت، اس کی عظمت کے سامنے کس کی آنکھ اُٹھ سکتی ہے۔

یہی بیت اللہ ہے جس کی محبّت میں ہجرت کے وقت رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی آنکھیں نمناک ہو گئی تھیں اور کس حسرت سے محبُوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تھا کہ: اے بیت اللہ تیری جُدائی، تیری مفارقت، تجھ سے دُوری مجھ پر شاق گزر رہی ہے مگر تیرے مکین مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے۔

یہیں وہ غارِ حرا ہے جہاں رسُولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے خُدا سے لَو لگائی۔ یہ خلوت کدہ اور ریاضت و عبادتِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم کا مقام ہے۔ یہیں پیغمبرِ آخر الزّماں نے اللہ تعالیٰ کی قدرتوں پر غور کیا اور نشانیوں کو دیکھا

یہیں وہ مقامِ مقدّس ہے جہاں سرکارِ دو جہاں صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خلعتِ نبوّت پہنایا گیا۔ سارے عالم کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے مبعوث فرمایا۔ اِسی جگہ سے سحابِ کرم نے اُٹھ کر ہر قریہ، ہر بستی کو سیراب کر دیا۔ زمانے سے ضلالت و گمراہی کی گھٹائیں چھٹ گئیں۔ مطلعِ نور نے تمام روئے زمین کو منوّر کر دیا۔ نافرمانی و سرکشی کے دبیز پردے جو قلوب پر پڑے ہوئے تھے اس نُور کی کرنوں سے ریزہ ریزہ ہو گئے اور سارا جہان خُدا کی وحدانیّت کے نغموں سے معمور ہو گیا۔

یہی وہ جگہ ہے جہاں پہلی بار جبرئیل علیہ السّلام کا نزول ہُوا۔ جہاں جبرئیل علیہ السّلام اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ کی چند آیات لے کر سرکارِ دو جہاں صلّی اللہ علیہ وسلّم

کے حضور حاضر ہوئے۔ اسی جگہ شیطان نے خدا کے آخری پیغمبر سے شکست کھائی اور مخلوق بتوں کی خدائی سے توبہ کرکے دامنِ خالق میں آگئی۔ انسانی ہاتھوں سے بنائے ہوئے بت پاش پاش کر دیے گئے اور ایک عالم کی جبینوں کو خدائے کعبہ کے حضور جھکا دیا گیا۔ یہیں سب سے پہلے ورقہ بن نوفل نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نبوّت کی گواہی دی۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت کی تصدیق کی اور حسرت کی کہ اے کاش میں اس وقت تک زندہ رہوں جب سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خلعتِ نبوّت پہنایا جائے گا۔

اسی اُمّ القریٰ میں محبوبِ ربّ العالمین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جبرئیل علیہ السّلام کے ساتھ وضو فرمایا، رُوح الامینؑ کی امامت میں نماز ادا فرمائی۔

بیت اللہ کے فضائل ان گنت، اس کے اکرام بے شمار، اس کی برکتیں بے حد و حساب ہیں انسانی فکر اور انسانی علم اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ جس کی فضیلت کلامِ پاک بیان کرے اس کی فضیلتوں کا انسان کیسے احاطہ کر سکتا ہے۔

Marfat.com

زیارتِ بیتُ اللہ

وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ
وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھِیْمَ مُصَلًّی ؕ
وَعَہِدْنَآ اِلٰۤی اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ
طَہِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَ الْعٰکِفِیْنَ
وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ ۝

Marfat.com

طواف

دربارِ خداوندی، اللہ تعالیٰ کے گھر، بیت اللہ شریف کی حاضری سے پہلے ہی جہاز میں یلملم پر احرام باندھ لیے گئے تھے۔ سامان کو قیام گاہ پر رکھتے ہی معلّم نے مطوّف ساتھ کر دیا۔ کشاں کشاں، انتہائی ذوق وشوق کے ساتھ، مسرّت وحیرت کے پیکر بنے ہُوئے لرزاں وترساں عمرہ کی نیّت سے بیتُ اللہ کی زیارت کی۔ لبوں پر اس بیت عتیق کو دیکھ کر وہی اَللّٰھُمَّ زِدْ بَیْتَکَ ھٰذَا .... کا ترانہ۔ زبان پر وہی نغمۂ روح پرور، حمد وثنا سے لبریز دل بختِ رسا پر نازاں طواف کے لیے آگے بڑھے۔ سینکڑوں افراد، مختلف ممالک، مختلف شہروں، مختلف بستیوں سے زیارتِ بیت اللہ کے لیے آئے تھے۔ ایک دوسرے کی زبان نہیں جانتا، ایک ساتھی کو دوسرا نہیں پہچانتا۔ زبان سے نا آشنا، تکلّم سے عاری، کوائف سے بے خبر، حالات سے ناواقف مگر یہ بارگاہ ایسی تھی کہ سب کے دل ایک ہی کے لیے دھڑک رہے تھے، سب کی زبانیں ایک ہی خدائے واحد کی حمد میں ہمزبان تھیں۔ سب ایک ہی معبود کے آگے سر جھکائے ایک ہی

Marfat.com

بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ سب کا طریقہ ایک ہی تھا، سب کی عبادت کا انداز ایک جیسا تھا، سب کے اشک ایک ہی بارگاہ پر نچھاور ہو رہے تھے، سب کی ندامت کا رنگ ایک تھا۔ سب اپنے گناہوں پر نادم، سب اپنی کوتاہیوں پر پشیمان، سب اپنی خطاؤں پر شرمندہ، ایک ہی معبود کے آگے رو رو کر معافی مانگ رہے تھے۔ یہاں دُنیا کے تمام آداب ختم ہو جاتے ہیں۔ یہاں کسی کو اپنی بڑائی کا احساس نہیں رہتا، یہاں سب دُنیوی عظمتیں خاک بسر ہیں، یہاں تکبّر و نخوت نے عجز و انکساری کا لبادہ اوڑھ لیا ہے۔ یہاں سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تعلیم مجسّم اور متشکّل ہو کر سامنے آتی ہے یہاں سب طرح کی تفریق مٹ جاتی ہے، سب ایک ہی طرح سوچتے ہیں، سب ایک ہی طرح عمل کرتے ہیں، ایک ہی بیتُ اللہ کا چکّر لگاتے ہیں، ایک ہی طرح کے لباس میں لپٹے ہوئے ہیں، سب کے سر ننگے ہیں، کسی کے سر پر وجاہت کا تاج نہیں۔ کلاہِ فخر کسی کے ماتھے پر نہیں۔ سب عجز کا اظہار کرتے ہیں، سب کی زبانوں پر ایک ہی کلمہ ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اے اللہ تو عظیم ہے، اے اللہ تو کریم ہے کرم فرما۔ اے اللہ تو رحیم ہے رحم فرما، اے اللہ تو ستّار ہے ہمارے عیوب پر پردہ پوشی فرما۔ روزِ حشر ہماری خطاؤں، ہماری لغزشوں ہمارے گناہوں پر اپنی رحمت کی چادر ڈال دے۔ سب رو رو کر آہیں بھر بھر کر ربِّ کعبہ کے حضور دُعا مانگ رہے ہیں۔ اے اللہ قیامت کے روز رحمۃٌ للعالمین صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے ہمیں رُسوا نہ کیجیو۔ علاّمہ اقبالؒ کے اشعار یاد آگئے۔ جو علاّمہ کی محبّت، عشق اور انتہائی احترام کے آئینہ دار ہیں ؎

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روزِ محشر عذر ہائے من پذیر

در حسابم را تو بینی ناگزیر
از نگاہِ مصطفیٰؐ پنہاں بگیر

Marfat.com

ہم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منہ دکھانے کے قابل نہیں۔ ہماری فردِ عمل سیاہ ہے۔ سب التجاؤں کے پیکر، خلوص و نیاز کے مجسّمے نظر آتے تھے۔ یہاں کوئی بادشاہ نہیں، کوئی حاکم نہیں، کوئی امیر نہیں، سب بھکاری ہیں، سب فقیر ہیں، سب اِس دربار کے منگتے ہیں۔ طواف شروع ہے۔ یہ طواف شب و روز جاری ہے۔ بیتُ اللہ کے گرد کسی لمحے ہجوم کم نہیں ہوتا۔ نہ دھوپ کی تیزی اِن عاشقانِ خدا کے راستے میں حائل ہے نہ رات کی سردی ان کے عشق کو سرد کرتی ہے تن من کا ہوش نہیں، پیاس کا خیال نہیں، بھوک کا احساس نہیں، دن کو خورشید ان کی محبت کو دیکھتا، اپنی کرنیں نچھاور کرتا گزر جاتا ہے۔ رات کو ستارے آسمان سے اِن عشّاق کا نظارہ کرتے ہیں، اس محویت اور اضطراب کو حیرت و استعجاب سے دیکھتے ہیں۔ فرشتوں کو ان کے استغراق پر تعجّب ہے۔ خداوندِ کریم ملائکہ سے کہتا ہے: دیکھو یہ میرے مخلص بندے ہیں، یہ میرے نام لیوا، میرے ماننے والے، میرے سامنے سربسجود ہونے والے، میرے گھر کا طواف کرنے والے، دُور دراز ملکوں، شہروں کا سفر کرکے، راستے کی تکالیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کرکے، ان پریشانیوں کو سعادتِ دارین سمجھ کر میرے گھر تک پہنچے ہیں، یہ میرے دربار، میرے گھر کی زیارت کے لیے، مجھ سے گناہوں کی معافی طلب کرنے کے لیے، میرے حضور رونے، گڑگڑانے اور آہ و زاری کرنے کے لیے آتے ہیں، یہ میرے مہمان ہیں، مَیں اپنے خوانِ کرم سے ان کو پورا حصّہ دوں گا میرے دربار سے کوئی سائل محروم نہیں جائے گا، ہر سائل کو منہ مانگی مراد ملے گی، ہر ایک کی جھولی سعادتوں اور برکتوں سے بھر دی جائے گی، اِن کی مغفرت کر دی جائے گی، یہ میرے مہمان مجھے کریم و رحیم جان کر آئے ہیں، ان پر انعام و اکرام، بخشش و عطا کی بارش کر دی جائے گی، مَیں ان پر رحم کروں گا۔ یہ مجھے ستّار کہہ کر پکارتے ہیں مَیں ان کے عیوب، ان کے گناہوں پر

Marfat.com

دنیا و آخرت میں رحمت کا پردہ ڈال دوں گا ـــــ طواف جاری ہے، صدائیں بلند ہو رہی ہیں، خدا کی کبریائی بیان ہو رہی ہے۔ حجرِ اسود پر لوگ ٹوٹے پڑتے ہیں۔ رُکنِ یمانی کو چھُونے کے لیے بیتاب ہیں۔ ملتزم سے لپٹ لپٹ کر، رو رو کر گناہوں کی معافی مانگ رہے ہیں مقامِ ابراہیمؑ پر سینکڑوں جبینیں خدُا کے حضور خشوع و خضوع سے جھُکی ہوُئی ہیں۔ آبِ زمزم پر جسم اور رُوح کی پیاس بجھائی جا رہی ہے۔ لوگوں کا ایک سیلاب ہے جو کبھی نہیں رُکتا۔ طواف جاری ہے، طواف قیامت تک جاری رہے گا

حجرِ اسود

طواف کی نیت حجرِ اسود پر ہوتی ہے ـــــ اے اللہ میں تیرے گھر کے سات چکّروں کا ارادہ کرتا ہوں، تو اسے میرے لیے آسان بنا دے اور قبول کر لے۔ یہ نیت کرنے کے بعد دونوں ہاتھ اُٹھا کر، اللہ تعالےٰ کی کبریائی بیان کرنے کے بعد بِسۡمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكۡبَرُ وَلِلّٰهِ الۡحَمۡدُ کہنے کے بعد اسی جنوب مشرقی کونے میں لگے ہوئے سیاہ پتّھر (حجرِ اسود) سے طواف کا آغاز ہوتا ہے۔ حجرِ اسود جنّت کا پتّھر ہے۔ روایت ہے کہ جب یہ پتّھر جنّت سے اُتارا گیا تو دُودھ سے بھی زیادہ سفید تھا مگر ہمارے گناہوں سے، ہمارے گنہگار ہونٹ لگنے سے یہ پتّھر سیاہ ہو گیا۔ اِس مقدّس پتّھر کو بوسہ دینے کے لیے، اس سے اپنے ہونٹ مس کرنے کے لیے ہر فرد بیتاب ہوتا ہے۔ ہر ایک کی آرزو ہوتی ہے کہ اسے حجرِ اسود چوُمنے کا موقع مِل جائے۔ اِس پتّھر کی فضیلت اس کی عظمت یہ ہے کہ محبوُبِ خدا، خاتم الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کمالِ اشتیاق، کمالِ ادب سے اسے چوُما تھا، اس پر اپنی مُہرِ محبّت ثبت کی تھی۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حجرِ اسود سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ مجھے عِلم ہے کہ توُ ایک پتّھر ہے۔ مَیں تجھے اِس لیے چوُمتا ہوں کہ میرے آقاؐ، میرے ہادیؐ، میرے رہبر نے تجھے چوُما تھا ـــــ یہاں حضرت عُمر رضی اللہ عنہ

Marfat.com

شرک کے وہم کو بھی دلوں سے نکال دیا۔ ایک محبت آمیز جملے سے حقیقت ظاہر کر دی۔

یہ حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مقدّس لبوں کی معجز نمائی ہے کہ آج تک اَن گنت مقبولانِ بارگاہ نے، صلحار نے، علمار نے، اولیار نے اس پتھر کو اسی ذوق وشوق، اسی جذب ومستی سے چُوما ہے جس طرح سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے چُوما تھا۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا چُومنا تھا کہ شعائرِ حج میں یہ عمل داخل ہوگیا بلکہ طواف کا آغاز اِسی مقدّس مقام سے قرار پایا۔ حکم ہے کہ اگر موقع ملے تو ہر چکّر پر حجرِاسود کو بوسہ دو ورنہ دُور سے دونوں ہاتھ اُٹھا کر اس کی طرف اشارہ کر دو اور اپنے ہی ہاتھوں کو چُوم لو۔ اللہ اللہ سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس سیاہ پتّھر کو ایسی توقیر بخشی کہ اس کی طرف اشارہ کرنے سے اپنے ہی ہاتھ مقدّس ہوجاتے ہیں اور انہیں ہی چُومنے کا حکم دے دیا گیا۔ محبُوبِ خُدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی اُمّت کی آسانی کے لیے ہر مقام پر رحمتوں کے دروازے کھول دیے۔ ہر راہ کو ہم گنہ گاروں کے لیے آسان بنا دیا۔

رُکنِ یمانی

رُکنِ یمانی خانۂ کعبہ کا جنوب مغربی کونہ ہے۔ حضرت ابُوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورُ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ رُکنِ یمانی اور حجرِاسود کے درمیانی حصّہ پر ستّر ہزار فرشتے اللہ تعالیٰ نے مقرّر کیے ہُوتے ہیں جو ہر طواف کرنے والے کی دُعا پر آمین کہتے ہیں۔

رُکنِ یمانی اور حجرِاسود کے درمیان رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط وَ اَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ مَعَ الْاَبْرَارِ یَا عَزِیْزُ یَا غَفَّارُ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ پڑھنا سُنّت ہے۔ یہ مختصر سا قطعۂ زمین، ذوق وشوق کا مرکز، جذب ومستی کی سرزمین، قبولیتِ دُعا

Marfat.com

کی جگہ، فرشتوں کے نزول کا مقام ہے۔ طوافِ بیت اللہ میں یہ ٹکڑہ خاص اہمیّت اور برکت کا حامل ہے۔

رُکنِ یمانی پر یہ دُعا پڑھنی چاہیے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَ الْعَافِیَةَ وَالْاَمْنَ وَالسَّلَامَةَ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ط

طواف کرتے وقت رُکنِ یمانی کو دائیں ہاتھ سے یا دونوں ہاتھوں سے چھُولے اگر ہجوم زیادہ ہو تو ویسے گزر جائے۔ بہت سے زائرین ناواقفیّت کی وجہ سے یہاں بھی نیّت کرتے ہیں جو درست نہیں۔

مُلتزم

حجرِ اسود اور بیت اللہ کے دروازے کے درمیان خانۂ کعبہ کا حصّہ ملتزم کہلاتا ہے۔ سات چکّر لگانے کے بعد ملتزم پر آہوں کی صدا بُلند ہوتی ہے بازوؤں کو دیوار سے لگا کر، سینے کو ملتزم سے چمٹا کر، رُخساروں کو مُلتزم سے مَل کر خدائے عزّوجلّ کے حضور گناہوں سے معافی مانگتے ہیں۔ یہ مقام اتنی رقّت، اتنے سوز اور اتنے کرب کا ہے کہ الفاظ اس کیفیّت کا احاطہ نہیں کرسکتے، یہاں فکر کی بلندی اور تخیّل کی پرواز ساتھ چھوڑ جاتی ہے۔ یہی وہ ملتزم ہے جہاں سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اسی انداز میں رخسارِ مبارک مُلتزم سے مَل کر سینۂ منوّر و مطہّر کو ملتزم سے لگا کر بازوئے مُبارک کو ملتزم سے لگا کر خدائے واحد و قدّوس کے حضور رو رو کر دین کی سرفرازی کے لیے۔ اِسلام کی سربلندی کے لیے اور امّت کی بخشش کے لیے دُعائیں مانگی تھیں۔ اِس دیوارِ مقدّس میں محبوبِ خدا کے آنسو جذب ہیں۔ اِس مقام پر حضُورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے جسمِ اطہر کی خوشبو سونگھی جاسکتی ہے۔ یہ دیوار کا حِصّہ کتنا خوش قسمت ہے جس کو حضُورِ پرنُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سینۂ اطہر

Marfat.com

رُخسارِ مبارک اور جسمِ معنبر کے مَس ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اِن پتھر کے ٹکڑوں نے خدا جانے کِس کِس طرح رو رو کر اس مُبارک ساعت کے لیے اِلتجائیں کی ہوں گی اور کونسا وہ بابرکت لمحہ ہوگا جب یہ پتھّر خانہ کعبہ کی دیوار کی زینت بنے۔ ان پتھّروں کا وقار، اِن کی عظمت دائمی ہو گئی۔ اِن پتھّروں کی آرزو، صدیوں کی حسرت، شب و روز کی تمنا سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ مُطہرّ کے مَس ہونے سے پُوری ہو گئی۔

میرے آقاؐ نے کِسی لمحے، کِسی مقام پر اُمّت کو نہیں بھُلایا، خُدا کے حضُور سجدے میں اُمّت کے لیے رو رو کر غارِ سجدہ میں دعائیں مانگیں۔ جب سرورِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ ایثار پیشہ نفوسِ قدسیہ مُلتزم سے لپٹ لپٹ کر روتے ہوں گے تو تمام کائنات کا سینہ گداز ہو جاتا ہو گا۔ کائنات کا ذرّہ ذرّہ اس وقت شریکِ گریہ ہوتا ہو گا خود مُلتزم بھی ربِ کعبہ کے حضُور ان پاکانِ بارگاہ کی دُعاؤں کی قبولیّت کے لیے دُعا کرتا ہو گا۔

یہ سعادت ہم جیسے گُنہ گاروں، خطا و لغزش کے پیکروں کو ملنا تھی کہ اس مقام پر ہم بھی عمر بھر کے گناہوں کی معافی مانگیں۔ اُسی انداز، اُسی سنّتِ مُطہرّہ کی تقلید کرتے ہُوئے گڑگڑا کر اپنے رب سے بخشش طلب کریں، یہ مقامِ قبولیّتِ دُعا کا مقام ہے۔

مقامِ ابراہیمؑ

ملتزم سے لپٹنے، دعائیں مانگنے، عقیدت کے آنسو بہانے، گناہوں کی معافی مانگنے کے بعد زائر مقامِ ابراہیمؑ پر حاضری دیتا ہے کلامِ پاک میں ارشادِ باریؒ ہے : وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى مقامِ ابراہیمؑ پر خشوع و خضوع سے خانہ کعبہ کو نظروں میں بسا کر اللہ تعالیٰ سے لَو لگا کر اس کے حضُور جھُک جاؤ۔ یہ مقامِ قبولیّتِ دُعا ہے۔ یہ بابرکت مقام ہے۔ یہاں دِل کی پکار سُنی

Marfat.com

جاتی ہے۔ اشکوں میں بھیگی ہوئی دُعا قبول ہوتی ہے ۔ یہ پیغمبر کا مصلّٰی ہے۔ سامنے کعبۃ اللہ ہے۔ حرمِ پاک ہے۔ ایسے بابرکت اور پاکیزہ مقام پر دُعا کے نامقبول ہونے کا اندیشہ بھی نہیں ہوسکتا۔ اِس مقام پر دو نفل ادا کرنا سُنّتِ ابراہیمی ہے اور باعثِ اجرِ عظیم ہے۔ یہ طواف میں شامل ہے۔

یہ مقام خلیل اللہ کا مقام ہے جو معمارِ کعبہ تھا۔ ایک برگزیدہ، مقبولِ بارگاہ، جلیل القدر پیغمبر نے اللہ کے گھر کی تعمیر کی۔ پیغمبر زادے نے تعمیر میں اپنے باپ کا ہاتھ بٹایا۔ گویا معمار اور مزدُور دونوں پیغمبر۔ اِس مزدور کی شان اور عظمت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے جو محبُوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کا جدِّ امجد اور آخری پیغمبر کا مورثِ اعلیٰ تھا۔ ایک کائنات کو اِس گھر کے گرد گھومنا تھا۔ اَن گِنت مخلوقِ خدا کو اس کا طواف کرنا تھا۔ جب خانۂ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی تو ایک پتّھر پہ سیّدنا ابراہیمؑ کھڑے ہو کر پتّھر چُنتے جاتے تھے۔ بیٹا پتّھر اُٹھا اُٹھا کر والدِ محترم کو دیتا جاتا، وُہ پتّھر جس پر ابراہیم علیہ السّلام کھڑے تھے خود بخود اونچا ہوتا جاتا؛ یہاں تک کہ تعمیر مکمّل ہو گئی۔ اِس پتّھر پر خلیلُ اللہ کے پائے مبارک کا نشان ثبت ہوگیا۔ مقامِ ابراہیمؑ پر یہ نقشِ قدم زیارت گاہِ خلائق ہے۔ اسی مقام پر دو نفل ادا کیے جاتے ہیں اور خلیل اللہ علیہ السّلام کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ یہ سُنّتِ مُطہرّہ، قیامت تک جاری رہے گی۔

زمزم

مقامِ ابراہیمؑ پر نفل ادا کر کے، حطیم پر سجدہ ریز ہونے، ملتزم سے لپٹنے کے بعد حجّاجِ کرام، آبِ زم زم سے رُوح کی پیاس بُجھاتے ہیں۔ آبِ زم زم سیّدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی بیتابی اور اپنے پیاسے بچّے کے لیے اضطراب کا اِنعام ہے۔ حضرت اِسماعیل علیہ السّلام نے جب آفتاب کی حدّت اور پیاس کی شدّت سے اپنی ایڑیوں کو زمین پر رگڑا تو دریائے رحمت جوش میں آیا۔ اپنے خلیل کی نشانی، اپنے پیغمبر کے

Marfat.com

لختِ جگر جس کو وہ رضائے الٰہی اور ارشادِ باری تعالیٰ پر اس لق و دق صحرا اور تپتی ہوئی چٹانوں کے درمیان چھوڑ گئے تھے۔ رحمتِ باری کیسے اس معصوم کو اس حالت میں دیکھ سکتی تھی۔ زمین کے نیچے سے آبِ زم زم کس بے تابی سے اوپر آیا ہو گا کہ پیغمبر زادے کی پیاس بجھانے کے کام آئے۔ جب والدہ مکرمہ نے پہاڑ سے نیچے اُتر کر قدرت کا یہ انعام دیکھا ہو گا تو شکرِ خداوندِ کریم کے مقدّس آنسو ان کی نگاہوں میں ستارے بن کر چمکنے لگے ہوں گے۔ اِس انعام پر سیّدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا خدائے واحد و قدّوس کے حضور سجدے میں گر گئی ہونگی۔ جہاں خنک سائے کا تصوّر بھی نہیں ہو سکتا، وہاں سرد و شیریں چشمہ آنِ واحد میں جاری ہو گیا۔ اس قدرت کی عطا کو دیکھ کر اس جانِ مقدّس کا کیا عالم ہو گا۔ بیتابی کا یہ عالم ہو گا کہ پانی ضائع نہ ہو جائے۔ میرے ننھے کمسن اور معصوم کے کام آتا رہے۔ وہ کبھی اِس گلِ نبوّت کو دیکھتی ہونگی کبھی اِس عطیۂ الٰہی پر نگاہ ڈالتی ہونگی۔ اِس اندیشے سے کہ پانی صحرا کی ریت میں جذب نہ ہو جائے اُنہوں نے اِس کے اِرد گرد مینڈھ باندھ دی اور دفورِ بیتابی میں حکم دیا کہ زم زم یعنی ٹھہر ٹھہر، یہ صابرہ، شاکرہ زوجۂ پیغمبر کا حکم تھا۔ پانی اسی حلقے میں رہ گیا۔ زمین سے پاتال تک یہ مقدّس پانی بھر گیا۔ فرشتوں نے صدا دی ہو گی کہ اے پاک بی بی غم نہ کر، اے زوجۂ پیغمبر پریشان نہ ہو۔ اے رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے جدِّ امجد کی والدہ ہراساں نہ ہو۔ یہ پانی رحمت کے چشمے کا پانی ہے، یہ پانی تیرے لیے ہے اور تیرے صدقے تیرے معصوم بچّے کے طفیل قیامت تک اَن گنت مخلوقِ خدا اس سے جسم و رُوح کی تشنگی بجھائے گی۔ یہ وہ کنواں ہے جس سے اگر کائنات کے تمام ذی رُوح، انسان، چرند پرند اور جانور بھی سیراب ہو جائیں تو اِس چشمۂ کرم میں کمی واقع نہ ہو گی۔ اس کا فیض تمام کائنات کے لیے ہے یہ بابرکت پانی ہے، اِس پانی میں خداوند تعالیٰ نے شفا رکھّی ہے۔ یہ کائنات کے تمام پانیوں سے پاک

Marfat.com

صاف اور غذا سے بھرپور ہے۔ محبوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ اس پانی کو اس قدر پیو کہ پسلیاں باہر آجائیں۔ اگر کسی اور جگہ اس قدر پانی پیا جائے تو طبیعت میں گرانی پیدا ہو جائے مگر یہ پانی جس قدر پیا جائے، جب بھی پیا جائے طبیعت کو فرحت اور رُوح کو شادابی بخشتا ہے، جسم کو پاک اور رُوح کو مجلّٰی کرتا ہے۔

زمزم پینے سے پہلے دُعا کرنا سُنّت ہے۔ ربّ العزّت دُعا قبول فرماتا ہے۔ مُلتزم حطیم، مقامِ ابراہیمؑ کی طرح یہ بھی قبولیتِ دُعا کا مقام ہے۔ دُعا کی صدا بُلند ہوتی ہے، خانۂ کعبہ کے سامنے سائل دربارِ خداوندی میں ان الفاظ میں صدا لگاتا ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۤ اَسْئَلُكَ رِزْقًا وَّاسِعًا وَّعِلْمًا نَّافِعًا وَّ شِفَآءً مِّنْ كُلِّ دَآءٍ

ہر وقت زمزم پر زائرین کا ہجوم رہتا ہے۔ مقامِ ابراہیمؑ پر نفل ادا کرنے کے بعد زم زم پر حاضری سنّتِ نبوی ہے۔ حجّاجِ کرام کمالِ اشتیاق، عجب عقیدت و محبّت سے صرف پانی پیتے ہی نہیں بلکہ اپنے کپڑوں پر بھی انڈیلتے ہیں، کپڑے اس مقدّس پانی میں شرابور ہو جاتے ہیں۔ لوگ کفن کا کپڑا اس پاکیزہ پانی میں بھگوتے ہیں تاکہ قبر کی منزل ان کے لیے آسان ہو جائے۔ کنستر بھر بھر کر حجّاجِ کرام، اپنے دوستوں، عزیزوں، رشتہ داروں کے لیے واپس وطن لے جاتے ہیں تاکہ وہ بھی اس سعادت سے محروم نہ رہیں۔ تشنگانِ زیارت کے لیے زمزم کا ایک ایک قطرہ نعمتِ عظمٰی ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے گھر کی نشانی، پیغمبر کا معجزہ ان کے لیے باعثِ خیر و برکت ہے۔ لوگ اِنتہائی احترام اور بے پناہ خلوص و محبّت سے قبلہ رُو ہو کر، دُعا مانگ کر اس کو پیتے ہیں۔ کوشش ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اِس مقدّس پانی سے فیض یاب ہو جائیں۔

یہ کنواں شب و روز جاری رہتا ہے۔ مشین کے ذریعے لاکھوں ٹن پانی نکالا جاتا

Marfat.com

ہے مگر یہ چشمۂ فیض وکرم جتنا استعمال ہوتا ہے اتنا ہی اور اُبھرتا ہے اور جوش دکھاتا ہے۔ یہ ذبیح اللہ کے پائے اقدس کا معجزہ ہے یہ زوجۂ پیغمبر کی بیتابی کا ثمرہ ہے یہ پانی کیسے ختم ہوسکتا ہے میرا ایمان ہے کہ میلوں پھیلے ہوئے سمندر جن کی گہرائی کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا خشک ہوسکتے ہیں مگر یہ پانی کا کنواں، یہ رحمت کا چشمہ کبھی خشک نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح اس سے ایک عالم شب و روز سیراب ہوتا رہے گا۔

اللہ اللہ کن کن رحمتوں کو زائرین کا مفقوم کردیا۔ کن کن فضیلتوں کے مقامات سے مستفیض ہونے کا موقع عطا فرمایا تاکہ مشتاقانِ زیارت حجّاجِ کرام ظاہری اور باطنی برکتوں سے اپنے دامنوں کو بھرلیں۔ جب حج کا فریضہ ادا کرکے وطن لوٹیں تو کثافت کا کوئی نشان ان کے دامنوں سے لپٹا نہ رہے، ان کا ظاہر اور باطن مجلّٰی اور منوّر ہو جائے۔

سعیِ صفا و مروہ

بی بی ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو جب ابراہیم علیہ السّلام فرمانِ باری کی تعمیل میں خالقِ کائنات کے سہارے اِس وادی میں یکّہ و تنہا چھوڑ گئے۔ بی بی ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے دُور تک نظر دوڑائی، اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ خشک پہاڑوں، تپتے ہوئے پتّھروں، سلگتے ہُوئے ریگزار کو حدّ نظر تک دیکھا۔ بے آب و گیاہ وادی ہے خورد و نوش کا کچھ سامان نہیں۔ کوئی آبادی نہیں، کوئی ذی رُوح دکھائی نہیں دیتا۔ سر پر کھلا آسمان ہے جس کی تمازت معصوم جسم کو جُھلسا رہی ہے۔ زمین آگ کی طرح گرم ہے، بچّہ پیاس سے بلک رہا ہے۔ شدّتِ تشنگی کے باعث حلق سے آواز بھی نہیں نکلتی۔ ماں نے بچّے کو اس حال میں دیکھا تو بے کل ہوگئی۔ خود بھی پیاسی ہے، مگر اپنی پیاس کا احساس نہیں، خیال نہیں۔ اس کی جان تو بچّے میں اٹکی ہُوئی ہے۔ اس کو تو اس معصوم فرشتہ صُورت بچّے کے لیے دو گھونٹ پانی چاہیے۔ پانی نایاب ہے، سامنے صفا اور مروہ کی پہاڑیاں

Marfat.com

ہیں ۔ اِضطراب کے عالم میں دُور تک دیکھا کہ کہیں پانی کا نشان دکھائی دے ۔ مگر نگاہوں کا چمکتے ہُوئے ریگ زاروں اور تپتے ہُوئے پہاڑوں نے استقبال کیا ۔ اسی بیتابی ، اسی اضطراب میں مروہ پر چڑھ کر نظر دوڑائی ۔ مُڑ مُڑ کر بچےّ پر نگاہ ڈالتی ہے ، جو ایک پتھر کے نیچے پیاس کی شدّت سے بلک رہا ہے پھر اُس طاہرہ و عفیفہ نے حدِ نظر تک غور سے دیکھا ، شاید کوئی قافلہ ہی آجائے اس سے لختِ جگر کے لیے دو گھونٹ پانی مانگ کر بچےّ کے حلق میں ٹپکائے مگر نگاہیں ہر بار مایوس ہو کر لَوٹ آئیں ۔ پریشانی اور اضطراب فزوں تر ہوتا گیا ۔ ماں کی آنکھ کا تارا ، اس کا لختِ جگر پیاس سے نڈھال ہے ، پھر کوہِ صفا پر چڑھیں مگر ہر بار تپتے ہوئے پہاڑوں سے نظریں ٹکرا کر مایوس لَوٹیں ۔ دل کو قرار کہاں ، جان کو کیسے سکُون آئے ۔ کسی حیلے ، کسی جتن سے پانی میسّر آجائے ۔ ایک یہی دھن ہے ، ایک یہی لگن ہے ، اپنی جان کی پروا نہیں ، فکر ہے تو اپنے نونہال کا ۔ درخت کا سایہ نہیں کہ بچےّ کو کچُھ سکون ملے ۔ راحت و آرام کا کوئی پہلوُ نہیں ۔ اِمتحان کی گھڑی ہے ، آزمائش کا وقت ہے مگر اس عفیفہ ، اِس صابرہ کے لبوں پر حرفِ شکایت نہیں ۔ زوجۂ پیغمبر ہے ، رضا کا پیکر ہے ، صبر کے موتیوں سے دامن بھرا ہُوا ہے ۔ زبان پہ اس حالت میں بھی حمد ہے ، رضائے الٰہی پر سب کچھ قربان ، اگر خداوندِ کریم کو یہی منظور ہے تو ہاجرہؑ کی جان اس پر قربان ، معصوم بچہّ اس کی رضا پر نثار ——— سعی ، جو بشریّت کا تقاضا ہے اور انسانی خاصہ ہے جاری ہے ۔ شکر اور سعی دونوں جاری ہیں ۔ اسی بیتابی ، اسی اضطراب میں اِس طاہرہ و عفیفہ ، مکرّمہ و مُطہرہ زوجۂ پیغمبر نے صفا اور مروہ کے درمیان سات چکرّ لگائے ۔ آخر گرمی کی شدّت اور بچےّ کی تنہائی کے خیال سے واپس لَوٹ آئیں ۔ جب بچےّ کے پاس آئیں تو صبر اور شکر نے انعام کی صُورت اختیار کر لی ۔ یہ سعی مشکور ہوئی ۔ اللہ تعالیٰ نے اس تسلیم و رضا کا ثمرہ آبِ زم زم کی صُورت میں ظاہر کر دیا ۔ خشک زمین سے پانی کا فوّارہ پھوٹ

Marfat.com

پڑا۔ پانی کی چمک اور ہوا کی خنکی نے پرندوں کو دعوت دی۔ وہ دُور دراز سے پرواز کر کے اِس چشمۂ رحمت سے سیراب ہونے کے لیے پہنچ گئے۔ بی بی ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے ذی رُوح کی صورت دیکھی تو اِس نعمت پر خُدا کے حضور سربسجود ہوگئیں۔

لق و دق صحرا میں ایک کارواں چل رہا ہے۔ راستے کا نشان مفقود ہے۔ خدا جانے اِس قافلے کی کونسی منزل ہے۔ پرندوں کے اُڑنے سے انہیں پانی کا علم ہُوا۔ تھکا ماندہ پریشان حال کارواں ادھر آنکلا۔ پانی کو دیکھ کر ادھر کا رُخ کیا۔ دیکھا کہ اِس بے آب و گیاہ وادی میں ان تپتے ہُوئے پہاڑوں کے درمیان ایک پیکرِ عفّت ہے اور ایک معصوم اس کے پہلو میں ہے۔ احترام نے قدم روک لیے۔ معصومیّت اور پاکیزگی نے اُن کے قدموں میں زنجیر ڈال دی۔ آخر انتہائی عقیدت سے سر جُھکائے، آنکھیں زمین میں گاڑے، ادب و احترام کے پیکر بنے ہوئے، رُکتے رُکتے آہستہ آہستہ وہ اس پاک بی بی تک پہنچے اور ادب سے پانی استعمال کرنے کی اجازت طلب کی۔ یہ پیغمبر کی بیوی تھی، مخلوقِ خُدا کی بھلائی ان کا مقصودِ زندگی تھا۔ اجازت مرحمت فرمائی۔

یہ نیک بی بی اِس چشمۂ رحمت کی واحد مالکہ تھی۔ اِس بچّہ کی برکت سے، عفیفہ کی پُرنم آنکھوں کی دُعا سے یہ چشمہ زمین سے پُھوٹا۔ وہ جگہ جو پہلے آتشیں تھی، ٹھنڈی ہوگئی۔ سعادت آثار لوگوں کو یہ جگہ پسند آئی، زوجۂ پیغمبر سے بصد ادب اِس جگہ ٹھہرنے کی اجازت طلب کی۔ پاک بی بی نے رہنے کی اجازت دے دی۔ ان لوگوں نے اِن دو پاک جانوں کی خدمت کو سعادت تصوّر کیا۔ یہ بنی جرہم کا مختصر سا قافلہ اِس وادیٔ غیر ذی زرع میں آباد ہو گیا۔ یہ اِس خطّے کے پہلے مکین تھے جن کو مکّہ مکرّمہ میں بسنے اور بیتُ اللہ کے ہمسائے ہونے کا شرف نصیب ہُوا۔ یہی دو پاکیزہ جانیں تھیں جن کی وجہ سے اِس زمین کو شرف ملنا تھا۔ اللہ تعالیٰ کو اِس عفیفہ کی ادا ایسی پسند آئی کہ سعی کو حج و عمرہ کا جزو قرار دے دیا۔ اِس حُکم کو کلامِ پاک کے ذریعے، خُدا

Marfat.com

کے نام لیواؤں کے لیے حشر تک ضروری قرار دیا۔ جب سعی کی جاتی ہے تو صفا اور مروہ پر کلام پاک کی یہ آیت شریفہ پڑھی جاتی ہے :

اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۭ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ○

صفا اور مروہ کے درمیان سات چکّروں کی سعی اسی پاک بی بی کی تقلید میں کی جاتی ہے۔ سعی کرنے والوں کی بیتابی، لگن اور انہماک کا ایسا عالم ہوتا ہے کہ بی بی ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا اضطراب متشکّل ہو کر سامنے آجاتا ہے۔ دو سبز ستونوں کے درمیان حجّاج دوڑتے ہیں تو بی بی ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی سعی کا نقشہ سامنے آجاتا ہے۔

اب وہ اونچی چٹانیں نہیں، اب نوکیلے پتھروں اور دھوپ کی تمازت میں سعی نہیں ہوتی۔ سعی پر چھت ڈال دی گئی ہے اور فرش کو سنگِ مرمر سے آراستہ کر دیا گیا ہے۔ اب سعی اتنی مشکل نہیں۔ نشانی کے طور پر صفا اور مروہ کے کناروں پر چند پتھر پڑے ہوئے ہیں۔ صفا پر خانۂ کعبہ کی طرف رُخ کر کے نیّتِ سعی ہوتی ہے۔ جہاں یہ دُعا پڑھی جاتی ہے :

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَ تَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ ؕ

پھر سات چکر صفا اور مروہ کے درمیان لگا کر اس رُکن کو پُورا کیا جاتا ہے۔ یہ بھی قبولیّتِ دُعا کا مقام ہے، اس کے بعد حلق کرایا جاتا ہے۔

حطیم یہ خانہ کعبہ کا حصّہ ہے، مگر خانہ کعبہ میں شامل نہیں۔ یہاں زائرین ذوق شوق سے نوافل ادا کرتے ہیں۔ یہاں کی عبادت فضیلت کا درجہ رکھتی ہے۔ یہاں

نماز پڑھنا جائز نہیں۔ یہ بھی دوسرے مقامات کی طرح قبولیت کا مقام اور برکتوں اور سعادتوں کی جگہ ہے۔ اس کے اوپر میزابِ رحمت ہے۔ بارش جب پڑتی ہے تو خانۂ کعبہ کی مقدس چھت سے بارانِ رحمت اسی میزاب سے نکلتا ہے اور زائرین ذوق وشوق سے اس میں کفن بھگوتے اور جسموں کو تر کرتے ہیں۔

حرمِ پاک

حرمِ پاک جدید فنِ تعمیر کا نادر نمونہ ہے۔ سنگِ مرمر کی یہ عمارت اپنے اندر ایک خاص جاذبیت، ایک خاص کشش رکھتی ہے۔ در و دیوار پر بارشِ نور معلوم ہوتی ہے۔ بیت اللہ کے چاروں طرف یہ مقدس عمارت انوارِ الٰہی کا ایک عظیم ہالہ ہے۔ وسعت کے لحاظ سے حرمِ پاک غالباً دنیا کی تمام مساجد سے وسیع ہے۔ جس میں لاکھوں انسان بیک وقت خدائے واحد و قدوس کے آگے سجدہ ریز ہوتے ہیں اور ابھی تک اس کی توسیع کا کام جاری ہے۔ اس حرمِ پاک میں نماز پڑھنے اور بیتُ اللہ شریف کی زیارت وطواف کے لیے روئے زمین کے کونے کونے سے لوگ شب و روز کھنچے چلے آتے ہیں۔ انسانوں کا یہ اژدحام کبھی کم نہیں ہوتا۔ عمارت کی زیبائش اور نقش ونگار اپنی جگہ ایک نرالا حُسن اور دلکشی رکھتے ہیں مگر ان پر نظر نہیں جمتی۔ نظر جمتی ہے تو خانۂ کعبہ پر، بیتُ اللہ شریف پر۔ اس میں نجانے کونسی مقناطیسی کشش ہے کہ سیاہ پردے میں ملبُوس پتھروں کی یہ مربع عمارت لاکھوں انسانوں کی نگاہوں کا مرکز بنی رہتی ہے۔ اردگرد کی عالیشان عمارت کا خیال نہیں رہتا۔ یُوں معلوم ہوتا ہے کہ کائنات کا سارا جمال، تمام رعنائی و زیبائی، خانۂ کعبہ کا جزو بن گئی ہے۔ تمام عالم کو اسی مرکز سے نُور و نکہت، جمال و رعنائی، دلکشی و زیبائی، رنگ و حُسن کی خیرات ملتی ہے۔ یہیں سے نُور کی کرنیں چار دانگِ عالم میں پھیلتی اور زمانے کو منوّر کرتی ہیں۔ آنکھوں کا نُور، دل کا سرور یہی ہے اِک عمر کی تمناؤں اور آرزوؤں کا حاصل بس کعبۃ اللہ کی زیارت ہے۔ زندگی بھر اس کے تصوّر کو سامنے

Marfat.com

رکھ کر خُدا کے حضور سجدہ ریز ہُوئے۔ اب اس کی زیارت سے آنکھوں کی تشنگی اور رُوح کی پیاس بُجھائی۔

اِنسان تاریخی عمارت کو دیکھتا ہے، تاریخی مقامات پر جاتا ہے مگر اس سے اِس کا ذہن متاثر ہوتا ہے۔ دِل کے کسی گوشے میں محبت کی قندیل روشن نہیں ہوتی۔ یہ مقامات سیر و تفریح کے مقامات ہیں۔ معلومات میں اضافہ کرتے ہیں۔ اِنسان گھڑی دو گھڑی دِل بہلا کر لوٹ آتا ہے مگر خانہ کعبہ میں اِنسان نیاز و عجز کا پیکر بن کر آتا ہے، جو نظر خانہ کعبہ کی طرف اُٹھتی ہے وہ محبت سے لبریز، اِشتیاق و فریفتگی سے بھرپُور، وارفتگی و شیفتگی کی تصویر ہوتی ہے یہاں ہمیشہ ایک سی کیفیت نہیں رہتی۔ نظر نظر میں کیفیت بدلتی ہے۔ بیتُ اللہ، اسمائے حسنیٰ کا عکس اور صفاتِ الٰہیہ کا ترجمان بن جاتا ہے۔ کبھی جلال و ہیبت کی کیفیت ہوتی ہے کہ دِل کانپ کانپ جاتا ہے، آنکھ کو تاب نہیں کہ بیتُ اللہ پر نظر جما سکے۔ خداوندِ قدّوس کا رعب و جلال اس پیکر میں ڈھل جاتا ہے۔ سارے جسم پر بیتُ اللہ کی ہیبت اور خوف طاری ہو جاتا ہے۔ زندگی بھر کے گناہ اشکِ ندامت بن کر پیشِ خدا ڈھلک جاتے ہیں۔ ہر سانس مغفرت طلب، ہر لمحہ بخشش کا تمنّائی، ہر گھڑی عذاب کے خوف سے حشر بداماں۔ کانپتے ہونٹوں سے نامکمل الفاظ میں دُعا نکلتی ہے کہ اے اللہ تو مالکِ یومِ الدین ہے۔ لاریب تو قیامت کے دِن کا واحد مالک ہے۔ جزا و سزا تیرے قبضۂ قدرت میں ہے۔ تیرا فیصلہ اٹل، تیرا قانون غیر متبدّل ہے۔ تُو ہر شے پر قادر ہے۔ تیری خُدائی میں تیرا کوئی شریک اور سہیم نہیں حکمُ الحاکمین کے جلال کی کون تاب لاسکتا ہے۔ اِنسان خوف سے اپنی ذات میں سمٹ کر رہ جاتا ہے۔

باہر کون دیکھے۔ سنگِ مرمر کی خوبصورت عمارت، عمارت کا شکوہ و جمال، رعنائی و زیبائی یکدم نظر سے محو ہو جاتے ہیں۔ اندر کی دُنیا کے دروازے کھُلتے ہیں۔ اپنے ہی خرابے پر نظر

Marfat.com

پڑتی ہے۔ باطن کی کدُورت، گناہوں کی کثرت اور لغزشوں کی آلودگی پر نظر جمی رہتی ہے۔ بار بار خیال گزرتا ہے کہ خداوندِ کریم نے تو انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ احسن التقویم کے لقب سے نوازا۔ دُنیا کی تمام مخلوق میں اسے افضل و اعلیٰ صورت عطا فرمائی، ہر عضو اللہ تعالےٰ کا شاہکار، ہر سانس اس کی عنایت، ہر سوچ اس کا کرم تھا مگر انسان نے اس دَر سے نظر ہٹائی۔ اس کریم کے دروازے کو چھوڑ دیا اور اپنے ہاتھوں خود کو ذلّت و رسُوائی کے گڑھے میں دھکیل دیا۔ احسن التقویم سے نکل کر اسفلُ السافلین کے زُمرے میں داخل ہوگیا۔ ہائے جسم کا کتنا حسین مکان گنُاہوں نے تاراج کردیا۔

اشکِ ندامت مُسلسل بہتے ہیں۔ ہر اشک خداوندِ کریم کے کرم کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ جب دِل و نظر کی سیاہی مسلسل آنسوؤں کے پاک وصاف پانی سے دُھل جاتی ہے تو نظر کو یارا ہوتا ہے کہ خانۂ کعبہ کی آغوشِ رحمت و شفقت کا تصوّر کرے۔ دِل سکوُن سے، رُوح ایک بے نام لذّت سے آشنا ہونے لگتی ہے۔ خوف کے بادل آہستہ آہستہ چھٹتے چلے جاتے ہیں۔ خانۂ کعبہ میں رعنائیوں کے گلزار، خوشبُوؤں کے چمن زار، نکہتوں کے فردوس چھُپے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ہر سانس معطّر ہو جاتا ہے۔ ہر نظر کیف پرور، ہر لمحہ پُر سرور، ہر گھڑی آرامِ جاں بن جاتی ہے جیسے معصُوم بچّہ ماں کے دستِ شفقت سے اُس کی آغوشِ رحمت میں خوابِ راحت کے مزے لینے لگے۔ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ جمالی کا ظہور ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جمیل و کریم ہے، ستّار و غفّار ہے۔ وہ اپنے بندوں پر وہم و گمان، خیال و تصوّر سے بھی زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ وہ تو ماں کی شفقت سے کہیں زیادہ شفیق ہے۔ بندہ اگر ذوق و شوق میں ایک قدم اس کی طرف بڑھتا ہے تو وہ دس قدم اس کی طرف آتا ہے۔ وہ تو رات کی خموشی میں صدا دیتا ہے کہ کوئی ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے، مَیں اُسے بخش دُوں، مجھ سے رحم کی اِلتجا

Marfat.com

کرے مَیں اس پر رحم کروں، مجھ سے دُعا مانگے، مَیں اُس کی دُعا قبول کروں: وَاِذَا سَأَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔

میرا خُدا، میرا مولا نہایت رحیم ہے، خطاؤں سے درگزر کرنے والا، آنسوؤں کی اِلتجائیں سُننے والا، نادِم پر رحمت کی چادر تان دینے والا ہے۔ اس لمحے اِنسان اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتا ہے۔ ہرطرف بارانِ رحمت معلوم ہوتی ہے۔ جو نظر بیتُ اللہ کی طرف اُٹھتی ہے، سرشار لوٹتی ہے۔ ہر دل کیف و سرور سے معمُور ہو جاتا ہے۔ حرم پاک نورِ خُدا کا مظہر ہے۔ در و دیوار سے رحمتوں کے قطرے ٹپکتے، تشنہ نگاہوں کو سیراب کرتے اور ویران دِلوں کو آباد کرتے ہیں۔ دِل کا خرابہ چمن زارِ کرم بن جاتا ہے۔ احساسِ کرم سے ہر سانس مہک مہک اُٹھتا ہے، پھر وہی نغمہ زبان پر آتا ہے: اَللّٰهُمَّ زِدْ بَيْتَكَ هٰذَا تَشْرِيْفًا وَّ تَعْظِيْمًا۔

اِس مقدّس بستی کے رہنے والے کتنے خوش نصیب ہیں جنکے لیے مغفرت اور کرم کے دروازے دِن رات کھُلے رہتے ہیں۔ جن کی آنکھیں چلتے پھرتے، اللہ کے گھر کی زیارت سے مشرّف ہوتی رہتی ہیں۔ بیتُ اللہ جو لاکھوں، کروڑوں انسانوں کی حسرت، تمنّاؤں اور آرزوؤں کا مرکز ہے، وہ اِن مقیمانِ مکّہ کے پڑوس میں ہے۔ ان حسرت زدگان میں بیشتر ایسے ہوتے ہیں جو محرومِ زیارت ہی راہیٔ ملکِ عدم ہو جاتے ہیں پھر جہاں سے کوئی نہیں لوٹتا۔ جب نیکی اور بدی کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور دامن کا زادِ راہ ہی کام آتا ہے ؎

پچھتائے گا، منزل ہے کڑی، دیکھ کہا مان
کچھ زادِ سفر باندھ لے دامانِ کفن میں

مگر اِس مقدّس و مُطہّر شہر کے رہنے والے مَوت کے بعد بھی سعادت و برکات کے حقدار

Marfat.com

رہتے ہیں۔ اِس پاک شہر کے رہنے والوں کی زندگی حرم کے سائے میں اور جنازہ حرمِ پاک میں ہوتا ہے۔ یہ مرنے والے، زندہ رہنے والوں سے کتنے خوش نصیب ہیں کہ بیتُ اللّٰہ کے جوارِ رحمت میں اُن کا جنازہ پڑھا جاتا ہے۔ ہزاروں افراد نمازِ جنازہ ادا کرتے ہیں اور مرنے والے کے لیے مغفرت کی دُعا مانگتے ہیں۔ ترقیِ درجات کے لیے بارگاہِ ربّ العزت میں ہاتھ اُٹھاتے ہیں۔ اِن نمازیوں میں خدا جانے کتنے ولی، کتنے اقطاب، کتنے مقرّبانِ بارگاہ ہوں گے جن کے لبوں سے مرحُوم کے لیے دُعا نکلی ہوگی۔ میرا ایمان ہے کہ ان کے دِل کی پکار اور لبوں کی دُعا قبولِ بارگاہِ خداوندی ہے اور اس نے مرنے والے کے لیے آخرت کی منزل آسان کردی ہوگی۔ یہ بابرکت لوگ ہیں۔ یہ اللّٰہ تعالیٰ کے ہمسائے ہیں۔ اے زائرینِ کرام! ان کا ادب کرو۔ ان کو اللّٰہ تعالیٰ نے روزِ ازل ہی سے اپنے دامنِ کرم میں چھپا لیا۔ ان کو اپنے گھر کے پاس رہنے کی اجازت دے دی۔ ان کی دعائیں لو، ان کی دُعا مستجاب ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ نے تو عام پڑوسی کے حقوق متعیّن کر دیے ہیں۔ اگر پڑوسی بُھوکا ہو تو کھانا حرام ہے۔ پڑوسی کی عزّت وحرمت کا ہمسائے کو نگہدار بنا دیا ہے اور اس کے دُکھ درد، اس کی تمام تکالیف میں پڑوسی کو شریک کر دیا ہے، جو خُدا کے گھر کا ہمسایہ ہو اُس کی شان، اُس کی عظمت، اُسکی خوش بختی کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔؟

یہ سرزمینِ پاک ہے۔ یہاں خُدا معلُوم کتنے انبیاء، کتنے شہداء، کتنے برگزیدہ بندوں کے نقوشِ پا ہیں۔ کتنے وجودِ اقدس اس خِطّہٴ پاک میں عجز و نیاز سے حاضر ہوئے۔ یہاں ادب سے چلو، احترام سے قدم رکھو، عاجزی اور فروتنی اختیار کرو، بہ ہر گام انکساری کا مظاہرہ کرو۔

یہ حرم ہے یہاں اِنسانوں کو امن ملتا ہے، جانوروں کو امن نصیب ہے۔ جو حرم

Marfat.com

میں داخل ہو گیا، مامون ہو گیا۔ نخچیر کو صیّاد کا خطرہ نہیں ؎

اِس جگہ پر صید کو خطرہ نہیں صیّاد کا

حرم کی فضا امن و سلامتی کے نغموں سے معمُور، روئے زمین سے دامنِ فلک تک نُورانی خلا و ملا اللہ تعالیٰ کی حمد کے ترانوں سے گونج رہے ہیں۔ لاکھوں پیشانیاں شب و روز حضورِ خُدا سجدہ ریز ہیں۔ زمین پر خانۂ کعبہ آسمان پر عین اس کے اوپر بیتُ المعمور ہے، حرم کی فضیلت، حرم کی حرمت، مجھ سا بے بضاعت، کم مایہ انسان کس طرح بیان کر سکتا ہے۔ جہاں نُورانیوں کی محفِل جمتی ہے، فرشتے پَرے باندھے اُترتے ہیں۔ ہر لحظہ ملائکہ کا ہجوم رہتا ہے۔ اس مقامِ مقدس کو کون بیان کر سکتا ہے! ۔ یہاں فکر محبوس ہو جاتا ہے۔ خیال کا دامن سمٹ جاتا ہے۔ اِنسانی فکر اپنی پرواز کے محدُود دائرے سے باہر نہیں نکل سکتا۔

حرم کا داخلہ عام داخلہ نہیں، یہ بادشاہوں کے دربار کی طرح نہیں کہ عظمت و شکوہ کا مظاہرہ ہو۔ اس کی حاضری کے لیے اِنسان سراپا عجز، سرتاپا خلوص و نیاز ہو کر آتا ہے طمطراق تو کجا روزمرّہ زندگی کے لباس کی بجائے دو چادریں زیبِ تن کرنے کا حکم ہے۔ یہاں اندازِ جنوُن کارفرما ہے، سب کے لبوں پر ایک ہی پکار ہے:

"اے اللہ! مَیں تیرے دربار میں حاضر ہُوں، اے اللہ تیرا کوئی شریک نہیں"۔

یہاں دُنیوی وجاہت کی گنجائش نہیں۔ یہاں جو بھی آئے گا غلام بن کر آئے گا فقیر بن کر حاضر ہوگا۔ بغیر اجازت کس کی مجال ہے کہ قدم رکھ سکے۔ حاضری بھی کرم ہے، یہ اس کریم کا دروازہ ہے جو حضُور ختمی مرتبت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا خُدا ہے، جو رحمۃٌ لّلعالمیںؐ کا آقا ہے، جو ربُّ العالمین ہے اور ساری کائنات کا خالق و مالک ہے۔ جو سمیع و بصیر ہے، جس کے پاس غیب کے خزانوں کی کُنجیاں ہیں جس کے علم میں ہر ٹوٹنے والا پتّہ ہے، جو دِلوں کے بھید اور ارادوں سے واقف

Marfat.com

ہے جو کیفیات کو بغیر اظہار کے جاننے والا ہے، جو بغیر ہاتھ اُٹھائے بغیر مانگے رزق دیتا ہے ؎

بے طلب دے جو، وہ کریم ہے تُو　　تو ہی رحمٰن ہے رحیم ہے تُو
تُو جسے چاہے سرفراز کرے　　بے نواؤں کو بے نیاز کرے

دو چادروں میں ملبُوس، یہاں فقیرانہ صوُرت بنائے، نیازمندانہ انداز میں حاضری ہوتی ہے۔ خود سروں نے یہاں خاکساری کا جامہ پہنا۔ متکبّر لوگوں نے عجز کا لباس زیب تن کیا۔ جابر بادشاہ کاسۂ گدائی لے کر حاضر ہوئے۔ یہاں کا مقبول سارے زمانے کا مقبول۔ یہاں کا راندۂ درگاہ سارے زمانے کا مردود و مقہور —— اللہ پناہ میں رکھے۔

شیطان اِسی درگاہ کا ٹھکرایا ہُوا۔ اسی بارگاہ کا نکالا ہُوا ہے۔ اس نے آخرت تک ذِلت و رسوائی کا لباس پہنا۔ شیطان وار کرتا ہے وساوس ڈالتا ہے مگر اَللّٰھُمَّ لبیک کی صدا اُسکے تمام منصوبے خاک میں مِلا دیتی ہے وہ پیچ و تاب کھا کر رہ جاتا ہے۔ وہ اس پاک بندے کو کیسے ورغلا سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑتا ہے۔ اس کی پناہ مانگتا ہے۔ اس کی وحدانیت کا دم بھرتا ہے۔ دل و جان سے اس کی عظمت کا اقرار کرتا ہے۔ ایسے موحّد کو شیطان کیسے بہکا سکتا ہے۔ انسان جب حرم میں داخل ہوتا ہے تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ وہ تو ہر فتنے، ہر وسوسے سے امن میں آگیا۔ سلامتی میں آگیا۔ اس کی نظروں کے سامنے دُنیا کا کوئی بُت نہیں۔ اس کو کوئی فکر نہیں رہتا۔ علائق دُنیا سے بے نیاز، مادّی دُنیا سے بے پروا اللہ تعالیٰ کے دامنِ کرم میں پہنچ گیا۔

فریادیوں کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ غلاموں نے آقا کو دربار میں پکارا ہے۔ فریادی رحم کی التجا کرتا ہے۔ مجرم گناہوں کا اقرار کرتا ہے۔ خطا کار درگزر کا طالب ہے۔ کریم سے کرم کی بھیک مانگی جارہی ہے۔ دریائے رحمت جوش پر ہے۔ ہر نامۂ معصیت پر خطِ تنسیخ کھینچ دیا

Marfat.com

گیا۔ ہر مجرم کو معافی مل گئی، ہر خطا کار پر بخشش کی چادر ڈال دی گئی۔ ہر زخم پر مرہم رکھ دیا گیا۔ ہر دامن کو گلِ اُمید سے بھر دیا گیا۔ ہر آنکھ بادۂ مسرّت سے چھلکی پڑتی ہے۔ سب کو نوازا جا رہا ہے ہر ایک کی دلدہی ہو رہی ہے۔ یہ حرم ہے۔ رحمتوں کا خزینہ ہے۔ خدائے کریم کا دربار ہے۔ یہاں سے کوئی محروم نہیں لوٹا۔

مکّہ معظمہ عشّاق کے راستے کی پہلی منزل ہے۔ مقصود یہ ہے کہ آنسوؤں سے چشمِ دل کو منزّہ و مُطہّر کر لو۔ گناہوں کی آلودگیوں سے دامنِ دل دھولو۔ آبِ زم زم سے جسم کی شریانوں کو منوّر و درخشاں کر لو۔ مقامِ ابراہیمؑ پر نفل ادا کر کے دعائیں مانگ لو۔ خانۂ کعبہ کا طواف کر کے اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی لے لو۔ بیتُ اللہ کی زیارت کر کے، حجرِ اسود کو چُوم کر، دربارِ رسالت کی حاضری کے قابل ہو جاؤ۔ وہ دربار جہاں فرشتے سر جُھکائے آتے ہیں۔ جس روضۂ اقدس و اطہر پر کروڑوں رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ خُدا اور فرشتے صلوٰۃ و درود پڑھتے ہیں۔ خانۂ کعبہ کی حاضری کس نے بتائی؟ فضیلتوں اور برکتوں کے مقامات کا تعین کس نے کیا؟ اِن مقامات پر رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے عملی طور پر لوگوں کو دکھایا کہ میرے جدِّ امجد کے مقامات پر اللہ تعالےٰ کے دربار میں اِس طرح حاضری دو۔ کروڑوں رحمتیں ہوں اس جانِ اطہر پر جس نے قدم قدم پر ایمان کی مشعلیں روشن کیں جس نے ہم جیسے عاجز بندوں کے لیے دُنیا و آخرت کی راہیں آسان کر دیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَّعْدِنِ الْجُوْدِ وَالْكَرَمِ
وَمَنْبَعِ الْعِلْمِ وَالْحِلْمِ وَالْحِكَمِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط
نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

مدینہ منوّرہ کی طرف روانگی

خوش قسمت مدینے کا سفر ہے

مکہ معظمہ پانچ روز قیام رہا ۔ یہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا ۔ رمضان کی برکتوں اور سعادتوں سے دامن بھر کر ، بیتُ اللّٰہ کی زیارت سے دِل و دماغ کی تاریکیاں دُور کر کے ، عمرہ و طواف سے فارغ ہو کر دیارِ محبُوب صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کی طرف روانگی کا وقتِ سعید آگیا ۔ آنسوؤں کا زادِ راہ ساتھ تھا ۔ دامن اشکِ ندامت سے بھرے ہوئے تھے ۔ کعبے کی زیارت نے آنکھوں کو جلا بخشی ۔ بیتُ اللّٰہ یہ کہتا ہُوا معلوُم ہوتا تھا کہ اے زائرین ! دربارِ نبوی میں پہنچو ۔ محبُوبِ خدا صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کے آستانے کی حاضری دو ، تمہارا ظاہر اور باطن اس حاضری نے سنوار دیا ہے ۔ حبیبِ خدا صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم پہ درُود و صلوٰۃ پڑھتے ، ہر قدم ذکرِ حبیب کرتے ، مشتاق نگاہوں کو منزلِ محبوبی پر جمائے ، دُعاؤں کے ہار ساتھ لے کر چلو ۔ چلو کہ یہی منزلِ سعادت ہے ۔ کعبۃ اللّٰہ کے بعد یہ بارگاہ کائنات کی افضل ترین بارگاہ ہے ۔ سب بارگاہیں اسی بارگاہ کے چراغ سے روشن ، سب دربار اسی دربار کے دریوزہ گر ، سب عظمتیں اسی کی بھکاری ہیں ۔ قدم قدم پر شکرِ خدا

Marfat.com

بجا لاتے ہوئے چلو کہ اُس نے اپنے دربار کی حاضری کے بعد رسُولِ مقبول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دربار کی حاضری نصیب فرمائی۔ اب بھٹکنے کی ضرورت نہیں، گمراہی کی گرد تمہارے قدموں سے نہیں جمٹ سکتی۔ ضلالت کے تمام دروازے بند کر دیے گئے، ہدایت وکرم کے در وَا ہو گئے۔ نوازشوں کی گھڑیاں تمہاری منتظر ہیں۔ سعادتوں کے خزانے لُٹنے کے لیے بیتاب ہیں۔ برکتوں کے گہر ہائے گراں مایہ تمہارے دامن کی زینت بننے والے ہیں۔ رحمتوں کے خنک سائے تمہارے تپتے ہُوئے جسموں کو سکون وراحت پہنچانے کے لیے موجُود ہیں۔ چلو کہ منزلِ محبُوب کے دیکھنے کا شرف ملنے والا ہے۔

دِل عجیب وغریب خیالات کی آماجگاہ ہے۔ کرم پر نظر ہے۔ بے بضاعتی کا خیال ہے۔ رحمتِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دربار میں حاضری کی مسرّت ہے۔ کدورتِ باطن سے خوف آتا ہے۔ اپنے دامن کے دھبّے نظر آتے ہیں۔ ادھر بارشِ لُطف وکرم کا خیال ہے۔ پاک اور مقدّس فضا کا تصوّر ہے۔ اپنے سانسوں کی اُلجھن اور کشمکش بھی جاری ہے۔ ذہن مسرّت و حیرانی کا مرکز ہے۔ دِل اضطراب وشوق کا عجیب وغریب مرقّع ہے۔

سامان باندھا جا رہا ہے۔ معلّم کے بھیجے ہُوئے مزدور، جلدی کرو جلدی کرو کی صدائیں بلند کر رہے ہیں ـــــ جلدی کرو ورنہ بس مدینہ منوّرہ روانہ ہو جائے گی۔ مَیں اِس جُملے پر ہنس دیا۔ اب تو دائرۂ کرم میں ہیں، اب تو ہم الطاف واکرام کے دہانے پر پہنچ چکے ہیں۔ اب بس ہمیں چھوڑ کر نہیں جا سکتی۔ دونوں کریم ہیں، اب کسی مرحلے پر مایوسی وپریشانی کا سامنا نہ ہوگا۔

جلدی جلدی سامان باندھا۔ کچُھ مکّہ معظّمہ چھوڑا، کچُھ ساتھ لیا۔ خدا جانے کیا ساتھ لیا۔ کیا چھوڑا۔ سامان کا کس کو ہوش تھا؟ باہر گاڑی کھڑی تھی جو کچُھ سمیٹا تھا بس کی چھت پر ڈھیر کر دیا۔ ڈرائیور مختلف مقامات سے حجّاج کو لیتا ہُوا، چھت پر سامان سنبھالتا ہُوا جا رہا تھا۔ یہ مرحلہ دو تین گھنٹے

Marfat.com

میں طے ہوگیا۔ کافی رات گئے بس نے منزلِ محبوبی کا رُخ کیا، لب پہ یہ مصرع بیساختہ آگیا ع

اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر ست

خنک جھونکوں نے استقبال کیا۔ چاندنی رات نے مبارکباد دی۔ دودھیا فضا نے مژدہ سنایا تمام وادی خیالِ حبیب صلّی اللہ علیہ وسلّم سے مہک مہک اُٹھی۔ تمام کائنات بقعۂ نور بن گئی۔ کونین کی تمام لطافتیں راستے میں بچھ گئیں۔ مسرّت وشادمانی کے آنسوؤں نے زمینِ مقدّس میں ستارے بو دیے۔ تمام راستہ کہکشاں ہوگیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ سفر زمین پر نہیں آسمان پر ہے۔ پستیوں سے نکل کر ہم اوج پر آگئے تھے۔ خاک کے ذرّوں سے علاقہ ختم ہوگیا تھا۔ فرشتے ہم سفر معلوم ہوتے تھے۔ درود وصلوٰۃ کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ درُود وسلام کی گونج نشاطِ دل کا سامان بنی ہوئی تھی یوں محسوس ہوتا تھا کہ ہمارے ساتھ درود وصلوٰۃ میں ساری فضا شریک ہے۔ پہاڑ، وادی، رہگزار، ریگزار کا ذرّہ ذرّہ، آسمان کا ایک ایک تارا، سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم فداہُ ابی وامی پہ سلام بھیج رہا ہے۔ موجُودات میں کون ہے جو میرے آقاؐ، میرے مولا، کائنات کے آقا و مولا پر درُود نہ بھیجے، سلام نہ پڑھے۔ روئے زمین سے عرشِ بریں تک فضا درُود وصلوٰۃ کے دل آویز نغموں سے معمُور تھی ـــــ یہ سفر انسانی معراج ہے۔ سعادت کی آخری منزل، رحمتوں کا منبع ومصدر، کرم کی انتہا ہے۔ سفر کے لمحات تجلّی سینا لیے ہوئے تھے۔ منزلِ محبوب میں ہر ذرّہ دلکشی و رعنائی کا پیکر، ہر شے نوُر میں ڈھلی ہوئی، ہر خیال مہکا ہُوا، ہر تصوّر گلشن بداماں تھا۔

رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ سحری کے لیے پہاڑ کے دامن میں ایک ہوٹل پر بس رُکی۔ چاندنی چھٹکی ہوئی تھی۔ رات کافی بھیگ چکی تھی، خوشگوار سردی سے جسم ایک گونہ سکون محسوس کر رہے تھے۔ زائرین کے پاس جو کچھ تھا کھایا۔ قہوہ کے فنجان پیئے۔ چاند پہاڑ کے اوٹ سے وادی میں کرنیں بکھیر رہا تھا۔ اسی ہوٹل کے قریب ٹھنڈی ریت پہ نماز ادا کی۔ شکرانے کے دو

Marfat.com

نفل پڑھے۔ ڈرائیور سے گزارش کی کہ اب انتظار کی گھڑیاں بہت طویل ہوگئی ہیں مہربانی فرما۔

وادیٔ بدر

اس نے عربی زبان میں مجھ سے پوچھا کہ وادیٔ بدر کی زیارت کرو گے شہدا کے مزارات پر فاتحہ پڑھو گے۔ ڈرائیور نے بدر کے میدان کا نام کیا لیا سعادت کا دروازہ کھول دیا۔ سب زائرین نے اس تاریخی اور مقدّس جگہ کی زیارت پر اتفاق کیا۔ بس کا رُخ وادیٔ بدر کی طرف ہوگیا۔ تصوّر کے سامنے حق و باطل کی پہلی جنگ کا نقشہ آگیا۔ دیدۂ تصوّر نے حیرت سے اس منظر کو دیکھا۔

رمضان المبارک کی سترھویں تاریخ ہے۔ جمُعہ کا مبارک دن ہے۔ میدان کا خشک اور ریتلا کنارہ ہے۔ دھوپ کی شدّت ہے۔ سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم ایک مختصر سے لشکر کے سپہ سالار ہیں۔ رحمتِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے جاں نثاروں کو دیکھا۔ وفا کی تصویریں، ایثار کے پیکر، خلوص کے مجسّے، شہادت کے تمنّائی، خدا کے راستے میں جان دینے کے لیے بیتاب، اذنِ پیغمبر کے منتظر، لباس دریدہ، زبانیں خُشک، تین سو تیرہ افراد، ستّر اونٹ دو گھوڑے چھ زرہیں آٹھ شمشیریں —— مگر دل مطمئن ہیں کہ رحمتِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم ساتھ ہیں محبُوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم ان کے درمیان موجُود ہیں۔ پانی نایاب ہے۔ رحمتِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بارگاہِ خداوندی میں دُعا کی، دُعا کے الفاظ سحابِ کرم بن کر چھاگئے۔ نزولِ باراں ہُوا۔ حدّت کی شدّت کم ہوگئی۔ خشک لب سیراب ہوگئے۔ پانی کو روک کر چھوٹے چھوٹے حوض بنا لیے کہ وضو اور غُسل کے کام آئیں۔

دوسری طرف نخوت و تکبّر کے قلعے ایستادہ تھے۔ نسلی برتری، غرور اور کفر نے سینوں کو جہنّم بنا رکھا تھا۔ دشمن لوہے کے لباس میں غرق، اس کا ہر فرد زرہ بکتر سے لیس تھا۔ خورد و نوش کا سامان تھا۔ سات سو اونٹ، دو سو گھوڑے ساتھ تھے۔ ڈھالیں تھیں، تلواریں تھیں۔ آلاتِ

Marfat.com

حرب کی فراوانی تھی۔

اگرچہ مُسلمانوں کی جماعت بظاہر کمزور دکھائی دیتی تھی۔ان کے پاس سامانِ حرب بھی نہ تھا مگر مُسلمانوں نے دُنیوی سازو سامان پر کبھی تکیہ کیا ہی نہ تھا۔ ان کو خدا و رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان کا سہارا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ باطل مٹ جانے والا ہے۔ حق غالب آئے گا۔اگر ایک حقیر، بے مایہ اور فانی وجود خوشنودیِ حبیبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کا باعث ہو جائے تو اِس سے بڑھ کر سعادت مندی اور کیا ہو سکتی ہے ؟۔ یہ لوگ فنا ہو کر حیاتِ جاوداں پانے کے عادی تھے۔ یہ نفوسِ قدسیہ زندگی کی بازی ہار کر آخرت کی بازی جیتنا جانتے تھے ۔ یہ موت اور زندگی میں ایک جَست سے زیادہ فاصلہ نہ سمجھتے تھے ۔اگر ایک لمحۂ شہادت ابدی زندگی کا پیغام بن جائے تو یہ نفع بخش سَودا کون نہ کرے گا ۔حقیقت تو یہ ہے کہ ان کے ارادے کے آگے موت روپوش ہو جاتی تھی ۔

اِس وادی سے زیادہ مقدس کونسی وادی ہوگی جہاں سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مُبارک نقوشِ کفِ پا ہیں جن کی برکت سے بدر کے ذرّے ستاروں کی طرح چمکنے لگے۔جہاں محبوبِ ربّ العالمین نے عرشہ میں گڑگڑا کر خدا کے حضور اپنی جبینِ مبارک اسی خاک پر سجدے میں رکھی اور اسلام کی فتح ونصرت کے لیے بارگاہِ ربّ العزّت میں دُعا کی ۔یہی وہ خاکِ پاک ہے جس میں ہادیٔ برحق صلّی اللہ علیہ وسلّم کے آنسو جذب ہیں ۔ان مقدّس آنسوؤں نے اس وادی کو قیامت تک کے لیے تابندہ کر دیا۔ حبیبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اِس دُعا نے اِسلام کو وہ سرفرازی وسربلندی عطا فرمائی کہ ساری کائنات نغمۂ توحید سے گُونج اٹھی ۔سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مبارک لبوں سے نکلی ہوئی دُعا کیسے مستجاب نہ ہوتی ؟ یہ محبوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دل کی پکار، آخری پیغمبر صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لبِ معجز نما سے نکلی ہُوئی صدا تھی ۔یہیں حضورِ اکرم

Marfat.com

صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے جاں نثاروں کو فتح و نصرت کی بشارت دی۔

بدر کی وادی میں شہدائے کے سانسوں کی مہک پھیلی ہوئی تھی یہ پہلے اسلامی جیش کے نفوسِ قدسیہ تھے۔ وہ بے سروسامان گھر سے خدا کے نام کا بول بالا کرنے، ظلمتوں کے حصار توڑنے، سرکشی و تعدّی کے قلعوں کو مسمار کرنے، معبودانِ باطل کو نیست و نابود کرنے کے لیے نکلے تھے۔ اُنکی نظریں ظاہری اسباب پر نہیں تھیں۔ ان کے دل فولاد سے زیادہ محکم، ان کے ارادے چٹانوں سے زیادہ مضبوط تھے۔ ان کے پائے استقلال ہر آزمائش، ہر امتحان میں غیر متزلزل رہے تھے، دشمن کا سازوسامان اور اس کی شان و شوکت ان بلند نظر، عالی حوصلہ، اولوالعزم اصحابِ رسُولؐ کو کیونکر متاثر کر سکتی تھی۔ جنہیں دامانِ رحمت میں پناہ مِل چکی ہو ان پر خوف کے بھیانک سائے کیسے پڑ سکتے تھے۔

بدر کے میدان میں شہدا آرام فرما تھے۔ وہ اپنی اپنی قبر میں آسودہ، خوابِ راحت کے مزے لے رہے تھے۔ ہر قبر اسلام کی شوکت کا نشان، ہر ذرّۂ خاک اسلام کی عظمت کا امین تھا۔ یہ بے نشان قبریں اسلام کے وہ سنگِ میل ہیں جنہیں امتدادِ زمانہ کبھی محو نہ کر سکے گا۔ یہ اِسلامی تاریخ کی وہ یادگار ہے کہ پھر تاریخ کے اوراق کو ایسے جرأت آزما، بہادر اور جری لوگوں کی داستانیں نصیب نہ ہوئیں۔

شہیدوں کی یہ آرام گاہ چشمِ بینا کے لیے شہادت کی درس گاہ ہے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے تربیت یافتہ اِن نفوسِ قدسیہ نے جس جس ادا سے اپنی جان، جانِ آفریں کے سپُرد کی۔ اس کو فرشتے بھی حیرت و استعجاب سے دیکھتے تھے۔ ان کی شجاعت اور پامردی کی داستانیں آنے والوں کے لیے درسِ حیات بن گئیں۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فدائی، سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے شیدائی، اسلامی لشکر کے مجاہد زمانے کی جبین پر اپنے خلوص و ایثار

Marfat.com

کے انمٹ نقوش چھوڑ گئے جن کی تابناکی نے وادیٔ بدر کو بدرِ کامل بنا دیا۔

اِس مقدّس زمین پر دو نفل ادا کیے۔ شہیدوں کی بارگاہ میں آیاتِ ربّانی کا ہدیۂ عقیدت پیش کیا۔ اِن کے وسیلے سے اعزّہ و اقارب، مجاہدینِ پاکستان اور پاکستان کی ترقّی و استحکام کے لیے دُعائیں کیں۔ دُعا کی کہ اے خداوندِ کریم! ہمارے مجاہدوں، سرفروشوں کو پھر وہی شہدائے بدر جیسا جوشِ ایمانی، غیرتِ اسلامی اور اِستقلال و پامردی عطا فرما۔

بدر کے شہداء کو پُرنم آنکھوں سے سلام پیش کیا۔ بس پھر اسی منزلِ سعادت کی طرف مُڑ گئی۔

نیند آنکھوں سے کوسوں دُور تھی۔ اِس لیے کہ منزل نزدیک تر ہوتی جا رہی تھی۔ چاند پُوری تابانیوں، جلوہ سامانیوں اور ضیا پاشیوں سے مدینے کے راستے پر چاندنی نچھاور کر رہا تھا۔ ذہن نے ماضی کے اوراق پلٹنا شروع کیے، حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاکیزہ دَور کی یادوں نے زِندگی کا رُوپ دھار لیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جاں نثاریوں اور فداکاریوں کے واقعات چلتے پھرتے کردار نظر آنے لگے۔ اِنسان بھی کیا مجموعۂ اضداد ہے۔ عجز کا یہ عالم کہ سامنے کی چیز سے بے خبر ہے مگر جب تخیلات کے دروازے کھُلتے ہیں تو ہر چیز مشاہدہ بن جاتی ہے، بُعدِ زمان و مکان راستے میں حائل نہیں ہوتا۔ ماضی و حال یکساں نظر آنے لگتے ہیں۔ آدمی خود مشاہدہ کا ایک حصّہ بن جاتا ہے یہ کیفیّات از خود پیدا نہیں ہوتیں، جب عشق و خلوص کی قندیل سینے کے نہاں خانے میں روشن ہوتی ہے تو ہر چیز اُجالے میں آجاتی ہے۔ آنکھیں بلا واسطہ اِن کا مشاہدہ کرتی ہیں اسے ہی کشف کہا جاتا ہے۔ پردے اُٹھتے چلے جاتے ہیں، حجابات باقی نہیں رہتے مگر یہ کیفیّت تو پاکانِ بارگاہ کی شان ہے

ذکرِ ہجرت

تصوّر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانۂ اقدس کی طرف لوٹ گیا۔

Marfat.com

مکّہ معظمہ سے اِس ذاتِ گرامی کا زمانہ ہجرت یاد آگیا۔

مکّہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کا فاصلہ تقریباً پونے تین سو میل کا ہے۔ یہ فاصلہ آج کوئی فاصلہ نہیں۔ اِنسان نے دوری کو سمیٹ لیا ہے۔ پھیلی ہوئی فضا کو محدود کر کے اپنے بس میں کر لیا ہے۔ وقت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لی ہے۔ میلوں کے فاصلے منٹوں میں طے ہونے لگے مختصر زندگی کائنات کے وسیع علاقے پر پھیل گئی۔ ہر لمحہ زمان و مکان کا احاطہ کرنے لگا۔ مگر ہجرت کے اِس زمانے کی بات ہے جب نورِ ایمانی سے مہیب راستے روشن ہوتے تھے، عزم کے تیور راستے کے بَل نکالتے تھے۔ حوصلے کی بلندی پہاڑوں کو نیچا دکھاتی تھی۔ بوڑھے عزم تازہ لے کر چلتے تھے۔ نوجوان ستاروں پر کمندیں ڈالتے تھے۔ دریاؤں اور سمندروں کے سینوں کو کشتیوں اور جہازوں سے نہیں۔ جوش و ولولے سے پار کیا جاتا تھا۔ جہاں کہیں خدائے واحد پر ایمان رکھنے والے پہنچے تو آفات نے منہ چھپا لیا۔ مصائب ان کے ارادے کی پختگی کے آگے سرنگوں ہو گئے۔

حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا سفر عزم و استقلال، ایمان و یقین کا بے نظیر درس ہے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صحبت نے ضعیفوں کو توانائی بخشی، کمزوروں کو جرأت و ہمّت عطا کی، دُشمن ان بے سروسامان، پریشان حال مُسلمانوں کی قوّتِ ارادی اور جرأتِ ایمانی سے کانپ کانپ اٹھا۔ اللہ تعالیٰ نے سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ہجرت کے لیے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر لبیک کہتے ہُوئے ہجرت کی۔ مکّہ معظّمہ کے باشندوں کا استبداد اور اِسلام دشمنی حد سے بڑھ گئی۔ اعزّہ و اقارب نے مُنہ پھیر لیا۔ صادق اور امین کا لقب دینے والے جان کے دُشمن ہو گئے۔ خود ساختہ خُداؤں کو پُوجنے والوں نے ایک خُدا کے سامنے جُھکنے سے انکار کر دیا۔ حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس حال میں گھر چھوڑا کہ سارا گھر دشمنوں کے حصار میں تھا۔

Marfat.com

دشمن سرطرف سے راستہ گھیرے ہُوئے تھے مگر چشمِ فلک نے اس کٹھن آزمائش کے وقت ایسا قلبِ مطمئن کہاں دیکھا تھا۔ نہ دشمنوں کا خوف ہے، نہ ان کی چمکتی تلواروں کا ڈر، نہ ان کے نرغے میں محصُور ہونے کی پریشانی ہے۔ جسکے ساتھ قادرِ مطلق کی ذات ہو اس کو کیا پرَوا۔ یہ اللہ کا پیارا، کائنات کا دُولہا، ماہتابِ رسالت نیم شب میں اس طرح طلوُع ہوتا ہے کہ دشمنوں کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں۔ حضورُ صلّی اللہ علیہ وسلّم سورۂ یٰسین کی تلاوت کرتے ہوئے ان کے حلقۂ ظلم سے کمال اطمینان کے ساتھ نکل کر اپنے رفیق حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لاتے ہیں، ہجرت کا فرمان سناتے ہیں۔ حضوُر صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رفاقت کی سعادت، حضوُر صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ سفر کا اعزاز تو اسی جاں نثار کے حصّے میں آیا تھا: اے اللہ کے نبی! صلّی اللہ علیہ وسلّم مَیں حاضر ہُوں۔ اے رسُولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم میرے لیے یہ شرف آخرت کا بے بہا توشہ ہے۔ میرا مقصُود ہجرت کے واقعات بیان کرنا نہیں، تاریخ نے اپنے دامن میں ہجرت کے ایک ایک جزو کو سمیٹ لیا ہے۔ مَیں تو بس کی کھڑکی سے ان نوکیلے پتھروں، خشک و گرم پہاڑوں کو دیکھ رہا تھا۔ نہ راستہ ہے، نہ سڑک ہے، نہ تیز رو سواری ہے۔ دُو اونٹ ہیں جو کائنات کی دولت سمیٹے مدینے کی طرف جا رہے ہیں۔ دُشوار گزار راستہ، پہاڑ، تپتی ہُوئی ریت، سر پر کھُلا آسمان۔ اے اللہ! یہ تیرے محبُوب ہی کی شان تھی کہ کس عزم سے یہ راستہ طے کیا۔ وہ الفاظ اپنے اندر سکون و اطمینان کی دُنیا لیے ہوئے تھے جب آپ نے اپنے ساتھی اور رفیقِ سفر سے کہا کہ غم نہ کر خدا ہمارے ساتھ ہے۔

کارواں چلتے ہیں تو زندگی کا سازوسامان ساتھ لے کر چلتے ہیں۔ جان کے خطرے کے پیشِ نظر ہر چیز مہیّا کرتے ہیں۔ ہتھیار ساتھ ہیں کہ قافلہ لُٹ نہ جائے۔ سامانِ خورد و نوش ہے کہ جسم و روح کا رشتہ برقرار رہے۔ ساتھی ہیں، ہم سفر ہیں کہ مصیبت میں کام آئیں۔

Marfat.com

ایک سواری نہیں، متعدد سواریاں ہیں کہ وقتِ ضرورت کام میں لائی جا سکیں۔

مگر یہ مختصر ترین قافلہ ہے۔ یہ قافلہ صرف دو مقدّس جانوں پر مشتمل ہے۔ اس قافلے کے سفر کا مقصود ہی جُدا گانہ ہے۔ یہ قافلہ نہ تجارت کی غرض سے گھر سے نکلا ہے، نہ کسی پر حملہ کرنے کی نیّت سے، اِس قافلے کی تلاش میں تو مکّہ کے سارے قریش ہیں۔ اس کے تعاقب میں تو دُنیا کا سازو سامان لگا دیا گیا ہے۔ پھر اسی خیال نے ذہن کو گھیر لیا کہ کیسے اِن نوکیلے پتھّروں، اِن خشک و گرم پہاڑوں سے سرورِ دوجہاں صلّی اللہ علیہ وسلّم گزرے ہوں گے۔ ایک ساتھی ہے کہ جس کی مثال ساری کائنات پیش نہیں کر سکتی، ایک جاں نثار ہے کہ جاں نثاری کا معیار اس سے بلند ہو ہی نہیں سکتا۔ ایک ہم سفر ہے کہ جس کی قسمت پر فرشتے رشک کرتے ہیں۔ یہ رفیق، مصائب و آلام کا ساتھی، ہر نازک مرحلے پر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا شریکِ کار، ہجرت میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ہم سفر، خوش بختی کی معراج دیکھیے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اِس رفاقت پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مُہر لگا دی۔ آج بھی سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پہلو میں آرام فرما ہے۔ مقصود یہ تھا کہ قیامت کے روز میری زیارت سے مشرّف ہونیوالا سب سے پہلے میرا رفیق ہی ہو۔

اے حبیبِ خدا! صلّی اللہ علیہ وسلّم تجھ پر کائنات کے درود و سلام، اے محسنِ اعظم! اِنسان تیرے احسان کیسے بُھلا سکتا ہے؟ اے خاتم النّبیّین! صلّی اللہ علیہ وسلّم تُو نے مُردہ دِلوں کو زندگی بخشی، ظلمات میں نورِ الٰہی سے اُجالا کیا، سرکش گردنوں کو خدا کے حضور جُھکا دیا۔

بس پُوری رفتار سے جا رہی تھی۔ فاصلہ کم ہو رہا تھا۔ دھڑکنیں زیادہ ہو رہی تھیں۔ صبا کوئے حبیبؐ سے خوشبو کے جھونکے لا رہی تھی جس سے مشامِ جاں معطّر ہو رہا تھا۔ پتہ چلتا تھا کہ دیارِ حبیب صلّی اللہ علیہ وسلّم نزدیک ہے:

Marfat.com

مدینے کی بستی قریب آگئی ہے
کہ خوشبوئے کوئے حبیبؐ آگئی ہے

نگاہوں میں ہے سبز گنبد کا جلوا
دلوں میں بھی دھڑکن عجیب آگئی ہے

تڑپتے رہے عمر بھر جس کی خاطر
وہی ساعتِ خوش نصیب آگئی ہے

مدینہ ہے، یہ طورِ سینا نہیں ہے
تجلّی دِلوں کے قریب آگئی ہے

تری یاد نے مجھ کو تسکین بخشی
گھڑی جب بھی کوئی مہیب آگئی ہے

تصدق ہیں جس پر دل و جان حافظ
وہ روضے کی جالی قریب آگئی ہے

مدینہ منوّرہ میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ورودِ مسعود

صبح نے اپنی نورانی کرنیں پہاڑوں کی چوٹیوں پر بکھیرنا شروع کیں۔ آسمان کا نور زمین کی گود میں سمٹتا چلا گیا۔ معاً ذہن اس روزِ سعید کے تصوّر میں گم ہو گیا۔ جب یہ مختصر سا کارواں راستے کی صعوبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتا ہُوا، پہاڑوں اور وادیوں سے گزرتا مدینے کی سرزمین پر جلوہ ریز ہُوا ہوگا۔ مدینے کے لوگ کس بیتابی سے، اُمڈتے ہوئے آنسوؤں سے، اضطرابِ دل وجاں کے ساتھ، آنے والے مقدّس مہمان کے استقبال کی تیّاریوں میں مصروف ہوں گے۔ مدینے کی سرحد پر ایسا مقدّس ومحترم مہمان کب نمودار ہُوا ہو گا۔ ایسا پُرخلوص اور پُراشتیاق استقبال کائنات میں کس کے لیے کیا گیا ہوگا۔ بتوں کی پرستش سے منہ موڑ کر باطل کی تیرہ و تار فضاؤں سے نکل کر اسلام کے سایۂ رحمت میں پناہ لینے والے اپنے ہادی اور اپنے محسن کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے کس طرح گھروں سے نکل نکل کر مدینے کے ثغور پر آتے ہوں گے۔ کس طرح ان عاشقانِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہجر کی گھڑیاں تڑپ تڑپ کر کاٹی ہوں گی۔ ہجر کے ایسے دل گداز، جان سوز اور پُرشوق لمحات اِس بستی کے رہنے والوں نے کب دیکھے ہوں گے ـــــ ہجر کی

گھڑیاں کٹ گئیں۔ مطلعِ نور نظر آنے لگا۔ آخر وہ خورشیدِ جہاں تاب، مہرِ رسالت، نورِ مبیں، شمعِ صدق دیقیں، جانِ جسم جلوہ نما ہُوا۔ اہلِ مدینہ کی مسرت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ الفاظ میں کیسے اِن خوشی سے تمتماتے چہروں، شادمانی سے بھرپُور سینوں اور خوشی سے اُمڈتے ہوئے آنسوؤں کی تصویر کشی کی جاسکے ۔ ہر دل مہمانی کے لیے بیتاب، ہر آنکھ اس تجلّی کی جھلک دیکھنے کے لیے مضطرب تھی۔ ایسے جلیل القدر اور رفیع الشّان مہمان کی آمد پر اس فخرِ موجُودات اور مقصودِ کائنات کی تشریف آوری پر اہلِ مدینہ ہی نہیں، شجر، حجر، چرند، پرند بلکہ موجُودات کی ہر شے نے خوشیاں منائی ہوں گی۔ جس ذرّے پر حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قدم مُبارک پڑے ہوں گے، وہ آفتاب بن گیا ہوگا۔ جس گھر کو اس پیکرِ رحمت نے شرف بخشا ہوگا، وہ اُجالوں کا مرکز بن گیا ہوگا۔

ننھی منی معصوم بچیوں نے جب اِس مقدس مہمان کی آمد پر ثنیّات الوداع پر یہ اشعار پڑھے ہوں گے تو ان کے معصُوم لہجے اور پُرشوق آواز پر فرشتے بھی وجد میں آگئے ہوں گے۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا
مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا
مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِ
اَيُّهَا الْمَبْعُوْثُ فِيْنَا
جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

مَیں انہی تصوّرات میں گُم تھا کہ بس سے بیساختہ درود و سلام کی صدائیں بلند ہونا شروع ہوگئیں۔ محبوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کا گنبدِ خضریٰ نظر آگیا تھا۔ بس حدودِ مدینہ منوّرہ میں داخل ہوچکی تھی:

Marfat.com

بخشش نظر آئی مجھے رحمت نظر آئی
صد شکر ترے شہر کی صورت نظر آئی

آنکھوں کو میسّر ہیں مدینے کی فضائیں
اِک عمر کے بعد آج وہ ساعت نظر آئی،

زائرین نے آنسوؤں کے ہدیے اور دھڑکنوں کے نذرانے پیش کیے اور تھا بھی کیا کہ اِس بارگاہِ اقدس پر نچھاور کرتے یہی زادِ راہ عمر بھر کا سرمایا تھا جو دُنیا کی کلفتوں سے چُھپا چُھپا کر نہاں خانۂ دل میں جمع کر رکھا تھا۔ بیتابی اور بڑھی، دھڑکنیں اور تیز ہوئیں، آنسوؤں کی فراوانی ہوتی گئی۔ ابھی تو دیدارِ بارگاہِ رسالت اور حسرت وارماں کے درمیان ایک مرحلہ باقی تھا۔ درود وصلوٰۃ کی گونج مدینہ منوّرہ کی حدود میں پھیل گئی۔ بس پاسپورٹ دِکھلانے کے لیے رُکی۔ ہم سر جھکائے نیاز کے پیکر بنے ہُوئے بس سے اُترے۔ سرزمینِ مدینہ پر قدم رکھّا۔ خدا کی حمد و ثنا وردِ زباں تھی۔ اے مالک الملک! تیرا کرم ہے کہ تُونے اپنے محبوب صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بستی کے جلووں سے نظر کو سیراب ہونے کا موقع عطا فرمایا۔ ہم خوش بخت تھے، ہمیں اپنے بختِ رسا پر ناز تھا۔ ہم معطّر و مقدّس فضاؤں میں سانس لے رہے تھے۔ جس کے لیے نفس نفس آرزو اور نظر نظر متجسّس رہی تھی۔ عمر بھر کی ترسی ہوئی نگاہوں کو اِس مقدّس بستی کی زیارت کا شرف نصیب ہُوا ؎

وہ جلوے ترستی تھیں جن کو نگاہیں
نگاہوں سے نزدیک تر آ گئے ہیں

اب وہ دیارِ حبیبؐ سامنے تھا:

خوشا نصیب کہ ہے سامنے دیارِ حبیبؐ — ہزار جان اگر ہو، کروں نثارِ حبیبؐ
زہے کرم کہ درِ مصطفیٰؐ پہ آ پہنچا — خوشا نصیب ہُوا ختم انتظارِ حبیبؐ

Marfat.com

حیرت و مسرت کے حسین امتزاج سے ہر ذرّۂ نور میں جلوۂ طور دیکھ رہے تھے۔ زبان پر بار بار حمدِ خدا آتی۔ اے خدا! تیرا شکر کس زبان سے ادا کریں؟ اے کریم! تیرا کرم لامتناہی ہے، تیرے فضل کا درخشاں نشان اس دیارِ پاک میں خود ہمارا وجود ہے۔ اب زندگی کی کوئی حسرت باقی نہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کس چیز کی آرزو ہو سکتی ہے، اب موت کا کھٹکا نہیں ہم دامنِ رحمت میں آگئے تھے۔ ہم خدا کے بعد کائنات کے سب سے بڑے کریم کے سائے میں پہنچ گئے تھے۔ یہاں پر موت اصل زندگی ہے۔ اس دیارِ پاک میں مرنے والے پر موت رحمت بن کر چھا جاتی ہے۔ شہرِ حبیب صلّی اللہ علیہ وسلّم میں موت پر زندگی کے سارے چشمے نثار ہیں۔ یہ دیارِ حبیب، محبوب کی بستی، رحمۃٌ للعالمین صلّی اللہ علیہ وسلّم کا مسکن ہے، یہ مدینۃ الرّسول ہے جسکو سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وجودِ اقدس واطہر سے شرف نصیب ہُوا۔ جو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی آمد سے پہلے یثرب کہلاتا تھا۔ اس کی فضاؤں میں بیماری، اس کی زمین میں مصیبتوں کی تاثیر تھی۔ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہجرت کے بعد اس زمین کو اپنی مستقل اقامت گاہ بنایا اور دُعا فرمائی کہ اے خداوندِ کریم! اس فضا کو آفات اور مصیبتوں سے پاک فرما دے۔ اِسکی زمین کو باعثِ خیر و برکت بنا دے۔ دُعا کے الفاظ ابرِ رحمت بن کر اِس زمین پر چھا گئے۔ فضائیں تمام کثافتوں اور بلاؤں سے پاک وصاف ہوگئیں۔ یہی سرزمین، امن وسکون، اطمینان وراحت اور خیر و برکت کی سرزمین بن گئی۔ جو مٹّی ہلاکت کی تاثیر رکھتی تھی وہ شفا کی تاثیر رکھنے لگی۔ حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ مدینے کی مٹّی میں شفا ہے۔ مکّہ مکرّمہ قیام کے دوران سر میں زخم ہو گئے تھے۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث ذہن میں تھی۔ قالین سے نیچے کی مٹّی اُٹھا کر سر پر مل لی، دوسرے دن زخم بھر گئے ——— اگلے دن زخموں کا نشان بھی باقی نہ رہا۔

Marfat.com

دیارِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے آداب ہر لحظہ ذہن میں رہنے چاہییں۔ یہاں انکساری اختیار کی جائے۔ اِس خطّہ پاک پر جابجا حبیبِ خُدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نقشِ کفِ پا ہیں۔ عشّاق یہاں بہ صد ادب و احترام چلتے ہیں کہ مُبادا حبیبِ خُدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نقشِ کفِ پا پر پاؤں پڑ جائے اور گستاخی ہو جائے۔ اے زائرینِ دیارِ رسُولؐ! اپنی چال آہستہ رکھو، تکبّر کی چال نہ چلو۔ اے حجاجِ کرام! یہ وُہ مقدس بستی ہے جہاں فرشتے سر جھکائے عجز و نیاز سے حاضر ہوتے ہیں۔ رتبہ شناس، پاکانِ بارگاہ نے تو اس بستی میں اُونچی سانس تک نہیں لی۔ اِس زمین پر ننگے پاؤں چلے۔

اِس بستی میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال بسر کیے۔ ادب کا یہ عالم تھا کہ حرمِ نبوی شریف میں کلامِ پاک کے اوراق آہستہ اُلٹتے تھے کہ ایسا نہ ہو ورق اُلٹنے کی آواز حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم تک پہنچ جائے اور اس سے رُوحِ اطہر کی لطافت متاثر ہو۔ حوائج ضروریہ کیلیے مدینہ منورہ کی حدود سے باہر تشریف لے جاتے تو آہستہ آہستہ حدودِ مدینہ سے باہر جاتے مگر واپسی پر اس کے برعکس تیزی سے تشریف لاتے۔ سبب پُوچھا گیا تو فرمایا کہ اِس لیے آہستہ جاتا ہوں کہ اگر موت کی ساعت آئے تو حدودِ مدینہ کے اندر آئے۔ واپسی پر بھاگ کر اس لیے آتا ہوں کہ اگر موت کی ساعت آئے تو حدودِ مدینہ کے اندر آئے اور مرنے سے پہلے شہرِ رحمت و برکت میں داخل ہو جاؤں۔ ادب کا معیار عشق کے مزاج پر منحصر ہے۔ عشق کے بغیر ادب کا مفہوم سمجھ میں آ ہی نہیں سکتا۔ میرؔ نے یقیناً اسی مقام پر کہا ہے ؎

دُور بیٹھا غبارِ میرؔ ان سے
عشق بن یہ ادب نہیں آتا

اسی عاشقِ رسُولؐ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا عشق و محبّت سے لبریز واقعہ یاد آگیا۔ حرمِ نبوی (الشریف) میں حدیث شریف کا درس دے رہے تھے کہ بچھّو نے ڈنک مارا۔ آپ اُسی انداز

نشست میں حدیثِ پاک پڑھاتے رہے۔ بچھو نے بار بار ڈنک مارا۔ جنبش تک نہ کی، اِسی اِستغراق اور اسی محویّت سے درس دیتے رہے جب درس ختم ہُوا تو آپ کے چہرے کا رنگ متغیّر ہوگیا۔ تلامذہ نے سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ رسُولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حدیثِ مبارک پڑھا رہا تھا۔ مَیں نے پہلو بدلنا خلافِ ادب سمجھا۔ یہ ادب اور احترام ہی عشقِ مصطفوی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا مظہر اور نجاتِ اخروی کا ضامن ہے۔

مصنّف کی مدینہ منوّرہ میں حاضری

پاسپورٹ واپس مل گئے۔ ڈرائیور نے شہرِ محبُوبی، دیارِ تمنّا، شہرِ آرزو اشکوں کی قبولیّت کے مقام، آہوں کی سرفرازی کے خطّہ مُبارکہ کی طرف بس چلائی۔ در و دیوار کو نظر چُومتی گزری۔ ذرّے ذرّے کو احترام و عقیدت سے دیکھا۔ یہی وہ شہرِ مقدّس ہے، جہاں محبُوبِ ربّ العالمین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عُمرِ مبارک کے دس سال بسر کیے۔ یہ دس سال اِسلامی تاریخ کے تابندہ نقوش ہیں۔ ہر دن نے اِسلامی تاریخ میں حسین اضافہ کیا۔ ہر واقعہ زمانے کی جبین پر خورشید بن کر چمکا، یہ آزمائشوں کا دَور تھا۔ معرکہ ہائے حق و باطل کا فیصلہ کُن دَور تھا۔ تبلیغ و تعلیم کا دَور، عروج و اقبال اور فتح و نصرت کا دَور تھا۔ کتنے لازوال ابواب اس زرّیں اور مقدّس عہد میں تاریخ کے اوراق کی زینت بنے۔ جو قیامت تک مسلمانانِ عالم کے لیے درسِ حیات اور وجہِ بصیرت ہیں۔ آج بھی اس مقدّس سرزمین سے اس عہد کے عنوانات چُنے جا سکتے ہیں۔ اگرچہ طرزِ جدید کی عمارات نے اِس دور کے کچّے مکانوں کی جگہ لے لی ہے مگر فضاؤں میں ابھی تک ان نفوسِ قدسیہ کی خوشبُو بسی ہوئی ہے۔

کائنات کا یہ کتنا مبارک و مقدّس شہر ہے کہ محبُوبِ خدا، آرزوئے کائنات، مولائے کُل، ختمِ رُسل، دانائے سبل علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اس جگہ آرام فرما ہیں ؎

Marfat.com

وہ دانائے سُبل، ختم الرُّسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیِ سینا (اقبالؒ)

اِس مقدّس بستی کو دیکھنے کی حسرت میں اَن گنت لوگ اشک بہاتے ہیں۔ اس کی یاد نے سینوں کو آباد کر رکھا ہے۔ اِس دربارِ مقدّس پہ زمانے بھر کے شہنشاہ بھیک کے لیے جھولیاں پھیلاتے ہیں۔ چاند اس روضۂ منوّر سے نُور کی خیرات مانگتا ہے۔ حرمِ پاک کی خاک فرشتوں کے چہروں کا غازہ ہے۔ کائنات کا جمال اُس کی تجلّیات کا صدقہ ہے ؎

آئینۂ جمال ہے صورتِ حق نما تری
پھیلی ہے کائنات میں چار طرف ضیا تری
ہے لبِ جبرئیلؑ پہ شام و سحر ثنا تری
غازۂ روئے قدسیاں تابشِ خاکِ پا تری
صَلِّ علٰی نبیِّنا صَلِّ علٰی محمدٍ
(حافظ مظہر الدین)

تاروں نے حرمِ پاک کے ذرّوں سے چمک پائی، گلزاروں کا دامن اِسکی خوبی و رعنائی سے مہک اُٹھا، پھولوں کی نکہت، چمن کی شگفتگی میں اسی کا جمال ضیا ریز ہے۔ اِسی وجُودِ پاک سے تمام کائنات کی زیبائیاں اور تمام عالم کی حسن آرائیاں ہیں۔ لولاک لما کی خلعت اسی وجُودِ مقدّس پہ راس آئی۔ خاتم النّبیّین کا لقب اسی ذاتِ گرامی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کے لیے تھا، قرآنِ حکیم اسی ذاتِ مطہّر پہ اُتارا گیا، یہی بستی نزولِ قرآن کی جگہ ہے۔ فرشتوں کا نزول یہیں ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کی آرزوؤں کا حاصل یہی مقام ہے۔ اسی روضۂ اطہر پہ نثار کرنے کے لیے صبا درود وسلام کے پھُول دنیا کے گوشے گوشے سے لاتی ہے ؎

مُراد یہ ہے کہ روضے پہ ان کو لے جائے   گُلِ درود ہیں سب دامنِ صبا کے لیے

Marfat.com

کونسی زبان ہے جس پر سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مدح و ثنا نہیں۔ کونسا دل ہے جس کی دھڑکن میں حضُور کی محبّت کا ظہور نہ ہو۔

اے رحمۃ للعالمین! صلّی اللہ علیہ وسلّم آپ پر لاکھوں درود و سلام۔ اے محبوبِ کائنات! صلّی اللہ علیہ وسلّم اس عاصی اور خاطی کا سلامِ عجز قبول فرمائیے۔

مَیں انہی خیالات میں گم تھا کہ بس سے سامان اُتارا گیا۔ قیام گاہ پہ سامان رکھا۔ غسل کیا، کپڑے بدلے، خوشبُو لگائی۔ باطن کی صفائی میسّر نہیں کہ روضۂ اقدس کی حاضری کے قابل ہو سکوں مگر یہ ظاہری پاکیزگی تو اپنے بس کی بات ہے۔ مگر ہمارا ظاہر بھی اس قابل کہاں ہے کہ دربار میں حاضر ہو سکے۔ گھر سے نکلے، درود شریف وردِ زبان تھا۔ قدم رُک رُک کر پڑ رہا تھا۔ ادب دامن گیر تھا۔ شوق مہمیز لگا رہا تھا۔ سوزِ دل کی لَو تیز ہو گئی۔ دردِ جاں سوا ہو گیا۔ رہ رہ کر خیال آتا تھا کہ خطاؤں سے آلودہ گناہوں میں ملوّث ایک عاصی کو یہ معراج کیسے نصیب ہو رہی ہے۔ یہ انعام یہ اکرام اِس کریم کے دروازے سے ملے ہیں کہ دربارِ رسالت پناہ کی حاضری کا شرف مِل رہا ہے۔ یا اللہ کس زبان سے تیرے احسانات و انعامات کا ذکر کروں، کونسے الفاظ تلاش کروں جو اس کرمِ بے پناہ کے شکریّے کے قابل ہوں ——— دل نے ندا دی کہ خاموشی بھی تو دُعا ہے۔ حیرت بھی تو شکر کی صُورت ہے۔ آنسو بھی تو جذبۂ تشکّر کا حسین اظہار ہیں۔ الفاظ تو جذبے کو محدود کر دیتے ہیں۔ ان کے معانی دائرے سے باہر نہیں نکل سکتے۔ مگر حیرت و شوق کی وُسعت لامحدُود ہے آنسوؤں کی روانی بھی تو جذبۂ شوق کی فراوانی ہے، یہ بھی تو ثنا کا انداز ہے۔ حمد کی آئینہ دار ہے۔ کرم پر شکر کا اظہار ہے۔ اللہ تعالیٰ دِلوں کے بھیدوں سے واقف ہے وہ تو انسان کے ارادوں کا محرم ہے، وہ عالم الغیب ہے۔

آخر سعادت و برکت کی معراج شرفِ زیارت کی گھڑی آ گئی۔ رحمتِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم

Marfat.com

کے دربارِ گہربار کے مینار راستے ہی سے نظر آنے لگے۔ شوق و حیرت نے زبان گنگ کر دی، سوچ کے دھارے خشک ہو گئے —— یہاں آدمی پیکرِ حیرت بن کر رہ جاتا ہے۔ فکر عاجز ہو جاتا ہے ؎

یہ وہ رستہ ہے کہ حیرت بھی عبادت ہے یہاں
منزلِ عشق و وفا میں ہے خموشی بھی سخن ،

اِس دربار کے سب فقیر ہیں، سب بھکاری ہیں، امیر کو امارت کا، شہنشاہ کو شہنشاہیت کا، آقا کو آقائی کا تصور بھی مٹ جاتا ہے۔ سب جھولیاں پھیلائے آتے ہیں، سب فقیرانہ صدا دیتے ہیں۔ یہاں نسل کا امتیاز نہیں، کالے گورے کی تفریق نہیں، سرکارِ رحمت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب یکساں ہیں۔ اپنی امت کا ایک ایک فرد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیارا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ شفقت نے تمام انسانوں کو امن و راحت کا مژدہ سنایا۔
وہ سب کے شفیع، سب کے ہادی، سب کے لیے رحمت ہیں ؎

اے خوشا صلِّ علےٰ منزلِ طیبا کا سفر
یہ وُہ رستہ ہے کہ فردوس سے جا ملتا ہے

دربارِ مُصطفوی (الشریف) میں حاضری

ہم فردوس میں داخل ہو چکے تھے۔ حرمِ پاک میں گنہ گار حاضر تھا۔ حرمِ نبوی (الشریف) میں داخل ہوتے ہی خوشبُو کا ایک تیز جھونکا آیا جس سے سارا جسم معطر ہو گیا۔ یہ مقدّس جگہ کائنات کے جمال کا مرکز ہے۔ خانۂ کعبہ کے بعد کونین میں اس سے افضل جگہ نہیں۔ اس کی عظمت ابدی ہے۔ اس کا جمال سرمدی ہے۔ ہم سر جھکائے، نظریں قدموں پر جمائے دھڑکتے دل اور اشکبار آنکھوں سے لرزاں لرزاں، خود میں سمٹتے ہُوئے دوبارہ آقائے نامدار، فخرِ موجودات،

Marfat.com

سیّدالانبیاء، خاتم النبیین، خاتم المرسلین، رحمۃٌ للعالمین صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے مواجہ شریف پر حاضر ہوگئے۔ ہونٹوں پر درود وسلام کے نغمے، آنکھیں حیرت کی تصویر اور دل کی ہر دھڑکن شکر و سپاس کا نغمہ تھی۔ سر جھکا کر ندامت کے پسینے میں شرابور، گناہوں کے احساس سے شرمندہ، ماضی کی زندگی پر پشیمان ختمی مرتبت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حضور سلام پیش کیا۔ اِس سرفرازی کے احساس نے عجیب کیفیّت پیدا کر دی کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سلام کا جواب دے رہے ہیں۔ اِس جسمِ خاکی پر، اِس عاصی پر حضور رحمتیں بھیج رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحمتوں کا نزول فرما رہا ہے۔ فرشتوں نے رحمت کی چادر تان دی۔ سلامِ شوق کونین پر محیط ہوگیا۔ اس کی برکات سے زمین و آسمان کا خلا بھر گیا۔ اِس حاضری سے سعادتِ دارین نصیب ہوگئی۔

اپنی ایک نعت کے اشعار یاد آئے۔ آنسوؤں سے غبارِ جاں دُھل گیا:

آستاں پر غلام آئے ہیں ۔۔۔ آج بہرِ سلام آئے ہیں
رُوحِ کونین، رحمتِ عالم ۔۔۔ اِس طرف بھی ہو ایک چشمِ کرم
جو ترے آستاں پہ آتے ہیں ۔۔۔ اپنی اپنی مُراد پاتے ہیں
تیرے در پر فقیر آئے ہیں ۔۔۔ ہر طرف رحمتوں کے سائے ہیں
اپنی رحمت سے جھولیاں بھر دے ۔۔۔ ہم تہی دامنوں کو گوہر دے!
درد کو زندگی عطا ہو جائے ۔۔۔ سوزِ دل اور بھی سوا ہو جائے
آنکھ کو ذوقِ دُر فشانی دے ۔۔۔ لب کو توفیقِ مدح خوانی دے

لب کو آہِ سحر عطا کر دے
سازِ خاموش کو صدا کر دے

اشعار نے سازِ جاں میں وہ ارتعاش پیدا کر دیا کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ بحضور سیّدِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم

Marfat.com

اشکوں نے دل کا بوجھ ہلکا کر دیا۔ آنسوؤں کی لڑیاں روضۂ اقدس کی جالی پر قربان ہو رہی تھیں۔ دِل سے دُعا نکلتی تھی ؎

گنہگارانِ اُمّت پر ہو رحمت کی نظر آقاؐ
کھڑے ہیں سب کے سب با دیدۂ نم یا رسُولؐ اللہ

یہی وہ مقامِ ادب ہے جس کے لیے عزّت بخاری نے کہا تھا ؎

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا

یہی وہ روضۂ اطہر ہے جس پر ستّر ہزار فرشتوں کا نزول طلُوعِ آفتاب کے وقت ہوتا ہے، ستّر ہزار ملائکہ غروبِ آفتاب کے وقت حاضری دیتے ہیں۔ ملائکہ کو یہ سعادت صرف ایک بار نصیب ہوتی ہے۔ قیامت تک دوسری بار روضۂ اقدس پر حاضری کا شرف نصیب نہیں ہوگا۔
یہ انسان پر خداوندِ کریم کا بے پناہ کرم ہے کہ ہر روز اس مرکزِ نُور اور چشمۂ فیض سے جس وقت حضُورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کرم فرمائیں، سیراب ہو سکتا ہے۔ یہ کرمِ خاص صرف سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اُمّت ہی کا مقدّر ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام جس کے دیدار کے متمنّی اور مُبشّر رہے ؎

اِس بارگہِ قدس کی کیا بات ہے حافظ
دیتے ہیں فرشتے بھی جہاں آکے سلامی

یہی وہ دربار ہے جس کی سخاوت کائنات پر محیط ہے ــــــــــ
یہی وہ چشمۂ نُور ہے جس کے جلوؤں سے سارا جہاں روشن ہے ــــــــــ
یہی وہ مہرِ نبوّت ہے جس کی کرنوں سے دُنیا کے ظلمت کدے منوّر ہوئے ــــــــــ

Marfat.com

یہی وہ آستانہ ہے جو دلوں کو سرور، نگاہوں کو کیفیتِ حضوری بخشتا ہے ـــــ
یہی وہ در ہے جہاں منگتوں کی جھولیاں بھری جاتی ہیں ـــــ
یہی وہ مقامِ مقدس ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر سے مشرف ہے ـ
یہی وہ جگہ ہے جو عرش و کرسی سے افضل ہے ـــــ

حاضری سے پہلے آنسوؤں اور دھڑکنوں نے قلب و نظر کی تربیت کر دی تھی۔ حاضری سے پہلے ہی ادب و احترام کے احساس نے شعر کا روپ اختیار کر لیا تھا ـ

اے زائرِ درگاہِ نبیؐ جائے ادب ہے
آئے نہ ترے دِل کے دھڑکنے کی صدا بھی

اے زائرینِ دربارِ رسالت ! تم کائنات کے منتخب اور خوش قسمت افراد کے زُمرے میں شامل ہو گئے ہو۔ خوش بختی نے تمہارے قدم چُوم لیے ـــــ بارگاہِ قدس میں پہنچ گئے، جلوہ گاہِ ناز میں آ گئے۔ محبوبِ خدا کے آستانے پر حاضر ہو۔ برکتوں کے آستانے اور سعادتوں کے خزانے پر کھڑے ہو، امن و سلامتی کا سرچشمہ تمہارے سامنے ہے۔ راحت و آرام کی فضاؤں نے تمہیں گھیر لیا ہے، سب کلفتیں مٹ گئیں۔ دل کی سب تاریکیاں دُور ہو گئیں۔ گلِ امید سے دامن مہک رہا ہے ؎

بھیجو درُود سیّدِ خیرالانام پر
وجہِ نزولِ رحمتِ یزداں ہے انکی یاد

یہ بارگاہِ سرکارؐ کا خاص بلاوا ہے، یہ سفرِ مبارک خاص منظوری کی دلیل ہے۔ اے خوش قسمت اِنسانو! دامن پھیلائے رکھو، صدا لگاتے رہو، خیرات بٹ رہی ہے، نعمتیں جھولیوں میں ڈالی جا رہی ہیں۔

حضوُر صلی اللہ علیہ وسلم نے زائر کے لیے کیا کیا بشارتیں دیں، کیا کیا مژدے سُنائے،

Marfat.com

برکت و افادہ کے لیے چند احادیثِ نبوی نقل کی جاتی ہیں تاکہ قاری ان احادیثِ مبارکہ سے استفادہ کر سکے اور اس کے دل میں حاضری کا شوق فزوں تر ہو اور انتظارِ دید میں گدازِ دل نصیب ہو جو سفرِ آخرت کا بہترین زادِ راہ ہے۔

زائرین کو بشارتیں

۱: مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ۔

(جس نے میری قبر کی زیارت کی اس پر میری شفاعت واجب ہو گئی۔)

۲: مَنْ زَارَ قَبْرِیْ حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ۔

(جس نے میری قبر کی زیارت کی، اس کے حق میں میری شفاعت یقینی ہے۔)

۳: مَنْ جَآءَنِیْ زَائِرًا لَّا تَعْمَلُهٗ حَاجَةٌ اِلَّا زِیَارَتِیْ کَانَ حَقًّا عَلَیَّ اَنْ اَکُوْنَ لَهٗ شَفِیْعًا یَّوْمَ الْقِیَامَةِ۔

(جو شخص صرف میری زیارت کے لیے آیا اور میری زیارت کے سوا اسے کوئی اور حاجت نہ تھی تو مجھ پر حق ہے کہ میں قیامت کے دن اُس کا شفیع بنوں)

۴: مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ کَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ۔

(جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میرے روضہ کی زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں زیارت کی۔)

۵: مَنْ زَارَنِیْ مُتَعَمِّدًا کَانَ جِوَارِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَمَنْ مَّاتَ فِیْ اَحَدِ الْحَرَمَیْنِ بَعَثَهُ اللّٰهُ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔

(جو شخص میری زیارت کے ارادے سے آیا، وہ قیامت کے دن میرے پڑوس اور جوار میں ہوگا اور جو شخص مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں کسی جگہ فوت ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے روز عذاب سے مامون اٹھائے گا۔)

Marfat.com

۶ : مَنْ حَجَّ اِلٰی مَکَّۃَ ثُمَّ قَصَدَنِیْ مَسْجِدِیْ کُتِبَ لَہٗ حَجَّتَانِ مَبْرُوْرَتَانِ۔

(جس نے مکّہ مکرّمہ کا حج کیا۔ پھر میری مسجد کی زیارت کا ارادہ کیا تو اس کے نامۂ اعمال میں دو حجِّ مقبول کا ثواب لکھا جائے گا۔)

مذکورہ بالا احادیثِ نبوّی کا ایک ایک لفظ شفقت و کرم کے خزانے لیے ہوئے ہے کس طرح اور کس کس ادا سے سرکار صلّی اللہ علیہ وسلّم نے زائرین کی جھولیوں کو کرم کے گہر ہائے گراں مایہ سے بھر دیا۔ اگر ہماری باطنی آنکھ کھُل جائے اور ہم کرم بے پناہ کو دیکھ سکیں تو ہمیں ایک لمحہ بھی آستانۂ عالیہ سے جُدائی گوارا نہ ہو۔ عالمِ حیرت ہی میں آنکھ جھپکے بغیر زندگی تمام ہو جائے۔ مگر اسوۂ حسنہ کی تقلید لازمی ہے۔ کارخانۂ قدرت اور نظامِ کائنات بھی تو سرکار صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فیض کا مظہر ہے، دُنیاوی زندگی بھی تو انہی کے کرم کا پرتو ہے۔ اگر زندگی کے تمام امور، زندگی کے ہر شعبے، زندگی کی ہر منزل، ہر موڑ پر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اُسوۂ حسنہ کو سامنے رکھا جائے تو ہر قدم، ہر فعل، ہر لحظہ، ہر ساعت سعادتوں سے لبریز اور برکتوں سے پُر ملے گی کیونکہ سرکار صلّی اللہ علیہ وسلّم کا دامنِ رحمت تو کائنات پر محیط ہے۔

خلیفۃ الرّسول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام

حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی قبرِ مبارک سے ملحق سیّدنا ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ، کی قبرِ مبارک ہے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زندگی کا رفیق آخری آرام گاہ میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ آرام فرما ہے۔ زندگی کے ہر مرحلے اور ہر آزمائش پر تکالیف و مصائب میں، جہاد و قتال میں سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ساتھ دیا۔ زندگی کا مقصدِ وحید ہی سرکار صلّی اللہ علیہ وسلّم کی غلامی، اِسلام کی خدمت اور آخرت کی فکر تھی۔ یہ بزرگ ترین ہستی خیر الخلائق

Marfat.com

بعد الانبیاء، رفیقِ محبوبِ خدا آخرت کے تصوّر، حساب کتاب کے خوف اور قیامت کے دن کے خیال سے کانپ کانپ اُٹھتا تھا۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جن خوش قسمت عشرہ مبشّرہ کو جنّتُ الفردوس کی نوید دی، ان میں یہ ذاتِ گرامی بھی تھی مگر خدا کا خوف اور آخرت کا ڈر رگ و ریشے میں اس طرح سرایت کر گیا تھا کہ ہر لحظہ یہ فکر دامن گیر رہتی تھی۔ ایک تنکے کو دیکھ کر چہرۂ مبارک اشکوں سے تر ہو جاتا تھا۔ فرماتے کاش میں ایک تنکا ہوتا کہ حشر کے میدان میں اعمال پہ مجھ سے مواخذہ نہ ہوتا۔ ایسی ذات جس کی فضیلتوں کا ذکر زبانِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ہو چکے بارے میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ میں نے تمام صحابہ کے احسانات کا بدلہ دے دیا ہے اور اگر کسی صحابی کے احسانات کا بدلہ نہیں دے سکا تو وہ حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ یہ الفاظ غایت درجہ کے تعلقِ خاطر، انتہائی قرب اور بے پناہ محبّت کی دلیل ہیں ورنہ محسنِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم پر کون احسان کر سکتا ہے۔ زندگی کا ہر لمحہ ان کے احسانات کا لامتناہی سلسلہ ہے۔ مدنی زندگی ہو، جہاد کا موقع ہو، کونسا لمحہ ایسا ہے کہ اِس رفیقِ صدیق رضی اللہ عنہ نے جاں نثاری و جاں سپاری کا ثبوت نہیں دیا۔ آپ نے زندگی کے ہر لمحے، زندگی کی ہر حرکت کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فرمان کے تابع کر دیا۔ ہر فعل سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رضا اور خوشنودی کا مظہر تھا۔ جسے اُسوۂ حسنہ کو عملی شکل میں دیکھنا ہو وہ خلیفۃ الرسُول، ثَانِیَ اثْنَیْنِ فِی الْغَار کی سیرتِ مطہّرہ کا مُطالعہ کرے۔ عشق کے خزانے، جاں نثاری کے انداز، اعمال کی حسین ترین صُورت، اِسی سیرت کے مُطالعہ سے نصیب ہو گی۔ اس فریفتگی و شیفتگی کو ملائکہ بھی حیرت سے دیکھتے تھے جسم پر ٹاٹ کا لباس ہے جس میں بٹنوں کی جگہ کانٹے اٹکائے ہوئے ہیں، دِل مطمئن ہے۔ سرکار صلّی اللہ علیہ وسلّم کی محبت سے رُوح سرشار ہے، نہ رنج ہے نہ ملال ہے بلکہ اس حالت میں زبان شکر و سپاس کے نغموں سے لبریز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے جلیل القدر فرشتے حضرت جبرئیلؑ امیں کو خدمت

Marfat.com

نبوی میں بھیجا۔ وہ اِسی لباس میں ملبوس تھے جس میں اس روز سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے جبریئل امین کو اس حالت میں دیکھ کر محبوب باری صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ دریافت کی جبریئلِ امین نے عرض کی کہ اے اللہ کے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم خداوندِ تعالیٰ کو آپ کے رفیق، آپ کے جاں نثار کی ادا ایسی پسند آئی کہ آج کائنات کے تمام فرشتوں کا یہی لباس ہے۔ جب سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے انعام کی یہ حسین صورت دیکھی ہوگی تو خداوندِ تعالیٰ کے حضور سر رکھ دیا ہوگا، اِس سجدۂ شکرانہ میں آنسوؤں کی برسات لگ گئی ہوگی اور زمین قیامت کے روز اس اندازِ شکر کی شاہد ہوگی۔

اِس جاں نثارِ رسولؐ کی بیٹی کو زوجۂ رسولؐ، اُمّ المؤمنین ہونے کا شرف نصیب ہُوا، اسی پیکرِ عفت سے ہمیں دین کا نصف حصّہ عطا ہُوا —— حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبرِ مبارک پر سلام پیش کیا: السّلام اے اوّلِ خلفائے راشدین، السّلام اے ثانیٔ اثنین فی الغار، السّلام اے رفیقِ رسولؐ اللہ، السّلام اے صاحبِ رسولؐ اللہ، السّلام اے تاج العلماء۔

حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام

خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ سیّدنا حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کی قبرِ مُبارک ہے۔ یہ قبرِ مبارک اس جری، بہادر اور شجیع انسان کی ہے۔ جس کی غیرتِ اسلامی بے مثل، جس کی شجاعت بے عدیل، جس کا دبدبہ بے نظیر تھا۔ جو کُفر کے مقابل تیغِ بے نیام تھا۔ جس کی جرأت و دلیری سے دشمنوں کے دِل سینوں میں لرزتے تھے اِس ذاتِ اقدس، ثانی الخلفاء الرّاشدین کے بارے میں حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر نبوّت کا سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم نہ ہو جاتا تو میرے بعد عمر رضی اللہ عنہ نبی ہوتے، جس کے اوصافِ حمیدہ اور اعمالِ حسنہ کی سند ایک حدیث سے بھی ملتی ہے۔ سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

Marfat.com

سورج عمرؓ سے زیادہ کسی بہتر آدمی پر طلوع نہیں ہوا یہی وہ ذاتِ گرامی ہے جو حضورؐ کی دعا کا ثمرہ، اور آرزوئے پیغمبرؐ کا مظہر تھی۔ مکی زندگی میں جب چھپ چھپ کر تبلیغِ دین کی جاتی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی تھی کہ اے خداوندِ کریم دو عمروں میں سے ایک عمر ہمیں عطا کر۔ یہ سعادت، یہ خوش بختی کے الفاظ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کی جھولی میں آگرے۔ یہی ذاتِ اقدس، مرادِ رسولؐ بنی۔ یہ پیکرِ اسلام کی حشمت و شوکت کی دلیل تھا۔ جس کی رگوں میں غیرت و حمیت ہمیشہ موجزن رہتی تھی جس کے دبدبے اور جلال کے آگے سلاطینِ زمانہ کے پتے پانی ہو جاتے تھے۔ جس کے رعب سے یورپ کانپ اٹھا، جس کی بصیرت و تدبر نے اسلامی ثغور و حدود کو بے پناہ وسعت دی، جس کے لبوں سے نکلے ہوئے الفاظ حروفِ قرآن بنے۔ جس کے کارناموں کو تاریخ نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ کر لیا جس کے جوش و ولولے نے دلوں کو ناقابلِ تسخیر قلعے بنا دیا جس کے تقدس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عمرؓ کے سائے سے شیطان بھاگتا ہے۔ خدا کے خوف کا یہ عالم کہ دل موم سے زیادہ نرم، باطل کے سامنے یہی دل آہن و فولاد بن جاتا تھا۔ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ جس کی شان کی ترجمان ہے ؎

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن
(اقبالؒ)

اِس عاشقِ رسولؐ کی قبر پر سلام پیش کیا۔

السلام اے شہید فی المحراب، السلام اے ثانی الخلفاء الراشدین، السلام اے صاحبِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السلام اے مرادِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السلام اے جاں نثارِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس گنہ گار غلامِ بارگاہِ رسالت کا سلام قبول فرما۔ اللہ تعالیٰ تیری قبر پر اپنی ان گنت رحمتیں نازل فرمائے۔

Marfat.com

وارداتِ حضوری روضۂ اقدس کے دائرہ رحمت و برکت میں تین نفوسِ قدسیہ آرام فرما ہیں، جالیوں کے دائروں سے کپڑے پر کاڑھے ہوئے الفاظ پڑھے جا سکتے ہیں جن سے قبورِ مبارکہ کا تعین ہوتا ہے۔ سب سے پہلے زائر قدمین شریفین کی طرف دو نفل ادا کرتا ہے پھر خاموش، آنکھیں زمین میں گاڑے سرکار صلّی اللہ علیہ وسلّم سے حاضری کی اجازت طلب کرتا ہے، پھر مواجہہ شریف کی طرف آہستہ آہستہ انتہائی ادب و احترام سے قدم رکھتا ہُوا پہنچتا ہے۔

یہ مقامِ جذب و مستی، حیرت و استعجاب، وارفتگی و شیفتگی کا آخری مقام ہے۔ ہر آدمی اپنی قسمت پر نازاں، اپنی حاضری پر حیراں، اپنے گناہوں پر پشیماں نظر آتا ہے۔ اِس مقامِ رقت و سوز پر عربی و عجمی، عالم و جاہل، ادنٰے و اعلٰے، خاطی و پاکباز، حاکم و محکوم سب بادیدۂ تر سلامِ نیاز پیش کرتے ہیں، نظریں ہیں کہ اُٹھ نہیں سکتیں ؎

اُن کے دربارِ مقدّس میں نظر کیا اُٹھتی
دِل میں اِک کیفِ مُسلسل کو مگر دیکھا ہے

سانس سینے میں دب کر رہ جاتا ہے۔ شوق جالی مبارک کی زیارت کے لیے بیتاب ہے، لب جالی مبارک کو چُومنے کے لیے مضطرب ہیں کہ اس کو دائرۂ رحمت کے گرد ہونے کا شرف ہے مگر خُدّامِ روضۂ اطہر ادب کے دائرے میں رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔ یہاں عشق کو واقعیؔ پابندِ آداب رہنا چاہیے۔ یہاں جنوں کو ہوش کا سبق ملتا ہے ؎

وہ مقامِ ادب ہے تیرا حرم
عقل رہتی ہے پاسدارِ جنوں

یہ آرام گاہِ سیّدِ کونین صلّی اللہ علیہ وسلّم ہے۔ سلام پیش کیا جاتا ہے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سلام کا جواب دیتے ہیں۔ قرآنِ پاک نے بزمِ رسالت کے آداب متعیّن کر دیے، سورۂ حجرات

Marfat.com

میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○

" اے اہلِ ایمان ! نبی کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرو اور چلّا کر بات نہ کرو جیسے کہ تُم ایک دوسرے کے سامنے چلّاتے ہو کہیں تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو "

کلامِ پاک کے حکم کی پابندی ہے ورنہ کتنے عشّاق اِس حضوری میں جاں نثار کر دیتے۔ برکتوں کی فضا ہے۔ سب آداب کے سانچے میں ڈھل گئے، نخوت و تکبّر کے قلعے مسمار ہو گئے۔ نسلی برتری کے بُت حاضری سے پہلے ہی پاش پاش ہو گئے، آقائی کا جنُوں حرمِ پاک کے دروازے پر ہی دم توڑ گیا۔ سب ایک ہی شکل میں، ایک ہی گدایانہ انداز میں، ایک ہی عجز کا لباس پہنے ہیں۔ نہ جھگڑا ہے نہ آگے بڑھنے کی کوشش ہے۔ ہر آدمی حلیم ہے۔ ہر سخت دِل موم کی طرح پگھل چکا ہے، سخت جان اشکوں میں ڈھل کر رہ گئی ہے۔ آدابِ دربار سے جسم پر کپکپی ہے، دِل لرز رہے ہیں، گُناہوں کا احساس، انتہائی ندامت کے رنگ میں نمایاں ہے۔ ہر شکل مُلتجی ہے۔ ہر چہرہ بھکاری، ہر نفس دریوزہ گر۔ زبان سے آہستہ آہستہ، ڈرتے ڈرتے دُعا نکلتی ہے :

" اے اللہ تُو کریم ہے، ہم کریم کے آستانے پر حاضر ہیں، اِس حاضری کے صدقے، سرورِ کونین صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دَر کے بھکاری سمجھ کر، اپنے حبیب صلّی اللہ علیہ وسلّم کے غُلام جان کر، ہمارے گُناہوں، ہماری لغزشوں اور خطاؤں سے درگزر فرما۔ ہمیں نیکی کی توفیق ارزانی کر۔ ہمارے قلوب کو اپنے حضُور جُھکا رہنے کی سعادت نصیب فرما۔ تُو مقلّبُ القلوب ہے۔ تُو ہی ہدایت دینے والا ہے ——— تیرے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا، تیرے

Marfat.com

احکام ہم تک پہنچا دیے۔ قرآنِ مجید کی ایک ایک آیت کا عملی نمونہ ہمیں دکھا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں انسانیت کا درس دیا، مساوات واخوت کے رشتے میں ہمیں پرو دیا۔ اے اللہ ہمیں اپنا اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تابعِ فرمان بنا دے۔ اے کریم ہمیں رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرما، ہمیں روضۂ اقدس ومطہر کی بار بار حاضری نصیب فرما۔ ہم یہ حاضری تیری اور تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا تصور کرتے ہیں۔ اے اللہ اس حاضری کو ہمارے لیے باعثِ خیر و برکت بنا دیجیو۔ آخرت کی منزل کو اس حاضری کے صدقے آسان کر دیجیو۔ اے کریم، اے رحیم تو اپنے کمزور ناتواں بندوں پر رحم فرما۔"

یہ دعائیں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے نکلتی ہیں، میرا ایمان ہے کہ اس عجز، اس گریہ، اس آہ وزاری سے نکلی ہوئی دعائیں عرشِ معلیٰ تک پہنچتی ہوں گی، اس حالت پر خداوندِ کریم کو ضرور رحم آتا ہوگا۔ وہ تو تائب پر رحمت کی چادر تاننے والا، نادم پر کرم کے دروازے کھولنے والا، سائل کی جھولی کو بھر دینے والا ہے۔ کائنات میں ایسی دعائیں کسی مقام پر نہیں ہو سکتیں۔ ایسی حاضری کونین میں کہیں نہیں ہوتی۔ ادب دامن گیر ہے۔ مواجہہ شریف پر چند ساعتوں سے زیادہ ٹھہرنا ممکن نہیں۔ قدم آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتا ہے تاکہ دوسرے زائرین دربارِ اقدس پر حاضری کی سعادت حاصل کر سکیں۔ اس چشمۂ فیوض و برکات سے سیراب ہو سکیں۔ اس گلستانِ کرم سے تہی دامنوں کو بھر لیں۔ زائر قدمین شریفین کی طرف مڑتا ہے۔ نزولِ قرآن کی جگہ پھر نالہ بلند ہوتا ہے۔ پھر دل گریہ کناں ہوتا ہے۔ پھر ہاتھ اٹھا کر، دامن پھیلا کر دعائیں ہوتی ہیں۔ یہ مقامِ رقت ہے۔ یہاں آنسو نہیں تھمتے۔ یہاں قبولیتِ دعا کو دیکھا جا سکتا ہے۔ یہاں دعا کا اثر جھولی میں پڑتا نظر آتا ہے۔

قدمینِ شریفین پر پھر دو نفل شکرانے کے ادا کیے جاتے ہیں اور اس نعمتِ عظمیٰ، کرم

Marfat.com

بے پناہ کے لیے بندہ خدا کے حضور جھک جاتا ہے کہ اس کے کرم سے یہ سعادت نصیب ہوئی۔
اب حرمِ پاک کے دوسرے مقدّس و مبارک مقامات پر دل سجدہ ہائے شکر ادا کرنے کے لیے بیتاب ہوتا ہے۔ یہ حرمِ پاک ہے جہاں کم سے کم ایک نیکی کا اجر پچاس ہزار دیا جاتا ہے۔
یہ حرمِ پاک ہے جہاں حیرت بھی ثواب اور خاموشی بھی عبادت ہے ؎

یہ وُہ رستہ ہے کہ حیرت بھی عبادت ہے یہاں
منزلِ عشق و وفا میں ہے خموشی بھی سخن

ایسے لمحات کائنات کے خوش نصیب افراد کے حصے میں ہی آسکتے ہیں۔
جب دربارِ نبوی کی حاضری ہوئی تو سعادت کی انتہا یہ تھی کہ مجھے رمضانُ المبارک کے چند مقدّس و مغفرت کے دِن حرمِ پاک میں اعتکاف نصیب ہُوا۔ رمضان المبارک کے آخری عشرے کے پانچ دن حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قدموں میں گزارے۔ یہ مسجد عمارت کے لحاظ سے پاکیزہ ترین عمارت ہے۔ ویسے ہی یہ مسجد نورٌ علےٰ نور ہے مگر رمضانُ المبارک کے بابرکت مہینے نے اس کے نُور کو دوبالا کر دیا۔ اس کے جمال کو ہر ایک کے لیے آئینہ بنا دیا۔ پہلی ہی حاضری میں سرکار صلّی اللہ علیہ وسلّم نے قدموں جگہ دے دی۔

مسجدِ نبوی میں اعتکاف کا شرف

برادرم قاری عبدالحنّان صاحب کو میری حاضری کی اطّلاع تھی —— یہ خوش نصیب مسجدِ نبوی (الشّریف) میں قرارت کا درس دیتا ہے۔ پاکیزہ نفس، خوش اخلاق، متّقی و پرہیزگار تو پہلے ہی تھا۔ مدینہ منورہ کے مستقل قیام نے اس آئینے کو اور جلا بخشی، اِس کے اعمال کو پاکیزہ تر کر دیا۔ موصوف سے حرمِ پاک میں ہی ملاقات ہو گئی۔ حاضری کی اِطّلاع ملتے ہی اس دربار کی باریابی کے احساس نے نفس کا جائزہ لینے پر اُکسایا۔ کدورتِ باطن کا علم تھا اور اپنے اعمال

Marfat.com

تو سامنے ہی تھے، ظاہری صُورت بھی باریابی کے قابل نہ تھی۔ اِطلاع ملتے ہی حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سنّت پُوری کرنے کے لیے ریش بڑھالی تھی تاکہ ظاہری ہیئت تو دربارِ مقدّس میں حاضری کے قابل ہوجائے۔ قاری صاحب کو یہ ادا بہت پسند آئی، فرمایا میرے دِل کی بات پُوری ہوگئی، مَیں سوچتا تھا کہ مدّاحِ رسُولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم، حافظِ قرآن اپنی سابقہ وضع قطع سے کس طرح حاضر ہونے کی جسارت کرے گا۔ اُنھوں نے ملتے ہی نہایت خلوص کے ساتھ اعتکاف کا مشورہ دیا۔ اِس سے بڑی سعادت اور کیا ہوسکتی تھی۔ رُوح نے صدا دی، تیری فردِ عمل دُھلنے کا وقت آگیا ہے۔ ظاہری و باطنی کدُورتوں کے دُور کرنے کے لمحات آپہنچے۔ فوراً اعتکاف کی نیّت کرلی۔ مسجدِ نبوی کا ایک گوشۂ رحمت نصیب ہوگیا۔ وہ گوشہ جس میں فردوس کی ساری رعنائیاں سمٹ آئیں تو بھی اس کنجِ عافیت کا عزّ و شرف زیادہ ہی رہے ؎

فردوس ایک گوشۂ کوئے حبیبؐ ہے
اس کا ہر ایک نقش دلوں کے قریب ہے

زائرین جگہ جگہ اعتکاف میں بیٹھے ہیں، قلب بھی بیدار ہے اور آنکھ بھی ؎

بیداریوں کا لُطف اِسی سرزمیں میں ہے
ایمان میں سرُور ہے لذّت یقیں میں ہے

ایمان کی حلاوتیں نصیب ہیں، ہر لمحہ گوشے گوشے، کونے کونے سے حمد و ثنا، تلاوت، تسبیح و تہلیل، اور درود و سلام کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں:

ہے روضۂ حبیبؐ نگاہوں کے سامنے
مسرُور کر دیا ہے محمّدؐ کے نام نے

یہ مسکنِ جنابِ رسالت مآبؐ ہے　　رحمت ہے بے پناہ کرم بے حساب ہے

قدم قدم پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والاصفات پر درود و سلام کے نغمے، محبت و عقیدت کے پھول نچھاور ہو رہے ہیں، ہر انسان کی کیفیت مختلف ہے، کوئی ذکر کے مقام پر ہے۔ کوئی حیرت کے مقام پر، کوئی حمد و ثنا میں محو ہے کوئی نالہ و شیون میں مصروف ہے، ہر بھکاری کے مانگنے کا انداز جداگانہ، ہر فقیر کی صورت مختلف، ہر غلام کے انداز منفرد، ہر عاشق کی کیفیت ناقابلِ بیان اور ہر جاں نثار کا جذبہ والہانہ ہے۔ اللہ اللہ کیا دربار ہے کہ سب زائرین، دریوزہ گر، سب آقا کے غلام، سب کریم کے فقیر، سب سخی کے ریزہ خوار ؎

ہر ایک کو اسی خوانِ کرم سے ملتا ہے
مجھے بھی خواجہؐ نے رکھا ہے میہمانِ حرم

حرمِ پاک کی زیارت کرنے والے ہی اس آستاں کے سائل نہیں امت کا ہر فرد اس کا بھکاری ہے۔ کائنات اس در کی بھکاری!

دن کا منظر جدا، رات کی کیفیت مختلف، برکتوں اور سعادتوں کی دمساز رمضان المبارک کی رات، دعاؤں کے نذرانے پیش ہوتے ہیں، صبح و شام تلاوتِ کلامِ پاک جاری ہے۔ رات کو حفاظِ کرام مختلف جماعتوں میں حرمِ پاک کے گوشے گوشے میں محوِ تلاوت ہیں۔ وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا کی تفسیر نظر آ رہی ہے۔ کس انداز سے کلامِ پاک کی تلاوت کرنے والے ہیں کہ چلتے چلتے قدم رک جائیں۔ دل بے محابا ان کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں، دل سے دعا نکلتی ہے:

"اے اللہ! یہ لمحات ابدی ہو جائیں۔ اے کریم! یہ ساعتیں قیامت کا دامن چھو لیں۔ اے مولائے کائنات! یہ مبارک ساعتیں تمام عمر دلوں کے آبگینوں میں معرفت و حکمت کی تنویر

Marfat.com

بن کر فروزاں رہیں، اے کاش! یہ رات زندگی کی آخری رات ہو، اے کاش! یہ لمحات لمبتایا زندگی پر محیط ہو جائیں، یہ لمحات وہ ہیں جو کہیں میسّر نہیں ـــ یہ مقام وہ ہے جس کی آرزو پیغمبروں کو رہی ہے۔ یہ وہ قرب ہے جسکے لیے کائنات کا ذرہ ذرہ بیتاب ہے۔ اے خُدا ہم سجدۂ شکر ادا کرتے ہیں۔"

کبھی ذہن کے گوشے میں بھی اِس سعادت کا تصوّر نہ تھا کہ مسجدِ نبوی میں تراویح پڑھنے کا شرف نصیب ہوگا۔ امام قراءت کرتا ہے تو ساری فضا نور و لطافت سے معمور ہو جاتی ہے۔ انسان تو کیا ملائکہ تجلّیاتِ ربّانیہ سے سرشار ہمہ تن گوش ہو جاتے ہیں۔

آج کلامِ پاک کے ختم کی رات ہے۔ اِس مسجدِ مقدّس کے امام قاضی القضاۃ کے جلیل القدر عہدے پر متمکّن ہیں، حرمِ پاک میں امامت کے فرائض انجام دیتے ہیں مگر اس خدمت کا کوئی ہدیہ قبول نہیں کرتے، اُن کی نگاہ میں رسُولِ خُدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کا قُرب کائنات کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔ کون اِس شرف اور اس فضیلت کا اندازہ لگا سکتا ہے؟ یہ تراویح میں کلامِ پاک سناتے ہیں، لہجہ میں اِنتہا کی جاذبیت اور تلاوت میں غایت درجہ سوز ہے۔ ہر مقتدی چاہتا ہے کہ تلاوت کا یہ کیف ہمیشہ ہمیشہ اسکے دیدہ و دل کو سیراب کرتا رہے۔

ختمِ کلامِ پاک

ختمِ کلامِ پاک کی رات ہے، امامِ حرم نے اِس سوز و گداز اور رقت سے دُعا کی کہ ہر دُعا پر نمازیوں کی آہیں بُلند ہوتی گئیں۔ نمازی اور امام سب کے سب اشکبار تھے یُوں محسُوس ہوتا تھا کہ حرم کے بام و در پگھل گئے ہیں اور اس گریہ میں شریک ہیں۔ دُعا کر رہے ہیں کہ اے اللہ اے کریم اِن نمازیوں کے حال پر رحم فرما، اس آمین کہنے والوں کی حاضری قبول فرما۔ ایسی پُرخلوص ایسی دِل گداز ایسی تڑپتے ہُوئے دل کی پکار زندگی میں نہ سُنی تھی، اے مالک الملک! یہ التجا تیرے حبیب صلّی اللہ علیہ وسلّم کے روضے پر ہے، یہ دُعائیں

Marfat.com

تیرے محبوبؐ کے آستانے پر کی جا رہی ہیں انہیں شرفِ قبولیت عطا فرما۔ اِن اُٹھے ہُوئے ہاتھوں کی لاج رکھ لے۔ رحمتوں کا نزول ہو رہا ہے۔ سعادتیں بانٹی جا رہی ہیں۔ اے زائرینِ کرام! اِس خوانِ نعمت سے جھولیاں بھر لو، یہ لمحے زندگی میں بار بار آیا نہیں کرتے، یہ کرم کے در ہر ایک پہ وَا نہیں ہوتے۔

مختلف گوشوں میں ساری رات کلامِ پاک کا ختم ہو رہا تھا۔ تمام حرم قرآنِ پاک کی تلاوت سے بقعۂ نُور بنا ہُوا تھا۔ جگہ جگہ رقّت و سوز کی شمعیں روشن تھیں۔ ظاہری روشنی سے باطن کی روشنی فزوں تر ہوتی گئی، زائرین ایک ختم کے بعد دوسرے ختم میں شریک ہو رہے تھے حتّٰی کہ تہجّد کی نماز کا وقت آگیا۔ قبولیت کے ابواب کھُل گئے۔ رحمتوں کے سائے اُمڈ آئے ــــ مسجدِ نبوی نمازیوں سے بھری ہُوئی ہے۔ مدینہ منوّرہ کے خوش بخت انسان بھی نمازِ تہجّد میں شریک ہیں۔ اِسی امامِ حرم نے تہجّد میں دوسرا کلامِ پاک ختم کیا ــــ پھر دل خُدا کے حضُور جھک گئے ــــ پھر وہی جاں گداز دعائیں ــــ آج کی رات دُعاؤں کی قبولیّت کی رات ہے۔

کلامِ پاک اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ اس کی حفاظت کا ذمّہ خود خدائے پاک نے لیا ہے؛

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

اِس کے حرف حرف، لفظ لفظ کو سینوں میں محفوظ کر دیا گیا۔ دُنیا میں ایسی کوئی مقدّس کتاب نہیں جو اوراق سے نکل کر ذہنوں کے نہاں خانوں میں منتقل ہو گئی ہو، یہ شرف یہ فضیلت صرف خداوندِ تعالیٰ کی آخری کتاب، رسُولِ خُدا صلّی اللہ علیہ وسلّم پر نازل شُدہ فرقانِ حمید کو ہے کہ حفّاظ بِسْمِ اللّٰہ کی 'بَا' سے لے کر وَالنَّاس کے سین تک صحیح مخارج، صحیح تلفّظ کے ساتھ اس کا لفظ لفظ ادا کرتے ہیں ان کے ذہن اس کی تلاوت سے مجلّٰی، ان کے قلوب انوارِ الٰہی

Marfat.com

سے منوّر ہو گئے ہیں ۔ اس سلسلے میں تصدیق شدہ تذکرہ درج کرنا ضروری سمجھتا ہوں ۔

میرے والدِ محترم قبلہ حافظ محمدؐ عظیم لدھیانہ کے جیّد حفّاظ میں سے تھے ۔ ہر ہفتہ کلامِ پاک ختم کرنا زندگی کا معمول رہا ، اچھا حفظ تھا ۔ راقم الحروف نے انہی سے کلامِ پاک حفظ کیا تھا ۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو قرآنِ پاک کے نور سے قیامت تک منوّر رکھے ۔ امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ ختمِ نبوّت کی تحریک کے بعد ملتان تشریف لے جا رہے تھے ۔ خوش بختی سے مَیں ان کا ہم سفر تھا ۔ حفظِ قرآن پر بات ہو رہی تھی ۔ شاہ جی نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ آپ نے کلامِ پاک کس سے حفظ کیا ؟ عرض کیا کہ والدِ محترم سے ۔ شاہ جی نے فوراً دوسرا سوال کر دیا ، حافظ قاسم رحمۃ اللہ علیہ سے "حافظ قاسم صاحب سے"۔ ان چند الفاظ میں تحیّر کا پہلو نمایاں تھا ۔ جیسے شاہ جی کے ذہن میں کسی عجیب و غریب واقعہ کی یاد تازہ ہو گئی ہو ۔ شاہ جی نے فرمایا کہ حافظ قاسم (مرحوم) ایسے حافظ تھے کہ حفظ کی تاریخ میں ان کی نظیر نہیں ملتی شاہ جی کی اِس تعریف نے شوق کو زیادہ کر دیا ، طبیعت اِس واقعہ کو سُننے کے لیے بیتاب ہو گئی شاہ جی نے خود ہی واقعہ بیان کرنا شروع کر دیا ۔

اعجازِ قرآن کا ایک خاص واقعہ

لُدھیانہ میں خواجہ احد شاہ مرحوم ملٹری کے بہت بڑے ٹھیکیدار تھے ۔ اُنہوں نے کلامِ پاک کی اِنتہائی خوبصورت اور دلآویز کتابت کرائی ، تصیح کے لیے وہ یہ کتابت مولانا محمدؐ زکریا صاحب کے پاس لے آئے ۔ حضرت مولانا محمدؐ زکریا صاحب نے چھ ماہ میں کلامِ پاک حفظ کیا تھا ۔ انہیں تلاوت پر خاصا عبور تھا ۔ عُلماء کا مشہور خاندان تھا ۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے والدِ محترم اور لدھیانہ کے برگزیدہ اور صد قابلِ احترام شخصیّت تھے ۔ خواجہ صاحب کی اِس درخواست پر آپ نے فرمایا کہ مَیں یہ کتابت حافظ محمدؐ قاسم صاحب کے پاس لے جاؤں گا ۔

Marfat.com

اگر اُنہوں نے کتابت کی صحت کی تصدیق کر دی تو غلطی کا احتمال باقی نہ رہے گا۔ والدِ مرحوم بتایا کرتے تھے کہ تمام عمر استادِ محترم حافظ محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کو قرآنِ حکیم میں کہیں متشابہ نہیں لگا۔ نہ کبھی کسی لفظ کو لوٹا کر پڑھا۔ سینکڑوں حفاظ نے ان کا کلامِ پاک سُنا مگر کسی کو لقمہ دینے کی نوبت نہ آئی۔

مولانا محمد زکریا صاحب کتابت شدہ کلامِ پاک لے کر حافظ محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تشریف لائے اور عرض کی کہ مَیں کتابت شدہ کلامِ پاک پڑھتا جاتا ہوں۔ آپ سُنتے جائیں اور غلطی کی نشاندھی کر دیں۔ حافظ صاحب نے فرمایا کہ کیا ایسے کلامِ پاک کی کتابت کی تصحیح ہو جائے گی؟ مولانا محمد زکریا صاحب حیران تھے کہ اور صورت کیا ہو سکتی ہے کیونکہ حافظ محمد قاسمؒ صاحب نابینا تھے ——— مولانا صاحب نے دریافت فرمایا کہ دوسرا کیا طریقہ ہو سکتا ہے۔ حافظ صاحب نے فرمایا، مَیں اَعراب بولتا جاتا ہُوں آپ کلامِ پاک دیکھتے جائیں۔ پھر بِسْمِ اللّٰہِ سے وَالنَّاس تک ہر حرف کے اَعراب بول کر کلامِ پاک ختم کر دیا۔ شاہ جی نے فرمایا، مجھے ایسی قوتِ حافظہ پر یقین نہ آیا۔ مَیں اِس واقعہ کی تصدیق کے لیے لُدھیانہ گیا اور مولانا صاحب نے اس کی تصدیق کی مجھے حفاظ کی تاریخ میں ایسی قوتِ حافظہ کا حافظ نظر نہیں آیا۔

حفظ کی یہ شان مذکورہ بالا آیتِ شریفہ کی عملی تفسیر ہے۔ یہ آیاتِ قدسیہ کا اعجاز ہے، یہ کمال صرف کلامِ پاک حفظ کرنے والوں ہی کو اللہ تعالیٰ نے ودیعت کیا ہے۔ یہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے ورنہ انسان کی کیا بساط ہے کہ ایسی ضخیم کتاب کو جو اس کی مادری زبان بھی نہ ہو، حرف بہ حرف اور لفظ بہ لفظ یاد کر سکے۔ جامع و کامل کتاب بنی نوعِ انسان کی رشد و ہدایت کے لیے خداوندِ کریم کی آخری کتاب ہے اس کو ذکر کرنے والوں کے لیے سہل کر دیا گیا۔ یہ کتاب مکمل ضابطۂ حیات لیے ہوئے ہے۔ زندگی کے کسی گوشے سے نقاب اُٹھایئے، آپ کو اِس کتابِ مبین اور اِس

Marfat.com

فرقانِ حمید میں رہنمائی ملے گی۔ حقوق العباد سے لے کر حقوق اللہ تک یہ کتاب آپ کے لیے سرچشمۂ ہدایت ہے۔ خدا کے محبوب، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے کلام اللہ کے احکام کو اپنی حیاتِ طیبہ میں اس طرح ڈھالا کہ کلامِ پاک نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ کو ہمارے لیے اُسوۂ حسنہ قرار دیا۔ ارشادِ باری ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

اگر کسی مرحلے پر عملی نمونہ دیکھنا ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک ہی سرچشمۂ ہدایت نظر آئیگی۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کیا تھی؟ اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا، کیا تم نے قرآن مجید نہیں پڑھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ عالیہ سربسر قرآن ہیں۔ اسی لیے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآنِ ناطق کہا گیا ہے۔

تیری صورت ہے کہ ہے مصحفِ یزداں کا ورق
تیری سیرت ہے کہ قرآن کھلا ملتا ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا ہر گوشہ، حیاتِ مقدسہ کا ہر لمحہ، مطہر ساعتوں کا ہر عمل، ہمارے سامنے ایک کھلی کتاب ہے۔ اس کتاب پر زمان و مکان کی گرد نہیں پڑ سکتی۔ یہ قیامت تک کے زمانوں پر محیط ہے اور ابد تک کے آنے والوں کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی طرح ہادی و رہبر ہے۔ یہ کتاب ہر زمانے، ہر نسل، ہر قریہ اور ہر بستی کے لیے ہے۔ عجمی کے لیے اسی طرح منبع نور ہے جس طرح عربی کے لیے، حبشی کو بھی حیات کے وہی انداز بتاتی ہے جو رومی و شامی کو۔ اس میں کسی کی تخصیص نہیں۔ قرآنِ مجید رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا جو تمام کائنات کے لیے رحمت ہیں۔ جو تمام آنے والی نسلوں کے لیے آخری پیغام بر ہیں۔ اس کا مقصد

Marfat.com

تزکیۂ نفوس ہے۔ ایمان والوں کی نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ جب کلامِ پاک کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو اُن کے قلوب جلا پاتے ہیں اور ان کے ایمان پختہ ہوتے ہیں۔

مسجد نبوی میں ننھے ننھے معصوم بچے کلامِ پاک حفظ کرتے ہیں۔ یہ مسجدِ نبوی کے طالب علم ہیں۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں کائنات میں سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پہلا مدرسہ قائم کیا۔ انہوں نے کلامِ پاک کی تعلیم روضۂ اقدس کے سایے میں حاصل کی۔ انہوں نے ان پاک فضاؤں میں خدا کے آخری پیغام کو حفظ کیا انہیں رحمۃ للعٰلمینؐ کی ہمسائیگی کا شرف حاصل ہے ان کی تعلیمی زندگی کے لمحات دامنِ رحمت میں بسر ہوتے ہیں۔ ان کی قرارت و تلاوت اپنے اندر جذب کی ایک عجیب کیفیت رکھتی ہے۔ آواز میں وہ سوز اور تاثیر ہے کہ لفظ لفظ دل کے پردوں سے ٹکراتا ہے۔ تاثیر کیوں نہ ہو، ان کی زبان محبوبِ خُدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زبان ہے۔ انکی زبان قرآنِ پاک کی زبان ہے وہ جب کلامِ پاک کے مختلف پارے عربی و حجازی لہجوں میں تلاوت کرتے ہیں تو کائنات کا ذرّہ ذرّہ جھومتا نظر آتا ہے۔ ہر شے وجد میں معلوم ہوتی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ یہ پُرسوز قرارت زندگی کا جُزو بن جائے۔ یہ طلبہ اپنے لباس کی سادگی اور گفتار کی پاکیزگی سے اصحابِ صفّہ کے صحیح جانشین معلوم ہوتے ہیں۔ اگر ان کے چہروں کی تابانی اور طمانیتِ قلب پر دُنیا کے خزانے بھی نچھاور کر دیے جائیں تو وہ بے مقدار ہیں۔ تیرہ برس کی عُمر کے حفّاظ، پندرہ سال کی عمر کے حافظ۔ انکے سینے نُور کے آئینے ہیں۔ ان کی رگوں میں آیاتِ قرآنی کی لطافت موجزن ہے۔ جب بھی ان سے قرارت کیلیے کہا گیا، اسی وقت انہوں نے تلاوت شروع کر دی۔ ایسا سماں طاری ہوتا تھا کہ آدمی سُنتا جائے اور وہ مصروفِ تلاوت رہیں۔ اللہ تعالیٰ اِس قندیلِ ایمانی اور شمعِ قرآنی کی روشنی کو تمام کائنات میں پھیلا دے تاکہ دُنیا والوں کے تاریک قلوب اس کی تابانیوں سے منوّر ہو جائیں۔ آمین

Marfat.com

ابوابِ مسجدِ نبوی

مسجدِ نبوی کے دس دروازے ہیں :

بابُ السّلام ، بابِ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ، بابِ رحمت ، بابِ سعود، بابِ سیّدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ باب سلطان عبدالمجید ، باب سیّدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ ، بابِ عبدالعزیز، بابُ النّساء اور بابِ جبریل علیہ السّلام ——

یہ تمام دروازے ابوابِ کرم ہیں ۔ حرمِ نبوی —— نُور کا پیکر، تجلّیات کا مرکز روضۂ اقدس —— رحمتوں اور سعادتوں کا سرچشمہ، برکتوں کا خزینہ —— گنبدِ خضریٰ قلب و نگاہ کی معراج ہے ۔

ان دروازوں سے داخل ہوتے ہی جنّت الفردوس کی مہک محسُوس ہوتی ہے، امن و سلامتی کا راستہ نظر آتا ہے اور ہر راستہ محبُوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے روضۂ اطہر کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو سعادت کی آخری منزل ہے ——

بابُ السّلام بابِ رحمت سے ملحق باب السّلام ہے ۔ اِس دروازے

Marfat.com

سے مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد جناب رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ناقہ داخل ہوا ناقہ نے بیٹھنے کا ارادہ کیا مگر پھر اُٹھ کھڑا ہوا۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے زمام چھوڑ دی اور فرمایا، کہ یہ مامور من اللہ ہے جہاں یہ بیٹھے گا وہیں میرا قیام ہوگا۔ ہر جاں نثارِ رسُولؐ کے دل کی دھڑکنیں دُعائیں بن کر بلند ہو رہی تھیں کہ میزبانی کا شرف اسے نصیب ہو۔ ہر آنکھ حسرت و ارمان کا چھلکتا ہوا پیمانہ تھی۔ ہر نظر التجا بن گئی مگر یہ شرف حضرت ابوایّوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مقسوم ہو چکا تھا۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے وہاں قیام فرمایا۔ قیام کے بعد سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دریافت فرمایا کہ ناقہ جہاں پہلے بیٹھنے لگا تھا وہ جگہ کس کی ملکیت ہے۔ معلوم ہُوا کہ وہ جگہ دو یتیم بچّوں کی ملکیت ہے۔ جب اِن سرفروشانِ اسلام کو سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اِستفسار کا علم ہُوا تو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زمین کا وہ ٹکڑا حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نذر کرنا چاہا۔ انہیں اس سے بڑھ کر کیا سعادت حاصل ہو سکتی تھی۔ مگر رحمتِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یتیم بچّوں کی زمین کو بغیر معاوضے کے لینا قبول نہ فرمایا۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ایما پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ قطعۂ زمین خرید کر وقف کر دیا جہاں ناقہ بیٹھنے لگا تھا وہاں محراب بنا اور اسی جگہ مسجدِ نبوی تعمیر ہُوئی۔

جہاں سے رحمۃٌ للعالمینؐ گزرے، وہ جگہ سلامتی کی راہ، امن کا راستہ اور رحمتوں کا مقام ہے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس دروازے سے داخل ہونے کے باعث اِس دروازے کا نام باب السلام ہے۔

بابِ رحمت

منبرِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مغربی کنارے پر بابِ رحمت ہے اِس کے حسین و جمیل نقوش، محبوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی دُعا کا مجسّم اثر نظر آتے ہیں۔ روایت ہے کہ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم خُطبہ ارشاد فرما رہے تھے

Marfat.com

کہ ایک اعرابی اس دروازے سے داخل ہوا اور دور ہی سے رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم سے مودبانہ درخواست کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بارش کے لیے دعا فرمائیں۔ کھیتیاں سوکھ گئیں، زمین پیاسی ہے۔ قحط کے آثار ہیں۔ خوراک نایاب ہے۔ اعرابی نے اس رقت اور سوز سے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں التجا کی کہ اسی وقت مولائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ ایزدی میں دعا کے لیے دستِ مبارک اٹھا دیے۔ دستِ مبارک کیا اٹھائے سحابِ کرم پھیلا دیا۔ زبانِ معجز بیان سے دعا کے الفاظ ادا ہوتے ہی اُفق کی گود سے حضور کی دعا کا جواب نمودار ہوا۔ گویا بادلوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا پر لبیک کہا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے پر قربان ہونے، اور جان نثاروں کی طرح قدم بوسی کے لیے اُٹھے۔ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ بارش اس زور سے برسی کہ زمین کی سوکھی گود ہری ہو گئی، مُردہ زمین میں زندگی کے آثار پیدا ہونے لگے۔ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ ہر شے اس کرمِ خاص پر الحمدُ للہ پکار رہی ہے۔ رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے چشمۂ کرم نے سوختہ جانوں کو سیراب کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں کی پریشانی کب دیکھی جا سکتی تھی، وہ تو کائنات کے لیے رحمت بن کر تشریف لائے تھے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ذی رُوح کی پریشانی میں اس کی دلداری فرمائی۔ وہی اعرابی دوسرے جمعہ پھر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ ادب سے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمایئے کہ بارش رک جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اسی محبت سے دعا فرمائی۔ بارش رک گئی۔ بابِ رحمت کی یہی وجہ تسمیہ ہے۔

میرا جسم آج بھی اس بابِ رحمت سے رحمت کے جھونکے محسوس کرتا ہے ؎

اس رحمتِ عالم سے ہے آرائشِ عالم
وہ رحمتِ عالم ہے سراسر کوئی دیکھے

بابُ النِّساء باب جبریلؑ سے ملحق بابُ النّساء ہے۔ اس باب سے خواتین مسجدِ نبوی میں داخل ہوتی ہیں۔ صنفِ نازک کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیا اور شرافت کے زیور سے آراستہ کیا۔ پاکیزگی و عفّتِ نگاہ کا درس دیا۔ اس کے مقام کو معاشرے میں بلند کیا، اخلاق و کردار کی اعلیٰ قدروں سے روشناس کیا۔ عورت کو گھر کی زینت، بچّوں کی مربّی، خاوند کی اطاعت گزار اور پیکرِ شرافت بنا دیا۔ یہی عورت اسلام سے پہلے، حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت سے قبل بازار کی جنس سمجھی جاتی تھی، ہوس کاروں کے لیے تفریح، بے غیرتوں کے لیے عیش کا سامان اور نسبی غرور رکھنے والوں کے لیے اس کی پیدائش کلنک کا ٹیکا تھی۔ ضروریاتِ زندگی کی طرح سرِ بازار فروخت ہوتی تھی۔ شیطان نے اس کے وجود پر مکمّل قبضہ کر رکھا تھا۔ بے حیائی اس کی رگ رگ میں داخل ہو چکی تھی۔ کوئی ایسا اخلاق سوز فعل نہ تھا جس کی وہ مرتکب نہ تھی۔ اس پیکرِ تفریح کو معلّمِ اخلاق نے حیا اور عصمت کا پیکر بنا دیا۔ اس کے لیے پردے کو لازمی قرار دیا کہ گستاخ نگاہیں اس کے وجود پر نہ پڑ سکیں۔ اسے آواز بلند کرنے سے روکا تاکہ اس کی آواز غیر محرم کے کانوں تک نہ پہنچے۔ سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم تو کائنات کے محسن ہیں، وہ عورت کے لیے سراپا کرم اور رحمت ہیں۔ بابُ النساء کی تخصیص کا مقصد یہ تھا کہ عورتیں مردوں کے ساتھ دوسرے دروازوں سے حرمِ نبوی میں داخل نہ ہوں نیز ارشاد فرمایا کہ عورتیں مردوں کے پیچھے نماز ادا کریں تاکہ نمازیوں کی نگاہ غیر ارادی طور پر بھی اس پیکرِ عفّت و حیا پر نہ پڑ سکے۔

اے رحمۃ للعٰلمین! صلّی اللہ علیہ وسلّم آپ پر کروڑوں درود و سلام، اے محسنِ کائنات! صلّی اللہ علیہ وسلّم انسان زندگی کے کسی مرحلے، کسی منزل پر آپ کے احسانات نہیں بھلا سکتا۔ آپ نے ہر منزل، ہر مرحلہ پر انسان کے وقار کو بلند کیا اور اسے مکرّم و معظّم بنا دیا۔ عورت کو وہ باوقار مقام عطا فرمایا جو اسے آج تک نصیب نہ ہوا تھا۔ اس کے حقوق متعیّن کر دیے اور اس کے فرائض مقرّر

Marfat.com

فرما دیے۔ حقوق و فرائض کے اس تعیّن سے اس کی زندگی راحتوں کا گہوارہ اور خوشیوں کا سرچشمہ بن گئی۔

بابِ جبریلؑ

صفّہ کے ساتھ بابِ جبریلؑ ہے۔ بابِ جبریلؑ حجرۂ فاطمۃ الزّہرا رضی اللہ عنہا کے بالمقابل ہے۔ بابِ جبریلؑ کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک روز سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم اس دروازے پر کسی شخص سے بہت دیر محوِ گفتگو رہے۔ سیّدۃ النّسار فاطمۃ الزّہرا رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو اس شخص سے بہت دیر باتیں کرتے دیکھا۔ آپ طویل گفتگو نہ فرماتے تھے۔ اس لیے انہیں تعجّب ہُوا۔ سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم مختصر مگر جامع گفتگو فرماتے تھے جس سے مخاطب پر مطلب واضح ہوجاتا تھا اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو جوامع الکلم کہا جاتا ہے۔ جب رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم، سیّدہ فاطمۃ الزّہرا، خاتونِ جنّت رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں جلوہ فرما ہوئے تو نہایت ادب سے بنتِ رسول اللہؐ نے دریافت کیا کہ آپ خلافِ معمول کس سے اِتنی دیر محوِ کلام رہے۔ حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا یہ جبریلِ امینؑ تھے۔ مَیں ان سے باتیں کر رہا تھا وہ تمہیں سلام کہ گئے ہیں۔ یہ اہلِ بیت، آلِ اطہار کی شان تھی کہ جبریلؑ امیں جیسا مقرّب فرشتہ بنتِ رسُول اللہؐ کو سلام کہ رہا ہے۔ بابِ جبریل کی یہی وجہ تسمیہ ہے۔

جبریل علیہ السّلام جب حضورِ ختمی مرتبت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر وحی لاتے ہوں گے تو صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اشتیاق کا کیا عالم ہوگا۔ وہ ارشادِ ربانی اور کلامِ الٰہی سننے کے لیے کس قدر بیتاب ہوتے ہونگے حضُورؐ کی زبانِ مبارک سے آیاتِ کریمہ سننے کے لیے ان کی روحیں ترستی ہوں گی —— محبُوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لبوں سے نکلا ہُوا ایک ایک لفظ سینوں میں محفوظ ہوگیا۔ یہی وہ ذاتِ اقدس ہے جس کے اقوال، اعمال الغرض ہر ادا کو عاشقانِ رسُولؐ

Marfat.com

نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ کر لیا۔ یہی سنتِ مطہرہ اور یہی اُسوۂ حسنہ ہے۔ بات وحی کی ہو رہی تھی۔ جبریل علیہ السلام کا تلاوت کرنا، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھنا ـــــ کائنات کا ذرہ ذرہ ہمہ تن گوش ہو جاتا ہو گا۔ اس حُسنِ قرات کو سُننے کے لیے آسمان جُھک جاتا ہو گا۔

یہی وہ مُبارک مہینہ ہے جس میں قرآنِ پاک نازل ہُوا:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ أُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ

یہ جشنِ قرآن مجید کا مبارک مہینہ ہے۔ میری خوش بختی ہے کہ اِس جشن کے موقعہ پر، نزولِ کلام پاک کی جگہ حرمِ پاک میں موجود ہوں یہ وہ مُبارک و مقدس جگہ ہے۔ جہاں محبُوبِ ربُ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے کلام اللہ کی تلاوت کی۔ جبریلِ امین علیہ السلام اسی مقدس مقام پر خدا کا پیغام لاتے رہے۔

حضُورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرئیلِ امینؑ نے ہر سال کلامِ پاک کا دور کرایا۔ صحابہ کرام موجود ہیں وہ نفوسِ قدسیہ جن کے سامنے قرآنِ کریم کا نزول ہُوا۔ جن میں سے اکثر حفّاظ، بیشتر قاری تھے۔ جن کے سینے نُورِ قرآن مجید سے منوّر تھے۔ ان کے حفظِ قرآن حکیم کی کیا تعریف ہو سکتی ہے جن کے معلّم خدا کے آخری نبی ہوں۔ سامنے وہ محراب ہے جہاں محبُوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم امامت فرمایا کرتے تھے۔ حضُور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہی امامت نہ فرمائی بلکہ یہ امامت ساری کائنات کی رہنمائی کو اپنے دامن میں لیے ہُوئے تھی۔

خدا کا انتہائی کرم ہے کہ میری گناہوں سے ملوّث جبین نے اس جگہ کو چُوما۔ جہاں سرورِ کائناتؐ کے پائے مُبارک لگتے تھے۔ اس خاکِ پاک نے میری جبین کو تجلّیٔ طُور عطا فرمائی۔ اس جگہ کی برکت سے میری پیشانی کو سرفرازی نصیب ہوئی۔ یہاں پر گزارے ہوئے سجدے میرے لیے مژدۂ نجات، جنّت کی خوشخبری اور مقدس لمحات کی یاد بن کر میری رُوح کو مہکاتے رہیں گے۔

Marfat.com

حرمِ پاک کے مقاماتِ مقدسہ

حرم بقعۂ انوار ہے ــــــ اس کا ذرّہ ذرّہ مہرِ عالم تاب، اس کا نظارہ رحمتوں کا آئینہ، اس کا ہر جلوہ تجلّیٔ سینا لیے ہوئے ہے ــ سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وجودِ مطہّر و منوّر سے حرمِ نبوی کے جن مقامات کو خصوصی عظمت نصیب ہوئی ان میں سے صفّہ، منبرِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم، ریاض الجنۃ اور اسطوانے اپنے دامن میں برکتوں، اور سعادتوں کے بے بہا خزانے لیے ہوئے ہیں ــــــ

Marfat.com

نغمۂ حرم

کرے بیان کوئی کیسے عزّ و شانِ حرم — کہ جلوہ گاہِ نبیؐ ہے ہر اک نشانِ حرم
ہر ایک ان کی نگاہِ کرم کا طالب ہے — ہیں سرفراز کچھ اس طرح خادمانِ حرم
فضائے نور میں پرواز کرتے رہتے ہیں — بروئے گنبدِ خضریٰ کبوترانِ حرم
ہر ایک اشک ہے سوز و گداز کی تفسیر — ہر ایک نقشِ تمنّا ہے ترجمانِ حرم
ادائے عشقِ بلالیؓ کی اس میں ہے تنویر — ہے سوز و ساز میں ڈوبی ہوئی اذانِ حرم
محیطِ بزمِ دو عالم اسی کا پرتو ہے — ہر ایک شے ہے یہاں زیرِ سائبانِ حرم
دکھا رہا ہے ہر گام منزلِ عرفاں — رواں ہے نور کے جادے پہ کاروانِ حرم
نویدِ جنّتِ فردوس یاد ہے اس کی — عجیب مطلعِ انوار ہے بیانِ حرم
سرور و کیف میں رہتے ہیں ہر گھڑی مخمور — کچھ ایسے بیخود و حیراں ہیں محرمانِ حرم
ہر ایک لفظ ہے آئینہ دارِ حسنِ ازل — تجلیات سراپا ہے داستانِ حرم
یہاں فنا میں ہے رمزِ حیات پوشیدہ — بقا کا راز سمجھتے ہیں کشتگانِ حرم
تمام عالمِ امکاں میں فیض ہے اس کا — نمودِ جلوۂ صد رنگ ہے بہ شانِ حرم
تمام عالمِ معنیٰ اسی سے قائم ہے — مہک رہا ہے زمانے میں گلستانِ حرم
قدم قدم پہ ہوا ان پہ رحمتوں کا نزول — کمال شان سے پہنچے مسافرانِ حرم
ازل سے انکو سعادت ملی حضوری کی — بزیرِ سایۂ رحمت ہیں ساکنانِ حرم
ہر ایک کو اسی خوانِ کرم سے ملتا ہے — مجھے بھی خواجہؒ نے رکھا ہے میہمانِ حرم
یہی ہر ایک کے ذوقِ طلب کی ہے معراج — ہجومِ شوق کا محور ہے آستانِ حرم

Marfat.com

نگاہِ شوق میں ہیں آنسوؤں کے نذرانے — ہیں پیشِ سیّدِ کونین زائرانِ حرم
حرم کو عظمتِ توقیر جس نے بخشی ہے — وہ شانِ رحمتِ باری ہے پاسبانِ حرم
بُرجِ پاک درود و سلام پڑھتے ہیں — فدائے روضۂ اقدس ہیں نوریانِ حرم
جہاں میں آیۂ اُمّ الکتاب اس کا وجُود — ہزار شانِ لطافت ہے ضوفشانِ حرم
حرم کے نُور سے روشن ہے کائناتِ مری — خوشا نصیب کہ ہوں میں بھی نغمہ خوانِ حرم
اسی جمال سے شمعِ حرم فروزاں ہے — وجُودِ سیّدِ خیر البشرؐ ہے جانِ حرم

اگر ہو قسمتِ حافظ میں اس کی دربانی
رہیں نگاہ میں ہر لحظہ عاشقانِ حرم

صُفّہ یہ سطور صُفّہ پر بیٹھا سپردِ قلم کر رہا ہُوں۔ یہ وہ مقدس چبوترہ ہے جس کو دین کا پہلا مدرسہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اس دارُ الہُدیٰ، مکتبِ دینی کے معلّم حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم تھے، رُوح الامینؑ اللہ تعالےٰ کے احکام ہادیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو سُناتے، آیاتِ مُبارکہ کی تعلیم سب سے پہلے ان منتخب نفوسِ قدسیہ کی قسمت ہوتی۔ ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ اصحابِ صفہ میں سے ستّر آدمیوں کو دیکھا، جن کے پاس سوائے ایک تہبند کے جو آدھی پنڈلیوں تک پہنچتا تھا کوئی کپڑا نہ تھا۔ سجدہ کی حالت میں وہ تہبند کے دونوں کنارے پکڑے رہتے کہ ستر نہ کھُل جائے۔ ان پاک بندوں نے علائقِ دنیا کی گرد کو دامنوں سے جھاڑ کر سایۂ لطف میں پناہ لے رکھی تھی۔ اپنی زندگیاں دینی تعلیم، تبلیغ اور اِسلام کی سربلندی و سرفرازی کے لیے وقف کر دی تھیں۔ انہی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ایثار و خلوص کا فیض ہے کہ ان کے جلائے ہوئے چراغوں نے آج دنیا کے گوشے گوشے کو منوّر کر دیا ہے۔
ان کے معطّر سانسوں کی مہک سے آج کائنات کا کونہ کونہ مہک رہا ہے۔ اللہ اکبر کی صدائیں

Marfat.com

کائنات کے ہر ملک، ہر قریہ ہر بستی سے بلند ہوتی ہیں۔ مَیں اس چبوترے پر بیٹھا تصوّر میں ان پاکانِ بارگاہ کو موجود پاتا ہوں۔ یہ ستارے اس طرح جگمگا رہے ہیں کہ آسمان ان سے تابانی کی بھیک مانگتا ہے ان کے مجاہدۂ نفس، جذبۂ ایثار اور دُنیا سے بے رغبتی کی مثال کوئی عہد پیش نہیں کر سکتا، نہ کھانے کی پرواہے، نہ لباس کا ہوش ہے، نہ آرام کا خیال ہے، نہ دنیوی رنج سے تکلیف، مصیبت میں چہروں پر ملال کا ہلکا سا اثر تک نہیں۔ انہوں نے تو زندگی کا ہر لمحہ صحبتِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لیے وقف کر دیا تھا۔ ایسے قلوبِ مطمئنّہ کہاں ملیں گے۔ یہ صحابہ کرامؓ کے خوش قسمت افراد تھے جنکی کفالت سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم خود فرماتے تھے۔ محبوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم ان کے قلوب کو مجلّےٰ کرنے اور ان کے وجود کو مزکّیٰ کرنے کے لیے تشریف لائے تھے، ان مساکین، ان غربا میں بیٹھ کر مسرّت و شادمانی کا اظہار فرماتے اور ان کی تعلیم فرماتے، خداوند تعالیٰ کے احکام ان تک پہنچاتے۔ حفظِ قرآن پاک ہوتا اور یہ صحابہؓ آیاتِ کلامِ پاک کو نفس نفس میں اتار کر سرشار رہتے، قرآنِ کریم کی مسلسل تلاوت نے ان کے انفاس کو معطّر اور ان کے سینوں کو منوّر کر دیا تھا، رسُولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم ان کے درمیان نہ صرف موجُود ہوتے بلکہ زبانِ مقدّس سے دُعا فرماتے کہ "اے اللہ! قیامت کے روز مجھے مساکین کے زُمرے میں اُٹھانا ——— جن کو قیامت کے روز شافعِ محشر کے دامن میں پناہ مل جائے انہیں حشر کے عذاب، پُل صراط اور حساب کتاب سے کیا خوف ہو سکتا ہے۔ وہ تو دنیا و آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سایۂ رحمت میں ہیں۔ ان پر تو کرم کے بادل ہمیشہ سایہ کناں رہیں گے۔

مدینہ منورہ کے قیام میں مجھے بارہا اس مقدّس صفّہ پر سجدوں کا شرف نصیب ہُوا۔ متعدّد نمازیں اس چبوترے پر ادا کیں۔ تلاوتِ کلامِ پاک کی توفیق ارزانی ہوئی۔

اے خداوندِ کریم! کس زبان سے تیرا شکر ادا کروں کہ اس مقدّس سفر میں کن کن برکتوں

Marfat.com

اور سعادتوں سے مجھ گنہگار کو نوازا، تیرے کرم، تیری عطا نے کہاں کہاں مجھ پر بارانِ کرم کی۔

منبرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

منبر شریف تیار ہونے سے قبل سرکارِ دوعالم، نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم ایک لکڑی سے ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ ایک انصاری نے عرض کیا کہ اگر سرکارؐ پسند فرمائیں تو تین درجے کا منبر تیّار کر دیا جائے۔ حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اجازت مرحمت فرمائی، تیسرا درجہ بیٹھنے کے لیے مخصوص تھا۔ وہ شخص کس قدر خوش نصیب ہو گا جس کو سب سے پہلے حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے منبر تیار کرنے کی اجازت عطا فرمائی، جس کے ہاتھوں کے تیّار کردہ منبر پر سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم جلوہ افروز ہوئے سلاطینِ زمانہ کے مرصّع تخت اس منبر پر قربان۔ کائنات کے تمام حسین نقش اس تین درجے کے منبر پر نثار، زر و جواہر سے تیّار ہونے والے شاہوں کے مسند اور تخت اس چوبِ خشک کی عظمت پر نثار، جس منبر سے حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا جسمِ مطہّر مس ہُوا، کائنات کی تمام رعنائیاں کونین کا تمام حُسن، زمین و آسمان کا جمال اس تین درجے کے منبر میں سمٹ آیا تھا۔ یہی وہ منبر شریف ہے جس پر قدم رکھتے ہی جبریلِ امینؑ آپ سے ہم کلام ہوئے، اس منبرِ مبارک کے احترام و عظمت کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے شیخینؓ ایسی مقدّس ہستیوں نے اسے استعمال نہ کیا۔

منبرِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم پر چھوٹا سا محراب ہے۔ قدوم مبارک کی جگہ سجدہ گاہِ خلائق ہے۔ زائرین کمالِ ذوق، انتہائی عقیدت اور نہایت شغف سے یہاں خداوندِ تعالیٰ کے حضور نوافل ادا کرتے ہیں۔ اِس چھوٹے سے قطعہ زمین کا کیا مقدّر ہے کہ سرورِ دوجہاں، محبوبِ ربّ العٰلمین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے وجودِ مقدّس و مطہّر سے اِس قطعہ زمین کو تمام لوگوں کے لیے انتہائی فضیلت کا مقام بنا دیا۔ یہ زمین کا ٹکڑا تمام روئے زمین سے ممتاز، یہ مقام عظمت و سرفرازی میں پہاڑوں سے بلند، یہ جگہ رفعت و شان میں آسمانوں سے ارفع ہو گئی۔ اس مقام کو وہ شرف نصیب

Marfat.com

ہُوا کہ ملائکہ کے نزول کی جگہ بن گئی۔ حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی زبانِ مبارک سے رُشد و ہدایات کے نایاب موتی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر بکھیرے۔ اِس چشمۂ کرم نے اہلِ مدینہ کے علاوہ تمام کائنات کے تشنہ قلوب کو سیراب کیا۔ دُنیا کی تاریکیاں دُور کیں۔ عرفانِ خداوندی کے سوتے اِسی زمین سے پھُوٹے، حضوُرِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے جاں نثاروں نے اِن فرمودات کو حرزِ جاں بنالیا، ذہنوں کے اوراق اور دلوں کے مجلّوں پر انہیں رقم کرلیا۔ لوحِ دل پر اِس سے زیادہ پاکیزہ تحریر اور کیا ہوسکتی ہے۔ یہ جواہر پارے، ارشاداتِ ربّانی کے یہ نُورانی الفاظ، نُطقِ پیمبرؐ سے نکلے ہُوئے الفاظ اسی منبر شریف سے ادا ہُوئے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے یہاں سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے دینی تعلیم حاصل کی، اپنی رُوح اور فکر کی وسعتوں کو لامحدود کر دیا۔ اِس منبر کے علوِ درجات کا کون اندازہ لگا سکتا ہے جو خدا کے آخری رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم کا مقامِ وعظ رہا۔ اسی تعلیم کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے منزلوں کا سفر طے کر کے، دُور افتادہ بستیوں میں جاکر، بھُوکے رہ کر، مصائب جھیل کر، تکالیف برداشت کر کے تمام دُنیا میں پھیلایا اور تبلیغ کا فریضہ ادا کیا۔ وہاں کے باشندوں کو خُدا کا آخری پیغام سُنایا۔ ان کے دِلوں میں عرفانِ خدا کے چراغ روشن کیے، سرکارؐ دو عالم کی محبّت اُنکا جزوِ ایمان بن گئی، اخوّت و مودّت کے اِس پیغام نے عجمی عربی، رومی شامی کو ایک ہی رشتے میں پرو دیا۔ غرضیکہ دُنیا کے ہر خطّے کے لوگ دائرۂ رحمت میں آتے چلے گئے۔ ہر نسل کے افراد، ہر مکتبِ فکر کے لوگوں نے جوق در جوق اس پیغامِ امن و سلامتی کو لبّیک کہا۔ یہاں بھی مجھے نوافل ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ میری جبین بھی قدمین شریفین پر سجدہ کر کے ازلی سعادتیں سمیٹ لائی۔ اس خاکِ پاک سے میں نے صرف پیشانی ہی کو نہیں قلب و رُوح کو بھی سرشار ہوتے دیکھا۔

لوگ قطار اندر قطار پہروں اپنی باری کے منتظر رہتے ہیں۔ دِل بیتاب ہیں جبینیں سجدوں کے شرف کو ترس رہی ہیں، نظر بار بار اس کے منظر کو چُومتی ہے جہاں سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے

Marfat.com

قدم مبارک ہُوا کرتے تھے۔ رات دن عشاق کا ہجوم رہتا ہے کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا کہ اس زمینِ پاک پر عقیدت کے پھُول نچھاور نہ ہوتے ہوں۔ کوئی گھڑی ایسی نہیں آئی کہ اس زمینِ مقدّس کو سجدوں سے نہ سجایا جاتا ہو، کوئی ساعت ایسی نہیں گزرتی کہ اس زمین میں احترام اور مسرّت کے ملے جُلے آنسو جذب نہ ہوتے ہوں۔ دھڑکتے دِل سجدہ گذار ہیں، بہتے ہوئے آنسو زمینِ مبارک پر بکھر رہے ہیں۔ ہمارے لیے سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانۂ اقدس کا ہر نقش یادگار اور باعثِ رحمت و برکت ہے، یہ منبر تو وہ نقشِ اعظم ہے جہاں دلوں کی سیاہیاں دُھلتی اور ذہنوں کی تاریکیاں دُور ہوتی ہیں، رُوحوں کی تشنگی بجھتی ہے۔

اِس منبر شریف پر جب رحمتِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم جلوہ افروز ہوتے ہوں گے تو حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کے لیے ملائکہ پر آسمان کے دریچے کھُل جاتے ہوں گے۔ اللہ تعالےٰ کی لامتناہی رحمتوں کا نزول ہوتا ہوگا۔ خود خدُا اپنی نازل کردہ آیات اپنے محبُوب صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مقدّس لبوں سے سُنتا ہوگا ——— وہ آیاتِ مقدّسہ جو خشیّتِ الٰہی پیدا کرتی ہیں جو رُوح کو جِلا اور دِل کو نُور عطا کرتی ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مجسّم اشتیاق اور پیکرِ محویّت بنے خدا کے آخری رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زبانِ مُبارک سے خدا کا آخری پیغام سُنتے ہوں گے یہ منبر مسجدِ نبوی کے متبرّک مقامات میں ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔

ریاض الجنّہ

حضُورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:
مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَ مِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ (میرے گھر اور منبر کا درمیانی حِصّہ جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے) ——— بعض روایتوں میں ہے کہ میرا منبر اوپر ترع کے ہے جنّت کے ترعوں سے، ترع کی تفسیریں مختلف ہیں۔ بعض نے اسکی تفسیر دروازہ کی ہے، بعض نے زینہ اور بعض نے

Marfat.com

باغ مُراد لیا ہے جو بلند مقام پر واقع ہو۔ دوسری تفسیر میں ہے کہ میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

ایک اور حدیث میں سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "میں اس وقت اپنے حوض کے عقر پہ کھڑا ہوں۔ عقر وہ مقام ہے جہاں سے پانی حوض میں آتا ہے۔

ایک اور حدیثِ مُبارک کے الفاظ یہ ہیں:

مَا بَيْنَ حُجْرَتِيْ وَ مُصَلَّايَ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ

(میرے حجرے اور مصلّٰی کا درمیانی قطعہ جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے)

یہی وہ بابرکت مقام ہے کہ قیامت کے دن اِس کو فردوسِ بریں میں داخل کردیا جائے گا اور تمام زمین کی طرح اسے تباہ و برباد نہ کیا جائے گا۔

محبوب ربّ العالمین صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لبِ معجز نما نے جو ارشاد فرمایا وہ جزوِ ایمان ہوگیا۔ یہ قطعۂ زمین ——— ریاض الجنۃ، کائنات کی تمام زمینوں سے افضل ہوگیا۔ یہ ٹکڑہ سعادتوں اور برکتوں کا مظہر بن گیا۔ یہ وہ قطعۂ زمین ہے جو تمام حجّاج کی پیشانیوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ یہ وہ سجدہ گاہ ہے جہاں زائرین نوافل ادا کرکے سعادتِ دارین حاصل کرتے ہیں یہ زمین کا وہ مقدّس ٹکڑا ہے جس نے ان گنت بار جناب رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پائے اقدس کو بوسے دیے۔ یہ آتے جاتے محبوبِ خُدا کا فرش رہا۔ اس فرش پر نجانے کتنے فرشتوں نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضری دی ہوگی، اس پر کتنے غلامانِ بارگاہِ رسالت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی مقدس پیشانیاں خداوندِ کریم کے حضور جھکائی ہوں گی۔ مقرّبینِ بارگاہ کو سجدوں کا شرف ملا ہوگا۔ یہاں ہر زائر انتہائی احترام سے چلتا ہے اور انتہائی رِقّت سے نوافل ادا کرتا ہے۔ یہ وہ پاک جگہ ہے جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بیشمار آنسو جذب ہیں، اِس جگہ دُعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ کائنات میں یہ جگہ انوار کا مرکز ہے۔ خانۂ کعبہ کے بعد تجلّیات کا ایسا مرکز کہیں نہیں۔ اِس مقدس جگہ کی

Marfat.com

فضیلت اور عظمت و توقیر صحابہ کرامؓ ہی جانتے ہیں، جنہوں نے اپنی آنکھوں سے نورِ مجسّم کو اِس جگہ ضیا پاشیاں کرتے دیکھا اور جن کے نصیب سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اقتدا ہوئی۔ جن کے لیے دیدارِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم عبادت تھا ؎

جاہ و حشمت جو نہ کرتے تھے قبُول
تھی عبادت جن کی دیدارِ رسُولؐ

حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے روئے منوّر کی ایک جھلک تمام عمر کی عبادتوں پر قربان ——

وہ لوگ کائنات کے خوش قسمت انسان ہیں جن کو اِس مقدّس جگہ سجدہ ریزی کا شرف مِلا جس سے رُوح و قلب کی تطہیر ہوتی ہے۔ یہ مُبارک جگہ روضۂ اقدس سے ملحق ہے اور منبرِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بائیں جانب ہے یہاں بیٹھ کر ہر نظر روضۂ اقدس کو چُومتی ہے اور رحمتوں کے خزانے سمیٹتی ہے ہر ساعت قلب پر نزولِ رحمت ہوتا ہے۔ سرکار صلّی اللہ علیہ وسلّم کی محبّت سے سینہ روشن رہتا ہے —— اللہ تعالےٰ ہر امّتی کو اس جگہ سجدوں کا شرف نصیب فرمائے اور برکتوں سے دامن بھرنے کی توفیق ارزانی کرے، آمین ——

Marfat.com

اسطواناتِ مسجدِ نبوی

ریاض الجنۃ میں آٹھ ستون ہیں، ہر ستون نور کا مینار، فضیلت کا مرکز، سعادتوں کا مظہر، سرور و کیف کا مصدر، محبوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کرم کی نشانی، قبولیتِ دُعا کی جگہ اور نجات و مغفرت کا آئینہ دار ہے۔

اسطوانہ حنّانہ منبر شریف تیار ہونے سے قبل سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم ایک خشک لکڑی کے سہارے وعظ فرمایا کرتے تھے۔ جب منبر شریف تیار ہو گیا تو یہ لکڑی اس سعادتِ عظمیٰ اور اس سرچشمۂ راحت سے محروم ہو گئی اب وہ مقدس و معنبر جسم اس سے مَس نہ ہوتا تھا۔ اس کو ہجر کی تاب نہ رہی۔ یہ لکڑی آپ کے فراق میں اس طرح بے قرار ہو کر روئی —— اس دل گداز اور جاں سوز انداز میں گریہ زاری کی جیسے اونٹنی آواز نکالتی ہے اور اس شدتِ غم سے شق ہو گئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے اُنھوں نے اِس گریہ وزاری اور اس آہ و بُکا کو سُنا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس خشک لکڑی کے عشق و محبت کے انداز کو دیکھ کر

Marfat.com

رونے لگے۔ رحمۃ للعٰلمین صلّی اللہ علیہ وسلّم منبر سے نیچے تشریف لے آئے اور اپنا دستِ شفقت اس پر پھیرا اور مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر تو چاہے تو تجھے سابقہ حالت میں کر دوں، اگر چاہے تو جنّت میں حیاتِ جاوداں پائے تاکہ جنّت کی نہروں اور چشموں سے سیراب ہوا کرے، خدا کے منتخب اور برگزیدہ بندے تیرا پھل کھائیں، پھر سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اس نے دار الخلد کو دارِ فنا پر ترجیح دی ہے

فلسفی کو منکرِ حنّانہ است

از حواسِ انبیاء بیگانہ است

اپنے دِلوں کو ٹٹولیے، اپنے عشق و محبّت کا جائزہ لیجیے، زبان و دل کے تفاوت کو پرکھیے تو معلوم ہو گا کہ ہم نے جناب رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم کے عشق کا دعوٰی زبان تک محدود رکھّا ہے۔ اس کو دِل کی گہرائیوں اور روح کی پہنائیوں میں بہت کم جگہ دی ہے۔ ورنہ اس خشک لکڑی سے کہیں زیادہ ہمارے سینے متاعِ سوز لیے ہوتے، ہماری آنکھوں کے چشمے کبھی خشک نہ ہوتے۔ ہماری زبان و دل بیک وقت عشقِ نبی ﷺ سے سرشار رہتے، ہر لحہ محبوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی یاد بیتاب رکھتی — مگر افسوس ہماری زبانیں اِس نامِ نامی کی حلاوت سے پوری طرح آشنا نہیں۔

یہ لکڑی منبر شریف کے نزدیک دفنا دی گئی جنّت میں سرورِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ ہو گی اور جنّت کی شاداب فضاؤں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سرسبز و شاداب رہے گی اور دیدارِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم سے مشرّف ہوتی رہے گی۔

اسطوانۂ عائشہ رضی اللہ عنہا یہ ستونِ مبارک وہ ہے جس کی فضیلت رسُولِ خدا نے ان الفاظ میں بیان فرمائی — فرمایا کہ میری مسجد میں ستون کے آگے ایک ٹکڑا ہے — اگر لوگ اس کی فضیلت اور شرف سے واقف ہو جائیں تو قرعہ ڈالے بغیر

Marfat.com

کسی کو اس قطعہ زمین میں نماز ادا کرنا میسّر نہ آئے ۔ اس سے بہتر سجدہ گاہ کونسی ہوسکتی ہے جسکی فضیلت و برکت محبوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لبِ مُبارک سے ادا ہُوئی ۔ یہ ستون حجرہ شریف اور منبر شریف کی جانب سے تیسرا اسطوانہ ہے ۔ سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وصال کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو اس کی نشاندھی کی ۔ جب وہ اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا کے پاس سے باہر آکر نماز پڑھنے لگے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم ہوگیا کہ یہی وہ متبرک مقام ہے ۔

اِس ستون پر نماز ادا کرنے کے لیے ہر زائر بیتاب نظر آتا ہے ۔ یہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی بتائی ہُوئی فضیلت کی جگہ ہے ۔ یہ وہ افضل مقام ہے جہاں دُعا قبول ہوتی ہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی اُمّت پر اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا کا کرم ہے کہ آپ نے مُسلمانوں کے لیے بخشش اور نجات کے دروازے کھول دیے تاکہ ہر مسلمان اِس جگہ کی برکت سے دامنِ دل بھرے اور نگاہوں کو اس کی زیارت سے سیراب کرلے ۔

اسطوانۂ ابولبابہ رضی اللہ عنہ

اسطوانۂ لبابہ رضی اللہ عنہ حجرہ شریف سے دوسرا اور منبر شریف سے چوتھا اسطوانہ ہے ۔ یہ اسطوانہ حجرہ شریف کی جانب اسطوانۂ عائشہ رضی اللہ عنہا کے برابر ہے ۔ اس کو اسطوانۂ توبہ بھی کہتے ہیں ۔

جب سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بنو قریضہ کا محاصرہ کیا اور حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے مشورے سے یہ لوگ پہاڑ سے اتر آئے اور حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ وہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے معافی دلوا دیں ۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے تقاضائے بشریّت کے تحت حلق کی طرف اشارہ کیا یعنی تم سب قتل کردیے جاؤ گے ، لبعد میں اِس بے ساختہ حرکت کا حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو شدید احساس ہُوا کہ خدا اور رسُولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے معاملے میں اِن سے بہت بڑی خیانت ہوگئی ہے ۔ اِس ندامت اور پشیمانی میں حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ

Marfat.com

نے ایک بھاری زنجیر کے ساتھ خود کو لکڑی سے باندھ لیا۔ جو اس اسطوانہ کی جگہ ہے اور قسم کھائی کہ جب تک حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنے دستِ مبارک سے نہ کھولیں گے یونہی بندھا رہونگا۔

رسُولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اگر یہ میرے پاس سیدھے چلے آتے تو مَیں ان کے لیے استغفار کرتا، کلامِ پاک کا بھی یہی ارشاد ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْآ اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝

(اور ان لوگوں نے جس وقت اپنا بُرا کیا تھا۔ آتے تیرے پاس، پھر اللہ سے بخشواتے اور رسُولؐ ان کو بخشواتا، اللہ کو پاتے معاف کرنے والا مہربان)

رسُولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، چونکہ انھوں نے اپنا معاملہ ربُّ العزّت کے سپُرد کر دیا ہے۔ جب تک انکی قبولیتِ توبہ کا حکم نازل نہ ہو جائے مَیں انہیں نہیں کھولونگا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی صدقِ دل سے کی ہوئی توبہ قبول فرمائی ان کی توبہ کی قبولیّت کے سلسلے میں آیتِ مبارکہ نازل ہُوئی، سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے دستِ مُبارک سے اُنہیں کھولا۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اِس ستون کے پاس نوافل ادا فرمایا کرتے تھے۔ نمازِ فجر کے بعد بھی یہیں تشریف فرما ہوتے، یہی وہ بابرکت جگہ ہے جہاں فقراء و مساکین کے درمیان رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم جلوہ افروز ہوتے اور جتنا کلامِ پاک شب کے دوران نازل ہوتا اس کی تعلیم دیتے۔ کبھی اعتکاف کی حالت میں سرکارِ دوجہاں صلّی اللہ علیہ وسلّم کی چارپائی اور بستر بھی اسی ستون کے قریب ہوتا اور حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم اسی اسطوانہ سے تکیہ لگایا کرتے تھے۔

خلوصِ دل اور انتہائی ندامت کا ثمرہ تھا کہ قرآن پاک نے ان کی توبہ قبول ہونے کا

Marfat.com

مژدہ سُنایا اور یہ توبہ قرآن شریف کا جزو بن گئی۔

جس جگہ اس جلیل القدر صحابی کے آنسو اپنی فروگذاشت پر گرے وہ جگہ حرمت و فضیلت کا نشان بن گئی ـــــ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی توبہ کتنی عزیز ہے۔ اسی توبہ کا ثمرہ ہے کہ محبوبِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس جگہ کو اپنی مجلس کے لیے منتخب فرمایا ـــــ غربا و مساکین، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اسی ستون کے گرد بیٹھے ـــــ ایک صحابی کی سچی توبہ نے اس مقام کو کتنا ارفع، مُبارک اور کتنا باعظمت بنا دیا۔

غور کیجیے کہ بشری تقاضے کے تحت حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے ایک غلطی ہوگئی آپ نے ندامت اور شرمندگی میں ہر قسم کے راحت و آرام سے منہ پھیر لیا۔ اگر ہم اپنے قلوب کا جائزہ لیں، اپنے اعمال و کردار کو پرکھیں تو معلوُم ہو گا کہ ہم اپنی زندگی کا بیشتر حصّہ خُدا اور خُدا کے رسُولؐ کی نافرمانیوں میں گزارتے ہیں، مگر ہم احساس سے عاری ہیں۔ ہمارے قلب ندامت کے آنسوؤں کی دولت سے یکسر محرُوم ہو چکے ہیں، ہماری زبانیں توبہ کی اِس کیفیّت سے یک قلم ناآشنا ہو چکی ہیں بلکہ دل کی مُردنی کا یہ عالم ہو گیا ہے کہ پشیمانی اور ندامت تو کُجا ہمیں ارتکابِ گناہ کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے دل زنگ آلود ہو چکے ہیں اور یہ حجابات ہماری زندگی پر محیط ہیں۔

"اے اللہ! ہمارے قلوب کو زنگ سے پاک فرما دے انہیں مجلّیٰ اور مصفّا کر دے۔ ہمارے دِلوں کو صحابہ کرامؓ کے دِلوں کی برکت سے منوّر کر دے ـــــ اپنے کرم سے ہمارے دِلوں میں نوُرِ ایمانی اور احساسِ ندامت کے چراغ روشن کر دے ـــــ ہمارے قلوب کو اپنی معرفت، اپنے حبیب صلّی اللہ علیہ وسلّم کا عشق اور آخرت کا فکر عطا فرما ـــــ"

اسطوانہ سریر چوتھا اسطوانہ سریر ہے جو مشرقی جالی سے مِلا ہُوا ہے اور اسطوانہ توبہ

کے متّصل ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم اعتکاف فرماتے تو امُّ المؤمنین رضی اللہ عنہا اس جگہ آپ کے بالوں میں کنگھی کیا کرتی تھیں۔ حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ایک سریر (چارپائی) تھی جو کھجور کے درخت کی بنی ہوئی تھی۔ یہ سریر آپ کیلیے محلِ اعتکاف پر بچھا دی جاتی تھی، سرورِ دوجہاں صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس زیادہ تر ایک چٹائی ہوتی جس پر آپ رات بسر کرتے اور اسی کو پائے اقدس کے نیچے رکھ لیا کرتے۔

سرکارِ دوجہاں صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سہارے کے لیے قیمتی تکیے نہ تھے، نہ استراحت کے لیے نرم و گرم بستر —— جو ذاتِ بابرکات، وجہِ تخلیقِ کائنات ہے، اُس نے اپنے لیے اِس کائنات سے، دُنیا کے خزانے سے کوئی چیز قبول نہیں کی، سادگی میں زندگی بسر کی اور اس میں ایک گونہ لذّت محسوس کی، کیونکہ اس کیفیت میں خدا کے شکر کے مقامات بڑھ جاتے ہیں اور دل دُنیوی متاع اور آسائش سے ہٹ کر خالصاً اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے —— یہی مقصودِ حیات ہے، کیونکہ انسان کی تخلیق کا سبب دُنیوی لذّات نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت ہے۔

اِس اُسوۂ حسنہ پر عمل کرنے سے صبر و قناعت کی دولت میسّر آتی ہے جو سکون و رضائے الٰہی کا سبب ہے جس کی وجہ سے نہ حرص دِل میں جگہ پا سکتی ہے نہ طمع زندگی کا جُزو بن سکتا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اسی سادگی کے مرقّعے، اسی سکون و اطمینان کے مظہر اور اِسی صبر و قناعت کے چلتے پھرتے پیکر تھے۔ نہ ان کو بھوک کی پروا تھی نہ قیمتی لباس کا فکر —— مگر ان کے دامن خوشنودیٔ مولا کی متاعِ بے بہا سے پُر تھے، اُن کی زبانیں ذکرِ الٰہی کی لذّت سے آشنا تھیں —— ذکر و فکر، عبادت ریاضت کی حلاوت نے اُن میں دُنیا کی طرف راغب ہونے کا احساس ہی پیدا نہیں ہونے دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہی فائز المرام اور کامران لوگ ہیں

Marfat.com

جن کے لیے آخرت کے انعامات اور جنّت الفردوس کی فضائیں بیتاب ہیں۔

اسطوانہٴ محرس

اسطوانہٴ محرّس کو اسطوانہٴ علی بن ابی طالب کرّم اللہ وجہہٗ بھی کہا جاتا ہے۔ شیرِ خدا اسی جگہ نماز ادا فرماتے تھے اور رات کو سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم فداہ ابی وامّی کی پاسبانی کے فرائض انجام دیا کرتے تھے۔ جب سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم مدینہ منوّرہ جلوہ افروز ہوئے تو یہود طرح طرح کی شرارتیں کرتے تھے۔ اس احساس سے کہ سرکار صلّی اللہ علیہ وسلّم کو کوئی گزند نہ پہنچے، حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ نگرانی کیا کرتے تھے۔ ان کے لیے اس سے زیادہ کون سے لمحات عزیز تر ہوں گے جب ان کی بیداری اس ذاتِ گرامی کی خدمت کے لیے ہو جو ان کے دل کی دھڑکنوں میں جلوہ ریز ہو جو ان کے لیے وجہِ رحمت ہو۔ جس شمعِ رسالت پر نثار ہونے کے لیے سب صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل بے تاب ہوں۔ اور یہ سعادت سیدنا علی کرّم اللہ وجہہٗ کا مقدّر بن جائے، مگر اس آیت کے نزول پر کہ اللہ تعالیٰ خود انسانوں کے شر سے آپ کی حفاظت کرے گا، یہ پہرہ ہٹا دیا گیا، اب ملائکہ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نگہبانی کرنے لگے۔ وہ اس شرف پر مامور ہوئے۔

اسطوانہٴ وُفود

چھٹا اسطوانہ وُفود ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہٴ مُبارک کے پاس ہے۔ سلطانِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم حجرہ سے باہر اسی جگہ تشریف فرما ہوتے، جب نواحی بستیوں اور مختلف ممالک کے وفود باریابی کے لیے حاضر ہوتے تو نہیں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم ان کو اپنی زیارت سے مشرّف فرماتے۔ یہ دربار دنیوی دربار کی طرح نہ تھا ——— عصرِ حاضر میں سربراہ مملکت کی آمد پر شادیانے بجائے جاتے ہیں۔ توپوں کی سلامی دی جاتی ہے۔ راستوں کو قمقموں اور جھنڈیوں سے سجایا جاتا ہے۔ خوش آمدید کے کتبے راستوں میں آویزاں ہوتے ہیں، اس کے استقبال کے لیے اعیانِ سلطنت ہوائی اڈے

پر پہنچتے ہیں، فوج کے دستے کا معائنہ ہوتا ہے۔ ملاقاتوں کے لیے اوقات مقرّر ہوتے ہیں۔ پرتکلّف دعوتوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ رؤسائے شہر، اعلیٰ حکّام اور معززین کا تعارف کرایا جاتا ہے، شاہانہ رعب وجلال کا مظاہرہ ہوتا ہے تاکہ استقبال کی شان وشوکت سے مہمان اپنی قدر ومنزلت کا اندازہ کر سکے۔

مگر دربارِ نبوی کی شان ہی نرالی تھی، آنے والے وفود، مختلف ممالک کے ایلچی کسی شاہانہ نشان سے دربارِ مقدّس کا اندازہ نہ لگا سکتے تھے، محلّاتِ شاہی کی فلک بوس عمارات، قصرِ زرّیں کے جگمگاتے نشانات دنیا و آخرت کے اس شہنشاہ اور مولائے کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دربارِ گُہر بار کا اندازہ لگانے کے لیے موجود نہ تھے۔ یہ دربار تو سادگی کا مُرقّع، پاکیزگی کا مظہر، نور کا سرچشمہ، اخلاق کا منبع اور کرم کا خزینہ تھا۔ ایسے دربار کو ظاہری شان وشوکت سے کیا مناسبت۔

جہاں محبُوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم جلوہ فرما ہوں وہاں کائنات قدم بوسی کے لیے جھکتی ہے، فرشتے اس فرش پر آنکھیں بچھاتے ہیں ہر لمحہ کروڑوں رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ ہر آدمی سعادتوں کے خزانے سمیٹتا ہے۔ حاضر ہونے والے وفود کی چشمِ حیرت نے ایسا دربار کہاں دیکھا ہوگا کہ کوئی میٹنگ روم نہیں، کوئی خلوت کدہ نہیں، علیحدگی اور تنہائی کی ضرورت نہیں۔ یہ دربارِ عام ہے۔ شاہ وگدا، فقیر وغنی کا دربار، غلام و آقا کا دربار —— جہاں کسی کے لیے کوئی امتیازی جگہ نہیں، خود سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لیے کوئی خصوصی نشست نہیں۔ جہاں غلام ہے وہیں آقا ہے —— صحابہ کرامؓ مجلسِ نبوی میں، دربارِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم میں ادب واحترام کی تصویر بنے بیٹھے ہیں، سانسوں کی آواز نہیں، کوئی شور نہیں —— سب کے کان فرمانِ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم پر لگے ہوئے ہیں۔ ایک ایک لفظِ مقدّس کو لوحِ دل پر رقم کر رہے ہیں یہ خزانہ دنیا میں تقسیم ہو رہا ہے، یہ زندگی میں سکون اور آخرت میں نجات کا وسیلہ ہے ۔

Marfat.com

آہستہ سانس لے کہ خلافِ ادب نہ ہو
نازک ہے آئینے سے طبیعت حضورؐ کی (احسان دانش)

کیسی محویت کا منظر ہے۔ کیا فریفتگی وشیفتگی کا عالم ہے کہ پیکر نہیں نقش ہیں، حیرت واشتیاق کی تصویریں ہیں۔ ادب واحترام کے خاکے ہیں ؎

حیرتِ جلوہ سے ہے بزمِ سکوتِ تصویر
تیری محفل ہے کہ خاکہ ہے تری محفل کا (زین العابدین محشر)

اِس منظرِ رُوح پرور کو دیکھ کر وفود کے اراکین کو شاہی جلال، سلطنت کے تزک واحتشام کی داستانیں عالمِ خواب نظر آتی ہوں گی۔ ان کا نخوت وتکبر، عجز ونیاز کا روپ اختیار کرلیتا ہوگا۔ ان کے لیے اس ادب آموز مجلس میں سرکار صلّی اللہ علیہ وسلّم، سے کھُل کر بات کرنے کا بھی یارا نہ ہوتا ہوگا۔ وہ چشمِ زدن میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے نفوسِ مقدّس کو دیکھ کر، ان کے ایثار، ان کے کِردار اور عمل سے اندازہ لگا لیتے ہوں گے کہ یہ دربار، سب درباروں سے نرالا، اس کی شان سب درباروں کی شانوں سے جداگانہ ہے، ایسی عقیدت، ایسا احترام وادب کا مقام کس بادشاہ کو نصیب ہُوا ہے، ان کے دِل نیازمندی اور فروتنی سے جُھک جاتے ہوں گے اور یہ قاصد، یہ ایلچی، یہ وفود کے اراکین، چند ساعتوں کی صحبت سے انسانیت واخلاق کی معراج کا مشاہدہ کرکے دِلوں میں ایک انقلاب محسُوس کرتے ہوں گے، اسلامی مساوات، اخوّت ومحبّت نے ان کے قلوب میں اسلامی تعلیمات کا وہ نقش کندہ کردیا ہوگا جو زندگی بھر محو نہیں ہوسکتا، یہ وفود کس انداز سے آتے ہوں گے اور کیا کیا نقشِ جمیل لے کر جاتے ہوں گے۔ بیشتر کو ایمان کی دولت نصیب ہوجاتی ہوگی اور یہ سفر دینی تعلیم کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہوگا۔

یہ مُبارک اسطوانہ وفود ہے جہاں صحابہ رضی اللہ عنہم حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صحبت سے

Marfat.com

فیض یاب ہوتے، یہ جگہ اسلامی تاریخ کا حسین ترین حصّہ ہے۔

مرلیعۃُ البعیر اسے مقامِ جبرئیل علیہ السّلام بھی کہا جاتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں اکثر نزولِ وحی ہوتا تھا۔ خُدا کے پیغام کا مرکز یہی مقام ہے۔ یہ مقام چشمِ بینا کے لیے رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ وہ جگہ کتنی متبرک ہے جہاں قرآنی آیات کا نزول ہو —— جہاں معرفت و حکمتِ الٰہی کے در کھول دیے جائیں اور مقرب فرشتہ بار بار اس مقام پر بارگاہِ رسالت صلّی اللہ علیہ وسلّم میں حاضر ہوتا ہو۔ نجانے کتنے فرشتے جبرئیلِ امینؑ کے جلو میں قرآنی آیات کی حفاظت کے لیے یہاں اُترتے ہوں گے یہ فرش عرش سے بلا واسطہ رابطہ رکھتے ہوئے ہے مگر زائرین اب اس کی زیارت سے محروم ہیں کیونکہ اب حجرہ شریف کے قریب شباکِ الواب بند کر دی گئی ہے۔

اسطوانۂ تہجد صُفّہ کے بالکل سامنے اسطوانۂ تہجد ہے یہ جگہ سیدہ فاطمۃ الزّہرا رضی اللہ عنہا کے حجرے کی دیوار کے باہر ہے۔ نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے چند شب نمازِ تہجد پڑھائی، اصحابِ صفّہ اس کرم پر کتنے خوش ہوں گے کہ خاص قبولیّت کے وقت جب خداوندِ کریم کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے، سرورِ کائناتؐ، امام الانبیاء ان کو اپنی امامت سے سرفراز فرماتے ہیں۔ تہجد کی نماز خداوند تعالےٰ کو بہت پسند ہے۔ اس خلوت، خاموشی اور تنہائی کے لمحات میں جب بندہ اپنے خدا کے حضور سجدہ ریز ہوتا ہے تو عجیب و غریب کیفیت سے سرشار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ سجدے اس لیے بھی پسند ہیں کہ یہ عبادت خالصتہً عبد اور معبود کے درمیان ہوتی ہے۔ یہ سعادت مقربینِ بارگاہِ خداوندی کا حصّہ ہے، ان کی خوش بختی کا اندازہ کون لگا سکتا ہے جن کو امامُ المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اقتدا نصیب ہو۔ یہ رُوحانی معراج بندگی کا بلند ترین مقام ہے، صحابہ جوق در جوق نمازِ تہجد میں آنے لگے۔ رسُول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہ کرام کو چٹائی اٹھانے کا

Marfat.com

حکم دیا اور ارشاد فرمایا کہ اپنے گھروں میں نمازِ تہجد ادا کیا کریں ــــــ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں تم پر نمازِ تہجد فرض نہ ہو جائے۔ یہ احساس بھی رحمت کا پہلو لیے ہوئے تھا۔ یہ حکم شفقت کا طغرا تھا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کس درجہ امت کی سہولت کا احساس تھا۔

اے رحمۃ للعالمین! صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر لاکھوں درود و سلام، اے شفیع المذنبیں! آپ پر ان گنت رحمتیں نازل ہوں۔ آپ نے کس کس مرحلے پر رحمت کا سایہ کیا ــــــ زائرین اس اسطوانہ پر ذوق و شوق سے نوافل اور نماز ادا کرتے ہیں۔

Marfat.com

جنّت البقیع

مدینہ منورہ کے مشرق میں جنّت البقیع، جنّت کا ٹکڑا، فردوس کا حصّہ، آل اطہار، ازواجِ مطہرات، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا قبرستان ہے۔ ہر نشان مصدرِ نور، ہر ذرّہ آفتاب، ہر زیارت مہتاب سے زیادہ روشن ہے۔ کم و بیش دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نفوسِ قدسیہ نے اس قطعۂ زمین کو مہکایا۔ حیا کے پیکر، پاکیزگی کی یادگاریں، تقویٰ و طہارت کے شاہکار، جنّت الفردوس کے مکین اس جگہ مدفون ہیں۔ شہدائے اجسام جن کے لہو کی خوشبو، جن کی قربانیوں کے رنگ، جن کے ایثار کی داستانیں، جن کے عشق و وارفتگی کے قصّے اِس سرزمین سے وابستہ ہیں۔ بہت سے ایسے پاکیزہ لوگ ہیں جن کے سینے قرآن و حدیث کے نور سے جگمگا رہے ہیں، ایسے اجسامِ مطہرہ بھی ہیں، جن کو محبوبِ خدا نے زندگی میں جنّت کا مژدہ سُنایا۔ ایسے خوش بخت بھی اِس خطّۂ پاک میں آرام فرما ہیں جن کو سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے لحد میں اتارا۔ بہت سی پاکیزہ روحیں بھی ـــــ جن کی وفات پر محبوبِ خدا (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی آنکھ پُرنم ہُوئی ـــــ یہ کائنات کے منتخب، اللہ تعالیٰ کے پیارے، محبوبِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کے غلاموں کے نشانات ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ تاباں رہیں گے۔ یہ موتیوں کے

Marfat.com

دفینے، رحمتوں کے خزینے، سعادتوں کے مرکز اور انوارِ الٰہی کے مقامات ہیں۔ کون ہے جس کے دل کی دھڑکنوں میں ان کی یاد آباد نہیں، کون ہے جو اہلِ بیت سے محبّت نہیں رکھتا۔ کون ہے جو شہداء کو آنسوؤں کے نذرانے پیش نہیں کرتا، کون ہے جو ازواجِ مطہراتؓ کی مبارک قبور پر ادب سے سر نہیں جھکاتا ——

اِس خطۂ زمین کی خاک آبگینوں سے زیادہ نازک ہے، اِس پر آہستہ آہستہ قدم رکھو، یہ تمام مدفونینِ عشقِ رسُول صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کے مظہر ہیں، ان کے جسموں سے محبّتِ رسُول صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کی مہک سونگھو —— یہ کتابِ عشق کے بکھرے ہوئے اوراق ہیں جن پر ان کی محبّت کی داستان رقم ہے —— یہ گلزارِ نبیؐ کے رنگا رنگ پھول ہیں —— یہ وہ ستارے ہیں جو زیرِ زمین چلے گئے ہیں —— یہ ماہ پارے ہیں جو ٹوٹ ٹوٹ کر زمین کی گود میں چلے گئے۔

امّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللّٰہ عنہا

ابھی ابھی جنّت البقیع سے ازواجِ مطہراتؓ، آلِ رسُول، شہداء، صالحین، صحابہ کبار رضوان اللّٰہ علیہم اجمعین کے مزارات پر آنسوؤں کے حقیر نذرانے پیش کر کے آیا ہُوں اور ذہن کے نقوش کو صفحۂ قرطاس پر اُتارنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

یہ جنّت البقیع ہے، نہ سایہ ہے نہ سائبان، نہ کسی قبر پر گنبد ہے نہ سنگِ مرمر کی سلوں سے مزیّن منقّش قبریں —— یہ احاطہ کائنات کی دولت سمیٹے ہوئے ہے۔ یہ امّ المومنین حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللّٰہ عنہا کی قبرِ مُبارک ہے —— مٹی کا ڈھیر بھی نہیں، مگر یہ جگہ حیا و عصمت کا خزینہ، عفّت و پاکیزگی کا دفینہ، رسُولِ پاک صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کی محبّت کا مظہر اور دین کی دولت کا نشان ہے، یہ اس زوجۂ رسُولؐ کا مزار ہے جس کی آغوش میں رسُولِ خدا صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کا وصال ہُوا، یہ اس بیتِ نور کی مالکہ کی قبر ہے جس میں نبیٔ اکرم صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کا روضۂ اقدس ہے، جہاں شب روز

Marfat.com

ملائکہ کا نزول ہوتا ہے ، جہاں فضا شب و روز درود و سلام کے نغموں سے معمور رہتی ہے مگر اِس مرقدِ مُبارک پر درخت کی دو شاخیں بھی نہیں ——— یہ صدیقِ اکبر، رفیقِ رسالت مآبؐ کی دختر کی قبر ہے جسے حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رفاقت کا ایسا شرف نصیب ہوُا کہ زندگی کی ہر منزل پر جاں نثاری اور فدا کاری کا اعزاز میسّر آیا ، یہ خدا کے آخری پیغمبر، محبوبِ خدا ، رحمۃ للعٰلمین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زوجۂ مطہّرہ کی قبر ہے جسے دیکھ کر دِل لرز جاتا ہے ہر شخص مبہوت ، ہر فرد حیران، ہر نظر اشک بار، ہر قلب مضطرب ہو جاتا ہے ، یہ قبر اس عظیم المرتبت ہستی کی ہے جس سے ہمیں دین کا حصّۂ وافر ملا - جس نے دین کے نازک ترین گوشوں کو بے نقاب کیا ، جو سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ہر حرکت کی امین ، ہر قول کی واقف تھی ، جس نے رسُولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی امّت کے لیے رحمتوں ، برکتوں اور سعادتوں کے دروازے کھول دِیے ، وہ دولتِ عظمیٰ جو سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم سے دامنِ دل میں سمیٹی ، اسے امّت پر نچھاور کر دیا ، نجات و فلاح کے وہ راستے بتائے جن کی رہنمائی سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے حاصل کی تھی ، اسطوانۂ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فیوض و برکات اسی ذاتِ مطہّرہ کے احسانات ہیں ، کاش ! مَیں یہ بے مایہ جان اپنی ماں پر نثار کر سکتا ، دُنیا کی لاکھوں ہاں اِس ماں کے پاؤں کی خاک پر قربان ——— مجھ جیسے گنہگار کو ماں کی شفقت اور محبّت نے یہ موقع فراہم کیا کہ مَیں محبُوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زوجۂ مطہّرہ کی قبرِ مبارک پر چند آیات تلاوت کر کے ایصالِ ثواب کر سکوں ، چشمِ حیرت نے اِس مقامِ فلک آثار کو کس طرح دیکھا - اس کے لیے الفاظ کے دائرے بیکار ہو جاتے ہیں ، میرے تصوّر نے اس قبرِ مبارک پر جو محسُوس کیا ، اس کو صفحۂ قرطاس پر کیسے رقم کروں - کاش ! دھڑکنوں کی زبان ہو سکتی ، آنسوؤں کے الفاظ بن سکتے ، آہوں کو گویائی مِل سکتی تو شاید اپنے محسُوسات کا کچھ حصّہ بیان کر سکتا -

یہ احساسات ایک گنہگار اور بے مایہ انسان کے ہیں ، جو ظاہری نظر رکھتا ہے ، اِن

Marfat.com

پاکِ نفوس کو مزارات کی زیبائش اور ظاہری آرائش سے کیا سروکار ـــــــ ان کے لیے تو آخری سانس لینے سے پہلے، شمعِ حیات بُجھنے سے پیشتر جنّت الفردوس کے دروازے کھول دیے گئے تھے، ان کے مشامِ جاں کو شگفتگی اور تازگی ملتی رہتی ہے، امّ المومنین رضی اللہ عنہا آج بھی بارگاہِ رسالت صلّی اللہ علیہ وسلّم میں حاضر ہیں ـــــــ وہ سرورِ کائنات، رُوحِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے آج بھی محوِ گفتگو ہیں، سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سایۂ رحمت میں وہ آج بھی حیاتِ ابدی سے ہمکنار ہیں، اگر ظاہری شان وشوکت نہیں تو کیا غم ـــــ بہشت کی فضائیں ان کے مُبارک قدم چُومنے کے لیے بیتاب ہیں ـــــ فرشتے ان کے استقبال کے لیے پرے باندھے کھڑے ہیں۔ حُوریں فردوس کے مہکتے پھُولوں کے ہار لیے امّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کی منتظر ہیں۔ جنّت کا رضوان پاک بی بی کے لیے دروازے کو تھامے کھڑا ہے کہ کب زوجۂ رسُولِ پاک تشریف لاتی ہیں تو اُن کے لیے بابِ رحمت وا کروں۔

کائنات میں امّ المؤمنین رضؓ کا مقام سب سے ارفع و اعلیٰ ہے، ـــــ میں نے تلاوت شروع کی، زیارت کرانے والے نے دُہائی دینا شروع کر دی۔ جلدی کرو، جلدی کرو ـــــ میں نے اشک بار آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا، اُسکو کیا خبر کہ ہماری روحیں اس قبرِ مبارک کی زیارت کیلیے اک عمر سے بیتاب تھیں ـــــ جی چاہتا ہے کہ امّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کے قدموں ہی میں زندگی بسر ہو جائے ـــــ

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

آپ نواسۂ رسُولؐ کے لختِ جگر، امام حسین رضی اللہ عنہ کے فرز مدینے کی زینت، تقوٰے کے پیکر، شرافت ونجابت کا حسین امتزاج اور شانِ مُصطفوی کے عَلَم بردار تھے۔ اِن کی قبرِ مُبارک بھی دوسری قبروں کی طرح بے نشان ہے۔ یہ گوہرِ یکتا خاک کے نیچے تابندہ ہے۔ کوئی کتبہ نہیں کہ امام کی قبر کا تعیّن کیا جا سکے،

Marfat.com

نہ چار دیواری ہے، نہ مخصوص احاطہ، نہ سنگِ مرمر کی منقش عمارت ہے۔ مٹی کا ڈھیر بھی نہیں۔ یہ وہ ارفع واعلیٰ برگزیدہ ہستی ہے جس کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ کے لوگ سروقامت کھڑے ہوجاتے تھے۔ جنکی رگوں میں حضور ختمی مرتبت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا خونِ مطہّر موجزن تھا۔ ملائکہ جنکی پاکیزگی وتقدّس کی قسم کھاتے تھے ——

تمام ساداتِ حسینی آپ کی اولاد سے ہیں۔ واقعۂ کربلا کے وقت آپ بیمار تھے اور عمرِ مُبارک ۱۲ سال تھی۔ اس المیے کی ہر ساعت اور درد وغم کا ہر لمحہ بنفسِ نفیس دیکھا تھا۔ اس قیامتِ صغریٰ کا ہر منظر اُن کی نگاہوں کے سامنے موجود رہتا تھا۔ آپ نے مصائب وآلام کے اس دَور کی داستان کو ایک قصیدے میں بیان کیا ہے جس کے ابتدائی شعر یہ ہیں:

اِنْ نِّلْتِ یَا رِیْحَ الصَّبَا یَوْمًا اِلٰی اَرْضِ الْحَرَمْ
بَلِّغْ سَلَامِیْ رَوْضَۃً فِیْھَا النَّبِیُّ الْمُحْتَرَمْ
مَنْ وَّجْھُہٗ شَمْسُ الضُّحٰی مَنْ خَدُّہٗ بَدْرُ الدُّجٰی
مَنْ ذَاتُہٗ نُوْرُ الْھُدٰی مَنْ کَفُّہٗ بَحْرُ الْھِمَمْ

(اے بادِ صبا! اگر کسی روز سرزمینِ حرم کی جانب تیرا گزر ہو تو اس روضے میں جہاں رسُولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم آرام فرما ہیں، میرا سلام کہنا۔ وہ جن کا آفتاب جمال نصف النّہار پر ہے، جن کا عارضِ مُبارک چودھویں رات کا چاند ہے، جن کی ذات نورِ ہدایت اور کفِ دست ہمّتوں کا بحرِ بیکراں ہے۔)

اِس قصیدے کا ہر شعر درد وسوز میں ڈوبا ہوُا ہے۔ اس میں جنابِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم سے جُدائی کی زارنالی ہے۔ آخر میں حضورؐ کی بارگاہ میں رقّت انگیز لہجے میں فریاد ہے اور چشمِ التفات کا التماس اِس انداز پر ہے ع

Marfat.com

اِرْحَمْ لِزَیْنِ الْعَابِدِیْنَ مَحْبُوْسِ اَیْدِی الظّٰلِمِیْنَ

(حضورؐ! صلی اللہ علیہ وسلم زین العابدینؓ پر کرم فرمائیں جو اہلِ ستم کے ہاتھوں اسیر ہے)

اُموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک حج کے لیے آیا ہُوا تھا۔ طواف کرنے والوں کا ہجوم اس قدر زیادہ تھا کہ وہ انتہائی کوشش کے باوجود حجرِ اسود کو بوسہ نہ دے سکا بلکہ بعض زائرین اس کی بے بسی پر مُسکرا رہے تھے۔ اتنے میں حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ تکبیر و تہلیل کی فضا میں حجرِ اسود کی طرف تشریف لائے۔ تمام زائرینِ حرم، آپ کی عقیدت و احترام کے پیشِ نظر خود بخود پیچھے ہٹ گئے اور حضرت امامؓ کے لیے راہ کشادہ کر دی۔ ہشام نے آلِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و توقیر کا یہ منظر دیکھا اور غضب ناک ہو کر ایک منبر پر بیٹھ گیا۔ حاضرین میں سے کسی نے ہشام سے پُوچھا کہ یہ کون برگزیدہ ہستی ہے، جس کے قدموں پر اہلِ حرم دیدہ و دل نچھاور کر رہے ہیں۔ اُس نے حقارت آمیز تجاہل سے جواب دیا کہ وہ نہیں جانتا۔ اس خورشیدِ جہاں تاب کو کس نے نہ دیکھا تھا۔ یہ تو ہشام کے سینے کی جلن، ذہن کی خلش اور خلافت کا غرور بول رہا تھا۔ حسنِ اتفاق کہ عرب کا مشہور شاعر فرزدق بھی وہاں موجود تھا۔ اس کے دل میں ایک ساعت کے لیے یہ خیال گزرا کہ عمر بھر جھوٹے قصیدے لکھ کر نامۂ اعمال سیاہ کیا ہے۔ آج حق بات کہہ کر فردِ عمل کو صاف کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرزدقؒ کے دل میں شاہی خوف اور رعب کی جگہ امامؓ کی محبّت ڈال دی۔ خانوادۂ نبوت کا عشق رگ و ریشے میں موجزن ہُوا۔ بلا خوف اور بلا جھجک امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کی مدح سرائی شروع کر دی —— فی البدیہہ اشعار پڑھنا شروع کر دیے ؎

لہ عبدالعزیز سید الاھل مصری نے لکھا ہے: گو فرزدق نے اپنے وجدان و شعور کو ان اشعار میں سمویا ہے لیکن لوگ کہتے ہیں کہ علی بن حسین کی اس مدح کے صلہ میں خداوند تعالیٰ فرزدق کو بخش دے گا۔

Marfat.com

هٰذَا الَّذِیْ تَعْرِفُ الْبَطْحَآءُ وَطْاَتَہٗ
وَالْبَیْتُ یَعْرِفُہٗ وَالْحِلُّ وَالْحَرَمُ
اِذَا رَاَتْہُ قُرَیْشٌ قَالَ قَآئِلُھَا
اِلٰی مَکَارِمِ ھٰذَا یَنْتَھِی الْکَرَمُ
یُغْضِیْ حَیَآءً وَّ یُغْضٰی مِنْ مَّھَابَتِہٖ
فَلَا یُکَلَّمُ اِلَّا حِیْنَ یَبْتَسِمُ
یَکَادُ یُمْسِکُہٗ عِرْفَانَ رَاحَتِہٖ
رُکْنُ الْحَطِیْمِ اِذَا مَا جَآءَ یَسْتَلِمُ

(یہ وہ شخص ہیں کہ سرزمینِ بطحا ان کے قدموں کی چاپ کو پہچانتی ہے، خانۂ کعبہ، سرزمینِ حرم اور غیر حرم تمام مقامات انہیں جانتے ہیں ۔ قریش انہیں دیکھ کر کہتے ہیں کہ تمام شرف وکرم ان کے بُلند اخلاق پر پہنچ کر ختم ہو جاتے ہیں ۔ ان کی آنکھیں حیا کے سبب نیچی رہتی ہیں لیکن لوگوں کی آنکھیں ان کے سامنے رعب وجلال کی وجہ سے نیچی رہتی ہیں ۔ ان سے صرف اسی وقت گفتگو کی جا سکتی ہے جب وہ مُسکرا رہے ہوں ۔ رُکنِ حطیم بھی ان کی ہتھیلی کو پہچاننے کی وجہ سے جب یہ اسے بوسہ دیتے ہیں، ان کو پکڑ لینا چاہتا ہے ۔)

خلیفہ کو برسرِ عام اپنی توہین کیونکر برداشت ہو سکتی تھی ۔ اس لئے مکّہ مکرّمہ اور مدینہ منوّرہ کے درمیان مقامِ عسفان پر فرزدق کو قید کر دیا ۔ یہاں زندان خانے میں فرزدق نے ہشام کی ہجو کہی اس نے مزید رُسوائی کے خوف سے اسے رہا کر دیا ۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہٗ کو اس قصیدے کے بارے میں علم ہُوا تو آپ نے

Marfat.com

بارہ ہزار درہم فرزدق کو ہدیۃً بھوائے اُس نے یہ کہہ کر اس رقم خطیر کو واپس کر دیا کہ قصیدے سے میرا منشا کسی صلے کا حصول نہ تھا بلکہ یہ کلام میں نے محض اپنے گناہوں کے کفارہ اور خدا اور رسولؐ کی محبت کے لیے لکھا ہے حضرت امامؓ نے دوبارہ اس رقم کو بھیجا اور پیغام دیا کہ اس کا اجر تو یقیناً آخرت میں ملے گا مگر ہم آلِ رسولؐ بھی اپنے ہدایا کو واپس نہیں لیا کرتے۔ چنانچہ فرزدق نے اس رقم کو قبول کر لیا۔

عبدالوہاب شعرانیؒ کے قول کے مطابق حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک ۵۸ سال اور سالِ وصال ۹۹ھ ہے۔ جنت البقیع میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پہلو میں مدفون ہیں۔

اے امام! تیری قبر پہ ہزار ہا سلام۔ تُو نے آخرت کا وہ سرمایہ جمع کیا ہے جس کی مثال کم ملے گی۔ اے امام! تجھے قبہ، گنبد اور پرشکوہ عمارت کی کیا پروا ——— تُو نے اعمالِ حسنہ کا وہ حسین محل تعمیر کیا ہے جس کی زیبائی و رعنائی لافانی اور ابدی ہے۔

حضرت جعفر بن محمدؒ بن علیؒ بن حسینؓ رضی اللہ عنہ آپ کی کنیت ابو عبداللہ ابو اسماعیل تھی۔ لقب صادق تھا، آپ دیارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ۱۳ ربیع الاول ۸۰ھ بروز پیر پیدا ہوئے۔ آپ خانوادۂ نبوت کی جلیل القدر ہستی تھے اور علمائے سادات میں آپ کا رتبہ بہت بلند تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت اُمِ فروہ حضرت عبدالرحمن بن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پوتی تھیں۔

آپ سے بہت سی کرامات کا ظہور ہوا۔ آپ کو خلیفہ منصور نے بُرے ارادے سے دربار میں طلب کیا۔ جب آپ دربار میں تشریف لائے تو آپ کے لبِ مبارک ہل رہے تھے۔ آپ کچھ پڑھ رہے تھے، اسی وقت منصور کے محل میں ایک ہیبت ناک زلزلہ آیا، منصور سر و پا برہنہ

Marfat.com

آپ کے استقبال کے لیے دوڑا، آپ کو نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ تخت پر بٹھایا اور خود خادم کی حیثیت سے تخت کے نیچے بیٹھ گیا اور عرض کی کہ مجھے کسی خدمت کا موقع دیجیے، آپ نے فرمایا کہ مجھے دوبارہ دربار میں نہ بلایا جائے۔ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد خلیفہ منصور بےہوش ہوگیا، جب ہوش آیا تو بےہوشی کی وجہ دریافت کی گئی۔ اُس نے بتایا کہ جب حضرت امام دربار میں تشریف لائے تو ایک اژدہا دیکھا جس کی زبان کا ایک سر تو محل کے فرش پر تھا دوسرا محل کی چھت پر اور زبانِ حال سے کہہ رہا تھا کہ اگر امام کو ذرّہ بھر بھی تکلیف پہنچی تو تمہارے محل کو نیست و نابود کردوں گا۔ یہی واقعہ میری پریشانی اور خوف کا باعث ہُوا۔

شواہد النبوّت میں تحریر ہے کہ ایک شخص نے روایت کی ہے کہ کسی نے آپ سے سیّدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے قرآنی معجزہ کا ذکر کیا، ــــــ حضرت خلیل اللہ نے بحکمِ خداوندی پر چار پرندوں کو پکڑا اور ان کے گوشت کا قیمہ بنا کر انہیں باہم ملا دیا۔ پھر ان کو بُلایا، وہ زندہ ہو کر حاضر ہوگئے۔ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے کہا، کیا تم ایسے واقعہ کا مشاہدہ کرنا چاہتے ہو، عرض کی، اگر آپ مناسب خیال فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے آواز دی۔ مور، کوّا، باز اور کبوتر حاضر ہوگئے، آپ نے حضرت خلیل اللہ کے واقعہ کے مطابق چاروں کو ذبح کر کے ان کا گوشت آپس میں خلط ملط کر دیا۔ پھر آپ نے مور کا سر پکڑا اور مور کو بُلایا، وہ زندہ ہوگیا، اسی طرح چاروں پرندے ایک ایک کر کے زندہ ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنے پاک بندوں کو اُمورِ تکوینیہ میں تصرّف عطا فرمایا ہے ان کا ہر ارادہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا دامن تھامے ہوتا ہے۔ ان کے حکم سے کسی ذی رُوح کو سرتابی کی مجال نہیں ــــــ یہ کرامات تو ان کے علوِ درجات اور قبولیتِ دُعا کی مظہر ہیں۔ جن مقرّبین بارگاہ نے اپنا ہر سانس تابعِ فرمانِ الٰہی کر دیا ہو، ان سے ایسے مافوق الفطرت امور کا صدور بہت معمولی بات ہے۔

Marfat.com

بقول مولانا روم ؎

گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بُود   گرچہ از حلقومِ عبداللہ بُود

یہ پاکیزہ ہستی بھی ہزاروں مقبولانِ بارگاہ کے ساتھ جنّت البقیع کی فضا کو مہکا رہی ہے اور آپ کے والدِ ماجد حضرت امام باقر رضی اللہ عنہٗ بھی اِسی خطۂ پاک میں مدفون ہیں۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہٗ

اسی احاطے میں جہاں امام زین العابدین رضی اللہ عنہٗ محوِ خواب ہیں، نواسۂ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم، حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ کے لختِ جگر، امامِ عالی مقام حضرت حسین رضی اللہ عنہٗ کے بھائی، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہٗ بھی آرام فرما ہیں۔ یہ وہ مقدّس و مطہّر ہستی ہے جسے سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم نے گود میں کھلایا۔ جس کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لبِ اقدس نے چُوما، جو پروردہ بنتِ رسُولؐ سیدہ بتول رضی اللہ عنہا تھے۔ اُس خانوادۂ نبوّت کے گوہرِ نایاب تھے جن کی سخاوت بے مثل، شجاعت بے عدیل، صداقت بے نظیر اور نجابت لاثانی تھی۔ جو کریم ابن کریم تھے، غیرت و شجاعت کے گھوارے میں پرورش پائی، ایسا سخی جس نے اپنے قاتل سے بدلہ لینا پسند نہ کیا۔ جس نے اپنے قاتل کو نہ صرف معاف کیا بلکہ اُس کے لیے دُعائے خیر فرمائی۔ جس کی امامت مسلّم، جس کا ہر لفظ دین کی تبلیغ، جس کا کردار اِسلام کی نشانی جس کا ہر فعل دین کا مظہر، جس کا ہر قول صداقت کا آئینہ، جس کا پیکرِ مقدّس عالی نسبی کا عَلَم بردار تھا۔

جنابِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم کو امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما سے بے پناہ محبت تھی۔ اس کا ذکر متعدد احادیثِ صحیحہ اور کُتبِ سیَر میں ملتا ہے۔ محبّت کا یہ عالم تھا کہ دونوں بھائی فرطِ محبت سے حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کندھوں پر سوار ہو جاتے، حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنے سجدے کو طویل کر دیتے۔ سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم، ان کی ہر فرمائش پُوری کرتے۔ ان کو انتہائی شفقت سے

Marfat.com

دیکھتے ـــــ معتبر روایت میں آیا ہے کہ حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم، امام حسن رضی اللہ عنہ، کے بارے میں ارشاد فرمایا کرتے کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اُمت کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔ سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی یہ پیشین گوئی اس وقت پُوری ہُوئی جب حسن رضی اللہ عنہ، نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، کے حق میں خلافت سے دست بردار ہو کر اُمت کے دو بڑے گروہوں کو جنگ و جدال اور خونریزی سے بچایا۔

امام حسن رضی اللہ عنہ، انتہائی مخیّر تھے، کسی نے آپ سے کہا کہ اِسراف میں خیر نہیں! آپ نے اس کے سوال کا جواب کس بلیغ انداز میں دیا، اسی کے الفاظ کو اس ترتیب سے بدلا کہ امام کا کِردار آئینہ ہوگیا۔ آپ نے فرمایا، "خیر میں کوئی اسراف نہیں" ـــــ یہ ایسی مقدّس ہستیاں ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ نُورِ ایمانی سے دیکھتے ہیں، ان کے قلوب مجلّیٰ و مصفّا ہوتے ہیں۔ اِن کی نگاہوں کے نُور سے دِل کے ظلمت کدے روشن ہو جاتے ہیں۔

اے امام، تجھ پر لاکھوں سلام ـــــ اے نواسۂ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم، تیرا کردار سب کے لیے باعثِ تقلید ہے، اے خانوادۂ نبوّت کے گوہرِ تابندہ، اللہ تعالےٰ تیری قبر پہ شب و روز اپنی رحمتیں نازل کرے۔

حضرت سیّدہ فاطمۃ الزّہرا رضی اللہ عنہا

سیّدہ فاطمۃ الزہرا، بنتِ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا وجُود سراپا شرم و حیا، پاکیزگی و عفّت کا پیکر تھا۔ یہ وہ وجودِ مطہّر و مقدّس تھا جس سے فرشتے حیا کرتے تھے۔ اس خاتونِ جنّت، عصمت مآب، باحیا، پاک دامن بی بی نے سفرِ آخرت کے وقت وصیّت فرمائی تھی کہ مجھے مردوں کے سامنے نہ لے جایا جائے، مجھے اپنے جسم کے اظہار سے حیا آتی ہے ـــــ سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وصال کے بعد تمام عمر تبسّم نہ فرمایا۔ حقیقت آئینہ ہوگئی کہ راہِ عدم سے جب محبُوبِ خدا، سرور

Marfat.com

کونین، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم بھی گزرے ہیں تو یہ منزل ہر ذی روح کا مقسوم ہے۔ اس خرابے، اس جسم کی منہدم ہونے والی عمارت، اس تنِ خاکی میں مسرت و شادمانی کیسے راہ پا سکتی ہے۔ ہر لحظہ آخرت کا فکر دامن گیر رہا۔ بقیہ عمرِ مبارک میں صرف ایک بار تبسم فرمایا جب آپ کو کھجور کی ٹہنیوں کا گہوارہ دکھایا گیا۔ یہ پردہ پوشی اور حیا کا تبسم تھا: اے مولائے کائنات تُو نے میرے جسم کے لیے پردے کا انتظام بہم پہنچا دیا۔ اب میں عدم کے راستے پر پردے سے گزروں گی۔

اس پیکرِ عصمت و حیا نے زمین کے جس ٹکڑے میں آرام فرمایا، وہ رشکِ جنت الفردوس ہے۔ حیا و عفت کی مہک سے ارد گرد کی زمین گل بداماں ہے —— جسم کو مہک تو پاکیزگی اور تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے۔ نبوت کے گھرانے کی یہ باحیا بی بی تو تقویٰ اور زہد کی بے نظیر مثال تھی۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

اسی جنت البقیع میں فقیہ امت حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی آرام گاہ ہے۔ آپ کو مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انتہائی ادب و احترام تھا، ذرے ذرے کو عقیدت کی نظر سے دیکھتے، قدم قدم پر اس خیال سے کانپ کانپ اُٹھتے کہ مبادا میرا پاؤں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نقشِ کفِ پا پر آجائے، اس احتیاط کی وجہ سے ہمیشہ گلیوں کے کنارے کنارے اور دیواروں کے ساتھ ساتھ چلتے، آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتے کہ ان گلیوں، ان کوچوں میں محبوبِ خدا کا گزر ہو چکا ہے۔

چالیس برس مدینہ منورہ میں بسر کیے، تبلیغِ دین اور درس و تدریس میں زندگی بسر کی، روایت ہے کہ آپ نے مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کے دوران صرف ایک بار حج کیا۔ استفسار پر آپ کا جواب عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر تھا۔ فرمایا، ایک حج فرض تھا۔ وہ بحمد اللہ ادا ہو گیا، اب میں نہیں چاہتا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس شہر سے باہر نکلوں اور اس حالت میں مجھے موت آجائے۔ میں تو اس دیارِ سعادت آثار میں مدفون ہونے کا آرزومند ہوں، اگر سرکار

Marfat.com

صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قدموں میں دم نکل جائے تو یہ حیاتِ جاودانی کا پیغام، نجات کا مژدہ اور سرخروئی کی سند ہوگی، یہ سعادت تمام عبادت و ریاضت سے افضل ہے۔

حوائج ضروریہ کے لیے حدودِ مدینہ منوّرہ سے باہر تشریف لے جاتے، آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتے، واپسی پر بھاگتے ہُوئے مدینہ منوّرہ کی حدود میں داخل ہوتے، فرمایا کہ جاتے ہوئے آہستہ آہستہ قدم اس لیے اُٹھاتا ہوں کہ اگر موت آجائے تو مدینے کی حدود میں اسے لبّیک کہوں۔ بھاگ کر اس لیے آتا ہُوں کہ پیغامِ اجل شہرِ رحمت و برکت میں سنوں، ایک لمحہ کے لیے بھی حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے دُوری گوارا نہ تھی۔ آنکھوں کا نور، دِل کا سرُور، زندگی کا سکُون صرف روضۂ اقدس کو دیکھنے اور قربِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم میں تھا۔

ادب کا یہ عالم تھا کہ کتاب کے اوراق آہستہ اُلٹتے کہ کہیں ورق اُلٹنے کی آواز سرکار صلّی اللہ علیہ وسلّم تک نہ پہنچ جائے اور مَیں بے ادبی کا مرتکب ہو جاؤں۔ اسی پر قیاس کیجیے کہ گفتگو کا کیا انداز ہو گا۔ ایسی برگزیدہ شخصیتیں تو دربارِ نبوی میں اونچی سانس لینا سوءِ ادب سمجھتی ہیں۔ یہی ادب یہی احترام، ان کے بلند مراتب اور روحانی درجات کا وسیلہ ہے، خداوندِ کریم ہر مومن کو سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دربار کی حاضری نصیب فرمائے اور ادب کی کیفیّات عطا فرمائے ع

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

شیخ القرّاء حضرت امام نافع رحمۃ اللہ

شیخ القرّاء حضرت امام نافع رحمۃ اللہ علیہ قراءتِ سبعہ کے پہلے قاری تھے۔ اصلاً اصفہانی تھے۔ سینہ قرآنِ پاک کے نُور سے منوّر، دِل کثرتِ تلاوت سے مجلّیٰ، رُوح کلامِ پاک کے فیضان سے تابندہ اور دماغ فرقانِ حمید کے الفاظ سے روشن تھا۔ ۷۰ھ میں مدینہ منوّرہ میں پیدا ہوئے۔ درسِ قرآنِ مجید زندگی کا شعار رہا، تلاوت کرتے تو مُنہ سے مُشک کی خوشبو اس طرح آتی کہ ساری محفل مہک اُٹھتی۔

کسی نے آپ سے سوال کیا کہ آپ خوشبو استعمال فرماتے ہیں، فرمایا نہیں — ایک بار خواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا، محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے منہ کے نزدیک ہو کر تلاوتِ کلامِ پاک کی۔ اسی روز سے یہ کیفیت ہے کہ جب کلامِ پاک کی تلاوت کرتا ہوں تو میرے منہ سے مشک کی خوشبو آتی ہے۔

تلاوتِ کلامِ پاک تو ویسے ہی تزکیۂ نفس کا موجب ہے تلاوت سے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے۔ قلوب مجلّٰی اور مطہّر ہو جاتے ہیں، اس شخص کی تلاوت کا کیا عالم ہو گا جو فنِّ قراءت میں امام اور جس کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کرم سے نوازا ہو۔

آپ تابعی تھے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے مگر کلامِ پاک کے نور و برکت نے ان کی شخصیت کو سب کے نزدیک لائقِ صد احترام بنا دیا تھا۔ ہر شخص کو خواہش ہوتی کہ شیخ القرّاء قراءت کریں اور ان کی آواز کے سوز سے ایمان افروزی میسر آجائے۔ جب آپ تلاوت فرماتے تو ہر شخص پر ایسی محویت طاری ہوتی کہ گرد و پیش کی خبر نہ رہتی، اہلِ مدینہ انکی تلاوت پر گوش بر آواز رہتے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ یہ مبارک ہستی بھی اسی احاطے میں محوِ خواب ہے۔

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ

وہ پہلی برگزیدہ ہستی جو جنت البقیع میں دفن ہوئی، اِس مبارک قبرستان میں بہت سے درخت تھے۔ ان درختوں کو صاف کیا گیا اور عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا۔ یہ ایسا مبارک وجود تھا جس کی پیشانی کو رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے چوما۔ یہی وہ جسدِ اطہر تھا جس کے سرہانے سیّد البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے نشانی کے طور پر پتھر نصب فرمایا۔ یہ ان سعادت نصیب اور خوش بخت مقرّبینِ بارگاہ میں سے تھے جن پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت و شفقت، رضا

Marfat.com

وخوشنودی کی مہر ثبت کر دی۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ان کے جسم کو بوسہ دینا جنّت الفردوس کی نوید و بشارت تھی۔ جس خوش نصیب سے سیّد الکونین راضی ہوئے اس کو عدم کی کسی منزل پر کوئی تکلیف نہیں پہنچ سکتی۔ حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ عثمان بن مظعون کو جنّت البقیع میں دفن کرو، یہ مقدّمۃ الجیش ہوں گے۔ محبت و شفقت سے ارشاد فرمایا کہ ہمارے لیے عثمان بن مظعونؓ کیا ہی عمدہ مقدّمۃ الجیش ہے۔ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے رحمت و کرم کے یہ الفاظ اس خوش قسمت صحابی کی قسمت تھے۔

اے عثمان بن مظعون! رضی اللہ عنہٗ تو کتنا خوش قسمت انسان ہے جس نے زندگی اور آخرت کی منزل میں رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رضا کے مہکتے ہوئے پھُولوں سے اپنا دامن بھر لیا۔ یہ تیرے لیے بہترین زادِ راہ ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہٗ

ان کی قبرِ مبارک عثمان بن مظعونؓ کی قبرِ مُبارک کے پاس ہے۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عبدالرّحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہٗ کے پاس ایک آدمی کو بھیجا کہ اگر وہ پسند فرمائیں تو انہیں ان کے بھائی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں دفن کر دیا جائے۔ انہوں نے جواب دیا کہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہٗ سے میرا عہد تھا کہ ہم ایک دوسرے کے پہلو میں دفن ہوں گے۔

یہ وہ برگزیدہ ہستی ہے جس کا جنازہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پڑھا اور ساتھ ہی فرمایا کہ ان کا جنازہ میرے گھر کے سامنے سے گزارا جائے۔

آپ کو وصیت کے مطابق عثمان بن مظعونؓ کی قبر کے پاس دفن کر دیا گیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہٗ

اِن کی قبرِ مبارک بھی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہٗ کے پاس ہے۔ انہوں نے اپنی جگہ میخیں گاڑ کر خود متعین

Marfat.com

کی تھی۔

یہ وہ جلیل القدر صحابی ہیں جنہوں نے جہاد میں سب سے پہلا تیر چلایا۔ یہ وہ خوش قسمت شخصیت ہے جس کے بارے میں نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، فِدَاكَ اَبِیْ وَ اُمِّیْ

جنگِ اُحد میں سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم تیر نکال نکال کر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو دیتے جاتے اور زبانِ مبارک سے ارشاد فرماتے تھے: اِرْمِ یَا سَعْدُ فِدَاكَ اَبِیْ وَ اُمِّیْ

یہ سعادت، یہ شرف، یہ فضیلت اسی مقدس صحابی کی قسمت تھی، وہ تیر جو رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دستِ مُبارک سے چھُو کر سعد کو پہنچے ہوں گے۔ ان تیروں کا کون مقابلہ کرسکتا، کفار کے لیے ہر تیر پیغامِ اجل عدوئے دین کے لیے نوشتہ قضا، دشمنانِ اسلام کے لیے ہلاکت کا نشان ہوگا۔ صرف یہی نہیں کہ جنابِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم تیر دیتے جاتے تھے بلکہ اِن میں اذن بھی شامل تھا: تیر چلاؤ سعد! تیر چلاؤ ــــــ وہ تیر جو رسُول اللہ کے فرمان پر کمان سے نکلا ہوگا، اگر پہاڑ پر گرتا تو اُس کا سینہ بھی چھلنی کر دیتا۔ اس تیر اندازی میں اس خوش بخت صحابی کا مشّاق ہاتھ اور بے پناہ جذبہ جہاد ہی شامل نہ تھا رضائے رسُولِ مقبول صلّی اللہ علیہ وسلّم بھی شامل تھی۔

اے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، تو کتنا خوش قسمت صحابی ہے کہ تُو نے محبوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ، اللہ کے راستے میں جہاد کیا، تیرے نصیب زبانِ وحی ترجمان سے نکلے ہُوئے ایسے الفاظ تھے جو تیری متاعِ اُخروی، سرمایۂ آخرت اور راہِ عدم کا بہترین زادِ راہ ہے۔ اس دُشوار گزار گھاٹی کی تجھے کوئی پروا نہیں۔ اِس شفقت، اِس کرم نے تیرے لیے آخرت کی تمام منازل آسان کردیں، اب تو عدم کے راستے سے کمال اطمینان کے ساتھ گزرے گا ــــــ اور آخرت میں بھی تجھے دامنِ سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم میں پناہ ملے گی۔

حضرت ابنِ حذافۃ السّہمی رضی اللہ عنہ آپ مہاجرینِ اوّلین اور اصحاب الہجرتین سے

Marfat.com

ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حضرت حفصہؓ بنت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے۔ غزوۂ اُحد میں ایک زخم لگا، جس کی وجہ سے ماہِ شوال ۳ھ میں مدینہ منورہ میں واصل بحق ہوئے۔ اس تاریخی معرکے میں جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جہاد کا شرف نصیب ہُوا، اُن مجاہدینِ اسلام میں آپ بھی شامل تھے۔ یہ وہ غزوہ تھا، جس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے زرہ زیبِ تن فرمائی اور شرکت کی۔ یہ سعادت ہی حضرت ابنِ خذافۃ السہمی رضی اللہ عنہ کے لیے کافی ہے کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شرکت کی۔ یہ شرف درجات کی بلندی اور آخرت کی سرخروئی کے لیے کافی ہے۔

آپ بھی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے پہلو میں مدفون ہیں۔ اس قطعہ مُبارک میں مدفون صحابۂ کرام کو زائرین انتہائی عقیدت و احترام سے سلام پیش کرتے ہیں اور ان پاکانِ بارگاہ کی قبورِ مُبارکہ کی زیارت سے قلب ونظر کو منوّر کرتے ہیں۔

حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا

اُمِّ امیر المؤمنین حضرت علی کرّم اللہ وجہہُ الکریم، فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا کی قبرِ مبارک بھی جنت البقیع میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے قریب ہے۔ محمّد بن عمر بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق آپ کو بھی سیّدنا حضرت ابراہیم اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہما کے قریب دفن کیا گیا مگر زوّار اس قبرِ مُبارک کو بقیع کے احاطے سے باہر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پائنتی بتاتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

خواتین میں یہ وہ مقدّس ہستی ہے جن سے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی مانوس تھے۔ آپ کے اِنتقال پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُٹھو اپنی ماں کی طرف چلیں۔ احترام کے یہ الفاظ سیّدِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے لبِ اقدس سے ادا ہوئے، یہ محبّت آمیز الفاظ

Marfat.com

سُن کر فرشتوں نے عقیدت و احترام سے نظریں جُھکا لی ہوں گی۔ اِن الفاظ کو سُن کر صحابہ کرام رضی اللّٰہ عنہم کے دلوں میں عقیدت و احترام کا جذبہ اور بھی دو چند ہو گیا ہوگا۔

محبوبِ ربّ العالمین صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نے حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللّٰہ عنہا کے جنازے کو کندھا دیا۔ دوشِ مُبارک پر کبھی جنازے کا پہلا پایہ اُٹھاتے کبھی پچھلا۔ اس طرح دوشِ رحمت پر یہ جنازہ جنّت البقیع لایا گیا۔ جب سرکارِ دو عالم صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم جنازہ اُٹھائے ہوں گے فرشتے حلقہ بنا کر جنازے کے ساتھ ساتھ چلتے ہوں گے۔

حضورِ اکرم صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نے اپنا پیراہنِ مُبارک اپنے جسمِ اطہر و معنبر سے اُتارا اور فرمایا کہ اسے بھی کفن میں شامل کر دو ——— یہ کرم کی انتہا اور خوش بختی کی معراج ہے۔ یہ پیراہنِ مُبارک جنّت کا خلعت تھا۔ اس سے بہتر خلعت جنّت الفردوس کے کسی مکین کو میسّر نہ ہوگا، جس میں خلدِ بریں کی مہک اور تمام رعنائیاں بسی ہوئی تھیں کیونکہ یہ پیراہنِ مبارک نورِ مجسّم کے جسمِ اطہر و مطہّر سے مَس ہُوا تھا۔ یہ کائنات کا سب سے بڑا شرف تھا جو اُمِّ امیر المؤمنین حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللّٰہ عنہا کا مقدّر ہُوا۔

بارانِ رحمت کا نزول مسلسل ہو رہا ہے ——— اس جسمِ مقدّس کو لحد میں اُتارنے سے پہلے رحمتِ عالم صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم اِس لحد میں خود لیٹے اور ارشاد فرمایا کہ مَیں اس لیے اِس لحد میں لیٹا ہُوں کہ فاطمہ بنتِ اسد رضی اللّٰہ عنہا کا جسم عذابِ قبر سے محفوظ رہے۔ جسمِ اطہر کے لگتے ہی قبر کی ساری مٹّی عنبر بن گئی ہو گی اور جنّت الفردوس کی خوشبُو سے ساری قبر مہک اُٹھی ہو گی ——— اس میں جنّت الفردوس کے دروازے کُھل گئے ہونگے۔ یہ قبرِ مُبارک اللّٰہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمتوں کا مرکز، سعادتوں کا خزینہ اور برکتوں کا دفینہ بن گئی ہو گی۔

اِس خوش نصیب خاتونِ مکرّم و محترم پر تا ابد رحمتوں اور برکتوں کی بارش رہے گی ——— سرکارِ دو عالم صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کے اِس کرمِ خاص سے بقیع کا قبرستان لازوال برکتوں سے مالامال ہو گیا۔

Marfat.com

سیّدنا ابراہیم ابنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدنا ابراہیم، سرکارِ دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ چشم۔ محبوب ربّ العالمین صلی اللہ علیہ وسلّم کے لختِ جگر تھے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے آپ کے انتقال پر فرمایا: میرے بیٹے کو جنّت البقیع میں عثمان بن مظعون کے احاطے میں دفن کرو۔ خوش خبری سنائی کہ میرے بیٹے ابراہیمؓ کے لیے جنّت میں ایک انّا ہو گی جو شیر خواری کے ایام پورے کرے گی —— رحمتِ کون ومکاں نے اپنے دستِ مبارک سے سیّدنا ابراہیمؑ کی قبر پہ مٹّی ڈالی اور پانی چھڑکا۔ یہ پانی ابرِ رحمت تھا —— یہ ابرِ رحمت بقیع میں تاحشر دفن ہونے والوں کی ارواح کو سیراب کرتا رہے گا۔ اس سے پہلے یہ سحابِ کرم کسی قبر پر نہ برساتا تھا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جگر گوشے کی قبر پہ سے ریزے بھی چُنے۔

اے سیّدنا ابراہیمؑ! تُو نے بقیع میں دفن ہونے والوں کے لیے سعادت و برکت کے دروازے کھول دیے۔ جنّت البقیع میں دفن ہونے والوں کو امن و سلامتی کا پروانہ عطا فرما دیا۔

حضرت سیّدہ رقیّہ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوجہ امیر المؤمنین عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ، بنتِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم، سیّدہ رقیّہ رضی اللہ عنہا نے دارِ جنّت کی طرف سفر کیا تو سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ان کو مقدمۃ الجیش عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے قریب دفن کیا جائے۔ ان کے وصال پہ عورتوں کی ایک جماعت گریہ وزاری کرنے لگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں منع فرمایا۔ رحمتِ کونین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ رونا تو منع نہیں ہے۔ البتّہ ہاتھ اور زبان کی حرکت شیطان کی طرف سے ہے۔ اِس اجازت نامے نے تمام اُمّت کے لیے آسانی فرما دی ورنہ ضبطِ گریہ سے پس ماندگان کے جگر پھٹ جاتے۔ رقّتِ قلب تو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں میں سے ایک بہت بڑی رحمت ہے —— رقیق القلب لوگ ہی بارگاہِ رسالت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ اِس رقّت اور سوز کی وجہ سے انہیں قربِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم کی دولت عطا ہوتی

Marfat.com

ہے۔ گریہ صرف میت پر ہی نہیں ہوتا۔ ندامتِ گناہ پر اشک بہانا، عذابِ قبر کے خوف سے رونا، جہنم کے ڈر سے رونا، حشر کی سختیوں کے احساس سے رونا ـــــــ یہ اشک ریزی قلب و رُوح کی تطہیر کرتی ہے جس سے گناہوں کی فردِ سیاہ دُھل جاتی ہے۔ جس پر سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کو پیار آتا ہے۔ جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ بندے کے گناہ معاف فرما دیتا ہے، اپنی رحمتیں نازل فرماتا ہے اور سکون و اطمینان عطا کرتا ہے۔

اے ابرِ کرم! اے رحمتِ عالم! اے رسُولِ اکرم! صلّی اللہ علیہ وسلّم، آپ نے اپنی اُمت کے لیے آسانیوں اور بخششوں کے دروازے کھول دیے۔ آپ کا ہر لفظ اُمّت کے لیے موجبِ نجات ہے۔

امیرالمومنین حضرت سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

خلفائے راشدین میں تیسرے خلیفہ، ذُوالنورین، حیا و شرم کے پیکر، سخاوت و عطا میں بے مثال، جامع القرآن حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ تھے۔ تدوین و جمعِ قرآن ہی ایسا کارنامہ ہے جسکے اجر و ثواب سے اِن کی قبرِ مُبارک منوّر و تابندہ رہے گی۔ اِس کے علاوہ دامنِ عثمان رضی اللہ عنہ فضیلتوں اور عظمتوں کے گہر ہائے تابناک سے بھرا ہُوا ہے۔ غزوۂ تبوک کے سلسلے میں آپ کی مالی امداد نے سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خوشنودی حاصل کی۔ دین کی ترویج میں، اسلام کی سربلندی کے لیے اِنکی سخاوت اور ایثار کے درخشندہ نشانات لوحِ زمانہ پر مرتسم ہیں۔

جب سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم مدینہ منوّرہ تشریف لائے تو پانی کی اِنتہائی قلت تھی۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کنُواں خریدنے والے کو جنّت کی خوشخبری سنائی۔ اسی مقدّس و بزرگ ہستی نے ایک یہودی سے کنُواں خرید کر مُسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ عشرۂ مبشرہ میں سے تھے۔ یہ وہ مقبولِ بارگاہِ رسالت شخصیت تھی جس کے عقد میں سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی دو صاحبزادیاں آئیں اور آپ ذوالنورین کے لقب سے ملقب ہوئے۔ انہی کے بارے میں سرکارِ دو عالم

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ اگر میری اور لڑکیاں بھی ہوتیں تو باری باری عثمان کے نکاح میں دے دیتا۔

آپ نے مدینۃ الرسول میں خونریزی سے اجتناب کیا اور شہادت کا رتبہ پایا۔ انکا وجودِ مقدس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اور رضا کا مظہر تھا۔ مختلف مقامات پر آپ سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشنودی کا اظہار فرمایا — تمام مصائب و آلام کو صبر اور حوصلے سے برداشت کیا — قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے ہوئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پہنچ گئے۔

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ

آپ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ ہی سے دینی امور میں استفادہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بے مثل ذہنی بصیرت عطا فرمائی تھی۔ مفسر اور محدث تھے۔ دین کی تبلیغ، اسلام کی سربلندی میں زندگی صرف کی۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مقدس میں لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرتے تھے۔ سرکارِ دو عالم کے وصال کے بعد صحابۂ کرام حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ذاتِ مقدس کو دعا کے لیے وسیلہ بناتے تھے۔ کیونکہ مقربینِ بارگاہ کے واسطے سے دعائیں بارگاہِ ایزدی میں جلد قبول ہوتی ہیں۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا

کائنات کی خوش قسمت خواتین میں ان کا درجہ بہت بلند ہے۔ روزِ ازل سے یہ خاتونِ مکرم اپنے دامن میں رحمتوں کے پھول، سعادت کے خزانے اور برکات کے دفینے ہمراہ لائی تھی — غربت و افلاس، خستہ حالی و درماندگی، پریشانی وعسرت کے عالم میں مکہ مکرمہ آئیں اور اپنے دامن میں کونین کی دولت، انبیاء کی آرزو، وجہِ تخلیقِ کائنات کو لیے واپس لوٹیں۔ اس کی خوش قسمتی کا کن الفاظ میں ذکر کیجیے۔

Marfat.com

جس کی آغوش میں نبوّت کا نور، کونین کی برکت اور خدا کا حبیب آ گیا ہو۔ مکّہ مکرّمہ آتے ہوئے یہ بی بی قافلے کی گردِ راہ تھی، واپسی پر یہی خاتون تھی جس کے مقدّر پر ستارے رشک کرتے تھے۔ سحابِ کرم تمام جادے پر سایہ گستر تھا۔ شجر تعظیم کے لیے جھکتے تھے۔ اِس وجودِ مطہّر سے سارا راستہ مہک اُٹھا ـــــ صحرا کی دُعا قبول ہُوئی کہ اُس نے ابرِ رحمت کی زیارت کی ـــــ فرشتے پرے باندھے بی بی حلیمہ سعدیہؓ کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ نور کے ہالے نے بی بی حلیمہ سعدیہؓ کو گھیرا ہُوا تھا کیونکہ اس سفر میں محبوبِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم اِس پاک دامن بی بی کے ہمراہ تھے۔

اِس عفّت مآب بی بی کی لاغر، پتلی دُبلی اور کمزور اونٹنی جو مکّہ مکرّمہ آتے ہُوئے اپنے ہی وجود کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہ تھی۔ واپسی پر فخر و ناز کی ادائیں دکھاتی دوسری اونٹنیوں پر مُسکراتی، اپنے بخت رسا پر مسرور، تیز رفتاری سے رحمتِ عالم کو لیے جا رہی تھی ـــــ قافلے والے اِس حیرت انگیز انقلاب پر ششدر و حیران تھے۔ ساتھ والی عورتیں، جن کی گود میں مکّہ مکرّمہ کے نونہال مُسکرا رہے تھے، حلیمہ سعدیہؓ کو دیکھ کر انگشت بدنداں تھیں۔ ان کی حیرت کی انتہا نہ تھی۔ اِس مفلِس و نادار بی بی کی قسمت پر رشک کرنے لگیں۔ غریبوں کے مولا، یتیموں کے آقا، خستہ دلوں کے چارہ ساز کی رحمت تو اس غریب و بیکس خاتون کا حصّہ تھی ؎

کسی نے بھی نہ پائی تھی وہ دولت مِل گئی اُس کو
جو تھی معنی ہی معنی اب وہ صورت مِل گئی اُس کو (حفیظ جالندھری)

جس وجودِ مقدّس کی دُعا تھی کہ اے خالقِ کائنات، اے مالکِ یوم الدّین مجھے مساکین کے زمرے سے قیامت کے دِن اُٹھانا ـــــ اس کی چشمِ التفات تو اس مفلِس و بیکس حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا ہی مقدّر بن سکتی تھی۔

یہ خاتونِ مکرّم جس کی آغوش میں سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے رضاعت کے دِن گزارے،

Marfat.com

صحراؤں کو اپنے وجودِ مبارک سے زینت بخشی اور اس گھرانے کے ایک ایک فرد کو ساری کائنات کے لیے محترم بنا دیا اور حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے نام کو قیامت تک کے لیے درخشاں کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کا ثمرہ دامنِ حیا میں سمیٹے جنت البقیع میں آرام فرما ہے۔

سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، اصحابِ صفہ میں سے تھے۔ ذکر و فکر، عبادت و ریاضت، اور ارشاداتِ پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ مقصودِ حیات تھا۔ دنیوی لذات سے تمام عمر کنارہ کش رہے۔ عسرت و تنگدستی کی زندگی انتہائی رغبت اور پسندیدگی سے بسر کی۔ شب و روز سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے۔ درِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کان لگائے رہتے تھے کہ فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل میں دیر نہ ہو جائے۔ ہر لمحہ دینی تعلیم کے حصول میں صرف کیا۔ براہِ راست سرچشمۂ ہدایت سے اکتسابِ فیض کیا۔ کلامِ پاک کی نازل شدہ آیات سب سے پہلے انھی خوش بختوں کے کانوں تک پہنچتیں۔ یہ نفوسِ قدسیہ سب سے پہلے آیاتِ الٰہیہ کے مطالب و معارف سے بہرہ ور ہوتے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فعل، ہر قول کو اس جلیل القدر صحابی نے لوحِ دل پر نقش کر لیا۔ احادیث کا کثیر حصہ ہمیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر، عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیکر، دین کا عملی نمونہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، تھے۔ اس کی خوش قسمتی کا کون اندازہ لگا سکتا ہے جس کو ہر روز کئی بار محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوتی ہو۔ جسے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم دین کی تعلیم دیتے ہوں۔ جس کا سینہ علوم و معارف کا گنجینہ بن گیا ہو۔ دنیا کی تمام دولت، چاند تاروں کی ضیا کا سارا سرمایہ اس فاقہ کش کے قدموں کی دھول پر نثار!!

ایک دفعہ بھوک کی شدت سے نڈھال تھے۔ مقدس لب سوال اور شکوے سے ناآشنا تھے۔ قناعت و صبر کی دولت سے دامن بھرا ہوا تھا۔ مسلسل فاقوں سے جسم انتہائی کمزور ہو چکا تھا۔

Marfat.com

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں دودھ کا بھرا ہوا پیالہ پیش کیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اصحابِ صفہ کو بلاؤ، سب صحابہ حاضرِ خدمت ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اصحابِ صفہ کو دے دو۔ خیال گزرا کہ یہ پیالہ تو میرے لیے بھی بظاہر ناکافی معلوم ہوتا ہے ۔۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں سب صحابہ رضی اللہ عنہم نے سیر ہو کر اسی پیالے سے دودھ پیا۔ مگر دودھ کا ایک قطرہ بھی کم نہ ہوا تھا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، کے پاس یہ پیالہ آیا، آپ نے پیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اور پیو۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، نے اور پیا۔ جب سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس فیضِ خاص سے سیراب ہو چکے تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دودھ نوش فرمایا۔ میرا ایمان ہے کہ اگر یہ پیالہ کائنات کے ہر ذی روح کو پلایا جاتا تو پھر بھی دودھ میں کچھ کمی واقع نہ ہوتی۔ چشمہ رحمت ختم نہیں ہو سکتا، منبعِ فیض کب بند ہوا ہے۔ کرم کا خزانہ کہاں خالی ہوا ہے۔

یہ مقدس ہستی بھی اسی برکتوں اور فضیلتوں کے قبرستان میں آسودہ خواب ہے۔

Marfat.com

جب کبھی اُٹھ گئی اطرافِ مدینہ پہ نظر
سایۂ لطف کو تا حدِّ نظر دیکھا ہے

زیاراتِ مدینہ منوّرہ

◎

جن کو سرکارِ دو عالمؐ سے رہی ہے نسبت
وہ فضیلت کے مقامات پُرانے دیکھے

ہو نہیں سکتے کبھی محو دلِ حافظؔ سے
راہِ طیبا میں مناظر جو سہانے دیکھے

Marfat.com

مسجدِ قُبا

مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلم نے وادیٔ قبا میں تین روز قیام فرمایا۔ محبوبِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا، ہمارے ناقہ کو چھوڑ دو۔ علیؓ المرتضٰی کرّم اللہ وجہ الکریم ناقہ پر سوار ہوئے۔ جتنی جگہ ناقہ مُبارک نے قدم رکھے وہ مسجدِ قبا کی حد قرار دے دی گئی۔ یہ وہ مسجد ہے، جس کی بنیاد حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے مُبارک ہاتھوں سے رکھی۔ یہی وہ مقدّس مقام ہے جہاں یہ آیتِ شریفہ نازل ہوئی:

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ
تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ○

(بیشک وہ مسجد کہ پہلے ہی دن سے جس کی بنیاد پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ اس قابل ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں، اس میں وہ لوگ ہیں جو خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں اور ستھرے اللہ کو پیارے ہیں)

یہ وہ مسجد ہے جس کی تعمیر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی جلیل القدر اور برگزیدہ ہستیوں نے بہ نفسِ نفیس حصّہ لیا۔ اِن کے ذوق و شوق کا کون اندازہ لگا سکتا ہے جن کے ساتھ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم مصروفِ کار ہوں۔ ہر پتھر پاکیزگی کا مظہر بن گیا ہوگا۔ اس مسجد کو سب سے پہلی سجدہ گاہ ہونے کا شرف ہے، جس کو کلامِ پاک نے طہارت و تقوٰی پر مؤسس قرار دیا۔ احادیثِ مقدسہ میں سرورِ کونین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس کی فضیلت اور عظمت کا ذکر فرمایا۔ حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم ہفتہ کے روز اس مسجد میں تشریف لا کر دو رکعت نفل ادا کرتے تھے۔ اِس مسجد کی زمین نے سرورِ کونین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مقدّس پیشانی کو چُوما۔ دوسری حدیث

Marfat.com

میں ہے کہ جس نے اِس مسجد میں دو رکعت ادا کیں گویا اس نے عمرہ کیا۔ اِس مسجد میں نماز کا ثواب عمرہ کے برابر ہے ——— سکّانِ مدینہ کتنے خوش قسمت ہیں کہ وہ ہر روز اس عظیم سعادت سے دامن بھر سکتے ہیں۔

زائرین نمازِ فجر کے بعد حرمِ پاک سے نکل کر جوق در جوق ، کاروں پر ، بعض پا پیادہ مسجد قبا جاتے نظر آتے ہیں۔ ہر شخص کو یہ آرزو ہوتی ہے کہ مدینہ منورہ کے مختصر سے قیام میں جس قدر ممکن ہو سعادتیں سمیٹ لے۔

ایک اور حدیث پاک میں ہے ، جس کے راوی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں کہ محبوب ربُّ العالمین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا : مسجد قبا میں دو رکعت نماز ادا کرنا دو مرتبہ بیت المقدّس کی زیارت سے زیادہ محبوب ہے۔ اِس کے علاوہ اس کی فضیلت کی اور بہت سی روایات ہیں۔ اس کی عظمت کے لیے یہی کافی ہے کہ اس مسجد کو اللہ کے پاک بندوں کی سب سے پہلی سجدہ گاہ ہونے کا شرف ہے۔

جبلِ احد

زیارات میں سے سب سے پہلے جس مقدّس مقام کی زیارت کا شرف نصیب ہُوا وہ اُحد کا متبرّک اور تاریخی میدان تھا۔ یہی جبلِ احد ہے جس کے بارے میں سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ یہ وہ پہاڑ ہے جو ہمیں محبوب رکھتا ہے اور ہم اسے محبوب رکھتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز حضورِ ختمی مرتبت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نگاہ جبلِ اُحد پر پڑی، آپ نے اللہ اکبر کہہ کر فرمایا : "یہ ایک پہاڑ ہے جو ہمیں محبوب ہے اور ہم اس سے محبّت رکھتے ہیں۔ یہ پہاڑ جنّت کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہے اور 'عیر' ایک پہاڑ ہے جو ہم کو دشمن رکھتا ہے اور ہم اسے دشمن رکھتے ہیں وہ جہنّم کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہے۔"

Marfat.com

سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی محبّت اور رحمت صرف انسانوں تک محدود نہ تھی، کائنات کا ذرّہ ذرّہ، جمادات، نباتات، حیوانات حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رحمۃ للعالمینی سے فیض یاب ہوئے۔ موجودات کی ہر شے کو اس چشمۂ کرم نے سیراب کیا، تمام عالم میں اسی نورِ مجسّم کا جلوہ اور اسی حسنِ مکمّل کا جمال ہے۔ تمام جمالِ کائنات کا مصدر، تمام روئے زمین کے حُسن کا محور، تمام زنہتوں اور رعنائیوں کا مبدا و مرکز، حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ والا صفات ہے۔ متعدد احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جمادات، نباتات اور حیوانات سے کلام فرمایا اور ان کی گزارشات سُنیں۔ یہ بات تو ہمارے ایمان کا جزوِ لاینفک ہے کہ رحمتِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ گرامی وجہِ تخلیقِ کائنات ہے اس لیے کارخانۂ قدرت کی ہر شے آپ ہی سے فریاد کرے گی اور آپ ہی سے مدد چاہے گی۔ رحمتِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سحابِ کرم سے روئے زمین کا کوئی گوشہ محرُوم نہیں رہا۔ یہ ابرِ کرم موجُودات کی ہر چیز پر یکساں برسا۔ ہر ذرّۂ زمین بلکہ اجرامِ فلکی آپ ہی کے نقشِ کفِ پا کے صدقے میں منوّر و درخشاں ہیں۔

ہم کائنات کے خوش قسمت انسان ہیں کہ ہمیں خیر البشر صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دامنِ کرم سے وابستگی کا شرف نصیب ہُوا، خیر الاُمم ہونے کا اعزاز ملا۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شفاعت ہمارا مقدّر ہے۔ یہ وہ شرف، وہ فضیلت ہے جس کی آرزو انبیاء علیہم السلام کو رہی۔ خُدا کے ہر مُرسل نے جس کی تمنّا کی۔ خدائے کریم کا کتنا کرم ہے کہ یہ سعادتِ عظمٰی، یہ کرمِ بے پناہ، بغیر کسی آزمائش، بغیر کسی کٹھن امتحان کے ہمارے حصّے میں لکھ دیا گیا۔

دُنیا میں فلک بوس پہاڑ موجُود ہیں۔ جنکی چوٹیوں پر سفید و شفّاف برف نے حاشیہ لگا رکھا ہے۔ جنکی رفعت بے مثل، جن کا جمال بے عدیل سمجھا جاتا ہے۔ جن کے دامن قدرت کے حسین نظاروں سے رنگین ہیں ہر قدم ع

Marfat.com

کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا ایں جا است

کی کیفیت ہے، وسیع و عریض پہاڑ جو خالقِ حقیقی کی صنّاعی کے ایسے نادر نمونے ہیں کہ انسان اِن کی بوقلمونیوں میں کھو کر رہ جاتا ہے۔ ان پہاڑوں میں قدرت کے خزانے دفن ہیں۔ ان پہاڑوں پر لانبے لانبے درختوں کی قطاریں، سرد و شیریں پانی کی روانی، دودھیا فضائیں قدرت کے تابندہ و درخشندہ انعامات ہیں —— یہ سب کچھ ہے مگر جبلِ اُحد کی خوش بختی دیکھیے کہ سرورِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نگاہِ انتخاب نے اسے چُن لیا۔ یہ خشک و گرم پہاڑ آسماں رفعت ہو گیا۔ اسکی عظمت اور شان گرتے ہوئے آبشاروں، مہکتے ہوئے مرغزاروں، دمکتے ہوئے برف کے تودوں اور سلگتے ہوئے چنار کے درختوں سے نہیں بلکہ محبوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نقوشِ پائے مبارک سے ہے جن کی برکت سے اس پہاڑ کا ہر پتھّر لعل و یاقوت کو شرمانے لگا — وہ نقوشِ کفِ پا جن سے ستارے روشنی کی بھیک مانگتے ہیں۔ جبینِ مہتاب جن کی پیشوائی کو ترستی ہے۔ یہ نقوشِ پائے مُبارک جس ذرّے پر پڑے اُسے آفتاب بنا دیا، جس وادی سے گزرے اُسے رشکِ طور کر دیا۔

حضورِ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی دُعا اور برکت تو اُحد کا حِصّہ تھی —— سوچتا ہوں کہ روزِ ازل اس پہاڑ نے کس انداز سے ربّ العزّت کے حضور یہ دُعا کی ہو گی کہ اے خالقِ کائنات! میرے سینے کو حضورِ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مُبارک قدموں سے چمکا، میری تشنگی کو اپنے محبوب صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دیدار سے تسکین بخش —— یہ التجا قبول ہوئی اور اُحد کو وہ عظمت نصیب ہوئی جو قیامت تک کے لیے یادگار بن گئی، سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صدقے اِس زمین نے شہدا کی زیارت کی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جاں نثاریوں کے منظر دیکھے ؎

اِس زمیں میں ہے شہیدوں کا لہو ۔۔۔ جان دے کر ہو گئے جو سُرخرو

Marfat.com

جبلِ احد نے جاں نثاری کے وہ انداز دیکھے جن کی مثال کائنات کے دامن میں نہیں۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستگی اور شیفتگی کے وہ کرشمے دیکھے کہ فرشتوں نے جھک کر ان نفوسِ قدسیہ کی جبینوں کو بوسے دیے۔ یہی وہ مقدس سرزمین ہے جہاں فتح اسلام کا پھریرا فضائے دہر پر لہرایا، جس کے سائے میں سطوت و شوکت کے قافلے رواں دواں رہے اور فضائے عالم میں دین کا عَلَم بلند ہوتا چلا گیا۔ چند گنتی کے نفوس نے شجاعت و جواں مردی جاں نثاری و جاں سپاری کی ایسی داستانیں صفحۂ ہستی پر رقم کر دیں جنکی مثال قیامت تک کوئی لشکر، کوئی سپاہ پیش نہیں کر سکتی، شمع رسالت پر پروانگی کا حق ادا کر دیا —— نہ اس قلت کو کثرت کی پروا تھی، نہ دشمنوں کے ساز و سامان سے خوف تھا۔ اعدائے دین کے آہنی لباس نے ان کے پیوند لگے ہوئے پیراہنوں پر یاس دہراس کا کوئی عکس نہ ڈالا اور نہ ہی ان کے جاہ و جلال نے مردانِ خدا کے پائے استقلال کو متزلزل کیا۔ بلکہ شان و شوکت کفار نے ان کے عزم کو استقامتِ فراواں دی، جاں سپاری کے جذبات کو اور بھڑکایا، شہادت کے ذوق اور طلب نے جاں نثارانِ مصطفےٰ کے چہروں پر نور کی وہ لہر دوڑا دی، جس سے اُحد کی وادی پیکرِ نور بن گئی —— انہیں زندگی کی کب پروا تھی۔ وہ تو اپنی جانیں گھر سے لے کر ہی اس لیے نکلے تھے کہ راہِ حق میں کام آئیں اور وہ اپنے فرض سے سبکدوش ہو کر خدا کے حضور پہنچ جائیں۔ بقول علامہ مرحوم ؎

شہادت ہے مقصود و مطلوبِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

ان کا مطلوب رضائے الٰہی اور خوشنودیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ وہ تو ایک حقیر جان دے کر شرمندہ تھے۔ چاہتے تھے کہ سینکڑوں جانیں بھی ہوں تو راہِ حق میں قربان کر دیں۔ ہر تازہ

Marfat.com

زخم ان کے ذوقِ شہادت کے لیے مہمیز تھا۔ راہِ خدا میں ہر تکلیف ان کے دِلوں کو اطمینان اور سرفرازی بخشتی تھی —— آخر انہیں پروا بھی کیا تھی، ان کے ساتھ محبوبِ خدا تھے، ان کی قیادت دوجہاں کے تاجدار کر رہے تھے —— اِن کے درمیان رحمتِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم موجود تھے۔ ان کے لیے دمِ واپسیں چہرۂ انور کی ایک جھلک ہی آخرت کا زادِ راہ اور سرخروئی کی دلیل تھی۔ ایسی موت کسے نصیب کہ پائے اقدس پر دم نکلے، یہ سعادت، یہ شرف انہیں نفوسِ قدسیہ کا حصّہ تھا۔ یہ شرف انہیں ملنا ہی چاہیے تھا جو سب سے پہلے رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان لائے —— حبِ حق و صداقت کے دامن میں آگئے تو جان و مال اور اہل و عیال تک کو راہِ خدا کے لیے وقف کر دیا۔ ان کے لیے حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے زیادہ محبوب کوئی ذات نہ تھی۔

اُحد کا معرکہ ہُوا، تاریخ نے اس کے ہر لمحے کو، اس کی ہر پُرعظمت گھڑی کو، اسکی پُرشکوہ داستان کو اپنے اوراق میں اس طرح محفوظ کر لیا ہے کہ سلاطینِ زمانہ کے لیے مصدرِ ہدایت اور سرچشمۂ بصیرت بن گئی۔ دُنیا کے جاں باز اس بے مثال ایثار سے سبق حاصل کرتے رہیں گے۔ غزوۂ اُحد ایمانی طاقت، دینی حمیّت اور اِسلامی غیرت کا وہ نمونہ پیش کرتا ہے جو قیامت تک کے لیے اِسلامی جیوش کی فتح و نصرت اور کامیابی و کامرانی کا ضامن ہے۔

سُنیے حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہٗ کیا فرما رہے ہیں —— فرمایا: مجھے اُحد کی طرف سے جنّت کی خوشبو آتی ہے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہٗ کو رحمتِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شہادت کی خبر ملی، تمام طاقت جواب دے گئی، تمام قوّت زائل ہوگئی، دل ڈوب ڈوب گیا، نبض ہستی چھوٹتی محسوس ہُوئی۔ فرمایا: آپ کے بعد جنگ و جدل میں کیا مزا —— یہ فریفتگی اور عشق کی ایک ادا تھی، یہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے تعلّقِ قلبی کا بھرپور اظہار تھا ——

Marfat.com

مگر عقیدت و محبت کا ایک اور انداز بھی تھا ـــــــ جاں نثاری اور محبّت کا ایک اور معیار بھی تھا ـــــــ ہر دل کے آبگینے میں مہرِ نبوّت نے مختلف انداز میں ضیاپاشی کی تھی مقصود حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا عشق تھا، مظاہر مختلف تھے اور پرتو جُدا جُدا۔ اسی نازک مرحلے پر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم شہادت پا گئے تو ہماری زندگی کا کیا جواز ہے۔ ہم جی کر کیا کریں گے۔ ہم کس چہرۂ انور کو دیکھ کر اپنے دل کے خلوت کدے روشن کریں گے۔ اب حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رفاقت شہادت ہی میں ہے۔ یہ زندگی صحبتِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بغیر بے کیف ہے۔ جتنی جلدی ہو سکے سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حضور پہنچ جاؤ۔

یہ تو افواہ تھی اس میں صداقت کہاں تھی، مگر اس خبر نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت اور شیفتگی کو ظاہر کر دیا۔ دِلوں کے جذبات چہروں پر آئینہ ہو گئے، عشق نے پیکر اختیار کر لیا، ـــــــ جاں نثاری نے ہیئت و صورت کا لباس اوڑھ لیا۔ دُنیا پر ظاہر ہو گیا کہ ایسے مخلص، بے لوث جاں نثار آج تک کسی کے دامن سے وابستہ نہ ہوئے تھے۔ تاریخ نے اس باب کو ایسا ختم کیا کہ اس کے بعد شہادت و سعادت کی ایسی کوئی داستان اوراقِ عالم کی زینت نہ بن سکی۔

زندگی نچھاور کرنے والے حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کو دیکھیے ـــــــ وہ رسالت مآب پر کس انداز سے نثار ہو رہا ہے، اس نے اپنی پشت کو سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم فداہ ابی و امی کی ذاتِ گرامی پر ڈھال بنا دیا۔ تیروں سے اس جلیل القدر اور عظیم المرتبت صحابی کی پشت چھلنی ہو رہی ہے لیکن جاں نثاری کا یہ عالم ہے کہ جنبش تک نہیں ـــــــ میرا ایمان ہے کہ یہ عاشقِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم، ہر زخم پر خدائے کریم کا سپاس گزار ہو گا کہ اے خالقِ کائنات کن الفاظ میں تیرا شکر ادا کروں، میری جانِ بے مایہ کو یہ سعادتِ عظمٰی عطا فرمائی کہ تیرے حبیب صلّی اللہ علیہ وسلّم پر نثار ہو رہی ہے ـــــــ اگر ابُو دجانہ رضی اللہ عنہ کی لاکھ جانیں بھی ہوں تو اسی

Marfat.com

طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیتا ـــــ یہ سعادت تو جنت کی کلید، شہادت کا مژدہ، فرشتوں کی مبارکباد اور رضائے الٰہی کی سند ہے۔ یہ چند فانی لمحات تو ابدی مسرت کی نشاندہی کر رہے ہیں، یہ گھڑیاں تو زبانِ حال سے کہہ رہی ہیں کہ اے ابودجانہ! مبارک ہو تمہیں جنت الفردوس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت نصیب ہوگی، تمہیں حیاتِ جاوداں مل رہی ہے۔ ابودجانہ رضی اللہ عنہ کو ہر زخم سے جنت کی مہک آتی ہوگی، ہر قطرۂ خوں سے جامِ کوثر کی لذت ملتی ہوگی ـــــ اے ابودجانہ رضی اللہ عنہ! تجھ پر کائنات کے سلام، تُو نے جاں نثاری کا حق ادا کر دیا۔ تُو نے اپنی ذات کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ کر لیا۔

اُدھر نظر اُٹھایئے، ایک اور جاں نثارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہوں نے دشمنوں کی طرف سے آنے والے تیروں کو اپنے ہاتھ پر لیا، اس طرح کہ دونوں ہاتھ شل ہو گئے۔

اسی غزوہ میں ایک اور صحابی زیاد بن السکن رضی اللہ عنہ زخموں سے چور ہیں ـــــ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، انہیں میرے قریب لاؤ۔ اس مجاہد نے مرنے سے چند لمحے پیشتر اپنے لہو سے وہ داستانِ عشق رقم کی کہ اُحد کا میدان اس کی ضیا سے آج بھی تابناک ہے۔ جب لہو میں لتھڑے ہوئے اس جاں نثار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب لایا گیا تو اُس نے وفورِ اشتیاق اور کمالِ محبت سے اپنا رُخسار پائے اقدس پر رکھ دیا اور اس سعادتِ دارین کو سمیٹتا ہوا فردوس کے دروازے پر پہنچ گیا۔ اس کی نعش کو اس حالت میں دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا گزری ہوگی۔ فرشتے اِس کیفیت کو کس حیرت سے تکتے ہوں گے۔ یہ اسلام کا مجاہد تھا۔ یہ وہ شہید ہے کہ لفظِ شہادت جس پہ ناز کرتا ہے۔ اس کے خون نے اسلام کے جھنڈے کو لالہ گوں کر دیا۔

Marfat.com

ملی اس کو شہادت پائے محبوبؐ دو عالم پر
فلک بھی دیکھتا تھا اسکے ذوق و شوق کا منظر

آہستہ آہستہ ادب سے چلو، احترام و عقیدت سے قدم رکھو، اس زمین میں عمِ رسُولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم "سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ" کا مقدس خون ملا ہُوا ہے۔ یہ شہیدوں کی آرام گاہ ہے۔ یہ سب سے پہلے اسلامی لشکر کی قیام گاہ ہے۔

اے اُحد تیرے دامن میں وہ شہید آرام فرما ہیں۔ جن کے بارے میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ یہ شہید میرے اصحاب ہیں۔ قیامت کے دِن میں ان کی گواہی دوں گا ـــــ جو کوئی ان شہیدوں پر سلام پڑھتا ہے شہید اس کا جواب دیتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے دن فرمایا: "تمہارے بھائیوں کو جو کچھ پہنچنا تھا پہنچ چکا۔ شہداء کی ارواح سبز پرندوں کی صُورت میں جنّت کے باغات کی سیر کرتی ہیں، وہ بہشت کے میوے کھاتی ہیں، سونے کی قندیلیں جو عرش کے سایہ میں لٹکی ہوئی ہیں، ان میں آرام کرتی ہیں۔ یہ شہداء خداوندِ کریم سے کہتے ہیں کہ کون ہے جو ہماری خبر ہمارے ان بھائیوں کو پہنچا دے جو دُنیا میں ہیں اور ہماری حالت سے مطلع کر دے کہ وہ جہاد میں کوتاہی نہ کریں" ـــــ حق تعالیٰ نے ان کی آرزو کو شرفِ قبولیت بخشا، ان کی دعائیں آیہ کریمہ کی صُورت میں ظاہر ہوئیں:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ط
بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝

اس آیت کی تفسیر الفاظ و معانی سے ہی نہ ہوئی بلکہ اس کی تصدیق مشاہدے نے بھی کی۔ چھیالیس برس بعد جب شہدائے اُحد کی قبروں کو کھولا گیا تو اسی طرح شاداب چہرے، وہی پُرانوار جسم تھے، امتدادِ زمانہ کی گرد نے ان کے اجسامِ مطہرہ کو چھوا تک نہ تھا۔ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ غزوۂ اُحد آج ہی بپا ہُوا ہے

Marfat.com

اور ان مقدس جسموں کو آج ہی سپردِ خاک کیا گیا ہے۔ تاریخ کے اوراق اس پر بھی شاہد ہیں کہ بعض شہداء کے ہاتھ ان کے زخموں پہ تھے جب ان کے ہاتھوں کو زخموں سے علیحدہ کیا گیا تو خون جاری ہوگیا۔

غزوۂ اُحد میں فلک نے حیرت سے سُوئے زمین دیکھا، فرشتوں کی نگاہوں نے اس حشر انگیز منظر کا بھی مشاہدہ کیا۔ کائنات پر سکتہ چھا گیا ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب رسُولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو زخمی دیکھا ہوگا تو ان کے سینے غم واندوہ سے پھٹ گئے ہوں گے —— ان کے دِل اس جاں گسل صدمے سے چھلنی ہو گئے ہوں گے۔ کائنات اس عظیم سانحہ پر آنسو بہاتی ہوگی۔

سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے رخسارِ مبارک پر خود کی کڑیاں جم گئیں۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے چہرۂ انور سے خون کی دھاریں پھُوٹ پڑیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی آنکھیں خون کے آنسو بہاتی ہوں گی —— حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم اس حالت میں پہاڑ پر چڑھ رہے تھے۔ کس کے آنسو تھمتے ہوں گے، دِلوں کی دھڑکنیں سرکارِ عالی صلّی اللہ علیہ وسلّم پر فدا ہو رہی ہوں گی۔ اس المیّہ سے فضا دھندلا گئی ہوگی، صحابہ کو اس سے بڑھ کر حشر کا دن کون سا ہوگا۔ اس سے بڑھ کر ان کی جان کو کونسی اذیّت پہنچ سکتی ہے۔ ان کے لیے اِس سے بڑھ کر کونسا رُوح فرسا منظر ہو سکتا ہے —— یہ کوئی معمُولی واقعہ نہ تھا —— وہ رحمتِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم جو دنیا کو امن وسلامتی کا پیغام دینے آیا تھا جس کے پیغام میں ضعیفوں کو سکون، بیکسوں کو راحت، ناتوانوں کو امن کا مژدہ تھا، جو لوگوں کو دوزخ کے عذاب سے نجات دینے آیا تھا، وہ پیکرِ رحمت، وہ محسنِ انسانیت، وہ شفیقِ اعظم، وہ ہادیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم آج زخموں سے نڈھال تھا۔ اُمّ المومنین رض پر اس صدمے سے کیا بیتی ہوگی، سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بنتِ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اضطراب کا کیا عالم ہوگا،

Marfat.com

میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں - میں کن الفاظ میں اس دل گداز واقعہ کا ذکر کروں ـــــ الفاظ دم توڑ گئے، فکر ذہن میں جم کر رہ گیا - خیالات منجمد ہو گئے، یہ داستان تو اشکوں سے لکھی جانے والی ہے - کس جگر سے سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اپنا دوپٹہ جلا کر سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زخموں میں بھرا ہو گا -

اس گنہگار نے بچشمِ نم وہ جگہ دیکھی جہاں زخمی ہونے کے بعد حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے چند گھڑیاں آرام فرمایا - پتھر نیچا تھا، سرِ مبارک جب اس پتھر سے لگا تو وہ اونچا ہو گیا کہ سرورِ کونین صلّی اللہ علیہ وسلّم آرام فرما سکیں - میں نے وہ جگہ بھی دیکھی جہاں سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اپنا پشمینے کا دوپٹہ جلا کر سرکار صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زخموں میں بھرا تھا - اس جگہ میری چشمِ گریاں نے سجدے گزارے، عقیدت کے آنسو نچھاور کیے، دھڑکنوں کے حقیر نذرانے پیش کیے ـــــ اللہ تعالیٰ کے حضور دو رکعت نفل ان بے ترتیب اور بکھرے ہوئے پتھروں پر ادا کیے - جہاں محبوبِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم نے آخری بار آرام فرمایا تھا - یہ جگہ تھوڑی سی بلندی پر ہے -

محبوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم تشنہ ہیں، ساقیٔ کوثر پیاسے ہیں، پانی نایاب ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم کس بے قراری اور اضطرار کی حالت میں پانی کے حصول کے لیے خشک پہاڑ پر ادھر اُدھر دوڑتے ہوں گے، صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگیاں اس جانِ اقدس پر نثار ـــــ وہ لبِ معجز نما، وہ گلشنِ رحمت، وہ ابرِ کرم، وہ سائبانِ عالم آج پیاسا تھا - تلاشِ بسیار کے بعد ایک جگہ سے بارش کا جمع شدہ پانی میسّر آیا - پیکرِ لطافت نے اسے پینا قبول نہ کیا، تقدیس و تطہیر کا رمز شناس یہ پانی پینا کب گوارا کر سکتا تھا - علی المرتضیٰ کرّم اللہ وجہہٗ کاسے میں بھر کر یہ پانی لائے تھے -

آخر رحمتِ باری جوش میں آئی - ابنِ مسلمہ رضی اللہ عنہٗ مشکیزے میں صاف پانی لائے رحمتِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پیاس بجھائی - زخموں میں پشمینہ بھرنے سے خون رک گیا، محبوب

Marfat.com

کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے تسکین پائی۔

اسی غزوہ میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مُبارک شہید ہوئے۔ لبِ مبارک پر زخم آیا۔ یہ قیامتیں یہیں برپا ہوئیں، یہ حشر اسی سرزمین پر ٹوٹا —— مگر اس حالت میں بھی جاں نثاروں کو استقلال کا درس دیا، اِس حالت میں بھی خدائے کریم سے عفو و درگزر ہی طلب کی ان کے لیے ہدایت کی دُعا فرمائی۔

وادیٔ احد سے بچشمِ پُرنم لوٹا، دیدہ و دل حیران تھے، دُعا کے لیے الفاظ نہ نکلتے تھے۔ میرے سامنے میدانِ کارزار تھا۔ مَیں تو تصوّر کی نگاہوں سے حق و باطل کے اس معرکے کو دیکھ رہا تھا۔ کافی دیر بعد ہوش آیا۔ شہیدانِ اُحد کے مزاروں پہ آنسوؤں کی چادر چڑھائی۔ ان کے وسیلہ سے احباب اور اعزّہ و اقارب کے حق میں دُعا مانگی اور غازیانِ لشکرِ اسلام کی فتح و نصرت کا خواستگار ہُوا اور اس مقدس مقام، رزم گاہِ سرفروشانِ اسلام کو حیرت سے تکتا ہُوا لوٹا ——

اے شہدائے احد! تُم پر لاکھوں سلام —— تُم وہ جاں نثارانِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم تھے جنھوں نے سر کی بازی لگا کر عشق و محبّت کی بازی جیتی اور آنِ واحد میں اپنا ٹھکانا جنّت بنا لیا ——

مزارِ عمِ مصطفےٰ سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، گنجِ شہداء

میدانِ اُحد میں عمِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبرِ مبارک ہے۔ اسی احاطے میں حضرت مصعب بن عمیر، حضرت عبداللہ جحش، حضرت شمس بن عفان رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی قبورِ مبارکہ ہیں۔ کسی قبر کا کوئی نشان نہیں۔ صاف زمین ہے جس کو ان پاک بازوں کے اجسام مہک رہے ہیں۔

Marfat.com

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور رضاعی بھائی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں "اَسَدُ اللّٰہِ وَ اَسَدُ رَسُوْلِہٖ" کے مبارک خطاب سے نوازا تھا۔ آپ اس اعزاز اور اس شرف سے ممتاز ہوئے تھے۔ آپ کی شجاعت، دلیری اور بہادری ضرب المثل ہے۔ جوشِ اسلامی، حمیتِ دینی، جاں نثاریٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ذات پر نازاں ہے۔ یہی وہ مردِ مجاہد تھے کہ جس طرف رُخ کیا، اپنے جوشِ ایمانی سے صفوں کی صفیں اُلٹ دیں۔ کس کی مجال تھی کہ اس مردِ مومن اور شیرِ خدا کے مقابل ہو۔ اس بہادر کے نام سے ہی دشمن کانپ جاتا تھا۔ ان کو اس کی تلوار کی کاٹ اور بازوؤں کی قوت کا اندازہ تھا۔ مسلمان کے لیے تو موت ایک ابدی مسرت، لازوال زندگی اور ایک سرمدی کیف کا سرچشمہ ہے پھر جاں نثارانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تو سب سے بڑی آرزو، زندگی کی سب سے بڑی تمنا راہِ حق میں شہادت تھی۔ یہ مرتبۂ بلند، خوش بخت اور سعید رُوحوں کا ورثہ ہوتا ہے۔ حبشی نے جو زوجۂ سفیان کا غلام تھا۔ انعام کے لالچ میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، پر کمیں گاہ سے وار کیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شدید زخمی ہو گئے۔ اُنہوں نے اس حالت میں بھی وحشی کا تعاقب کیا مگر ایک گڑھے میں گر گئے۔ رُوح پرواز کر کے جنت کے باغوں میں پہنچ گئی ؎

عقابِ رُوح پہلے ہی سے تھا پرواز آمادہ
چلا سوئے بہشت اب چھوڑ کر یہ جسمِ افتادہ (حفیظ جالندھری)

اس کے بعد وحشی اور ہندہ نے جسمِ اطہر کی بے حرمتی کی اور نعش کو بُری طرح مسخ کر ڈالا۔ ان سرفروشانِ اسلام کے خُون سے نخلِ اسلام کی آبیاری ہوئی اور اس گلشنِ رحمت کی مہک نے سارے عالم کو معطر و معنبر کر دیا۔ انہی کے صدقے، اسلام کی سربلندی، سرفرازی اور عظمت کا پرچم فضائے عالم میں لہرانے لگا۔

Marfat.com

جب سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے جاں نثار چچا کی نعش کو اِس حالت میں دیکھا ہوگا تو قلبِ اطہر پہ کیا بیتی ہوگی۔ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس غیور، جری، مردِ خدا کی نعش کو دیکھ کر رنج و غم کا اظہار فرمایا۔

جنگِ اُحد کے خاص الخاص شہداء میں سے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے جو مدینہ منورہ میں معلّم الاسلام کے لقب سے مشہور تھے۔ ان کے وعظ سے اوس و خزرج کے قبیلے مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ یہ جانِ پاک بھی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آرام فرما ہے۔ اللہ تعالیٰ ان شہیدوں پر اپنی ان گنت رحمتیں نازل فرمائے۔

اِسی میدان کے سینے پر گنجِ شہداء ہے۔ جہاں ستّر کے قریب نفوسِ قدسیہ جامِ شہادت نوش کر کے ابدی مسرّت و راحت سے ہمکنار ہیں، جن کی پیشانیاں نورِ شہادت سے مستنیر، جن کے قلوب ابدی شادمانی سے سرشار ہیں۔ وہ شہدائے کرام آرام فرما ہیں جنہوں نے رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فرمان پر لبّیک کہہ کر اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ وہ اس آزمائش اور امتحان کی کڑی منزلوں سے کمال اطمینان سے گزرے۔ اس شہادت کا کیا کہنا جو رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی موجُودگی میں ہو، اس سعادت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے کہ محبُوبِ خدا، رحمتِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان شہدائے اُحد، ان مجاہدینِ اسلام کی تجہیز و تکفین کی۔ ان خوش بختوں کے لیے جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بارگاہِ ایزدی میں کس رقّت، کس سوز سے دُعائیں کی ہوں گی۔ اِن شہداء کے دامنوں میں حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی دُعاؤں کے پھُول، محبُوبِ خُدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رضا کے موتی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے گہر ہائے تابدار ہیں۔ ایک ہی جست میں ان پاکبازوں نے فانی دُنیا سے نکل کر جنّت الفردوس میں ٹھکانا بنا لیا۔ اللہ تعالیٰ اِن کی قبور پر شب و روز اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

Marfat.com

اے شہدائے اُحد! اِس گنہگار کا سلام قبول کرو ـــــ اور اس کے حق میں قیامِ مدینہ اور شہادت کی دُعا کرو ـــــ

بئرِ عثمان رضی اللہ عنہ

مہاجرین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا اور عقیدت و محبت کی فراوانی میں مضطرب ہو کر مدینہ منورہ کثرت سے آنے لگے۔ مدینہ منورہ میں شیریں پانی کی قلت تھی۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جاں نثاروں کی اِس تکلیف کو دیکھا۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جاں نثاروں اور وفا شعاروں کو تشنہ لب نہ دیکھ سکے۔ ایک یہودی کے پاس ایک میٹھے پانی کا کنواں تھا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کنوئیں کے خریدنے والے کو جنت کی بشارت دی، لبِ معجز نما سے یہ مژدۂ جاں فزا سُن کر کس صحابی کا دل اسکی خرید کے لیے بیتاب نہ تھا۔ مگر یہ نفوسِ قدسیہ تو سب کچھ راہِ خدا میں لٹا کر آئے تھے۔ انہوں نے تجارتوں کو تج کر، جائدادوں کو چھوڑ، اپنے اثاثوں سے منہ موڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتِ اقدس سے فیضیاب ہونے کے لیے مدینہ منورہ کا رُخ کیا تھا ـــــ ان کے پاس سرمایہ کہاں تھا کہ خطیر رقم ادا کر کے اس بشارت کے حق دار بنتے۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ہر مرحلے پر مُسلمانوں کی مالی امداد کی تھی، انفاق فی سبیل اللہ میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا تھا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے لبِ اقدس سے راحت و امن اور ابدی مسرت کا یہ مژدہ سُن کر اس یہودی کے پاس پہنچے اور آدھا کنواں بارہ ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ کنوئیں پر ہجوم رہنے لگا، یہودی نے دوسرا آدھا حصہ بھی آٹھ ہزار درہم کے عوض حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے پاس فروخت کر دیا۔ مدینہ منورہ قیام کے دوران اس کنوئیں کو دیکھا جو اَب خشک ہے۔ قریب ہی ٹیوب ویل لگا ہُوا ہے جو باغیچے کو سیراب کرتا ہے مگر میری نگاہوں میں یہ کنواں آج بھی ماضی کے دَور کا سرچشمہ اور حضرتِ ذوالنورین کی یادگار ہے۔

Marfat.com

یہی وہ کنؤاں ہے جہاں سے خاتونِ جنّت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا مشکیزہ میں پانی بھر کرلے جایا کرتی تھیں اوران کے شانۂ مُبارک پر نشان پڑ گئے تھے ۔ خاتونِ جنّت، کوثر و تسنیم کے مالک کی بیٹی ، ساقیٔ کوثر کی لختِ جگر مگر مشقّت کا یہ عالم! اگر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم اشارہ فرماتے توغلامانِ بارگاہِ رسالت اس کنوئیں سے کاشانۂ نبوّت تک پانی نکال کر چشمہ جاری کر دیتے مگر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کسی موقع ،کسی مرحلے اورکسی مقام پر اپنی ذاتِ اقدس کو کسی مُسلمان پر ترجیح نہ دی ۔ ایک دفعہ خاتونِ جنّت نے سُلطانِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے عرض کی کہ کوئی غلام گھر کیلیے بھی رکھ لیں تو سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خاتونِ جنّت کی توجّہ اس ابدی راحت وآرام کی طرف دلائی جس کی نعمتیں لامحدود ہیں ۔ جو ابدی سکون کا ٹھکانہ ہے اور کمال شفقت سے فرمایا کہ اے میری لختِ جگر! تجھے ایسی نعمت نہ عطا کردوں جس سے تمہیں دائمی سکون میسّر آئے ۔ فرمایا کہ ہر نماز کے بعد ۳۳ بار سُبْحَانَ اللہ ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور ۳۴ بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھ لیا کرو ۔ اس نعمت کے حصُول پر سیدہ فاطمۃ الزہرا کا چہرہ خوشی سے تمتما اُٹھا اور اس پاک بی بی کے صدقے میں یہ انعام امّت تک پہنچا ۔

مسجد قبلتین

یہ وہ مسجدِ مقدّس ہے جس کا وجُود اسلامی تاریخ کا سنہری حصّہ بن گیا ۔ سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم بیت المقدّس کی طرف رُخ کر کے نماز ادا فرمایا کرتے تھے ، بیت المقدّس کی فضیلت اظہر من الشّمس ہے جہاں سے محبُوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے معراج کے سفر کی ابتدا کی ، جہاں خاتم النّبیین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جملہ انبیاء علیہم السّلام کی امامت فرمائی ۔ آدم علیہ السّلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام تک تمام انبیاء علیہم السّلام نے اپنی پیشانیوں کو خُدا کے حضور جھکایا ، پیغمبروں کے لیے یہ لمحہ کس قدر مسرّت آمیز ہوگا کہ اُن کو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا دیدار نصیب ہُوا اور اقتداء سے سرفراز ہوئے ۔ بیت المقدّس ہی تمام

Marfat.com

مسلمانانِ عالم کا قبلہ رہا۔ ان سب برکتوں اور فضیلتوں کے باوصف محبوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی آرزو تھی کہ اہلِ اسلام کی پیشانیاں سوئے کعبہ جھکیں اور کعبہ کو قبلہ قرار دیا جائے۔ سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم اس اُمّید پر آسمان کی طرف نظر اٹھاتے ـــــ اس پر یہ آیت نازل ہوئی؛

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ ج فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ص فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ط وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ○

(ہم دیکھ رہے ہیں، بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا۔ تو ضرور ہم پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے ابھی اپنا منہ پھیر دو مسجدِ حرام کی طرف اور اے مسلمانو! تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف کرو اور وہ جنہیں کتاب ملی ہے ضرور جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ ان کے اعمال سے بے خبر نہیں)

مسجدِ قبلتین میں محبوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نمازِ عصر ادا فرما رہے تھے۔ دو رکعت کے بعد حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے روئے مُبارک بیتُ اللہ کی طرف پھیر دیا۔ نبیِّ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا رُخِ مُبارک پھرنا تھا کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسی طرف صفیں آراستہ کرلیں۔ خداوندِ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خواہش کو شرفِ قبولیت بخشا اور تمام کائنات کا مسجود الیہ تمام مسلمانانِ عالم کا قبلہ، تمام کلمہ گویانِ خدا کا کعبہ بیت اللہ ہوگیا۔

Marfat.com

یہ میری خوش بختی ہے کہ مَیں نے اس دیوار کی زیارت کی جہاں حضورؐ صلّی اللہ علیہ وسلّم بیتُ المقدّس کی طرف رُخ کر کے نماز ادا فرما رہے تھے اور سرکار صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنا رُخِ مُبارک بیتُ اللہ شریف کی طرف پھیرا تھا۔ یہ زمین کا ٹکڑا اِسلامی تاریخ کا اہم جزو، مُسلمانانِ عالم کی زیارت گاہ اور اسلامی عہد کی تاریخ کا زرّیں باب بن گیا۔

خمسہ مساجد

اِس قطعۂ زمین کو یہ شرف حاصل ہے کہ اِس پر پانچ مساجد بن گئیں، یہ پانچ عبادت گاہیں اسلامی فتح و نصرت کے مقدّس نشانات ہیں جو ہمیشہ تابندہ رہیں گے۔ یہ پانچ مساجد غزوۂ خندق کی یادگار ہیں جن سے احدیت و صمدیت کے ترانے آج بھی بلند ہوتے ہیں۔ یہ پانچ گلاب کے پھُول ہیں جنکی مہک سے اسلامی تاریخ کے اوراق ہمیشہ ہمیشہ معطّر رہیں گے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں غزوۂ خندق ہُوا۔ اسے غزوۂ احزاب بھی کہتے ہیں۔ یہیں کلامِ پاک نے فتحِ مبین کی بشارت دی اور سورۂ فتح کا نزول ہُوا۔

معبودانِ باطل کے پرستاروں نے جب بتوں کی خُدائی کو پاش پاش ہوتے دیکھا اور ان کو ہر معرکے میں شکست کا منہ دیکھنا پڑا تو انہوں نے ایک بھاری جمعیت کے ساتھ مدینہ منورہ پر حملہ کیا۔ جاں نثارانِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم صرف تین ہزار تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا کیونکہ اتنی بڑی فوج کا مقابلہ کھُلے میدان میں مناسب نہ تھا۔۔۔ سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور خندق کھودنے کے آلات فراہم کیے اور کام کا آغاز کر دیا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تقسیمِ کار فرما دی۔ دس دس صحابہ رضی اللہ عنہم کے گروہ بنا دیے اور ان کو دس دس گز زمین کھودنے کا حکم دیا۔ ہر جماعت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ شامل کرنا چاہتی تھی کیونکہ وہی اِس طریقِ دفاع کے محرّک تھے۔ یہ اِختلاف آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپ نے مُسکرا کر فرمایا: "سلمان من اھل البیت" یعنی سلمان

کا میرے اہل بیت میں شمار ہے۔ اس وقت سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو منجملہ اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا شرف حاصل ہوگیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس خندق کھودنے والی جماعت کے ساتھ کام کر رہے تھے، خود مشقت فرما رہے تھے۔ بازوؤں اور سینۂ اطہر پر گرد پڑی ہوئی تھی۔ خندق کھودنے والے اُجرت کے مزدور نہ تھے، سخت سردی کا موسم تھا، خوراک کی قلت تھی۔ ان جان نثارانِ رسولؐ نے فرمانِ ہادی پر کدالیں لے کر خندق کھودنا شروع کی۔ میری نگاہیں ان نفوسِ قدسیہ کو جذب وانہماک کے ساتھ مصروفِ کار دیکھ رہی ہیں، فاقوں سے چہرے زرد ہیں، مسلسل محنت ومشقت سے تھک کر چُور ہوگئے ہیں مگر عزم جوان ہے۔ اپنی جان کی پروا نہیں، بھُوک کی شدّت سے صحابہ کبار رضی اللہ عنہم نے پیٹ پر پتھر باندھ لیے۔ اس حالت میں بھی کام جاری ہے۔ اسی عزم اسی انہماک سے فرمانِ ہادیؐ کی تعمیل ہو رہی ہے۔ اسی گروہ اور اسی پاکیزہ جماعت میں اس کے سپہ سالار بھی تھے۔ وہ آج کل کے سپہ سالاروں کی طرح حکم دینے کے عادی نہ تھے، جہاں فوج کے سپاہی مصروفِ کار تھے وہاں ان کا سپہ سالار بھی ان میں شامل تھا۔ جہاں فاقوں سے صحابہ کے پیٹ پر پتھر بندھا تھا وہاں اس سپہ سالار کے شکم مُبارک پر دو پتھر بندھے تھے۔ امام بوصیریؒ نے اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے ؎

وَشَدَّ مِنْ سَغَبٍ اَحْشَاءَهُ وَطَوٰى

تَحْتَ الْحِجَارَةِ كَشْحًا مُتْرَفَ الْاَدَمِ

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکمِ مُبارک کو جو نہایت نازک جلد والا تھا، فاقوں کے سبب باندھا اور لپیٹا)

کوئی امتیازی نشان، کوئی ایسا تمغہ نہ تھا جو سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جاں نثاروں سے ممیّز کر سکے، انسانی تاریخ قیامت تک مساوات وبرابری کی ایسی مثال پیش نہ کر سکے گی، انسانی ہمدردی،

انسانی اخوت، انسانی مساوات، انسانی برادری کے جو دعویدار ہیں، ایسی ایک مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں بقول علامہ اقبال مرحوم ؎

یہ علم، یہ حکمت، یہ تدبّر، یہ حکومت
پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیمِ مساوات

انسانی عظمت کا یہ معرکہ ایسا درس ہے جو ہر مصلح، ہر مفکر اور ہر رہنما کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ اگر ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے سر پر ٹوکری ہے تو شہنشاہِ لولاک صلّی اللہ علیہ وسلّم بھی اس مشقت میں برابر کے شریک ہیں۔ اگر ایک صحابی پتھر توڑ رہا ہے تو اس کام میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم بھی مصروف ہیں۔ یہی نہیں جہاں سب کی ہمّتیں جواب دے جاتی ہیں، جس کام کی تکمیل میں سب کی قوّتیں عاجز آجاتی ہیں وہاں یہ اللہ کا پیارا اس مشکل کو حل کرنے، اس کام کو سرانجام دینے کے لیے بہ نفسِ نفیس موجود ہے۔ اگر اس وجودِ مقدّس کو جاں نثار مثالی ملے تھے تو ان جاں نثاروں کو آقا بھی ایسا ملا تھا کہ اس کے بعد خلّاقِ کائنات نے ایسا وجود تخلیق ہی نہیں کیا، تمام اوصافِ جمیلہ، ہمہ عاداتِ حسنہ، جملہ اخلاقِ جلیلہ کو ایک ہی پیکرِ مقدّس و محترم میں مجتمع فرما دیا اور خیر البشر صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اُسوۂ حسنہ کو تمام کائنات کے لیے لازم قرار دے دیا۔

شب و روز خندق کھودنے کا کام جاری ہے۔ نہ سردی کی شدّت حائل ہے، نہ فاقہ ہاتھ روکتا ہے۔ مسلسل فاقے اور محنتِ شاقہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جسم کمزور ہو گئے، ایک بھاری پتّھر اس کام میں رکاوٹ بن گیا۔ یہ پتّھر اتنا بھاری تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نہ ٹوٹ سکا۔ تھک کر ہار گئے، غنیم کے حملے کا خطرہ درپیش تھا، سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کدال اپنے دستِ مُبارک میں لیا۔ پیغمبر کی قوّت کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔ یہ ذاتِ گرامی بھی صحابہ کبارؓ کی طرح مسلسل فاقے سے تھی مگر نبوّت کے جلال کا یہ عالم کہ جب پتّھر پہ پہلی ضرب پڑی تو شعلہ بلند ہُوا۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم

Marfat.com

نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور فرمایا کہ خدا کی قسم، اس وقت شام کے سُرخ محلات میرے سامنے ہیں۔ دوسری ضرب پر پھر شعلہ بلند ہُوا۔ پھر ملہمِ حقیقی نے ارشاد فرمایا کہ ملکِ فارس مجھے عطا کیا گیا ہے اور مدائن کے سفید محلات مجھے نظر آ رہے ہیں، تیسری ضرب پر پھر شعلہ بلند ہُوا۔ آپؐ نے پھر اللہ اکبر کہا اور فرمایا، مجھے یمن کی کُنجیاں دی گئی ہیں، خدا کی قسم صفا کے دروازے مجھے دکھائے گئے، دستِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تین ضربوں سے پتّھر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

اِسی غزوہ میں عبدِ وُد بھی دشمنوں کی فوج میں شامل تھا جو ایک ہزار نفوس پر بھاری سمجھا جاتا تھا۔ شیرِ خدا، صاحبِ ذوالفقار، حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ کے ہاتھوں ایک ہی ضرب سے واصلِ جہنّم ہُوا۔

ذِکر خمسہ مساجد کا تھا، خیالات کی رَو نے چلتے چلتے ان نقُوش کو بھی چھُو لیا جو ہمارے اسلاف کا ورثہ، ہماری تاریخ کا بے مثال سرمایا ہیں۔ غزوۂ خندق میں جہاں جہاں صحابہ کرامؓ کے خیمے تھے وہاں وہاں ان کی یادگاریں عبادت گاہوں کی صُورت میں قائم ہیں۔ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کا خیمہ چھوٹی سی پہاڑی پر تھا وہاں مسجد تعمیر ہوئی، مجھ گنہگار کو بھی وہاں حاضری کا شرف مِلا، اس جبین کو یہ سعادت نصیب ہے کہ اس مسجدِ مقدّس میں بحضُورِ خدا سجدہ ریز ہوئی۔ دوسری مساجد حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ کے اسمائے گرامی سے موسوم ہیں۔ ان فداکارانِ پیمبر صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ولولے، غیرتِ ایمانی، جذبۂ جہاد، جوشِ حمیت، پامردی و استقلال، شجاعت و جوانمردی کی داستان کے اوراق اِس زمین پر جا بجا بکھرے پڑے ہیں۔ اِن شجیع، بہادر انسانوں کے نعرے، اِن کی تکبیریں آج بھی اس مقدّس فضا میں گونج رہی ہیں۔ یہ مٹّی بہت پاکیزہ ہے اِس پر دبے پاؤں چلو، ذرّے ذرّے کو نظر نظر سے چُومتے چلو، اس خاک میں شہیدوں کے خون کی خوشبُو بسی ہوئی ہے۔ یہ وادی ان شہیدوں کی امیں ہے جنہوں

Marfat.com

نے ارشادِ ہادیؐ پر اپنی جانیں جانِ آفریں کے سپرد کر دیں، دُنیا سے سُرخرو گئے، دامن میں رضائے مصطفویؐ کے گلہائے رحمت سمیٹ کر آرام فرما ہیں۔ ان پھولوں کی خوشبو ان کے مشامِ جان کو قیامت تک معطّر و معنبر رکھّے گی۔

بستانِ حضرت سلمانِ فارسی رضی اللہ عنہ

حضرت سلمانِ فارسی رضی اللہ عنہ ۲؁ھ میں مُسلمان ہوئے تھے، یہ اصفہان کے باشندے تھے۔ ان کے مذہبِ قدیم میں ابلق گھوڑے کی پرستش کی جاتی تھی۔ راہِ حق کی تلاش کے دوران مذہبِ یہود میں داخل ہو گئے۔ کسی مذہب میں بھی تسکینِ قلب کا سامان نظر نہ آیا۔ اسی دھن، اسی لگن میں شب و روز بسر ہوتے رہے۔ آخر کار ایک پادری نے رہنمائی کی اور بتایا کہ کھجوروں کے ملک میں آخری پیغمبر کا ظہور ہونے والا ہے۔ مجھے اس ذاتِ اقدس کی قدم بوسی کا شرف نصیب نہ ہوگا۔ میرا پیمانۂ عمر لبریز ہو چکا ہے اگر تم خوش قسمتی سے اس ذاتِ گرامی تک پہنچ جاؤ تو اس کے دین میں داخل ہو جانا، اس پر ایمان لے آنا، اُس کا دین ہی دنیا و عقبیٰ کی سرفرازی کا ضامن ہوگا — دل میں جستجو کی قندیل پورے آب و تاب سے روشن ہو گئی۔ منزلِ مقصود کی لگن نے شب و روز بیتاب رکھّا۔ اِس نورِ جہاں تاب کی زیارت کا شوق فزوں تر ہوتا چلا گیا۔ اس خطّۂ پاک کا نشان پوچھنا شروع کیا جو ان کے خیالات کا مرکز، ایمان کا سرچشمہ، سکونِ قلب کا منظہر اور آخرت کی سلامتی و نجات کا ضامن تھا، راستوں کی صعوبتیں برداشت کرتے، ملک در ملک پاپیادہ سفر کرتے، تکلیفیں جھیلتے، اِس وادیٔ ایمان و ایقان میں پہنچ گئے، پادری نے جس کی نشاندہی کی تھی۔ جہاں پناہ دینے والا، دامنِ رحمت موجود تھا، جہاں ابرِ کرم دھوپ میں جل جل کر آنیوالے، منزل بہ منزل بھٹکنے والے کا منتظر تھا۔ وہ قافلہ جس کے ساتھ سیّدنا سلمان فارسیؓ سفر کر رہے تھے اس نے اس گوہرِ نایاب کو مدینہ منورہ کے ایک یہودی کے ہاتھ چند درہموں میں بیچ دیا۔ ان کو کیا خبر تھی کہ اس غلام کو وہ سعادتِ عظمیٰ ملنے والی ہے جو

Marfat.com

بادشاہوں کا مقسوم نہیں۔ تاجدار جس کے بھکاری اور زمانے کے فرمانروا اس کے دریوزہ گر ہیں۔ اس غلام کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے "سلمان من اهل البیت" کے محبت بھرے خطاب سے نوازا، جس کو اِک عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت نصیب رہی۔ جس غلام کا نام تاجداروں کی تاریخ کا عنوان بن گیا۔ اللہ تعالیٰ کی صمدیت کے کرشمے قدم قدم پر نمایاں ملتے ہیں اگر خداوندِ کریم نوازے تو حضرت سلمانِ فارسی رضی اللہ عنہ کو اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مقربِ خاص بنادے، اگر دربار سے ہٹانا چاہے تو ابوجہل مردود و مقہور ہو جائے درآں حالیکہ وہ مکہ مکرمہ کا باشندہ تھا۔

حسنؓ ز بصرہ، بلالؓ از حبش، صہیبؓ از روم
ز خاکِ مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی ست (حافظ شیرازی)

اس پادری نے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی دو نشانیاں بتائی تھیں، ایک نشانی یہ تھی کہ وہ ذاتِ گرامی صدقہ قبول نہیں کرے گی دوسری نشانی یہ بتائی تھی کہ ہدیہ قبول فرمائے گی۔ حضرت سلمانِ فارسیؓ یہودی کے باغ میں کھجور پر چڑھے کام کر رہے تھے ـــــ کسی شخص نے ان کے مالک کو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی اطلاع دی کہ مدینہ منورہ میں ایک ایسی برگزیدہ ہستی کا نزول ہوا ہے جو خود کو خدا کا آخری پیغمبر کہتا ہے ـــــ یہ الفاظ جب سلمان فارسیؓ نے سُنے تو ان کو گوہرِ مقصود ملتا نظر آیا، ان کو تمام تکالیف کا ثمرہ تمام صعوبتوں کا انعام ملنے والا تھا۔ ان کی تمام جستجو کا حاصل یہی روزِ سعید تھا جب ان کو دربارِ رسالتؐ میں باریابی کا شرف ملنا تھا شام کو کام سے فارغ ہو کر، محنت کی کھجوریں لے کر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوئے۔ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ سرکار! یہ صدقے کی کھجوریں ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبی صدقہ قبول نہیں کرتا ـــــ دوسرے روز وہی مزدوری کی

Marfat.com

کھجوریں لے کر پھر دربارِ نبوی میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا کہ آقا! یہ کھجوریں ہدیہ ہیں۔ آپ نے وہ کھجوریں خود بھی کھائیں اور اپنے جاں نثاروں کو بھی عطا فرمائیں۔ اس تصدیق کے بعد حضرت سلمان رضی اللہ عنہ، حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔ تپتے ہوئے سینے کو ٹھنڈک نصیب ہوئی، بھٹکی ہوئی رُوح کو ٹھکانا مِل گیا۔ تمام عمر کی جدّو جہد، تمام زندگی کی جستجو آج بار آور ہوئی، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سایۂ رحمت میں پناہ مل گئی —— قسمت کا ستارہ اس طرح چمکا کہ قیامت تک چمکتا رہے گا۔

ایک روز دریائے کرم جوش پر آیا۔ محبُوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اپنے مالک سے پُوچھو کہ وہ کن شرائط پر تمہیں آزاد کرتا ہے۔ یہ استفسار کیا تھا پروانۂ آزادی تھا۔ خدمتِ سرکار صلی اللہ علیہ وسلّم کا منصب نصیب ہونے والا تھا۔ یہودی نے کہا کہ تین سو کھجوروں کے درخت لگاؤ جب وہ پھل دینے لگیں اور ۴۰ مثقال سونا لاؤ تو آزاد کر دیے جاؤ گے۔ محبُوبِ ربّ العالمین صلی اللہ علیہ وسلّم کے حضور شرائط عرض کر دیں۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے جاں نثاروں سے فرمایا کہ اپنے بھائی کی مدد کریں، سب نے کھجوروں کے پودے لگائے۔ ابرِ رحمت نے اس جگہ کو ایسا سیراب کیا کہ قلیل مدّت میں کھجوروں میں پھل لگنے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے دستِ کرم سے دو کھجوریں لگائیں۔ ایک شرط معجزانہ طور پر خدا نے پُوری کر دی ——

—— ایک سونے کی ڈلی مالِ غنیمت میں آئی تھی، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے وہ سلمان رضی اللہ عنہ، کو عطا فرما دی۔ وزن کرنے پر چالیس مثقال ہوئی۔ دوسری شرط بھی پُوری ہو گئی ——

آج وہ صبح طلُوع ہوئی جو اپنے دامن میں اُمیدوں کی کرنیں، آرزوؤں کے پھُول بھر کر لائی۔ ایسی صبح سلمانِ فارسی رضی اللہ عنہ، کی زندگی میں پہلے کبھی طلُوع نہ ہوئی تھی۔ آج وہ سارے ارمان پُورے ہوئے جو ایک مدّت سے اس کے سینے میں موجزن تھے۔ آج غلامِ بارگاہِ رسالت

Marfat.com

کو ہمیشہ کے لیے خدمتِ اقدس میں زندگی گزارنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آج وہ اِس بارگاہِ عالی سے منسلک ہو گئے جس کی غلامی پر آزادیاں نثار!

دل خلوص سے لبریز، جستجو یقین کا زادِ راہ لے کر چلے، آرزو کی قندیل بادِ صرصر کے جھونکوں سے بجھنے نہ پائے، دشواریٔ منزل پائے استقلال میں لغزش نہ پیدا ہونے دے تو انعام بھی گراں قدر ملتا ہے۔ وہ لمحہ ساری عمر کی کاوش کا حاصل ہوتا ہے جب قطرے کو گہر بننے میں ایک پل بھی نہیں لگتا۔ یہ ساعت، یہ لمحہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو آج نصیب ہو گیا تھا ایک نگاہِ کرم نے اس وجودِ محترم کو حیاتِ جاوید عطا فرما دی ؎

سخت مشکل ہے مگر لطفِ نظر ہونے تک
ایک پل چاہیے قطرے کو گہر ہونے تک
(حافظ لدھیانوی)

Marfat.com

مسجدِ نبوی ــــــــ حرمِ پاک

مسجدِ نبوی ــــــــ نُور کا پیکر، رحمتوں کا مصدر، فضیلتوں کا مرکز، برکتوں کا سرچشمہ، عظمت و جمال کا نشان، نزولِ قرآن کی زمین، اصحابِ صُفّہ کی قیام گاہ، ملائکہ کی حاضری کا مقام، کاشانۂ رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلّم، دربارِ مصطفوی، جلوہ گاہِ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم حریمِ ناز، آستانۂ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم، قبولیّتِ دُعا کی جگہ، سوز و ساز کی دُنیا، عجز و نیاز کا جہان ــــــــ

ــــــــ اور

زائرین کی آنکھ کا نُور، ذہن کا اُجالا، قلب کی روشنی ہے۔

دِل ہے شیدائے گنبدِ خضریٰ
جاں ہے قربانِ رہگزارِ حرم

Marfat.com

مسجدِ نبوی دُنیا کی مساجد میں قبا کے بعد دوسری مسجد ہے۔ قبا کی مسجدِ مُبارک کی تعمیر میں سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بہ نفسِ نفیس حصّہ لیا۔ اِس کی بُنیاد تقویٰ پر رکھی گئی جس کی شہادت کے طور پر قرآنِ پاک کی آیتِ مبارکہ مسجدِ قبا میں نازل ہوئی، صحیح بخاری کی روایت کے مطابق آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے قبا میں ۱۴ دن قیام فرمایا۔ بعض اربابِ سیَر نے تین دن اور بعض نے چار دن لکھا ہے مگر صحیح بخاری کی روایت قرینِ قیاس ہے۔

قبا میں قیام کے بعد سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مدینہ منورہ میں نزولِ رحمت فرمایا تو بابِ السّلام سے داخل ہوئے۔ آپ کا ناقہ اس جگہ ٹھہرا جہاں اب منبرِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم ہے۔ آپ نے اُترنے کا ارادہ فرمایا تو ناقہ پھر اُٹھ کھڑا ہُوا، اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ، کے گھر پر رُکا۔ قیام کے بعد آپ نے دریافت فرمایا کہ وہ زمین کس کی ہے جہاں ناقہ پہلی بار رکا تھا۔ معلوم ہُوا کہ یہ زمین دو یتیم بچّوں کی ملکیت ہے۔ ان سعادت آثار بچّوں کو جب حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے استفسار کا علم ہُوا تو کمال ذوق و شوق، سراپا عقیدت و خلوص بن کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہُوئے اور قطعۂ زمین کی پیش کش کی، حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بلامعاوضہ قبول کرنا پسند نہ فرمایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، نے یہ زمین ان بچّوں سے پُورے دام دے کر خریدی اور وقف کر دی۔ یہ لڑکے سہل بن عمرو و سہیل بن عمرو تھے جو معاذ بن عفراء کی تولیّت میں تھے۔

مسجدِ نبوی کی بُنیاد رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مقدّس ہاتھوں رکھّی گئی۔ یہ بُنیاد کسی فلک بوس اور پُرشکوہ عمارت کی نہ تھی، یہ بُنیاد ایک سادہ سی مسجد کی تھی، یہ عمارت دنیوی نقش و نگار سے مبرّا تھی۔ یہ مسجد تو اسلام کی شان و شوکت کی نشانی، معراجِ انسانی کا نقطۂ عروج، رضائے الٰہی کا مرکز، حبیبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خوشنودی کا مظہرِ جمیل تھی۔ اس سے زیادہ عظیم الشّان مسجد اس سے زیادہ پُرشکوہ عمارت، اس سے پاکیزہ تر تعمیر، اس سے زیادہ مقدّس جگہ کونسی ہو گی جسکو

Marfat.com

محبوبِ خدا کی سجدہ گاہ بننے کا شرف نصیب ہُوا۔ جو تبلیغ و تعلیم کا مرکز، دینی سطوت کا نشان اور اسلام کی سربلندی و سرفرازی کا سرچشمہ بنی، اس کے سادہ کنگروں کو قدسیوں نے چُوما، اسکے سادہ فرش پر نزولِ روحانیاں ہُوا۔ اسی کھجور کی بنی ہوئی چھت پر شب و روز اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں نازل ہوئیں۔ اس میں سجدہ گزار بندگانِ خدا بھی مسجد کی طرح سادگی کے مُرقعے، خلوص کے پیکر، ایثار کے مجسّمے، شمع رسالت کے پروانے اور جاں نثارانِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم تھے۔ انکے لیے تمام نعمت و سعادت دیدارِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم تھا ۔

جاہ و حشمت جو نہ کرتے تھے قبول
تھی عبادت جن کی دیدارِ رسُولؐ

دُنیا کی تمام لذات و کیفیات مجلسِ نبوی میں میسّر آتی تھیں، ان کو نہ بھُوک کی پروا تھی، نہ لباس کا ہوش۔ وہ تو بادۂ الست سے مخمور، ابدی و سرمدی کیف سے سرشار رہتے تھے، حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صحبتِ اقدس نے ان کے دِلوں کو دُنیا کی آلودگی اور آلائش سے ایسا پاک وصاف کر دیا تھا کہ ان کے دامن پر پھر دنیا کی گرد نہ جم سکی، دنیوی ہوس اور دو روزہ زندگی کے عیش کا خیال ان کے قلوبِ مطہرہ پر اثر انداز نہ ہو سکا۔ اُنھوں نے تو زندگی تک کی متاعِ عزیز کو اسلام کے لیے، اسلام کی سرفرازی کے لیے اور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خوشنودی کے لیے وقف کر دیا تھا۔ علائقِ دُنیا کو ایسے ترک کیا کہ پھر ذہن کا کوئی گوشہ اس طرف نہ پھرا، ان کی نظریں اس فانی دُنیا سے ہٹ کر دارالآخرت پر جم گئیں، پھر یہ فدایانِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم دو دن کی زندگی کو کیسے عزیز سمجھتے ۔؟ دارالبقا رکا ذکر ان کی زبان تک ہی محدُود نہ تھا بلکہ انھوں نے اس کی تجلّیوں، جلوہ سامانیوں اور ضوریزیوں کا آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا —— یہ ایمان کی معراج اور یقین کی آخری منزل ہے حقیقت تو یہ ہے کہ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ارشادِ گرامی کے بعد ان کو آخرت کے انعامات

Marfat.com

کو مشاہدہ کرنے کا خیال تک نہ آتا تھا۔ وہ اپنی آنکھوں پر اعتبار نہ کر سکتے تھے۔ وہ مشاہدے کی منزل پر یقین نہ رکھتے تھے وہ تو فرمانِ ہادی اور ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مشاہدے سے کہیں ارفع و اعلیٰ سمجھتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بعد مشاہدہ کا خیال ان نفوسِ قدسیہ کو کیسے آسکتا تھا۔

یہ نفوسِ پاک اور یہ صاحبِ تقویٰ برگزیدہ انسان اس سادہ سی مسجد کی زینت تھے۔ جن کے دامن ایمان کی تابانیوں، دین کی سرشاریوں، ذکر و فکر کی لذتوں، تسبیح و تہلیل کی حلاوتوں اور جلوۂ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کیف سامانیوں سے جگمگا رہے تھے۔ محبتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قلوب مجلّٰی کر دیے، ان کے باطن منزّہ و مطہر بنا دیے، ان کے افکار و خیالات کو وہ رفعتیں اور تابانیاں عطا کیں کہ دُنیا بھر کے سلاطین ان کے دریوزہ گر بن گئے۔ ایسے بے نیاز و آزاد بندوں کو جلال و تمکنتِ شاہی اور کرّ و فرِ دُنیا سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ جن کے قلوب میں احکم الحاکمین کا خوف بس جاتا ہے ان کو دُنیا کے ہر خوف اور کائنات کی ہر مصیبت سے نجات مل جاتی ہے۔ دُنیوی جاہ و جلال، تمام شاہانہ عظمت و شوکت ان کے نزدیک پرِ کاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتے۔

یہ وہ نمازی تھے جو خدا کے حضور اس خشوع و خضوع سے جھکتے تھے کہ فرشتوں کو ان کی عبادت پر رشک آتا تھا۔ ملائکہ نے یہ نظارہ بھی دیکھا کہ مٹھی بھر جماعت کیسے لشکرِ جرّار بنی، کس طرح لشکرِ اسلام کی کند تلواروں نے نخوت و تکبر کے قلعوں کو مسمار کر دیا۔ کس طرح جابر سلاطین انکے عزم اور ان کی ایمانی قوت کے آگے جُھک گئے۔ کس طرح اس ہلالی پرچم کے آگے نخوتِ باطل سرنگوں ہو گئی۔

یہی وہ مدرسہ تھا، یہی وہ مسجد تھی جہاں ان جاں نثارانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت

Marfat.com

ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شب و روز کی تعلیم اور صحبتِ مقدس نے یہ لشکرِ جرار تیار کیا۔ ذکر مسجدِ نبوی کا تھا۔ خیالات نے چلتے چلتے ماضی کے اوراق پڑھ ڈالے۔

یہ مسجدِ نبوی تھی کہ جب بارش ہوتی تو چھت سے بارش کے قطرے ٹپک پڑتے نمازی اس کچّی اور نمناک زمین پر سجدہ ریز ہوتے، صحن میں کنکریاں بچھا دی گئی تھیں۔ انہی کنکریوں پر نورِ مجسّم آرام فرماتے اور کنکریوں کے نشانات جسمِ اطہر پہ پڑ جاتے —— انہی کنکریوں کی یادگار ہر چہار صحن اب بھی حرمِ پاک کی زینت ہیں جہاں کنکریاں بچھی ہیں۔ ان صحنوں میں زائرین کبوترانِ حرم کو دانہ ڈالتے ہیں۔ نماز کے وقت ان کنکریوں پر دریاں بچھا دی جاتی ہیں۔ بعض اللہ کے بندے سنّتِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ان کنکریوں پر لیٹ جاتے ہیں۔

اسی کچّی، ناپختہ اور سادہ سی مسجد پہ آفتابِ رسالتؐ جلوہ ریز ہُوا۔ جس کی ضیا پاشیوں سے نہ صرف مدینہ منوّرہ کی مقدّس بستی بلکہ دُنیا کے گوشے گوشے نے کسبِ نُور کیا۔ خدائے واحد وقدّوس کا نام ایسا بُلند ہُوا کہ ہر ملک، ہر خطّے، ہر قریے اور ہر بستی سے اللہ اکبر کی صدا سُنی جانے لگی، ہر زبان اللہ تعالیٰ کی کبریائی، خداوندِ تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی کے ترانے گانے لگی، خُدا کے نام کا ڈنکا مشرق و مغرب میں بجا۔ دُور دراز کی سرزمین پہ اسلام کا پرچم لہرایا۔ صحراؤں، سمندروں، ریگزاروں اور پہاڑوں پہ اسلام کا علَم بُلند ہُوا۔

اس مسجدِ مبارک کے صدقے آج کروڑوں مساجد آباد ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی پیشانیاں سُوئے کعبہ جھکتی ہیں۔ اِسی سادہ سی مسجد کا فیض ہے کہ حفّاظِ کلامِ پاک اور حفّاظِ حدیث دُنیا کے خطّے خطّے میں پھیلے ہوئے ہیں۔

اِس عظیم درس گاہ کا انداز بھی زمانے کی موجُودہ درس گاہوں سے مختلف اور جُدا تھا۔ اِس درس گاہ کی عظیم الشّان عمارت نہ تھی، نہ اونچے میناروں، خوبصُورت محرابوں، دِلکش روشوں

Marfat.com

اور خوبصورت پلاٹوں سے اس کے علم کا معیار قائم تھا۔ یہ مدرسہ اسی مسجد میں قائم تھا۔ اس کے متعلم علم کو جرِ افتخار نہیں بلکہ فریضہ سمجھتے تھے۔ علم کا اکتساب اِس لیے نہ کیا جاتا تھا کہ لوگ اِنکے علم سے مرعُوب ہو کر ان کے سامنے احترام کا اظہار کریں بلکہ اس مدرسے کے طالب علم، پھٹے ہوئے لباس، فاقہ زدہ چہروں والے طالبِ علم تھے جن کے قلوب مجلّٰی، چہرے نُورانی اور خیالات پاکیزہ تھے۔ یہ وہ نفوسِ قدسیہ تھے جنکی قسمت پر فرشتے ناز کرتے تھے۔ یہ کائنات کے عظیم اور بے مثل معلّم کے شاگرد تھے جس پر نزول قرآن ہوتا تھا۔ یہی وہ طلبہ تھے جو سب سے پہلے نازل شدہ آیات سُنتے۔ خداوند تعالیٰ کے احکام اور کلام سب سے پہلے انہی خوش بخت بندوں کے سینوں میں اُترا۔ ان آیاتِ کریمہ سے ان کے قلوب مزکّٰی اور مصفّا ہوتے چلے گئے۔ خدا کے کلام سے ان کی روحانیت نے خُدا کی رضا کا دامن چھُولیا۔ آیاتِ الٰہیہ کی تفسیر کائنات کا سب سے بڑا مفسّر بیان کرتا جس پر تمام رموزِ قرانی اور مُحکماتِ کتاب کے مطالب خدا نے واضح کر دیے تھے ان کی زندگیاں ان آیاتِ مقدّسہ کی تفسیریں گئیں:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ
قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ
إِيمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝

(ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کو یاد کیا جائے تو اُن کے دِل ڈر جائیں اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جائیں تو ان کا ایمان ترقّی پائے اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ کریں)

جب لبِ اقدس سے یہ مُبارک اصحاب آیاتِ قرآنی سُنتے ہوں گے تو اشکوں کی برسات لگ جاتی ہوگی۔ آخرت کے خوف اور روزِ حساب کے ڈر سے ان کا رُواں رُواں کانپ اُٹھتا

Marfat.com

ہو گا۔ اور ان کے پاکیزہ نفوس مزید جلا پا جاتے ہونگے۔ یہ مدرسہ آنے والی نسلوں کے لیے ایک عالمی درسگاہ اور عظیم تربیت گاہ تھا، اس کے نقوش امتدادِ زمانہ سے مٹنے والے نہ تھے بلکہ اِس کے درس کو تو تمام عالم کی درس گاہوں کا نصاب ہونا تھا۔ اس درس گاہ کے نقوشِ تابندہ نے تو لاتعداد قلوب کو منوّر، ان گنت سینوں کو تابانی بخشی۔ —— قرآن کا فہم اسی درس گاہ سے ملا، محدّث اور حفّاظ اسی مدرسے نے پیدا کیے، مفسّرینِ کلامِ پاک اسی درس گاہ سے نکلے۔

دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ کائنات کی یہ پہلی تربیت گاہ تھی جس نے مجاہد پیدا کیے، نمازیوں کی تربیت کی، شہداء کے مقام اور عظمت کا درس اسی تربیت گاہ سے مِلا۔ اس دینی تعلیم پر خلوص عبادت اور ریاضتِ شاقہ کے ثمرات جلیل القدر اور عظیم الشّان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صُورت میں رُونما ہُوئے۔ کائنات میں تمام فیض اِسی درس گاہ، اسی تربیت گاہ، اسی سادہ سی مسجد کا ہے۔ قرآنِ ناطق کے لبوں سے نکلے ہوئے الفاظ ان کے ذہنوں کے صفحوں، انکے قلوُب کے اوراق اور ان کے سینوں کے کتبوں پر رقم ہو جاتے تھے۔ ان کے سینے اسی اعزاز کے مستحق تھے، اِن کے قلوُب اسی انعام کے سزاوار تھے، ان کے اذہان اسی بارشِ کرم کے حق دار تھے۔

وہ زمانہ تصوّر میں آگیا جب اس مسجد میں جبرئیل علیہ السّلام کا نزول ہوتا ہوگا۔ جبرئیلِ امیں علیہ السّلام حضُورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کو آیات سُنا رہے ہیں۔ حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے یہ آیات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سُن رہے ہیں۔ نوُر کا یہ دائرہ وسیع ہو کر کائنات میں پھیل گیا۔ حفّاظ ان آیات کو تلاوت کرتے ہیں۔ ہزاروں لوگ ہمہ تن گوش محوِ سماعت ہیں۔

روایت ہے کہ جبریلِ امیںؑ ہر سال حضُورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کو ایک بار قرآن پاک کا دَور کرایا کرتے تھے۔ دینِ برحق کے اس رفیع الشّان اور جلیل القدر محافظ نے کتنے حفّاظ اور علمائے دین پیدا کیے جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ صفّہ کے مُبارک و مقدّس مقام پر بیٹھا یہ سطور لکھ رہا ہوں جہاں

Marfat.com

وہ نفوسِ قدسیہ دینی تعلیم حاصل کیا کرتے تھے ۔ وہ شمعِ رسالت کے پروانے، مبلّغِ دین اور حفّاظِ قرآنِ پاک تھے ۔ اِن کے پاس نہ دنیوی مال ومنال تھا، نہ آسائش وآرام کا کوئی سامان، فاقہ و عسرت میں زندگی کٹتی تھی، پہننے کے لیے پورا لباس بھی میسّر نہ تھا ۔ روایت ہے کہ ستّر اصحاب صفّہ ایسے تھے جن کے پاس ایک تہبند تھا جو پنڈلیوں سے اُونچا تھا، سجدہ کی حالت میں اسے پکڑ کر رکھتے تھے کہ ستر نہ کھل جائے —— مگر ان کے سینے سراسر دولتِ عرفان، ان کے ذہن سرمایۂ دین، ان کے وجُود قرآنِ پاک کے پاسبان تھے ۔ انھوں نے اپنی تمام عمریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس اور تبلیغِ دین میں گزار دیں ۔

جب رسُولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم اس مسجد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں تلاوت فرماتے ہوں گے تو کائنات کا ذرّہ ذرّہ ہمہ تن گوش ہوجاتا ہوگا، فرشتے دم بخود کلامِ ربّانی کو جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم کی زبانِ اقدس سے سننے کے لیے بیتاب ہوتے ہوں گے —— صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وفورِ شوق کا کیا عالم ہوگا؟ —— خود خالقِ کائنات کو اپنے محبُوبؐ کی تلاوت سُن کر لطف آجاتا ہوگا ؎

سُن کر تری زباں سے اے افصح العربؐ!
لُطف آگیا خُدا کو بھی اپنے کلام کا

یہ درس گاہ کلامِ مجید کے نزول کی جگہ، یہ مسجد نمازیوں کی تربیت گاہ، مجاہدوں کا مدرسہ اور عشّاقِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم کا مرکز ہے ۔ اس مسجد میں ادب سے بیٹھو —— دیکھو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس اشتیاق سے حضُورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ارشاداتِ عالیہ سُن رہے ہیں، اُنکی محبّت دیکھ کر دُنیا و مافیہا تو کیا اپنے آپ کا ہوش نہیں ۔ اس نورِ مجسّم کی طرف آنکھیں لگی ہوئی ہیں ۔ ایک ایک لفظ پر فدا ہو رہے ہیں جیسے جسم میں صرف کان اور آنکھیں ہی رہ گئی ہوں اور دوسرے تمام اعضا ربیکار

ہو گئے ہوں ــــــــ

اے زائرانِ مسجدِ نبوی! اے مشتاقانِ حرم! ادب ملحوظ رکھو۔ یہاں آہستہ آہستہ ادب سے قدم رکھو، یہاں بُلند آواز سے گفتگو نہ کرو۔ یہاں نگاہوں کے ساتھ دِلوں کو اللہ تعالےٰ کے حضُور جھکا دو، اشکبار آنکھوں، دھڑکتے دلوں کے ساتھ اس بارگاہ میں حاضری دو ــــــ یہ محبُوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مقدّس سجدہ گاہ، سرورِ کونین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی آرام گاہ اور کائنات کی سب سے مقدّس و مطہّر جگہ ہے۔

تعمیرِ حرم

تصوّر نے جب ماضی سے پلٹ کر حال کو دیکھا تو یہ مسجد فنِّ تعمیر کا نادر نمونہ، موجُودہ دَور کی حسین ترین عمارت نظر آئی۔ اس کی تعمیر میں ترکیہ حکومت نے مال وزر ہی خرچ نہیں کیا بلکہ اپنے خلوص، اپنے عشق اور احترام رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو مجسّم کر دیا۔ ہر نقش محبّت وخلوص کی تابناکی لیے ہوئے ہے۔ امتدادِ زمانہ کے باوصف اس تعمیر میں ترکوں کے دِل دھڑکتے نظر آتے ہیں ــــــ ہر پتھّر اور ہر زاویے سے جناب رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وسلّم کی محبّت جھلک رہی ہے۔ ہر پتھّر کو ترکوں نے اپنی عقیدت کا آئینہ بنا دیا ــــ آج بھی ترک زائرینِ حرم جس ادب، جذبے اور احترام سے حرم پاک میں حاضری دیتے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہے، مغربی لباس میں ملبوس اسلامی قالب رکھتے ہیں۔ سیّدِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کِس کو والہانہ عقیدت نہیں اس کے لیے تقویٰ کی کسی منزل، روحانیت کے کسی بلند درجے کی قید نہیں اس کے لیے کلمہ گو ہونا کافی ہے۔ یہ کلمہ وہ مئے الفت ہے جو مُسلمان کے رگ و ریشے میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور حضُورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خاتم النّبیّین ہونے کا کیف رکھتی ہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوّت میں ناموسِ حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے تحفّظ میں جانفروشی اور جاں نثاری کا مظاہرہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ شہدائے ختمِ نبوّت کے جذبے کو انسانی فکر

بیان نہیں کرسکتا اِس کے لیے قدسیوں کی زبان اور جبریل علیہ السّلام کا بیان چاہیے۔ اس تحریک میں جاں نچھاور کرنے والے وہ خوش بخت افراد تھے جنکی وضع قطع متدیّن لوگوں کی نہ تھی۔ نہ انہیں اپنی پارسائی اور تقویٰ کا دعوٰے تھا۔ ان کے دِلوں میں تو وہ نورِ ایمانی تھا جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ شہادت کی آرزو، حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ناموس پر جاں نثاری کا جذبہ ہر ایک کا حصّہ ہر ایک کا مقسوم نہیں ہوتا —— یہ تو خداوندکریم کے انتہائی کرم کی دلیل ہے۔ بات مسجدِ نبوی کی تھی۔ حضورِ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے عشق ومحبّت کی داستان نے ان شہدائے کرام کو بھی خراجِ تحسین ادا کرنے کا انداز بخشا ——

مسجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔ مسجد کی تعمیر کرنے والا جنّت میں اپنا گھر بناتا ہے۔ اِس شخص کی سعادت اور خوش بختی کا کیا کہنا جسے حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سجدہ گاہ تعمیر کرنے کا شرف نصیب ہُوا۔ خدا ہی کو معلوم ہے کہ اس خوش قسمت کا مقام جنّت کے کس ارفع درجے میں ہوگا۔

مسجدِ نبوی کی تعمیر کس خلوص سے ہوئی، کس طرح اس مقدّس مقام کا احترام ملحوظ رکھا گیا اس کا اندازہ اِس سے کیجئے کہ یہ مُبارک مسجد زیرِ تعمیر تھی تو ہر معمار تقوٰی کا پیکر اور پاکیزگی کا نمونہ تھا۔ روایت ہے کہ جب یہ مُبارک مسجد تعمیر ہو رہی تھی تو یہ التزام کیا گیا تھا کہ ہر معمار حافظِ کلامِ پاک ہو۔ اس کی بنیاد اس طرح رکھی گئی کہ ہر پتھّر رکھنے سے پہلے ہر معمار غسل کرتا، دو نوافل ادا کرتا اور سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم پر درُود و سلام بھیجتا تھا۔ ہر پتھّر رکھنے میں یہ التزام برابر جاری رہا ——

رسُولِ پاک کی مسجدِ اقدس کو اسی احترام سے تعمیر ہونا چاہیے تھا۔ یہی وہ مسجدِ مُبارک ہے جس کے بارے میں فرمایا گیا: اگر یہ مسجد صفا تک بڑھا دی جائے تو میری مسجد ہی رہے گی، عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مسجد ذی الحلیفہ تک بڑھا دی جائے تو مسجدِ نبوی

Marfat.com

ہی ہے۔ اگرچہ مادی طور پر یہ مسجد صفا اور ذی الحلیفہ تک نہیں بڑھائی گئی مگر میری نظروں نے اس مسجد کے فیوض و برکات کو کائنات پر پھیلے ہوئے دیکھا۔ دُنیا کی تمام مساجد، تمام دینی مدارس، تمام عبادت گاہیں اسی مسجد کا نور، اسی کا پرتو اور اسی کا فیض ہیں۔

ترکوں نے مسجد کے ستونوں میں مرکب دھات پگھلا کر ڈالی تاکہ حرم مصطفوی کے در و بام پر گردشِ زمانہ اثر انداز نہ ہو۔ مسجد کے اِس حصّے سے شکوہِ ترکانہ اور عظمتِ شاہانہ نظر آتی ہے۔ مسجد کی عظمت کے پیشِ نظر اور دربارِ جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم کو ملحوظ رکھتے ہوئے آیاتِ کریمہ کا انتخاب کیا گیا ہے۔ روضۂ اطہر کے سامنے کی دیوار پر قرآنِ پاک کی آیات، اسمائے رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور درود شریف نہایت دیدہ زیب خطاطی میں نقش کیا گیا ہے۔ باب السلام سے مقامِ جبرئیل علیہ السّلام تک، تمام دیوار قرآنِ پاک کے سنہری حروف سے مزیّن ہے۔ روضۂ اقدس کے گنبدوں میں کلامِ پاک کی آیتیں نہایت اعلیٰ خط میں تحریر ہیں جسکے حُسن میں نظریں ڈوب کر رہ جاتی ہیں۔ ہر نقش، محبّت کا آئینہ دار، ہر سطر خلوص کا مظہر ہر گوشہ، عقیدت کی تفسیر ہے۔

حرمِ پاک کے اس حصّے کو جو ترکوں کی یادگار ہے رنگا رنگ کے خوش نما فانوسوں سے آراستہ کیا گیا ہے۔ جب بجلی کے قمقموں کی روشنی ان کے حسین و جمیل ٹکڑوں پر پڑتی ہے تو ایک ایک شیشے کے ٹکڑے سے مختلف روشنیاں پھوٹتی نظر آتی ہیں۔ ذرا سی جنبش سے ہر ٹکڑا کبھی سبز، کبھی قرمزی، کبھی نیلا نظر آتا ہے۔ جھل مل جھل مل کرتے یہ فانوس ہر زائر کو دعوتِ نظّارہ دیتے ہیں اور عقیدت و محبّت کا نقشِ جمیل پیش کرتے ہیں —— ماہرینِ فنِ تعمیر کا اندازہ ہے کہ ترکوں کی اس عظیم الشّان تعمیر کو پانچ سو سال تک شکست و ریخت کا کوئی خطرہ نہیں۔

سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانۂ اقدس کے بعد مسجدِ نبوی کی تعمیر متعدد بار ہوئی جس کی تفصیل "جذب القلوب اِلیٰ دیار المحبُوب" اور "وفا الوفا" کے اوراق میں محفوظ ہے۔

Marfat.com

میرا مقصد تو نگاہِ عشق سے اس کا جائزہ لینا ہے۔ تاکہ اس کے ذکرِ مبارک سے اپنی تحریر کو بابرکت، اپنے افکار کو پاکیزہ اور خیالات کو مجلّٰی کر سکوں ورنہ اہلِ قلم غلامانِ بارگاہِ رسالت نے تو مسجد کی تعمیر کے ہر دَور کو قلم بند کر لیا ہے۔

دوسرا حصّہ شاہ سعُود اور شاہ فیصل کے دَور کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس عمارت میں خلوص و محبّت جھلکتی ہے۔ ہر دَور کا فنِ تعمیر جُداگانہ ہوتا ہے، ہر زمانہ کی تعمیر کے نقوش مختلف ہوتے ہیں۔ جس طرح لباس کی وضع قطع تبدیل ہوتی رہتی ہے، افکار و خیالات بدلتے ہیں، عقیدت کے مظاہر بھی مختلف ہوتے ہیں۔ اس طرح تعمیر کے انداز بھی جدید دَور کے تقاضوں کیساتھ پُرانے دَور سے جداگانہ ہوتے ہیں۔ ہر ستون میں بجلی کی چھوٹی ٹیوب لگائی گئی ہے۔ جس پر شیشے کا کیس ہے اِس شیشے پر اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی آیتِ مقدسہ لکھّی ہوئی ہے یہ ٹیوب جب رات کو جلتی ہے تو سارے حرم میں خنک روشنی پھیل جاتی ہے اور حرم بقعۂ نُور بن جاتا ہے۔ جابجا روشنیوں سے یوں معلوم ہوتا ہے جیسے حرم کی دیواروں میں ستارے جڑ دیے گئے ہوں —— برآمدوں پر نقش نگاری کی گئی ہے —— پُوری مسجد میں سُرخ قالین بچھے ہیں فرش سنگِ مرمر کا ہے۔ ریاض الجنّۃ میں امتیاز کے لیے سبز قالین بچھے ہیں ساری مسجد صنّاعی اور عقیدت کا حسین امتزاج معلوم ہوتی ہے۔

کبوترانِ حرم

حرمِ نبوی کے چار صحن ہیں جن پر کنکریاں بچھی ہوئی ہیں یہ احاطے حضُورِ اکرم صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کے زمانۂ اقدس کی یاد دلاتے ہیں۔ اِنہی احاطوں میں زائرینِ بارگاہ کبوترانِ حرم کو دانہ ڈالتے ہیں ؎

فضائے نُور میں پرواز کرتے رہتے ہیں
بروئے گُنبدِ خضرا کبوترانِ حرم (حافظ لدھیانوی)

Marfat.com

یہ کبوتر کتنے خوش قسمت ہیں جو سرکار صلّی اللہ علیہ وسلّم کے روضۂ اقدس کے گرد شب و روز پرواز کرتے رہتے ہیں۔ اسی فضا میں بستے ہیں۔ انہوں نے مسجدِ نبوی کے در و بام کو چوما ہے جہاں انسانوں کی رسائی نہیں۔ یہ گنبدِ خضرا پر بیٹھ کر نزولِ رحمت دیکھتے ہیں۔ یہ گنبد کے گرد قطار اندر قطار بیٹھے رہتے ہیں، ان کے دانے کے لیے عاشقانِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم رقوم بھیجتے ہیں تاکہ حرمِ نبوی میں کبوتروں کو دانہ ڈالا جا سکے۔ اس پرندے کو سرکار صلّی اللہ علیہ وسلّم کے آستانے اور دربارِ نبوی کا اتنا احترام ہے کہ سارا دن ساری رات گنبدِ خضرا پر بیٹھ کر گزار دیتا ہے مگر گنبد کی لطیف اور پُر نور سطح کو مکدّر نہیں کرتا۔ مدینہ منوّرہ قیام کے دوران مَیں نے بارہا بغور گنبدِ خضرا کو دیکھا اور اس حقیقت کا مشاہدہ کیا۔ اِن پرندوں کو ایسی آزادی ہے جو کائنات میں کسی کو نصیب نہیں ہر جگہ جان کا خطرہ ہے۔ ہر صید کے پیچھے صیّاد لگا ہُوا ہے۔ ہر دل جان کے خوف سے دھڑک رہا ہے مگر حرمِ پاک کے یہ پرندے کیسے آزاد ہیں، نہ دانے کی پروا، نہ جان کا خطرہ، جو دیکھے گا پیار سے دیکھے گا، جو نظر اُٹھے گی محبّت کی دُنیا لیے ہوئے اُٹھے گی۔ اِن کبوترانِ حرم کو معلُوم ہے کہ وہ دامنِ رحمت میں پناہ لیے ہوئے ہیں اس لیے نمازیوں کے صفوں میں آزادانہ گھومتے ہیں۔ دوسرے پرندے آزاد فضا میں بھی محبوس ہیں۔ ان کی نظر ہر جگہ خطرے کو بھانپتی رہتی ہے ؎

تو اے کبوترِ بامِ حرم چہ می دانی
تپیدنِ دلِ مرغانِ رشتہ بر پا را

رات کو مسجدِ نبوی کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، صرف پہرہ دار، محافظ، خادمانِ حرم مسجد کے اندر ہوتے ہیں مگر ان کبوتروں کو کوئی نہیں نکال سکتا۔ ان کی نشستوں کو حرم کے محافظوں نے کبھی نہیں چھیڑا۔ یہ صبح و شام جمالِ حرم سے لُطف اندوز ہوتے ہیں۔

Marfat.com

گنبدِ خضرا

محوِ ثنا ہوں گنبدِ خضرا نظر میں ہے
ہر لحظہ ذوق و شوق کی دُنیا نظر میں ہے

(حافظ لدھیانوی)

یہ نعت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبدِ خضرا کو دیکھ کر کہی تھی۔ کنکریوں والے پہلے احاطے میں اگر بیٹھا جائے تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس وانور کا سبز گنبد ساری عمارت پر نور کی کرنیں برساتا نظر آتا ہے۔ سبز گنبد کے عقب میں مینارۂ نور ہے۔ یہ گنبدِ خضرا ہے جس پر صبح و شام ستر ہزار فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔ جو فرشتے صبح کو حاضری دیتے ہیں، قیامت تک انہیں دوبارہ حاضری کا شرف نصیب نہ ہوگا۔ اسی طرح شام کو حاضر ہونے والے بھی دوبارہ حاضری سے مشرف نہ ہوسکیں گے یہ انسان کو شرف حاصل ہے کہ اگر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم ہو تو بار بار حاضری نصیب ہو۔ یہی گنبدِ خضرا ہے جس کی یاد دلوں کے آبگینوں میں آنسو بن کر چھلکتی ہے۔ یہی گنبدِ مبارک ایک عالم کی تمناؤں کا مرکز، ذوق و شوق کا آئینہ اور بیتابی و اضطراب کا مظہر ہے۔ اسی گنبدِ خضرا کی حسرتِ دید میں شعرائے عرب و عجم نے دلوں کے ولولوں، رُوحوں کے اشتیاق کی ترجمانی کی ہے۔ اِن کے فکر کی بلندی اور تخیّل کی پرواز نے اسے ہزار انداز سے بیان کیا ہے اور اس جلوۂ محبوبی کو فکر کے حسین پیرائے میں ایسا سجایا کہ پڑھنے والا عالمِ خیال میں روضۂ اطہر پہ حاضری کا لُطف لینے لگتا ہے۔ اس کے ذکر سے کیسی کیسی تمنا دِل کے نہاں خانے میں حسرت بن کر پھیل جاتی ہے۔ کتنے آنسو دُعا کی صُورت اختیار کر لیتے ہیں۔ انسان اشکبار آنکھوں سے گنبدِ خضرا کی دید اور روضۂ اطہر کی حاضری کی دعائیں کرتا ہے۔ مشتاقانِ دید گھنٹوں بیٹھے اس پیکرِ نور و تجلّی کو دیکھتے رہتے ہیں، اس گنبدِ خضرا کی عظمت، اس کی لازوال شان، اس سے بے پناہ محبّت کا سرچشمہ حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدّس ہے کہ وہ جسدِ نُورانی، پیکرِ محبُوبی اور فیضِ سرمدی اس کے نیچے آرام فرما ہے۔ اس کی ایک جھلک کے لیے دِل کی بیتابیوں اور رُوح کے اضطراب

Marfat.com

کے کتنے عنوانات نے شعر کا پیکر اختیار کر لیا ۔

گنبدِ خضریٰ نظر آتا ہے جب
کیسے بنتے ہیں گہرِ اشکِ طرب
حشر جب کرتے ہیں برپا ولولے
کیسے ہوتے ہیں وہ لمحے شوق کے

آج کل مجھ جیسا بے بضاعت اور بے سروسامان شخص بھی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم سے حرم کی جلوہ سامانیوں سے اپنا دامن بھر رہا ہے۔ مذکورہ بالا اشعار انہی کرم کی ساعتوں کی یادگار ہیں۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ وَ اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ ۔

یہی وہ روضہ اقدس کا سبز گنبد ہے جس پر خود خداوند کریم، اس کے ملائکہ اور ان گنت ذی رُوح روز و شب درُود و سلام کے پھُول نچھاور کرتے ہیں۔ بادِ صبا کے جھونکے دُنیا کے گوشے گوشے سے آنسوؤں کی شبنم میں بھیگے ہوئے خلوص و محبت کے سلام نثار کرتے رہتے ہیں۔ مقربینِ بارگاہ اِس نظارے کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ وہ جمالِ مصطفوی کے نُور کو جو فرش سے عرش تک جلوہ ریز ہے، مشاہدہ کرتے ہیں۔ مَیں تو اس گنبدِ محبُوبی کو دیکھ کر نگاہوں کی تشنگی بجھاتا ہوں اور حتی المقدور رسُولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھتا ہوں کیونکہ یہی ایک ایسی عبادت ہے جس کی قبولیّت میں شک نہیں۔ یہ بھی جنابِ رحمۃٌ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم ہے کہ ہم جیسے گنہگاروں اور خطاکاروں کے لیے بخشش و نجات کے کیا کیا وسیلے پیدا کر دیے ورنہ وہ محبُوبِ باری صلی اللہ علیہ وسلم ہم جیسے خطاکاروں کی مدح کا محتاج نہیں۔

مسجدِ نبوی میں نماز کی فضیلت

مسجدِ نبوی کی سب سے بڑی فضیلت تو خود مسجدِ نبوی کا وجود ہے۔ یہ سجدہ گاہ خلائق ہے۔ حضُور صلی اللہ علیہ وسلم

کے وجودِ مطہر کی برکت سے یہ مسجد اللہ تعالیٰ کی لازوال نعمتوں اور ہزارہا سعادتوں کا مرکز بن گئی ہے

نور سے تیرے خاکِ مدینہ صد رشکِ فردوسِ بریں

تیرا وجودِ پاک ہے جس سے روشن ہے قندیلِ حرم (حافظ لدھیانوی)

اسی مسجد میں روضۂ اطہر ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ پاک کی خوشبو سے حرم مہکا رہتا ہے جس کے فیوض و برکات سے ہر سائل کا دامن بھر جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص میری مسجد میں چالیس نمازیں ادا کرے گا (علامہ طبرانی نے یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ اس کے درمیان کوئی نماز فوت نہ ہو) تو اسے دوزخ، آخرت کے عذاب اور نفاق سے خلاصی مل جائے گی۔

جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ میری مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب ایک ہزار نماز پڑھنے کے برابر ہے، بیت المقدس میں نماز پڑھنے کا ثواب پانچ سو نمازوں کے برابر ہے۔ اسی ضمن میں حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کا واقعہ دلیلِ قطعی کے طور پر درج کرنا ضروری ہے۔ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ سے اجازت لے کر بیت المقدس روانہ ہوں۔ حضرت ارقم رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میں بیت المقدس میں نماز پڑھنا چاہتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری مسجد میں نماز پڑھنا ایک ہزار نماز سے بہتر ہے۔

یہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ سخا اور رنگِ عطا ہے کہ معمولی سی ریاضت، تھوڑی سی عبادت پر انعام و اکرام کے خزانے کھول دیے، چند منٹوں کی عبادت و ریاضت کا ثواب برسوں کی ریاضت و عبادت سے ارفع و اعلیٰ ہو گیا۔ جتنا بڑا کریم ہو۔ اس کے کرم کا دامن اتنا ہی وسیع بھی ہوتا ہے پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا کریم خداوند تعالیٰ کے بعد کون ہو سکتا ہے۔

یارب تو کریمی و رسولِ تو کریم صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم

Marfat.com

امتِ محمدیہ کو کیا فکر ہے جس کے لیے دو گرمیوں کے دروازے ہر وقت کھلے رہتے ہیں۔ خدا کی بخشش کے ہزار بہانے ہیں۔ وہ معمولی سی نیکی کو اگر پسند فرمالے تو تمام عمر کی فردِ سیاہ دھل جائے گی

ع رحمتِ حق بہانہ می جوید

اِس مسجد میں جہاں ہزاروں نفوس بارگاہ ایزدی میں پانچوں وقت سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ نماز کے وقت سے بہت پہلے زائرین مسجد میں آبیٹھتے ہیں تاکہ سب سے آگے جگہ مل جائے۔ تگ و دو یہ ہوتی ہے کہ ریاض الجنۃ میں نماز ادا ہو سکے، قدمین شریفین میں جگہ مل جائے صفّہ پر سجدوں کا شرف نصیب ہو، محرابِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم میں دو نفل ادا کرنے کی سعادت مل جائے۔ اسطوانہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر جبیں سائی کر کے سعادتیں سمیٹنے کا موقع نصیب ہو۔ سب سے بڑی آرزو تو یہ ہوتی ہے کہ نماز سے پہلے یا نماز کے بعد مواجہہ شریف پر دُرود و سلام پیش کرنے اور رحمتوں سے جھولیاں بھرنے کا موقع میسّر آجائے۔

دریائے رحمت موجزن ہے۔ ہر موج عطا و کرم کا خزانہ لیے ہوئے ہے۔ انعامات کا اعلان فرمایا جا رہا ہے۔ جو بھی اس مسجدِ پاک میں آئے وہ گلزارِ رحمت سے اس قدر رحمتوں کے پھول زیبِ دامن کرے کہ شکوہ کوتاہیٔ داماں ہو جائے، اِس بحرِ کرم کو دیکھ کر انسان متحیّر ہو جاتا ہے اور یہ تحیّر بھی عبادت ہے۔ کرم کے اِس بحر کا کوئی کنارہ نہیں۔ اس کی رحمت لامحدود، اس کا کرم لازوال، اس کی عطا وہم و قیاس میں نہیں آسکتی۔ چشمِ کائنات نے ایسا سخی کہاں دیکھا۔ اللہ نے اپنے محبوب صلّی اللہ علیہ وسلّم پر اتمامِ نعمت کر دیا۔ ایسی کوئی نعمت نہیں جو اس وجود سے وابستہ نہ کر دی گئی ہو۔ رحمت و کرم کا کوئی ایسا تابدار موتی نہیں جو سرکار صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خزانۂ کرم سے نہ ملتا ہو۔ آپ نے اس خزانے کو اُمّت پر نچھاور کر دیا تاکہ کوئی کلمہ گو، خدا کا نام لیوا، حضور کا غلام اس چشمۂ فیض سے پیاسا نہ جائے۔

Marfat.com

کیفیّتِ حضُوری

جب مسجدِ نبوی میں حاضری ہوتی ہے تو پاکانِ بارگاہ کے جسم احساسِ ندامت سے شرابور ہو جاتے ہیں۔ یہ اس دربار کی حاضری ہے جہاں دنیا کے شہنشاہ لرزتے کانپتے اور اشک بداماں حاضر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے مسجد میں قدم رکھتے ہی سراپا عجز و انکسار، سرتاپا خلوص و نیاز بن جاتے ہیں۔ سنبھل سنبھل کر ادب سے قدم رکھتے ہیں۔ رُکتے رُکتے، لرزتے لرزتے آگے بڑھتے ہیں۔ دُور سے روضۂ اطہر کو دیکھ کر ہاتھ باندھ کر غلامانہ انداز میں اپنے آقا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حضور سلام پیش کرتے ہیں بہت سے ایسے عاشقانِ رسُولؐ ہیں جن کی نگاہیں فرش پر جمی رہتی ہیں کئی کئی دن تک انہیں گنبدِ خضرا کو نظر بھر کر دیکھنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ ان کے دل حضُوری میں جُھکے ہوئے اِنکی آنکھیں ندامت کے آنسوؤں سے لبریز رہتی ہیں۔ تسبیح و تہلیل اور درود و سلام کی کثرت کے بعد گنبدِ خضرا کی جھلک دیکھتے ہیں جس سے تسکینِ دلِ مُضطر ہوتی ہے ——— پھر ڈرتے ڈرتے دربارِ نبوی میں حاضر ہوتے ہیں۔ بدن کا رنگ احترام سے زرد پڑ جاتا ہے، روّاں روّاں دربارِ مصطفوی کی عظمت سے کانپنے لگتا ہے۔ دُعا کے وقت ہونٹ تھرتھرانے لگتے ہیں سر جُھکا کر ہاتھ باندھ کر دُرود و سلام بحضُور سیّد خیر الانام صلّی اللہ علیہ وسلّم پیش کرتے ہیں۔ پھر اُلٹے پاؤں لوٹتے ہیں۔ قدمین شریفین پر شکرانے کے نفل ادا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سعادتِ عظمیٰ عطا فرمائی ——— اللہ تعالیٰ ہر زائر کی حاضری قبول فرمائے۔ آمین

◎

Marfat.com

مدینہ رو کشِ خلدِ بریں ہے
مقامِ رحمۃ للعالمینؐ ہے

شہرِ رحمت کے

مختلف مقامات کے بارے میں تاثرات

ع

ہے رحمت ہی رحمت جوارِ مدینہ

Marfat.com

نمازِ فجر کے بعد بابِ عبد المجید سے باہر نکلتے ہی آپ کو ایک ایسی صدا سنائی دے گی جس میں عشقِ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا سوز، قربِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نشہ اور بارگاہِ رسالت پناہ کا سرور ملے گا۔ یہ صدا ایک شیر فروش کی ہے جو ہر زائر اور نمازی کو ایک نرالے انداز سے اپنی طرف متوجہ کرتا ہے ـــــ وہ بار بار یہ دلنشیں صدا لگاتا ہے:

اشْرَبُوا الْحَلِيْب صَلِّ عَلَى الْحَبِيْبْ

بے ساختہ سب کی زبانوں پر درود و سلام کے نغمات گونجنے لگتے ہیں اس کی آواز روضۂ اقدس کے پُر انوار میناروں سے اُترتی ہوئی، گنبدِ خضرٰی پر نثار ہوتی ہوئی، بارگاہِ رسالت میں پہنچتی ہوگی اور اس صدا کے ساتھ کتنے دُرود و سلام کے گجرے، کتنی دھڑکنوں کے نذرانے، کتنے اشکوں کے ہدیے محبُوبِ خدا کے دربارِ دُربار میں پیش ہوتے ہوں گے۔

مَیں جب بھی اس دروازے سے گزرا ـــــ اِشْرَبُوا الْحَلِيْب صَلِّ عَلَى الْحَبِيْبْ کی صدا دُور تک سنتا چلا گیا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَّعْدِنِ الْجُوْدِ وَالْكَرَمِ
مَنْبَعِ الْعِلْمِ وَالْحِلْمِ وَالْحِكَمِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ
وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

حج کے دِنوں میں زائرین کا ایسا ہجُوم نظر آتا ہے جس کی مثال کہیں نہیں ملتی، مسجدِ نبوی کے دس دروازے ہیں، ہزاروں افراد ان دروازوں سے نماز ادا کرنے کے بعد نکلتے ہیں۔ قدم قدم چلتے ہیں کوئی ہنگامہ نہیں، کسی جوش و خروش کا مظاہرہ نہیں، احترامِ رسُولِ مقبول صلّی اللہ علیہ وسلّم ملحوظِ خاطر ہے۔ عقیدت و احترام نے پاؤں کی لغزش تک کو روک دیا ہے۔ ہر جبیں حرمِ پاک میں سجدہ ریزیوں کا نُور لیے، ہر پیکر حیا کی خوشبُو سے معطر، ہر

Marfat.com

آنکھ مسلسل اشک فشانی سے کیف افروز، ہر خیال قربِ رسولؐ سے معطّر ہے۔ دُنیا کے ہر خطّے سے لوگ آئے ہیں —— گورے کالے، یمنی شامی، ایرانی عراقی، مصری سوڈانی، پاکستانی ہندوستانی —— مگر ان کے درمیان رنگ و نسل، کہتری و مہتری، ادنےٰ و اعلےٰ کی کوئی خلیج حائل نہیں۔ دین کی محبت اور عشقِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جغرافیائی حدود کو آپس میں ملا دیا ہے۔ سب ایک ہی خدا کے آگے سربسجود ہونے والے، سب ایک ہی رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کا کلمہ پڑھنے والے، سب اخوّت و محبّتِ اسلامی کے رشتے میں پروئے ہوئے ہیں۔ سب عاجز، سب اس درگاہِ پاک کے دریوزہ گر —— سب اس آستاں کے بھکاری، سب عشقِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سرشار اور ایک ہی در پہ دامن پھیلائے ہوئے ہیں۔ مساواتِ انسانی کا یہ درس اس محسنِ انسانیت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہمیں دیا، جسکے آستانہ عالیہ پر اس کی تعلیم کا عملی مظاہرہ نظر آتا ہے۔

ایک خوشخبری

میرے ہمسفر نے علالت کی وجہ سے مکّہ مکرّمہ جانے کا ارادہ کیا مگر میری رُوح سایۂ رحمت میں مزید رہنے کے لیے بیتاب تھی —— زندگی کا مقصود، ساری عمر کی التجاؤں کا حاصل آستانۂ اقدس پہ حاضری تھا۔ جس کے لیے رو رو کر دُعائیں مانگی تھیں، نعتیں لکھی تھیں —— نعتیہ اشعار اسی ذاتِ مقدّس کے عشق و محبّت کا ثمرہ تھے۔ گداز اور رقّت کی دولت اسی کریم نے عطا کی تھی۔ ان فضاؤں میں سانس لینے کی آرزو نے مدّتوں بیتاب رکھا تھا، تطہیرِ جسم و جاں کے لیے، زندگی بھر کی کدورتوں کو صاف کرنے کے لیے، دامن کے بیشمار داغوں کو دھونے کے لیے یہی ابرِ رحمت تھا۔ یہی شہر خنک و طرب آفریں تھا۔ ڈیڑھ ماہ کا قیام ایک پل معلوم ہُوا —— پھر ہجر و فراق کی طویل گھڑیاں درپیش تھیں۔ یہاں کے بسنے والوں پر رشک آتا تھا، جن کی زندگی حسین اور موت حسین تر تھی۔ جنہیں قیامت

تک سایہ رحمت میں جگہ مل جاتی ہے۔ جنکی آرام گاہ جنّت البقیع ہے جہاں کم و بیش دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آرام فرما ہیں۔ جہاں جاں نثارانِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم سکون کی نیند سوئے ہوئے ہیں، جہاں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہم کے پاکیزہ وجود محوِ راحت ہیں، جہاں وہ نفوسِ قدسیہ مدفون ہیں جنہیں سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے مُبارک و مقدّس ہاتھوں سے لحد میں اُتارا ——— الٰہی! یہ سر زمین پھر نظر سے اوجھل ہو جائے گی ——— اِنہی خیالات میں غلطاں، اِسی پریشانی میں مبتلا تھا کہ مکرّمی و محترمی جناب قاری عبد الحنّان صاحب سے ملاقات ہوئی ——— وہ ایک متقی اور خوش قسمت انسان جو حرمِ پاک میں قرأت کا درس دیتا ہے۔ ان سے پریشانی کا اظہار کیا، اُنہوں نے بلا تآمل مزید ٹھہرنے کے لیے باصرار کہا۔ مدینہ منوّرہ میں قیام کی دعوت دی۔ اس مروّت اور قیام کی مسرّت پر آنکھوں سے چشمۂ تشکّر و انبساط جاری ہو گیا۔ آقائے دو جہاں صلّی اللہ علیہ وسلّم نے قدموں میں رہنے کی اجازتِ مزید عطا فرما دی۔

دوسرے روز میرے ہمسفر عازمِ مکّہ مکرّمہ ہو گئے، جناب محمّد فضل الرحمٰن مکرّمی و محترمی عبد العزیز شرقی کے صاحبزادے سامان اٹھوانے کے لیے قیام گاہ پر پہنچ گئے۔ مجھے مہمانِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم سمجھتے ہوئے ہر فرد کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا ——— شرقی صاحب سراپا شفقت، وضع داری اور شرافت کے پیکر تھے، اس گھر میں مہمان نوازی کے تمام آداب، مہمان کی سہولت کے تمام اسباب موجُود تھے۔ مزید برآں ذی علم، دیندار، ہم ذوق اور ہم خیال احباب کی صحبت نصیب تھی ——— ہر لمحہ دلجوئی کے انداز ہر گھڑی دلنوازی کے طریقے۔

حدیقۃ اندلس میں شام

مدینہ منوّرہ کے قرب و جوار سے دیدہ و دل کو سیراب کرنے، ان پاک فضاؤں سے بہرہ ور ہونے، دیارِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اطراف میں گھومنے کا تمام اجر میرے میزبان محمّد فضل الرحمٰن نے

Marfat.com

لُوٹ لیا۔ اِنہی دنوں اُنہوں نے موٹر سائیکل خریدا تھا۔ اب شام کو اطراف وجوانب مدینہ میں جانا آسان ہوگیا۔ موٹر سائیکل کی خرید سے پہلے انہوں نے کار کا انتظام کیا تھا۔ شام حدیقۃ اندلس میں گذارنے کا پروگرام بنا۔

یہ ہوٹل مغربی و مشرقی انداز کا دل کش امتزاج تھا۔ ایک طرف کرسیوں پر لوگ قہوہ پی رہے تھے، دوسری طرف چاندنی بچھی تھی، خوب صورت قالین کا فرش تھا۔ گاؤ تکیے سلیقے سے آراستہ تھے۔ یہ ریسٹوران جبلِ احد کے دامن میں واقع ہے ـــــ یہاں سے جبلِ احد ماضی کی داستانیں سناتا، ازمنۂ عتیقہ کی عظمت کے نقوش دکھاتا، بہادروں، مجاہدوں، غازیوں اور شہیدوں کی داستانیں دہراتا معلوم ہوتا ہے ـــــ خشک پہاڑ سے شہیدوں کے مقدس لہو کی خوشبو آرہی تھی جس نے سارے میدان کو مہکا دیا تھا۔ قہوہ خانے میں بیٹھے ہوئے میری نگاہیں ماضی کے اوراق پڑھ رہی تھیں ـــــ لانبے لانبے درخت غازیانِ اسلام معلوم ہوتے تھے گویا وُہ آج بھی مدینہ منورہ کے حدود و ثغور کی پاسبانی کر رہے ہوں۔ چاند کی کرنیں درختوں کے پتوں سے چھن چھن کر آ رہی تھیں ـــــ انہی خیالات میں گم تھا کہ فضل الرحمٰن کی آواز نے مجھے چونکا دیا ـــــ گہوہ جی، خیالات کا تار و پود بکھر گیا۔ اس نے دوبارہ آواز دی، گہوہ جی!۔ ارے یہ گہوہ جی کون ہے؟۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا، بیرہ۔ بیرہ، یہاں گہوہ جی کیسے ہو گیا؟ یہاں قہوہ کو گہوہ کہتے ہیں، اسی رعایت سے قہوہ پلانے والے کو گہوہ جی کہتے ہیں۔

ایک بچہ دوڑتا ہوا آیا۔ فضل الرحمان نے مجھ سے پوچھا، کیا پیو گے۔ مَیں نے مسکرا کر کہا، گہوہ ۔ اس نے قہوہ کا آرڈر دے دیا۔ مجھے بتایا کہ یہاں ایک قہوہ طائفی کہلاتا ہے جو پودینے کا ہوتا ہے اور انتہائی مفرح اور دوسرا احمر کہلاتا ہے جو سرخ اور تیز ہوتا ہے۔ دودھ

Marfat.com

کی چائے بھی ملتی ہے۔ گھوہ جی نے میز پر قہوہ اور فنجان رکھ دیے۔ بلوّری فنجان جو قہوے کی لطافت اور مشروب کی نفاست کے آئینہ دار تھے۔ دوسرے میز سے آواز بلند ہوئی، "تعمیرہ یہ تعمیرہ کیا ہے؟ فضل الرّحمٰن نے اشارہ کرتے ہوئے کہا حقّہ، تعمیرہ کا قد انسانی قد کے برابر معلوم ہوتا تھا جس کے ساتھ گئی گز لمبی نے تھی۔ یہ نے لکڑی کی نہ تھی بلکہ ربڑ کی نالی پر غلاف چڑھایا ہُوا تھا۔ جدھر چاہو اسے موڑ لو، خدا جانے میرے ذہن میں علی بابا چالیس چور کا تصوّر کیوں آگیا۔ شاید حقّے کا طول اس کا محرک ہُوا ہو۔ عجیب بات ہے جو چیز جسم کے خانۂ حیس کی تخریب کرنے والی ہے اسے تعمیرہ کہا جاتا ہے۔ کبیرا اس لیے رو دیا تھا جب اس نے کہا تھا ؎

رنگی کو نارنگی کہیں بنے دودھ کو کھویا
چلتی کو گاڑی کہیں دیکھ کبیرا رویا

خنک ہوا کے لطیف جھونکے جسم کو سہلا رہے تھے، قہوہ کی لطافت نے رُوح کو لطیف تر بنا دیا، فنجان نے احساسات کی دُنیا کو بیدار کر دیا، معلُوم ہوتا تھا کہ مادی دنیا سے رابطہ کم ہوتا جا رہا ہے، تخیلات و وجدان کی دنیا کے دروازے کُھل رہے ہیں۔

اچانک فضل الرّحمان نے شعر کی فرمائش کر دی۔ دوسرے احباب بھی اس فرمائش میں شریک ہو گئے، نعت کا ماحول نہ تھا، اس کے لیے پاکیزہ فضا اور مقدّس ماحول درکار ہے۔ کچھ اپنی غزلیں، کچھ اساتذہ کے اشعار سُنائے ——— چند لمحوں کے لیے میں بھی اس فضا کا حصّہ بن گیا۔

رات کافی ڈھل چکی تھی، اس جگمگاتے قہوہ خانے سے باہر نکلے، واپس قیام گاہ پر آئے، قاری صاحب کھانے پر انتظار کر رہے تھے، مشرقی تہذیب اور مہمان نوازی کا یہ نقش لوحِ دل پر کندہ ہو گیا۔

Marfat.com

تہجد کے وقت آنکھ کھلی، حرمِ پاک پہنچا، رات کا واقعہ فسون و افسانہ ہوگیا۔ حریم ناز میں کسی اور خیال کو کہاں باریابی ہو سکتی ہے۔ پھر وہی مواجہہ شریف پر ندامت کے آنسو، وہی تسبیح و تہلیل ——

شیخ اسماعیل جالندھری کے مکان پر قیام

مدینہ منورہ کی حاضری کے دوران چند روز حرمِ نبوی کے اعتکاف میں گزارے

حرمِ پاک کی مسلسل حاضری سے دل و دماغ کو روشن کیا۔ عید کے دوسرے روز ہوٹل سے اُٹھ آئے جہاں سامان رکھا تھا۔ شیخ محمد اسماعیل جالندھری کے مکان میں کرایہ پر کمرہ لے لیا۔ یہ مکان ڈکخانے کی پچھلی گلی میں واقع ہے۔ حرمِ پاک تک دو منٹ سے بھی کم کا فاصلہ ہے ہم پانچ نفوس تھے جن کے لیے کمرہ کافی نہ تھا، زائرین کی کثرت کی وجہ سے مکانوں کی قلت تھی۔ لہٰذا اس کمرے کو غنیمت سمجھا۔

دوسرے روز تیسری منزل سے گنگنانے اور ترنم سے شعر پڑھنے کی آواز سنائی دی یوں محسوس ہُوا کہ ایک مدت کے بعد کسی نے سازِ رگِ جاں کو بیدار کر دیا ہو ———— پتہ کرنے پر معلوم ہُوا کہ مالک مکان شیخ محمد اسماعیل جالندھری ہیں دوسرے روز ان سے ملاقات ہوئی۔ نورانی چہرہ، متبسم لب، سفید داڑھی، صاف ستھرا لباس، آنکھوں میں سُرمے کی ایک ہلکی سی لکیر —— مرنجاں مرنج انسان، محفل آرا۔ سیڑھیوں ہی سے گنگنانا شروع کر دیا۔ چھیڑنے کے لیے مَیں نے اساتذہ کے دو چار اشعار سُنائے ؎

اِک ذرا چھیڑ تو دے تشنۂ مضرابِ ہے ساز

میری طرف متوجہ ہوئے، پوچھا: "آپ کہاں سے حاضر ہوئے"؟ "لائل پور سے"، مَیں نے جواب دیا۔ چہرے پر سوچ کی ایک ہلکی سی لہر بکھر گئی —— "آپ حافظؔ لدھیانوی ہیں؟"

"جی ہاں" - اُٹھ کر معانقہ کیا۔ بالائی منزل سے نوٹ بک لے آئے جس میں میرے اشعار درج کر رکھے تھے، باتوں باتوں میں سفرنامہ تحریر کرنے کا ذکر آگیا۔ مَیں نے شیخ صاحب سے کہا، جی چاہتا ہے کہ اس سفرِ مقدّس کا ہر لمحہ محفوظ کر لوں، کیفیّات کے ہر نقش کو جاوداں بنا لوُں' ——— "میرے ساتھ آیئے"، ایک خالی کمرے کا قفل کھولا" یہ کمرہ جب تک خالی ہے اسے لکھنے پڑھنے کیلیے استعمال کیجیے۔ آپ یکسوئی سے اپنے خیالات قلمبند کر سکیں گے، تنہائی میں کوئی مخل نہ ہوگا، آج ہی اس کارِ خیر کی ابتدا کر دیجیے" - پھر اسی مہمان خانے کی طرف لوٹے" یہ الماری ہے، یہ اسکی چابی ہے، اس میں آپ کو اس مقصد کے لیے کتابیں مل جائیں گی" ——— پھر الماری کھولتے ہوئے کہا،" یہ سیرتِ طیّبہ کی کتاب ہے - یہ رحمۃؐ للعٰلمینؐ کی تین جلدیں ہیں - یہ شاہنامۂ اسلام ہے۔ یہ تاریخ عرب ہے، یہ جذب القلوب الٰی دیار المحبوب ہے" ——— چابی میرے حوالے کر کے چلے گئے - یا اللہ کیسا با اخلاق آدمی ہے، کیسا مہمان نواز اور کس قدر عظیم المرتبت انسان ہے نہ پہلے سے میرا اس سے ذاتی تعارف، نہ اسے میرے متعلّق تفصیلی طور پہ واقفیت ہے، صرف مجھے شاعر کی حیثیت سے جانتا ہے - دِل سے آواز آئی کہ یہ بھی جنابِ رسالت مآبؐ کا کرم ہے، یہ بھی سرکار کی تائید ہے۔

دوسرے روز مَیں نے جمالِ حرمین کے نام سے اس مقدّس کام کا آغاز کر دیا تاکہ زندگی کے یہ حسیں لمحات مستقل یادگار بن جائیں اور اِس گلستانِ کرم کی مہک سے افرادِ امّت کے مشامِ جاں معطّر ہوں۔

ایک یادگار پاکیزہ محفل

نمازِ عصر کے بعد احباب کی محفل جمی، چائے پر احباب کا اجتماع ہر روز کا معمول تھا، اچھی خاصی ادبی اور پاکیزہ محفل تھی، مَیں نے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ اشعار سُنائے جن میں عشقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کا سوز اور فیضانِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خوشبو بسی ہوئی تھی۔ علاّمہ مرحوم فرماتے ہیں ؎

تو بر نخلِ کلیمی بے محابا شعلہ می ریزی

تو بر شمعِ یتیمی صورتِ پروانہ می آئی

ایسا والہانہ محبّت کا اظہار اسی شخص کو نصیب ہو سکتا ہے جسے دربارِ نبوی سے کرم کا وافر حصّہ ملا ہو۔ مواجہہ شریف پر بارہا علاّمہ مرحوم کے مندرجہ ذیل شعر نے جسم پر کپکپی طاری کر دی۔ اشکوں کا سیلاب دامن کا مقدّر بنتا رہا، نجانے اس وقت اللہ تعالیٰ نے علاّمہ مرحُوم کے مزار پر رحمتوں کی کتنی بارش کی ہوگی، ادب کا انتہائی مقام، احترام کا بے پناہ تصوّر اور عجز و نیاز کا بھرپُور اظہار علاّمہ مرحوم نے کس انداز سے کیا ہے ؎

چُوں بروحِ مصطفٰےؐ خوانم درُود

از خجالت آب می گردد وجُود

جب یہ شعر اس محفل میں پڑھا گیا، سب کی آنکھیں نمناک ہو گئیں۔ ایک عجیب کیفیّت تھی، معلُوم ہوتا تھا ہر ایک اپنے نفس کا جائزہ لے رہا ہے، ہر ایک کی نظر اپنی لغزشوں، اپنی خطاؤں اور اپنے گناہوں پر ہے، ہر ایک سوچ رہا تھا کہ محبُوبِ خُدا صلّی اللہ علیہ وسلّم پر درُود کس پاک زبان سے بھیجا جائے۔ آلائشوں اور کثافتوں سے بھرا ہُوا جسم لے کر اِس دربارِ مقدّس میں حاضر ہونا آدابِ مُصطفوی کے منافی ہے جہاں فرشتے بھی ڈرتے ڈرتے حاضر ہوتے ہیں۔ ہر فرد اپنا محاسبہ کر رہا تھا ـــــ دیر تک سکوت رہا، ایک طویل خاموشی محفل پر مسلّط رہی، اس دن علاّمہ مرحُوم کا کلام ہی محفل میں سوز و ساز کی شمعیں فروزاں کرتا رہا، متعدّد اشعار سُنے اور سُنائے جن میں سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے علاّمہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی بے پناہ محبت کے نقوش ملتے تھے۔ شیخ اسمٰعیل صاحب زار و قطار رو رہے تھے۔ یہ تو ان خوش بخت انسانوں میں سے تھے جنہیں

Marfat.com

ہر روز دربارِ نبوی میں حاضری کا شرف ملتا ہے ۔ علامہ مرحوم کی اس رباعی پر آج کی پاکیزہ محفل اختتام پذیر ہوئی ؎

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر　　روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
ور حسابم را تو بینی ناگزیر　　از نگاہِ مصطفےٰؐ پنہاں بگیر

حاضرینِ مجلس اشکبار آنکھوں سے نمازِ مغرب ادا کرنے کے لیے سوئے حرم چل دیے ۔

روزانہ عصر کے بعد چائے کا دور چلتا ، روزانہ نئے حجّاج ، محفل کا نیا رنگ ، عشقِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ایمان افروز ذکر ، پاکیزہ گفتگو ——— محمد یونس خاں نے جو پشاور سے حاضر ہوئے تھے ، علامہ اقبالؒ کے اشعار ترنّم سے سُنائے ، شعر پڑھتے پڑھتے آواز میں رقّت پیدا ہو جاتی ۔ شیخ محمد اسماعیل صاحب اپنی مخصوص لَے میں شعر پڑھتے ، عموماً شاہنامۂ اسلام سے شعر سناتے ، عشقِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم سینوں میں اُجالا کر دیتا ۔ چائے کے ساتھ شیخ صاحب روزانہ کوئی نہ کوئی چیز گھر پکواتے ، چائے خود بناتے اور ہر ایک کو خود پیش کرتے ، اس خدمت اور مہمان نوازی میں ایک عجیب حظ محسُوس کرتے جو اُن کے چہرے سے نمایاں ہوتا ۔ شرکائے مجلس بھی سب کچھ بھُول جاتے اور زندگی کے ان لمحات کو زیست کا حاصل سمجھتے ۔

شیخ صاحب کو بیشمار اشعار ازبر تھے ، اُٹھتے بیٹھتے شعر پڑھتے ، اگر شعر و سخن کا کوئی پیکر بن سکتا تو شیخ صاحب کی شکل میں ہوتا ۔ شاعری سے لگاؤ ہی نہیں عشق تھا ، جنُون تھا ، عمدہ شعر پر ان کی کیفیّت قابلِ دید ہوتی ۔ شعر کا تاثّر ان کے وجود میں سرایت کر جاتا اور انہیں بے خود بناتا معلُوم ہوتا تھا ۔

شیخ صاحب کے گھر خصوصی نشست جمعہ کے روز ہوتی ، اہلِ ذوق احباب کو دوپہر کے کھانے پر مدعو کرتے ، صبح سے اس نشست کی تیاری میں مصروف ہو جاتے ، بازار

Marfat.com

سے اپنے پسند کی چیزیں خود لاتے —— جُمعہ کی نماز کے فوراً بعد احباب کے منتظر رہتے، ان سے اشعار سنتے، اپنا انتخاب سناتے، انہیں معلوم تھا کہ مجھے اساتذہ کے ہزارہا اشعار یاد ہیں، کاپی قلم لے کر بیٹھ جاتے اور اساتذہ کے اشعار نقل کرتے، یہ بزرگانہ وضع قطع، یہ خلوص، یہ مہمان نوازی آج کل کے دور میں ناپید ہوتی جارہی ہے۔ نئی تہذیب نے جہاں چہروں کا نُور چھین لیا ہے وہاں دل کا خلوص بھی برباد کر دیا ہے۔

عشقِ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جھلک

شیخ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے رقّت اور سوز کی نعمت سے نوازا تھا۔ ایک دن بھرّائی ہوئی آواز میں کہنے لگے، رحمتِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا کرم ہے، قدموں میں جگہ دے رکھی ہے، ایک دن روضۂ اقدس پر التجا کی تھی، وہ قبولیّت کی گھڑی اور کرم کا لمحہ تھا۔ چوبیس سال سے آستانۂ کرم پر مقیم ہُوں۔ ہر طرح آرام اور سہُولت ہے، بغیر محنت اور مشقّت کے اللہ تعالیٰ روزی عطا کرتا ہے، بزرگوں سے اِس بہلنے ملاقات ہوجاتی ہے۔ بہت سے مقرّبینِ بارگاہ سے شرفِ ملاقات ہے، ہر سال اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کی زیارت ہوجاتی ہے۔ ان کی صحبت سے فیضیاب ہونے کے مواقع میسّر آتے ہیں، یہ اللہ کا کرم ہے کہ نیک بندے مجھ گنہگار کو یاد رکھتے ہیں —

حافظ صاحب! خوش قسمتی کی داستان بہت طویل ہے۔ کرم کے قصّے بہت دراز ہیں، حدُودِ مدینۂ منوّرہ سے نکلنے کو جی نہیں چاہتا۔ ایک دو بار باہر گیا ہُوں، طبیعت میں انتشار پیدا ہوگیا۔ معلُوم ہوتا تھا کہ گلستاں سے نکل کر ویرانے میں آگیا ہُوں۔ اب تو اِس انتظار میں ہوں کہ آخری سانس حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قدموں میں نکلے۔ اسی سایۂ رحمت میں ابدی نیند سوجاؤں۔ شیخ صاحب پھُوٹ پھوٹ کر رونے لگے، معلُوم ہوتا تھا کہ در و بام رو رہے ہیں اور آمین کہہ رہے ہیں۔

شیخ صاحب کو فوراً شعر یاد ہوجاتا، طبیعت بھی موزوں تھی، بعض اوقات مصرعوں میں

جواب ملتا بہت خوش ہوتے، مَیں قاری صاحب کے گھر جانے لگا تو اُداس ہو گئے۔ بہت اصرار کیا کہ یہیں قیام رکھو، مکان ہے، گھر ہے، اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کسی چیز کی کمی نہیں مگر یہ ان کے کاروبار کے دن تھے؛ مَیں نے نہایت احسن طریقے سے ٹال دیا، جس دن مَیں چائے پر حاضر نہ ہوتا، فضل الرحمٰن سے کہتے کہ آج حافظ صاحب چائے پر نہیں آئے، انہیں دس اشعار کا جرمانہ کروں گا —— یہ ان کی غایت درجے کی محبت کا اظہار تھا۔ چند دنوں میں قرب کا وہ احساس ہُوا جیسے برسوں سے تعلقات ہوں اس خلوص کو میں کبھی نہیں بُھلا سکتا۔

جامعہ کے ہوسٹل میں ادبی نشست

ایک روز فضل الرحمان کا پیغام ملا کہ جامعہ کے ہوسٹل میں نشست ہے، احباب کو اطّلاع کر دی ہے، آپ سے کلام سُنیں گے، ذہن کا رُخ کسی اور طرف تھا۔ اچانک اس موڑ کے لیے طبیعت آمادہ نہ تھی مگر فضل الرحمان کا خلوص اور اس کی محبت کی وجہ سے انکار کی گنجائش بھی نہ تھی۔

جنّت البقیع کے عقب میں طلبہ کا ہوسٹل تھا۔ اِس میں زیادہ تر پاکستانی طلبہ مقیم تھے، ان کے اصرار پر اس ادبی نشست کا اہتمام کیا گیا تھا، نمازِ عشار سے فارغ ہو کر فضل الرحمان کے ساتھ ہوسٹل پہنچے، سب منتظر تھے۔ قاری عبدالحنّان صاحب بھی آگئے۔ یہ اہلِ علم، باذوق اور شعر و ادب سے تعلق رکھنے والے احباب کی محفل تھی۔ طلبہ میں سے بعض کو شعر گوئی سے یک گونہ مناسبت تھی، شہرِ حبیب صلّی اللہ علیہ وسلّم میں ذکرِ حبیب صلّی اللہ علیہ وسلّم ہی موضوعِ کلام رہا، مَیں نے چند نعتیں سنائیں جو حاضری سے قبل کہی گئی تھیں، قاری صاحب نے اپنے مخصوص ترنّم سے اپنی نعت سنائی۔ دوسرے احباب نے بھی بارگاہِ رسالت میں ہدیہ پیش کیا، بہت پاکیزہ مجلس رہی، طبیعت کا تکدّر رنگِ محفل دیکھتے ہی دُور ہو گیا تھا۔ انشراحِ صدر کے ساتھ یہ پُرلطف اور بابرکت وقت

Marfat.com

گزرا ۔ رات گئے تک زبانیں مدحتِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم میں مصروف رہیں۔

مسجد قُبا کے نزدیک قہوہ خانے کی ایک شام

فضل الرحمان کا معمول تھا کہ نمازِ عشاء کے بعد وہ مجھے موٹرسائیکل پر مختلف مقامات ، قہوہ خانوں اور متبرک مقامات پر لے جاتا۔ اس رات مسجدِ قبا کے پاس قہوہ خانہ جانے کا پروگرام بنا، اس رات سردی قدرے زیادہ تھی، سڑک کے کنارے چارپائی نما نشستیں لگی ہوئی تھیں ، سامنے کھجوروں کا باغ تھا ، دوسری طرف مسجدِ قبا تھی ، ذہن ماضی کے نقوش تلاش کرنے لگا ، یہ وہ مقدس جگہ ہے جہاں ہجرت کے بعد سرکارِ دوعالم کا وردِ مسعود ہُوا تھا، سامنے کھجوروں کے جھنڈ کے جھنڈ تھے ، مدینہ منورہ میں کھجوروں کے بہت سے باغات ہیں ، مگر نئی تہذیب نے پُرانی اقدار اور نشانات کی بنیادیں کھود ڈالیں ، ان نقوشِ مقدسہ کو زیرِ زمین دفن کر دیا جو ہماری رُوح کی تسکین کا سامان تھے ، اب ان پاکیزہ نقوش کی جگہ کئی کئی منزلہ عمارتوں نے لے لی ہے جن میں رُوح ماہیٔ بے آب کی طرح بے چین رہتی ہے ، بجلی کے پنکھوں ، دمکتے ہوئے قمقموں ، نرم و گرم بستروں اور آسائش کے تمام اسباب کے باوجود زندگی مضطرب رہتی ہے ، رُوح سکون کی تلاش میں بھٹکتی رہتی ہے

چاندنی رات تھی ، آسمان نور برساتا معلوم ہوتا تھا ، دُور تک چاندنی نے فرش بچھا رکھا تھا ــــ سامنے قہوہ سے بھرے فنجان رکھے تھے جن کی بھینی بھینی خوشبو دماغ کی گرہیں کھول رہی تھی ، مسجدِ قبا کی مقدس فضا کے جھونکے سرور کو تیز تر اور کیف کو دوبالا کر رہے تھے ، کھجوروں کے باغ سے گزر کر آنے والی ہوا ماضی کے قصے ، عہدِ عتیق کی داستانیں سُنا رہی تھی ــــ مَیں اس رہگزر کو دیکھ رہا تھا جس پر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نقوشِ کفِ پا تھے ، اِس رہگزر کے حسن پر تہذیب کی چھاپ لگ گئی ۔ اس کے جمال کو بجلی

Marfat.com

کی روشنی سے متغیّر کرنے کی کوشش کی گئی۔ زمانہ جب کروٹ لیتا ہے تو ایک دُنیا مِٹتی، دوسری تعمیر ہوتی جاتی ہے۔ مگر بعض نقوش انمٹ ہوتے ہیں۔ دستبردِ زمانہ ان تک نہیں پہنچ سکتی۔ انسان کے پاؤں انہیں روند نہیں سکتے۔ ایسے انمٹ نقوش صرف عبادت گاہیں ہیں جنکی تعمیر میں اسلام کی عظمت وابدیت جھلکتی نظر آتی ہے، جنکی بنیادیں مقدّس ہاتھوں سے رکھی گئی ہیں، زمانہ ان بنیادوں کو اکھاڑ نہیں سکتا —— مسجدِ قبا کو کونسی طاقت خراب کر سکتی ہے۔ میرے سامنے مسجدِ قبا کی عمارت ہے، اس کی بُنیاد میں محبُوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے مقدّس ہاتھوں سے رکھے ہوئے وہ پتھر ہیں کہ حادثاتِ روزگار انہیں اپنی جگہ سے نہیں ہٹا سکتے۔ مَیں اِنہی خیالات میں کھویا ہُوا تھا کہ فکر کے تسلسل کو —— گوہ جی کی آواز نے توڑ دیا، سردی بڑھ رہی تھی مگر مَیں تو ماضی کا حصّہ بن چکا تھا جہاں نہ سردی کا احساس ہوتا ہے نہ گرمی کی تکلیف کا خیال باقی رہتا ہے۔ چاند کھجور کی ایک شاخ سے یوں نمودار ہُوا جیسے کائنات کے حسن میں ایک خوبصورت تصویر کا اضافہ کر دیا گیا ہو۔ اس فضائے رحمت سے جوارِ کرم کی طرف لوٹے۔

جبلِ اُحد کے مضافات کی سیر

دوسرے روز عصر کے بعد مدینہ منوّرہ کے مضافات میں جانے کا پروگرام بنایا۔ نمازِ عصر کے بعد جب قیام گاہ پر پہنچا تو فضل الرّحمان کو مستعد پایا، موٹر سائیکل شہر کے پُر رونق بازاروں، فلک بوس عمارتوں، کاروں کے شور، لوگوں کے ہجوم سے گزرتا ہُوا وادیٔ احد کی زمینِ پاک میں پہنچ گیا عمِّ مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلّم سیّد الشہدا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، کے مزار پر حاضری دی، اشکوں کے نذرانے پیش کیے۔ شہدائے اُحد کو سلام کیا۔ پھر احد کے گرد چلے۔

جبلِ اُحد کے مضافات میں کھجوروں کے باغات کا ایک طویل سلسلہ پھیلا ہُوا ہے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر کھجوروں کے جھنڈ نظر آتے ہیں۔ یہ وہ درخت ہیں جن کا پھل دُنیا

Marfat.com

کے کونے کونے تک پہنچتا ہے۔ یہ وہ میوہ ہے جسے ایک عالم احترام وعقیدت سے کھاتا ہے، یہی وہ پھل ہے جسے دیکھ کر مدینہ منوّرہ کی مقدّس فضا یاد آجاتی ہے، حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دیس کی خوشبو، اسکی مقدّس فضاؤں میں پروان چڑھنے اور پھل دینے والے یہ درخت ایک دنیا کو اپنی نعمتوں سے نوازتے ہیں، کسی مقام کا کوئی پھل اس کثرت سے دنیا کے مختلف گوشوں میں نہ جاتا ہوگا۔ یہ وہ پھل ہے جسے سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پسندیدگی حاصل ہے، جسے محبوب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے رغبت سے کھایا —— موٹر سائیکل پوری رفتار سے جارہا تھا، فکر کی رفتار اس سے تیز تر تھی، انسان بھی کیا عجوبۂ روزگار ہے، تخیّل کی آنکھ جب کھلتی ہے تو صدیوں کے فاصلے آنِ واحد میں طے ہوجاتے ہیں اور ماضی کا ایک ایک پل حال بن جاتا ہے، ان باغات کو کیسے کیسے مقدّس ہاتھوں نے لگایا ہوگا۔ ان کے سایوں میں کتنی پاکیزہ ہستیوں نے بارگاہِ ربّ العزّت میں سجدے کیے ہوں گے، اس وادی کا چپّہ چپّہ، اس مقام کا ذرّہ ذرّہ مبارک ومقدّس ہے ان نیک بندوں کی یادگار ہے جن کے بعد ویسا مقدّس دور پھر نہ آیا۔ جو سب سے افضل عہد کے برگزیدہ بندوں کا دور تھا۔

ایک جگہ فضل الرّحمان نے موٹر سائیکل روکا، ارشارے سے بتایا کہ یہ حرم کی حد ہے، حدیثِ پاک میں رسُولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ دجّال مدینہ منوّرہ کی حدود میں نہ آسکے گا، جہاں سے حرمِ پاک کے مینار نظر آئیں گے وہیں رُک جائے گا، اس کے قدموں میں زنجیر پڑ جائے گی، اس کا فتنہ انگیز وجود اس کے ناپاک قدم اس خطّۂ پاک پر نہ پڑ سکیں گے۔

دجّال اس دور کا بہت بڑا فتنہ، اس زمانے کے لوگوں کے ایمان کی بہت کڑی آزمائش ہوگا (اللہ تعالیٰ اِس فتنے سے محفوظ رکھے) وہ ایسی مافوق الفطرت باتیں کرکے دکھلائے گا جس سے بہت سے لوگوں کے ایمان متزلزل ہوجائیں گے، اس کے کہنے پر بارش برسنا

Marfat.com

شروع ہو جائے گی، کھیتیاں اُگ آئیں گی —— اللہ تعالیٰ نے اسے عجیب و غریب قوّت دی ہوگی، روئے زمین پر اس کا عظیم فتنہ رونما ہوگا، اس کے دونوں جانب جنّت اور دوزخ ہوگی، جو اس پر ایمان لائیں گے وہ انہیں جنّت میں ڈال دے گا دراصل وہ دوزخی ہوں گے اور جنّت ان کے لیے دوزخ بن جائے گی۔ جن ایمانداروں، اللہ کے برگزیدہ بندوں کو وہ دوزخ میں ڈالے گا وہ جنّتی ہونگے اور اس کی دوزخ ان کے لیے جنّت بن جائیگی اسی لیے سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس فتنے سے محفوظ رہنے کے لیے دُعا کی تاکید فرمائی ہے —— جب دجّال مدینہ منورہ کی ثغور پر ہوگا تو ایک بہت بڑا زلزلہ آئے گا۔ ہراس و پریشانی کے عالم میں لوگ حدودِ مدینہ سے نکل آئیں گے، بابِ لُدّ کے پاس جو بیت المقدس سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔ عیسیٰ علیہ السّلام اس کا خاتمہ کریں گے۔ عیسیٰ علیہ السّلام کے تیر سے دجّال ہلاک ہوگا۔

مدینہ منوّرہ سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ سلّم کے وجودِ مقدّس کی برکت سے ہر آفت سے محفوظ رہے گا۔ رحمۃ للعالمین صلّی اللہ علیہ وسلّم کے شہر پر کوئی بلا کیسے آسکتی ہے۔ جب ابوجہل نے عذابِ الٰہی کو دعوت دی، تو یہ آیتِ شریفہ نازل ہوئی:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ

(اللہ تعالیٰ ان کو کیسے عذاب دے جب آپ ان میں موجود ہیں)

اس شہرِ امیں کا دامن تا قیامت مسرّتوں اور رحمتوں سے لبریز رہے گا۔ ع

ہے رحمت ہی رحمت جوارِ مدینہ

مَیں جبلِ اُحد کو دیکھ رہا ہوں، اس کی عظمت اور اسکی شان کا ہمسر دنیا میں کوئی پہاڑ نہیں۔ سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا محبوب پہاڑ، کوہسارِ جنّت نشان، غازیوں

Marfat.com

کی پناہ ، جاں نثارانِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلّم کی آخری آرام گاہ ، شہدائے اُحد کے جلووں سے معمُور ، صدرشکِ وادیٔ طور ——— اِس کے دامن میں مجاہدین کے علم لہرائے ، اس کی خاک پر محبُوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے جاں نثاروں کے ساتھ بارگاہِ خداوندی میں سجدے کیے ، اسے اسلام کی فصیل ، دین کا قلعہ ، عشق ومحبت کی شاہراہ اور مجاہدوں کی رزم گاہ ہونے کا شرف حاصل ہے ۔ اِس خشک پہاڑ کو شہدائے اُحد کے سانس آج بھی مہکا رہے ہیں ۔

موٹر سائیکل دائرے کی صورت میں جبلِ اُحد کا چکر کاٹ رہا تھا ، سامنے پہاڑوں کے پھیلے ہوئے سلسلے تھے ، بادل کے سفید ٹکڑے آسمان پر کہیں کہیں بکھرے ہوئے تھے ۔ ایسے معلُوم ہوتا تھا جیسے کوئی کارواں میلوں کا سفر کرنے کے بعد پڑاؤ ڈال دے ۔ اِردگرد نوکیلے پتھّروں کا سلسلہ تھا ——— ہوا کی خنکی موجِ خیال کو تازیانہ تھی ، سورج کی کرنیں پہاڑ کی اوٹ میں چھُپتی دکھائی دے رہی تھیں اور اپنی قرمزی چادر کو لپیٹتی ہوئی رات کی حکمرانی چاند کے سپرد کر رہی تھیں ۔ شفق کی آخری جھلک نظر آئی ۔ علّامہ مرحُوم کا شعر ذہن کے اُفق پر جگمگا اُٹھا ؎

سُورج نے جاتے جاتے شامِ سیہ قبا کو
طشتِ اُفق سے لیکر لالے کے پھُول مارے

دھند لکا چھا رہا تھا ۔ ہر چیز دھند میں لپٹی چلی جا رہی تھی ، پہاڑوں کے مناظر پہ دُھند نے جال ڈال دیا تھا ——— نوکیلے پتھروں کی جگہ اب صرف دُھند لائے ہوئے نقوش نظر آرہے تھے نمازِ مغرب کے لیے حرمِ پاک پہنچنا تھا ۔ دِل کو دھڑکا لگا تھا کہ نمازِ مغرب قضا نہ ہو جائے ۔ جب مؤذّن نے اللہ اکبر کی صدا بلند کی تو ہم صحنِ حرم میں پہنچ چکے تھے ۔

صوفی محمد اسلم صاحب سے ملاقات

شہرِ مدینہ میں مختلف ممالک کے فرمانرواؤں نے رباط (سرائیں) تعمیر کی ہیں تاکہ بلادِ اسلامیہ کے

زائرین د[illegible] آسودگی اور اطمینان سے قیام کرسکیں اور دلجمعی سے عبادت و ریاضت میں مصروف رہ سکیں [illegible] وقت میسر [illegible] حرمِ پاک میں ایک روز فضل الرّحمان نے صوفی محمد اسلم صاحب کو مجھ سے متعارف کرایا۔ جھکی ہوئی کمر، [illegible] جسم، بڑھاپے کے آثار، دونوں ہاتھوں میں دو تسبیح، ہمہ وقت مصروفِ عبادت ——— [illegible] محمد اسلم صاحب دراصل راولپنڈی کے رہنے والے تھے۔ کاروبار تھا۔ فارغ البالی تھی مگر عشقِ رسول [illegible] اللہ علیہ وسلّم کی کشش مدینہ منورہ لے آئی اور اس وادیٔ نور و نکہت میں زندگی بسر کرنے [illegible]

ان کا معمول تھا کہ وہ ن[illegible] کے وقت کنکریوں والے پلاٹ میں آ بیٹھتے تھے۔ جہاں سے سرکارِ ختمی مرتبت صلّی اللہ علیہ [illegible] گنبدِ خضرا اپنی تمام رعنائیوں، تابانیوں اور جلوہ سامانیوں کے ساتھ نظر آتا ہے، وہ کبھی کبھی آ[illegible] اٹھا کر گنبدِ خضرا کی طرف دیکھتے اور تسبیح کے دانے پھیرنے میں مصروف ہو جاتے، میں [illegible] عالمِ سرشاری میں کبھی کبھی ان کے کندھے پر سر رکھ دیتا ——— ایک روز مغرب کے بعد مجھ [illegible] نعت سُننے کی فرمائش کی۔ گنبدِ خضرا کے سامنے، دربارِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم [illegible] مدحِ رسولِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم ہو، اس سے زیادہ خوش بختی کے کون سے لمحات ہو سکتے [illegible] ان کے کندھے کے نزدیک آہستہ آہستہ سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حضور نذرانۂ عقیدت پیش کیا، آنکھوں کے پیمانے چھلک اُٹھے، دل کی دھڑکن تیز ہو گئی، میں بھی رو رہا تھا اور صوفی صاحب بھی اشک بار تھے ——— دونوں کی نظریں گنبدِ خضرا پر جمی تھیں، نعت ختم ہوتے ہی دوسری نعت کی فرمائش کر دی، جی چاہتا تھا کہ پیشِ محبوبِ خدا جو کچھ دماغ کے نہاں خانے اور دل کے خزانے میں محفوظ ہے، سرکار صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں پیش کردوں۔ کوئی آنسو چشمۂ قلب و نظر میں باقی نہ رہے، کئی نعتیں بارگاہِ رسالت میں پیش کیں، کیف کے ساغر چلے، مستیوں کے کئی دور چند ساعتوں میں گزر گئے، زندگی کے کئی مرحلے

Marfat.com

پل بھر میں طے ہوگئے، آستیں تر ہوگئی، تشنہ رُوح بارشِ کرم سے سیراب ہوگئی، دامنِ دل مُرادوں سے بھر گیا —— وہ اشعار جو ہجر کی یادگار تھے آج وصل کے لمحوں سے ہمکنار تھے، آج اِن افکار کو اِن اشعار کو بارگاہِ رسالتؐ پناہ میں باریابی نصیب تھی۔ اس کے بعد طویل سکوت چھا گیا، زبان و ذہن کر دونوں شل تھے، ایک حیرت کا منظر تھا، بے خودی کا عالم تھا۔ نگاہِ اشک آلود میں صرف گنبدِ خضرٰی کا عکس جھلملا رہا تھا۔ غروبِ آفتاب سے پہلے گنبدِ خضرٰی پر نُور کی چادر چڑھتی اور انوار کی بارش معلُوم ہوتی ہے، یہی وہ مُبارک ساعتیں ہیں جب ستّر ہزار فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔ یہی سماں طلوعِ آفتاب کے وقت ہوتا ہے —— یہ بھی نزولِ ملائکہ کی ساعت ہے۔

چائے کی دعوت

صُوفی صاحب نے دوسرے روز چائے پر مدعو کیا، وہ رباطِ بخاری میں رہتے تھے جسے پہلے مدرسۃ الشّفا کہتے تھے۔ نمازِ عصر سے فارغ ہو کر صوفی صاحب کے ہمراہ قیام گاہ پر پہنچا۔ یہ حرمِ پاک سے دو تین منٹ کے فاصلے پر ہے۔ اس مقام کو جوارِ دربارِ رسالت کا شرف حاصل ہے۔ ترکوں کے زمانے کی یادگاروں میں سے ایک یہ بھی یادگار ہے۔ ترکوں کے زمانے کے نقوش کافی مِٹ چکے ہیں مگر کہیں کہیں اس دَور کے دُھندلائے ہوئے آثار آج بھی عہدِ زرّیں کی نشاندہی کرتے ہیں —— ایک بہت بڑا دروازہ گزر کر رباط میں داخل ہوگئے۔ بڑے دروازے کے سامنے پھُولوں کے پَودے تھے جو پُرانے زمانے کے حسین باغیچے کی غمّازی کر رہے تھے۔ کھجوروں کے ایک دو بہت پُرانے درخت اس رباط کی تاریخ کا ایک اہم حِصّہ معلُوم ہوئے۔ اس قدیم عمارت کے کمروں پر گنبد نما چھت تھی جس میں زیادہ سے زیادہ دو تین آدمی رہائش پذیر ہو سکتے تھے۔

سامنے فرش پر کپڑا بچھا تھا جس پر بہت سی بلّیاں چھیچھڑے کھا رہی تھیں۔ ان میں مختلف رنگ کی پیاری پیاری بلّیاں تھیں —— معلُوم ہوتا تھا کہ اس رباط کے کسی رہنے والے کو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس یادگار سے بہت محبت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی تھے۔ جنہیں بلّیاں پالنے کا بہت شوق تھا۔ اس شوق کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس خطاب سے نوازا، مدینہ منورہ کے ہر گھر میں بلّیاں موجود ہیں، ہر گلی کوچے میں بلّیاں آزادی سے گھومتی پھرتی ہیں۔ شیخ صاحب کے مکان میں ایک خوبصورت بلّی میرے پاس آ بیٹھتی، مَیں سفرنامہ لکھتا رہتا وہ خاموشی سے میرے ساتھ لگی بیٹھی رہتی، وہ مجھ سے اس قدر مانوس ہو گئی تھی کہ دروازہ کھلتے ہی آ موجود ہوتی اور جب تک مَیں کمرے میں رہتا میرے پاس بیٹھی رہتی، مدینہ منورہ کے مقدّس مقامات اور زیارات کے بعد حرم پاک کے کبوتر اور شہر کی بلّیاں آپ کو یاد رہیں گی۔

صوفی صاحب نے اپنی رہائش گاہ کا دروازہ کھولا، کمرے میں گدّے بچھے ہوئے تھے، حرمِ پاک جانے سے پہلے ہی تھرموس میں چائے بنا کر رکھ گئے تھے، تھرموس میں گرم گرم چائے تھی۔ صوفی صاحب نے پیالہ اور تھرموس میرے حوالے کر دیا اور مجھ سے کہا کہ مَیں ایک نابینا اور ضعیف العمر ترک کے پاس جا رہا ہوں۔ آپ بے تکلّف چائے نوش کیجیے۔ یہ نابینا ترک کون ہیں۔؟ مَیں نے صوفی صاحب سے دریافت کیا —— یہ بزرگ انسان نصف صدی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں پڑا ہے، کمرے ہی میں رہتا ہے ایک ہی مصروفیّت ہے وہ عبادت ہے، رات دن محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا رہتا ہے۔ مَیں اُن کی خدمت کرتا ہوں، ان کے کھانے پینے کا اہتمام کرتا ہوں، مجھے بھی ان سے ملاقات کا اشتیاق ہوا، چائے پینے کے بعد مَیں بھی ان کی خدمت میں پہنچ گیا، ادب سے سلام کیا، صوفی صاحب نے ان کا تعارف کرایا، سفید داڑھی، گورا چٹّا رنگ، تیکھے نقوش، چہرے پر نور کی جھالر، ریاضت و عبادت نے خدوخال کو اور حسین بنا دیا تھا —— آنکھیں اگرچہ نور سے محروم تھیں مگر دل کے دریچے کھلے تھے، دل کی

Marfat.com

بصیرت بڑھ گئی تھی، جسے تنویرِ باطن عطا ہو جائے، اس کے لیے تمام جہان آئینہ ہو جاتا ہے، میَں حیرت و اشتیاق سے اس مردِ معمّر و بزرگ کو دیکھ رہا تھا، حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے عشق کی داستانیں رقم نہیں ہو سکتیں۔ فدائیانِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کس کس انداز سے عقیدت و محبت کا ثبوت دیا ہے۔ دُنیا کی تاریخ کے دامن میں ایسی ایک مثال بھی نہیں کہ کسی انسان پر لوگ اس والہانہ انداز سے نثار ہوئے ہوں، اس مقبولِ بارگاہ مردِ درویش نے اس فضا میں سانس لینے' اس مقدس دیار میں زندگی بسر کرنے اور جوارِ رحمت میں مرنے کے لیے زندگی کی بازی لگا دی تھی۔ اس رباط میں بیشتر ترک عمر رسیدہ تھے ان سب کا مقصود اور مطمحِ نظر ایک ہی تھا، سب دامنِ رحمت میں رہنے اور دیارِ حبیب صلّی اللہ علیہ وسلّم، میں زندگی کے آخری سانس پورے کرنے کے لیے آئے تھے۔

اِن پاک بندوں کو دیکھ کر اپنے نفس کا جائزہ لیا۔ ان کی والہانہ نسبت اور فرطِ محبّت کے مقابل خود کو بدرجہا فروتر پایا۔ چند دنوں کی حاضری میں خجلت اور شرمندگی کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔ دامنِ دل میں ایسا صادق اور پختہ جذبہ کہاں تھا۔ اپنی بے بضاعتی پر رونا آیا۔ پھر دل نے آواز دی اے کم فہم! تو بارگاہِ فیض میں حاضر ہے، یہ تو کریم کا دروازہ ہے، رحمت کا آستانہ ہے یہ سعادت کیا کم ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے روضۂ مُبارک پر حاضر ہوتا ہے۔ مواجہہ شریف پر حاضری دیتا ہے، ـــــ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اندازِ التفات نے تسکین بخشی۔ نمازِ مغرب کے لیے صوفی صاحب کے ہمراہ سوئے حرم چل دیا۔

نمازِ استسقاء ـــ بارانِ رحمت

مسجدِ نبوی میں نمازِ فجر سے پہلے نمازِ استسقاء ادا کی گئی، بارش نہ ہونے کی وجہ سے ساکنانِ مدینہ پریشان تھے۔ امامِ حرم نے نماز پڑھائی، نمازِ استسقاء پڑھنے کا یہ پہلا موقع تھا

Marfat.com

دو تین روز بعد بارش اس زور سے برسی کہ جل تھل ہوگیا، پہاڑوں کے تپتے ہوئے سینے ٹھنڈے ہو گئے، خشک کھیتیاں لہلہا اُٹھیں، پژمردہ سبزہ زندہ ہوگیا۔ گرمی کی شدّت سے اُترے ہوئے چہرے کِھل اُٹھے۔ کوہ ودمن میں بارش، گلی کوچوں میں بارش برسی، مگر اس بارانِ کرم کو دیکھنے کا شاداب منظر جو حرمِ پاک میں تھا اس کا انداز ہی نرالا تھا۔ بادلوں نے حرمِ پاک پر سائبان تان رکھّا تھا۔ بادل گھر گھر کر آتے اور روضۂ اقدس پر اپنے دامن کے موتی نچھاور کر کے گزر جاتے۔ گنبدِ خضریٰ پر بارش کے قطرے پڑے۔ لوگوں کے دلوں کے پیمانے اشتیاقِ دید سے لبریز اور نگاہیں اس حسین منظر سے شاداب ہوگئیں۔ اِس پرنالے کی طرف زائرین دیوانہ وار دوڑے جہاں سے قطرہ ہائے نورُ رواں تھے۔ بارش کا صاف شفّاف پانی جب گنبدِ خضریٰ پر نثار ہونے کے بعد سعادتوں اور برکتوں کو سمیٹتا ہوا پرنالے سے گرنے لگا، اس وقت زائرین کی بیتابی کا عالم دیدنی تھا۔ وارفتگی و شیفتگی کے انداز بھی کس قدر محبوب ہیں، جس کے ہاتھ جو برتن لگا، اُٹھالیا۔

سب ایک دوسرے سے آگے اس پرنالے پر پہنچ گئے۔ زائرین اپنے کپڑوں کو آبِ رحمت میں بھگو رہے تھے۔ جسموں کو اس پاکیزہ پانی سے پاک کیا جارہا تھا۔ یہ متبرک و مقدّس پانی اپنے احباب کے لیے، اعزّہ واقارب کے لیے، دور بسنے والوں کے لیے، ہجر و فراق میں زندگی گزارنے والوں کے لیے جمع کر رہے تھے۔ اس پانی کو یہ شرف حاصل تھا کہ وہ منزلِ رحمت کو چھو کر آیا تھا۔ اس پانی میں نور کی کرنیں گھُل مِل گئی تھی، یہ مقدّس پانی تطہیرِ قلب و نظر کا ضامن تھا، دیارِ حبیب صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ہر شے محبّانِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم اور عاشقانِ محبُوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لیے نعمتِ غیر مترقّبہ ہے، یہ پاکیزہ پانی تو ہر تحفے اور ہر سوغات سے افضل تھا،

سارا دن پانی برسا، ساری رات بارش ہُوئی، ابرِ رحمت نے اس وادیٔ مقدّس کے کسی کونے کو پیاسا نہ چھوڑا، کوئی نظر تشنہ نہ رہی، حسرت تھی کہ قیامِ مدینۂ منوّرہ کے دوران اس بستی پہ

Marfat.com

ابرِ رحمت کو گھر کر آتا اور کھل کر برستا دیکھوں۔ کریم نے یہ آرزو بھی پُوری کر دی، اس منظر نے دامنِ دل کو مسرّتوں سے لبریز کر دیا۔

سَیل دیکھنے کا پروگرام

دوسرے روز فضل الرحمٰن نے سَیل دیکھنے کا پروگرام بنایا، پہاڑوں پر جب پانی برستا ہے تو وہ چھوٹے چھوٹے نالوں سے ہوتا ہُوا تیز رو دریا کی صُورت اختیار کر لیتا ہے۔ اس کا بہاؤ اتنا تیز ہوتا ہے کہ اس کے شور سے تمام وادی گونجنے لگتی ہے۔ پہاڑوں کے گرد و غبار کو سمیٹتا ہُوا نشیب کا رُخ کرتا ہے مدینہ منورہ سے چند میل کے فاصلے پر ایک پل کے نیچے سے یہ پانی بہتا ہے۔ یہ مقام بئرِ علیؓ کے نزدیک ہے، بئرِ علیؓ مقامِ میقات ہے جہاں حجّاج کرام احرام زیبِ تن کرتے ہیں۔

ابھی بادل کے سفید ٹکڑے نیلے آسمان پر بکھرے ہوئے تھے اور ان کے سائے دُور پہاڑوں پر ایک دوسرے کا پیچھا کر رہے تھے جیسے کوئی تیز رو کارواں مصروفِ سفر ہو، دُھوپ اور چھاؤں کا حسین امتزاج نظر آ رہا تھا۔

دُنیوی عیش و تفریح کا کوئی انداز اہلِ مدینہ کو اپنی طرف مائل نہیں کر سکتا، یہاں کی شب روزِ ازل سے حسین اور شام فطری طور پر رنگیں ہے۔ قہوہ خانے ہیں جہاں دن بھر کے تھکے ہارے مزدُور، تجارت پیشہ لوگ قہوے سے تھکن دُور کرتے ہیں اور تعمیرے سے دِل بہلاتے ہیں،

آج خوش گوار دن تھا، لوگ جوق در جوق پیدل، سواری پر مقامِ سیل تک پہنچ رہے تھے پُل کے نیچے پانی کا بہاؤ اس قدر تیز تھا کہ نگاہ پیچھے رہ جاتی تھی اور پانی شور کرتا، پیچ و خم کھاتا، کناروں سے ٹکراتا بہتا جا رہا تھا۔ اس کا شور دُور دُور تک سنائی دیتا تھا۔ ہم نے موٹر سائیکل کو کنارے پر کھڑا کیا اور ٹھنڈی ریت پر اس منظر سے لُطف اندوز ہونے کے لیے بیٹھ گئے۔ ہوا میں خنکی تھی، لہروں کے ساتھ ہوا کی موجِ سرد قلب و نظر کو شاداب کر رہی تھی۔ وجد آفریں

Marfat.com

اور کیف پرور ماحول تھا۔ مگر یہ مدینہ منوّرہ کا پاکیزہ ماحول تھا۔ لبوں پر سبحان اللہ، اللہ اکبر کی صدائیں تھیں۔ ارد گرد پہاڑوں کا منظر دیدنی تھا۔ پانی کی فراوانی سے پہاڑ دُھل کر اپنا اصلی روپ دکھا رہے تھے۔ سامنے پہاڑ، اِدھر پہاڑ، اُدھر پہاڑ اور درمیان میں مدینہ منوّرہ کا مقدّس شہر، محبوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بستی، انگوٹھی میں نگینے کی طرح معلوم ہوتی تھی۔ کافی دیر اس منظرِ شاداب سے لُطف اندوز ہوتے رہے اور اس نظارے سے یادوں کے اوراق مزیّن کرتے رہے۔ تصویر کچھ مدّت کے بعد دُھندلا جاتی ہے مگر دِل کے آئینے پر اُترتی ہوئی تصویر تاحیات درخشاں و تابندہ رہتی ہے۔ زندگی کے بعض مناظر ایسے ہیں کہ ان کو دیکھے ہوئے برسوں گزر گئے مگر جب ذہن کا دریچہ وا ہوتا ہے تو نگاہیں ان کو بعینہٖ اسی روپ اور اسی رنگ میں دیکھتی ہیں جیسے وہ مناظر ابھی ابھی آنکھوں کے سامنے آئے ہوں ـــــ یہ مناظر تو شہرِ محبُوبی کے مناظر ہیں انکی تصویر تو نہاں خانۂ دل میں اس طرح تابناک رہے گی کہ زمانے کی گرد اسے کبھی دھندلا نہ سکے گی۔

کاروں کا ہجوم تھا، خواتین، بوڑھے، نوجوان، بچّے سبھی موجود تھے، کچھ شرفاء اپنے ہمراہ قہوہ لائے تھے اور فنجانوں میں انڈیل کر اس منظر کے لُطف کو دوچند کر رہے تھے۔ بچّے ٹھنڈی ٹھنڈی ریت پر کھیل رہے تھے۔ اس سُہانے موسم اور شاداب ماحول نے ہر دل کو کیف و انبساط سے بھر دیا۔ کچھ بچّے پانی میں کنکر پھینک کر خوش ہو رہے تھے۔ پتھر ایک آواز کے ساتھ نی کی تہ میں چلا جاتا اور کبھی کبھی ایک دائرہ سطحِ آب پر پل بھر کے لیے اُبھرتا اور ختم ہو جاتا ـــــ بچّے رنگ برنگ لباس میں ملبوس تھے، معصُوم و پاکیزہ صورتیں، قدرت کے شاداب پھُول، جیسے بہار کے موسم میں تتلیاں پھُولوں پر رقص کر رہی ہوں۔ شگفتہ چہرے جمال کے آئینے تھے، کچھ لڑکے پہاڑ پر چڑھ رہے تھے۔ سیاہ پتّھروں اور دُھلی ہوئی فضا میں ان کے رنگ برنگ لباس یوں پھڑپھڑا رہے تھے، جیسے ان خشک پہاڑوں پر پھُول اُگ آئے ہوں اور ان کی خوشبُو

Marfat.com

سے تمام وادی مہک اُٹھی ہو۔

بوقتِ غروب سُورج کی کرنیں، پانی میں گھُل مل رہی تھیں۔ پانی کا دامن سُورج کا سنہری عطیّہ سمیٹتا ہُوا اپنی منزل کی طرف رواں تھا۔ قُرصِ خُورشید کچھ لمحے پہاڑ کے ایک بلند کنارے پر چمکی پھر سنبھلنے دوسرے کنارے کس دیس کو روانہ ہوگئی۔

مدینہ منوّرہ میں شفق کا منظر دیدنی ہوتا ہے۔ شفق کی چادر غروبِ آفتاب کے بعد اس طرح در و بام پہ چھا جاتی ہے کہ دوپہر کا گمان گزرتا ہے۔ بارہا ایسا ہُوا کہ حرمِ پاک میں مغرب کی نماز ادا کی اور در و بامِ حرم شفق کی جھالر سے جگمگا اُٹھے۔

سردی سے جسم ٹھٹھرنے لگے، اس حسین وجمیل منظر پر آخری نگاہ ڈالی اور موٹر سائیکل پر بئرِ علیؓ روانہ ہوگئے۔ یہاں سے ایک دو میل کے فاصلے پر یہ مقام واقع ہے۔ یہی وہ مقامِ مُبارک ہے جہاں سرورِ کائناتؐ احرام زیبِ تن فرماتے تھے۔ آج کل مسجد تو نہیں البتہ زائرین کے نفل پڑھنے کے لیے لوہے کی چادروں کا ایک کمرہ بنا ہُوا ہے۔

راستے میں قہوہ خانہ تھا جسم کو گرم کرنے کے لیے قہوہ خانہ کا رُخ کیا موٹر سائیکل رُکتے ہی مَیں نے کہوہ جی کی صدا لگا دی۔ فضل الرحمٰن اس صدا پہ بیساختہ ہنس پڑا۔ مَیں نے جب عربی زبان میں قہوہ کا آرڈر دیا تو اس نے میرے بیساختہ لہجے کی تعریف کی۔ طائفی فنجان پیئے۔ جسم میں حرارت پیدا ہوئی، نماز کا وقت قریب تھا اس لیے جانبِ حرم روانہ ہوگئے۔ اذان کی صدا کے ساتھ ہم حرم میں پہنچ چکے تھے۔

خادمِ حرم شاہدین صاحبؒ سے ملاقات

حرم نبوی کے خادم ——— معمر بزرگ، کمر قدرے جھُکی ہُوئی، سفید رنگ، لہجے میں نرمی، گفتگو میں شائستگی، یہ محترمی شاہدین صاحب تھے۔ آپ کو آہستہ آہستہ ادب و احترام سے

Marfat.com

قدم اٹھاتے، حرم پاک کی صفائی کرتے نظر آئیں گے، بادۂ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار، اپنی ہی کیف کی دنیا میں آباد، خلوت پسند — میری ان سے ملاقات حرم پاک ہی میں ہوئی۔ تدینِ شریفین میں بابِ جبریلؑ کے بالمقابل قاری عبدالقوی صاحب اور محترمی شاہدین صاحب نمازِ مغرب ادا کرتے ہیں، ایک طرف بابِ جبریلؑ، دوسری طرف محرابِ تہجّد اور فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا حجرۂ مبارکہ، سامنے نزولِ قرآن کی جگہ، دائیں طرف حجرے سے ملحق دربارِ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ حافظ مظہر الدین صاحب نے شاہدین صاحب کے نام تعارفی خط دیا تھا۔ بینائی کمزور ہو چکی ہے۔ خط پڑھا، گفتگو میں بادِ صبا کا لوچ تھا، نہایت آہستہ سے دریافت کیا، آپ کب تشریف لائے مجھے آئے چند روز ہو گئے مگر کوشش کے باوجود آپ سے ملاقات نصیب نہ ہو سکی — آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔ کل آپ اسی مقام پر نمازِ عصر ادا کریں پھر مفصّل گفتگو ہو گی، بہت اچھا۔ یہ مختصر سی ملاقات تھی مگر خادمِ حرم میں عجیب کشش تھی، ان سے ملاقات کا اشتیاق بڑھتا گیا۔ دوسرے روز مقرّرہ مقام پر نمازِ عصر ادا کی۔ نمازِ عصر کے بعد وہ مجھے اپنی قیام گاہ پر لے گئے۔ حرم پاک سے چند قدم کے فاصلے پر بابُ النّساء کی طرف ان کی رہائش گاہ ہے، دو منزلہ مکان ہے مگر ان کی نشست نچلے حصّہ میں ہے۔ چھوٹا سا خوب صورت کمرہ تھا جس میں قالین بچھے تھے — یہ خوش قسمت بھی پاکستانی تھا مگر ایک مدّت سے کرم کے سائے، رحمت کے مقام، فیوض و برکات کی سرزمین میں آباد ہے۔ خوش قسمتی کی معراج دیکھیے کہ اسے حرم پاک کے خادم ہونے کا شرف ہے جس کی آرزو کائنات کے برگزیدہ بندوں کو رہی، جس مقام مقدّس کی جاروب کشی شاہی سے افضل، جس کی حاضری نجات کا مژدہ، جس کی زیارت گناہوں سے خلاصی، جس کا قرب سرچشمۂ رحمت ہے۔ میں اپنی نظریں شاہدین صاحب کے چہرے پر گاڑے تھا، جس پر نور نے ہالہ بنا رکھا تھا۔ یہ مقدّس آنکھیں روز و شب دربارِ مصطفوی کی

Marfat.com

زیارت سے مشرّف ہوتی ہیں۔ یہ مقدّس ہاتھ حرمِ پاک میں صفائی کی خدمت سرانجام دیتے ہیں، اس پیکر کو ہر جگہ، ہر مقدّس مقام پر حاضری نصیب ہے۔ ہر شخص اس خادمِ حرم کی زیارت کا آرزومند رہتا ہے، اس بزرگ کی خدمت میں رو رو کر دعاؤں کی التجا کی جاتی ہے ——

شاہدین صاحب نے آہستہ سے پُوچھا، کیا سوچ رہے ہو، آپ کی خوش بختی کی داستان پڑھ رہا تھا، آپ کی زندگی کے اوراق کا مُطالعہ کر رہا تھا جو قربِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مہک سے معطّر ہیں —— آپ کائنات کے چند منتخب افراد میں سے ہیں —— شاہدین صاحب کے چہرے پر عجیب تأثر بکھر گیا: جیسے مَیں نے ان کی زندگی کا مقصد اور دل کا مدّعا بیان کر دیا ہو۔ مجھے دیکھتے ہوئے فرمایا حافظ صاحب! میرے لیے انتہائی شرف کا مقام ہے کہ سرکارؐ کے قدموں میں زندگی گزر رہی ہے، سرکارؐ کے کرم سے ہر طرح کا آرام میسّر ہے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کرم سے ہر شخص مجھ سے محبّت کرتا ہے، اس دربارِ اقدس کی نسبت نے مجھے ہر طرح غنی کر دیا ہے، بن مانگے سب ضرورتیں پوری ہو رہی ہیں —— اتنے میں شاہدین صاحب نے سٹوو پر چائے بنائی، میرے لیے یہ اعزاز باعثِ صد افتخار ہے کہ ایک خادمِ حرم کی محبّت مجھے نصیب ہوئی۔

شاہدین صاحب کو مَیں نے اپنا نعتیہ مجمُوعہ "ثنائے خواجہؐ" پیش کیا۔ نعتیہ مجمُوعہ خادمِ حرم کے لیے کونین کا بہترین تحفہ تھا جس میں مدحتِ سرکار صلّی اللہ علیہ وسلّم تھی جو خادمِ سرکارؐ کو پیش کی گئی، اس کتاب کو دیکھ کر وہ بے حد مسرُور ہُوئے۔

شاہدین صاحب نہایت نفیس ذوق کے اِنسان ہیں لباس، مزاج اور گفتگو میں نفاست نمایاں ہے۔ ہر انداز میں نفاست کا پہلو نظر آتا ہے۔

دوسرے روز نمازِ عصر کے بعد کرم نوازی کی، قیام گاہ پر لے گئے، چائے کا

Marfat.com

دَور چلا، یکایک انہوں نے نعتیں ٹیپ کرانے کی فرمائش کر دی "ثنائے خواجہ" میرے سامنے رکھ دی، مَیں نے عرض کی کہ مَیں تحت اللفظ پڑھتا ہوں، فرمایا: یہی میں چاہتا ہُوں۔

کچھ دن اسی طرح سلسلہ چلتا رہا۔ عصر کے بعد ان کے ساتھ جاتا، نعتیں ٹیپ کراتا، انکے پاس بہت عمدہ اور قیمتی ٹیپ ریکارڈر تھا، میرے لیے یہ انتہائی اعزاز تھا کہ مدینہ منورہ میں میری یادگار رہ جائے گی اور اس پاک فضا میں، شہرِ رحمت و برکت میں ایک مدح خوانِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نذرانۂ عقیدت، ہدیۂ نعت سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں پیش ہوتا رہے گا۔

شاہدین صاحب مرنجاں مرنج انسان ہیں۔ سراپا خلوص و شفقت، اسلاف کی ایک زندہ و تابندہ یادگار ــــــــ

آخری بار ان سے ملنے گیا۔ مکّہ مکرّمہ روانگی تھی، ان سے معانقہ کرتے ہی اشکوں کی جھڑی لگ گئی۔ ان سے بار بار دُعا کی درخواست کی، وہ بھی آب دیدہ ہوگئے، ان کی شرافت، مہمان نوازی، بزرگانہ شفقت کا نقشِ جمیل نہاں خانۂ دل میں جگمگا رہا ہے حرم کی یاد کے ساتھ اس بزرگ ہستی کی یاد آجاتی ہے اور وہ لمحات یاد آجاتے ہیں جب مَیں ان کی خدمت میں پہنچ کر بارگاہِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم میں اپنا ہدیۂ نعت پیش کیا کرتا تھا۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ منوّرہ

دینِ فطرت کی تبلیغ و اشاعت، اسی خطّۂ نور و مرکزِ ہدایت سے ہُوئی۔ اسی دیارِ مقدّس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے تربیّت حاصل کرکے، دین کے اسرار و رموز اور کلامِ پاک کی تفسیر سمجھ کر، احادیثِ نبوی اور حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اُسوۂ حسنہ کو زندگی

Marfat.com

کا شعار بنا لیا۔ دُور و دراز ممالک کا سفر کیا اور ہزاروں مشکلات جھیل کر، عسرت و تنگ دستی کی زندگی بسر کر کے، خطرات کو خندہ پیشانی سے برداشت کر کے اللہ اور اللہ کے رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم کا پیغام دُنیا کے گوشے گوشے میں پہنچایا۔ جہنّم کے دہانے پر پہنچنے والوں کو جنّت کا مژدہ سُنایا، دوزخ کے لپکتے ہوئے شعلوں کی لپیٹ میں آنیوالوں کو جنّت الفردوس کی خوشخبری دی۔ ہلاکت کے گڑھے میں گرنے والوں کو امن و سلامتی کی راہ دکھائی، یہ سارا فیض، یہ سب کرم، آقائے کُل، مولائے کائنات رحمۃ للعالمین صلّی اللہ علیہ وسلّم کا تھا۔

سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حدیثِ مبارکہ ہے کہ دین سمٹ کر مدینہ میں اس طرح آجائے گا جس طرح سانپ کنڈلی مار کر بیٹھ جاتا ہے، اسی سرچشمۂ رُشد و ہدایت نے ایک عالم کو سیراب کیا، یہیں سے نور کی کرنیں پھوٹیں اور دنیا کے ظلمت کدے نورِ خدا سے منوّر ہو گئے۔

اِسی سلسلۂ رُشد و ہدایت کا مرکز آج بھی سرزمینِ حجاز ہے۔ جامعہ اسلامیہ کا قیام اور اس کی غرض و غایت، اُسی جذبۂ تبلیغ کو فروغ دینا، دینی تعلیم سے عالمِ اسلام کے نوجوانوں کو روشناس کرانا، فریضۂ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو دُنیا کی اقوام تک پہنچانا ہے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تعلیمات کو اوراق سے سینوں اور ذہنوں میں منتقل کرنے کیلیے جامعہ اِسلامیہ کا قیام عمل میں آیا۔ اس مُبارک کام کا آغاز ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹۶۱ء ہُوا۔ اس کا پیام صِرف اہلِ حجاز کے لیے نہ تھا۔ اس کی دعوت عام، اس کا فیض تمام مُسلمانانِ عالم کے لیے تھا۔ جغرافیائی حدود، رنگ و نسل کی قید اور امیر و غریب کا فرق حصُولِ تعلیم میں حائل نہیں جامعہ اسلامیہ، شہرِ رحمت و برکت، مدینہ منوّرہ میں اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ کی صحیح عکاس اور ترجمان ہے۔

مختلف زبانیں بولنے والے، مختلف لباس پہننے والے، مختلف عادات و

Marfat.com

خصائل رکھنے والے جب جامعہ کی حدود میں داخل ہوتے ہیں تو سب کے فکر کا انداز ایک جیسا، سوچ کا طریقہ یکساں اور تعلیم کا ذریعہ ایک ہو جاتا ہے۔ سب ایک ہی رنگ میں رنگے جاتے ہیں، سب پیغمبرِ آخر الزماں کی تعلیمات کو انتہائی ذوق و شوق، کمال جذبۂ ایمانی اور پورے انہماک سے سیکھتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں داخل ہوتے ہی کلام پاک کی زبان کو اپنا لیتے اسی میں گفتگو کرتے اور اسی میں اخذِ دین کرتے ہیں۔ اسلاف کے عہد زریں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قرنِ مقدس، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ بابرکت کے نقوش دلوں میں اُجاگر کرنے کے لیے اساتذہ مصروفِ تعلیم نظر آتے ہیں۔ کوشش کی جاتی ہے کہ قرآنِ حکیم اور سنّتِ نبوی کے عین مطابق طلبہ کو تعلیم دی جائے۔ اس مقصد کے لیے جیّد علماء، ممتاز فضلاء اور مفسّرین و محدّثین کا تقرر عمل میں لایا جاتا ہے جو اپنے اپنے شعبۂ دینی میں کمال کا درجہ رکھتے ہوں۔ جن کی گفتگو مستند، جن کا علم ثقہ اور جن کا اندازِ تدریس معیاری ہو۔

جامعہ میں مختلف شعبہ ہائے تعلیم کا اجرا ہے۔ شعبۂ قانون (شریعت) اسلامی شعبۂ تبلیغ و اشاعت اور دعاوی، شعبۂ تعلیم ثانوی، شعبۂ زبانِ عربی وغیرہ —— ہر شعبہ کے لیے مدّت متعیّن کر دی گئی ہے۔ سنہ ۱۳۹۳/۹۴ھ کے تعلیمی سال میں سولہ سو پچاس طلبہ کو جامعہ میں داخل کیا گیا، اسّی سے زاید ممالک کے طلبہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منوّرہ میں زیرِ تعلیم ہیں۔

اِس جامعہ کی نمایاں خصوصیّت عطائے وظائف ہے، دنیا بھر میں شاید ہی کوئی اور یونیورسٹی موجود ہو جو دینی تعلیم پر اتنا زرِ خطیر صَرف کرتی ہو۔ ہر یونیورسٹی غریب طلبہ کو کچھ نہ کچھ مراعات ضرور دیتی ہے۔ چند طلبہ کے وظائف مقرر کر دیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ امداد کے مختلف طریقے ہوتے ہیں مگر اس جامعہ کی شان سب سے مختلف، اس کی مراعات بے مثل ہیں جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ اس جامعہ کے دروازے اسلامی ممالک کے طلبہ

Marfat.com

کے لیے کھُلے ہیں۔

جن طلبہ کو داخلہ مِل جاتا ہے، جامعہ اسلامیہ وزارتِ خارجہ اور وزارتِ داخلہ کے ذریعے ان طلبہ کے تمام انتظامات مکمّل کرتی ہے۔ ان کو جامعہ کے اخراجات پر انکے شہروں سے جامعہ تک لایا جاتا ہے تاکہ سفر کے اخراجات کا بوجھ طالبِ علم پر نہ پڑے۔ داخل ہوتے ہی مالی پریشانی سے دوچار نہ ہو۔ یہ سہولت امیر و غریب تمام طلبہ کے لیے یکساں ہے۔ اس میں کسی قسم کی تخصیص نہیں، جامعہ میں تین سال کے قیام کے بعد جامعہ کے اخراجات پر گرمیوں کی تعطیلات میں گھر تک پہنچانے کا انتظام ہے۔ یہ ایک ایسی سہولت ہے جسکی مثال شاید ہی کہیں نظر آئے۔ اندازہ کیجیے کہ دُنیا کے گوشے گوشے سے آئے ہوئے طلبہ کو تین سال کے بعد قلیل مدت کے لیے ان کے گھر تک پہنچانے میں ہزاروں ریال خرچ ہوں گے۔ مگر اس آسائش سے طلبہ کے ذہنوں پر کتنا خوش گوار اثر پڑتا ہوگا جو اپنے والدین اور اعزّہ و اقارب سے دُور رہ کر چند دنوں کے لیے ان میں پہنچ جاتے ہوں گے۔ والدین اور طلبہ کے درمیان یہ ایک حسین رابطہ ہے اور جذبۂ محبّت کی تسکین اور رُوح کے سکون کا موجب ہے۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد جامعہ سفر کے اخراجات کی کفالت کرتی ہے، اپنے ملک میں فریضۂ تبلیغ ادا کرنے کے لیے، اسلام کی نشر و اشاعت کے لیے مالی امداد دی جاتی ہے کتابوں کی خرید کے سلسلے میں بھی اخراجات جامعہ برداشت کرتی ہے تاکہ طالبِ علم کے جذبے کی تکمیل کے لیے کوئی پہلو تشنہ نہ رہے اور وہ ہر طرح کے لوازمات اور سہولتوں سے دامن بھر کر کمالِ اطمینان کے ساتھ دین کی تبلیغ و اشاعت میں منہمک ہو جائے۔

ہر طالبِ علم کو جامعہ کے دورانِ قیام خورد و نوش، اور ہوسٹل میں ہر قسم کی سہولت حکومت بہم پہنچاتی ہے۔ تاکہ اسے رہائش کے سلسلے میں کوئی پریشانی لاحق نہ ہو اور وہ اپنی تمام تر

Marfat.com

توجہ اکتسابِ علم پر مبذول کر سکے۔

بڑی تعداد میں علمائے کرام اور مذہبی رجحانات رکھنے والے رہنماؤں کو مدعو کیا جاتا ہے تاکہ طلبہ ان کے علم و دانش، ان کے خیالات اور دینی احساسات و نظریات سے مستفیض ہو سکیں۔

جامعہ کا شعبۂ عمرانیات حلقۂ مباحثہ کا انتظام کرتا ہے تاکہ طلبہ اساتذہ سے مل کر بلا تکلف اپنے خیالات کا اظہار کر سکیں۔ اس قسم کی دعوتوں کا اہتمام بھی ہوتا ہے جس میں طلبہ بغیر کسی جھجک کے اپنے تہذیبی رجحانات، اساتذہ کی نگرانی اور رہنمائی میں بیان کر سکیں۔

روحانی تربیت، دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ جسمانی صحت اور تندرستی کا بھی انتظام ہے اس کے لیے جامعہ میں کھیلوں کا اہتمام ہے۔ تیراکی، دوڑ، والی بال اور دوسری کھیلوں کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے۔

طلبہ کو تفریحی اور تاریخی مقامات پر لے جایا جاتا ہے تاکہ مشاہدہ کے ذریعے انہیں تاریخی مقامات، ان کی اہمیت و افادیت سے روشناس کرایا جائے تاکہ ہر دینی مقام سے ان کو مکمل واقفیت حاصل ہو جائے اور ان مقامات کے بارے میں طلبہ کی معلومات وسیع اور ثقہ ہو جائیں۔

تمام کتبِ نصاب جامعہ مہیا کرتی ہے، نایاب اور انتہائی قیمتی کتب جامعہ کی لائبریری سے عاریتاً لی جا سکتی ہیں۔

طبی معائنہ کے لیے ماہر ڈاکٹروں کا تقرر ہے، طالبِ علم کی جسمانی صحت کا ہر لحاظ سے خیال رکھا جاتا ہے۔ ایکس رے، لیبارٹری اور دیگر موجودہ دور کی تمام طبی ضروریات کا مکمل انتظام ہے۔

طلبہ کو شہر سے جامعہ تک لانے اور واپس لے جانے کے تمام اخراجات جامعہ کے ذمہ ہیں، بسوں کا انتظام ہے جو طلبہ کو مختلف جگہوں سے جامعہ تک لاتی ہیں۔

Marfat.com

اِن تمام سہولتوں کے علاوہ کالج کے طالب علم کو تین سو ریال ماہانہ اور دو اداروں کے طالب علم کو ڈھائی سو سعودی ریال ماہانہ دیے جاتے ہیں، شعبۂ زبانِ عربی کے طالب علم کو بھی ڈھائی سو ریال ماہانہ وظیفہ ملتا ہے۔

یہ تمام مراعات، یہ حسنِ انتظام، یہ تمام مصارف اور اخراجات حکومت اپنا اسلامی فرض تصوّر کرتی ہے۔ اس تمام کاوش کے لیے جامعہ کے اربابِ حلّ و عقد اور حکومت کے ذمّہ دار افراد تمام عالمِ اسلام کی مبارکباد کے مستحق ہیں اور اِس کارِ خیر کے لیے ہر مسلمان سعودی حکومت کا ممنون ہے۔

مجھے مدینہ منورہ قیام کے دوران جامعہ کی حاضری کا شرف نصیب ہوا، جامعہ کے قرارت کے استاد محترمی عبدالقوی مجھے اپنے ساتھ جامعہ اسلامیہ لے گئے، جامعہ کی عمارت بہت دیدہ زیب اور خوبصورت تھی، ہوسٹل کی عمارت حسین اور تمام آسائشوں کی حامل تھی، جامعہ کی فضا میں اِسلامی رُوح محسوس ہوتی تھی، ہر کمرے سے قال قال رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صدا بلند ہو رہی تھی، قرآنِ مجید کی تلاوت رُوح کی سرشاریوں کا موجب بنی ہوئی تھی۔

اہلِ عرب کی مہمان نوازی آج بھی بے مثل ہے، قاری عبدالقوی صاحب مجھے لائبریری میں بٹھا کر تدریسِ قرارت کے لیے کسی جماعت میں چلے گئے، مَیں حکومت کے اس دینی جذبے کو سراہ رہا تھا اور اس مقدّس فضا کے متعلق غور کر رہا تھا، میرے اس خیالات کے سلسلے کو فنجان کی بلّوریں آواز نے توڑا ——— ایک صاحب قہوہ دانی اُٹھائے ہوئے آئے، سلام کیا اور بغیر کسی تعارف اور تامّل کے فنجان میرے سامنے دھرا اور قہوہ انڈیل کر چلے گئے، قہوہ سے تھکن دُور ہوئی اور اس حسین واقعہ سے رُوح بھی سیراب ہوئی کہ اسلامی اخوّت کے نشانات آج بھی وجہِ نشاط و انبساط ہیں۔

Marfat.com

باہر موسم انتہائی خوشگوار تھا۔ جامعہ پر بادلوں کے ٹکڑے اسلامی عَلَم بن کر چھائے ہوئے تھے، معلوم ہوتا تھا کہ یہ اسلامی ممالک کے پھریرے ہیں جو اِس مرکزِ دین و اشاعت پر لہرا رہے ہیں جن کے سائے میں اسلامی تہذیب و تمدّن اور اسلامی شعائر کا کارواں رواں دواں ہے۔ مَیں اس موسم سے لُطف اندوز ہونے کے لیے کمرے سے باہر نکل آیا۔ اتنے میں قاری صاحب بھی درس سے فارغ ہو کر تشریف لے آئے۔ ان کے ہمراہ ابھی کمرے میں آ کر بیٹھا ہی تھا کہ ایک خادم فنجان اور قہوہ دانی اٹھائے ہُوئے آیا اور اسی انداز میں فنجان بھر کر چلا گیا، موسم کے حُسن اور فنجان کے لُطف نے طبیعت میں ایک گونہ فرحت پیدا کر دی، یہ شہر ویسے ہی شہرِ رحمت ہے، اس کی فضاؤں پر حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا کرم سایہ کناں ہے۔ ان میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لبِ مُبارک سے نکلی ہوئی دُعا کا اثر محسُوس کیا جا سکتا ہے۔ سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مدینہ منورہ تشریف آوری کے بعد دُعا فرمائی تھی کہ اے خداوند کریم! اس کی فضاؤں کو تمام بیماریوں سے پاک فرما دے اور اس کی ہواؤں کو وجہِ خیر و برکت بنا دے۔

مَیں نے قاری صاحب سے استدعا کی کہ وہ اپنی جماعت میں مجھے لے جائیں تاکہ مَیں طلبہ کی قرارت اور طریقِ تعلیم سے واقف ہو سکوں۔ قاری صاحب ازراہِ کرم مجھے ساتھ لے گئے۔ قرآن و سنّت کی تعلیم کے علاوہ فنِ قرارت و تجوید کی تعلیم ہر جماعت کے طالبِ علم کے لیے لازمی ہے۔ قاری صاحب نے گزشتہ روز کا سبق سننا شروع کیا، ہر روز چند آیاتِ کریمہ کا سبق دیا جاتا ہے جو قاری صاحب دوسرے روز طلبہ سے زبانی سنتے ہیں۔ قاری صاحب نے بتایا کہ کچھ طالب علم حفظِ قرآنِ عزیز کے بعد جامعہ سے فارغ ہوتے ہیں۔ یہ دین کی بہت بڑی خدمت ہے۔ کلامِ پاک کی تلاوت کے وقت ہر طالبِ علم احترام و ادب کا پیکر تھا۔ ان کے چہروں پہ پاکیزگی اور کلامِ پاک کا نُور بکھرا ہُوا نظر آتا تھا۔ قاری صاحب نے اگلے روز کے

Marfat.com

سبق کی قرأت کی۔ قرأت میں سوز اور لہجے کا انداز دل گداز تھا۔ مدینہ منورہ میں مقیم، سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دربارِ اقدس میں روز حاضری دینے والا، قرآنِ پاک کا حافظ، قاری —— اتنی فضیلتوں اور سعادتوں کا مالک، اس کی تلاوت کی یہ کیفیت ایک عطیۂ الٰہی اور حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا کرم ہے۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ کا ذکر ایمان افروزی کا موجب ہوگا اور قرآنِ پاک سے قاری صاحب کے انتہائی شغف کا آئینہ دار ——

میرا قیام شیخ محمّد اسماعیل جالندھری کے مکان پر تھا۔ شام کی نشست میں کبھی کبھی قاری صاحب بھی شرکت فرماتے تھے۔ پہلے ہی روز مختصر سے تعارف کے بعد مَیں نے قاری صاحب سے تلاوتِ کلامِ پاک کا التماس کیا۔ قاری صاحب لیٹے ہُوئے تھے فوراً اُٹھے اور تلاوت شروع کر دی۔ مجھے اس بیساختہ کرم نے مسرُور کر دیا۔ مَیں نے اپنے مطبوعہ نعتیہ مجموعے "ثنائے خواجہ" کا ایک نسخہ قاری صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ ان کا وہ اندازِ تلاوت اسی عطیّے کا مستحق تھا۔

محترمی قاری عبدالقوی نے جامعہ کے وائس چانسلر کو مجھ سے متعارف کرایا۔ وائس چانسلر صاحب نے مصافحہ کیا، خیریّت پُوچھی۔ وائس چانسلر صاحب سادگی کے مُرقّع، خوش خُلقی کے پیکر اور منکسر المزاج انسان تھے۔ جن کا لباس سادہ، گفتگو میں جذب اور زبان میں حلاوت تھی، مَیں نے جامعہ کے حسنِ انتظام اور دینی خدمت کو سراہا اور اپنی دانست کے مطابق کچھ تجاویز پیش کیں، قاری صاحب مترجم کے فرائض انجام دے رہے تھے، نہایت سکون سے اُنھوں نے میری گزارشات کو سُنا، دھیمے لہجے میں ان تجاویز پر اپنے خیالات کا اظہار کیا، یہ دھیماپن، گفتگو میں نرمی ان کے مزاج کا حصّہ تھی، طلبہ و خدّام کے ساتھ بھی اسی لب و لہجے میں کلام کرتے تھے، واپسی پر وائس چانسلر صاحب نے ایک چِٹ قاری صاحب کو دی۔ قاری صاحب نے بتایا کہ کلامِ پاک کے انگریزی ترجمے کا نسخہ اور دوسری کتب تحفہ کے طور پر

Marfat.com

آپ کو عطا کی جائیں گی۔ مَیں نے اس کرم پر وائس چانسلر صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ یہ تحائف جامعہ کی یاد کو میرے دل میں ہمیشہ تابندہ رکھیں گے۔ اس ملاقات نے جامعہ میں حاضری کے نقوش کو ابدی کر دیا۔

مدینہ منوّرہ کا دامن حضُور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانۂ اقدس واطہر کی یادگاروں سے مہک رہا ہے۔ ہر قدم پر اس عہدِ مقدّس کے نقوش درخشاں ہیں۔ جامعہ کا قیام اس مقدّس دَور کی ایک کڑی معلوم ہوتا ہے۔

واپسی کے تاثّرات ـــــ ایک جائزہ

زِندگی میں ہزار رُوح فرسا واقعات رونما ہوتے ہیں، زندگی مصائب و آلام کی ایک نہ ختم ہونے والی کہانی ہے۔ یہاں ہر لمحہ پریشانی، ہر لحظہ دُکھ اور ہر قدم پر ابتلا کا سامنا ہے۔ بڑی سے بڑی مصیبت، کٹھن سے کٹھن منزل، جاں لیوا حادثات پیش آتے ہیں ـــــ اور گزر جاتے ہیں، کچھ دن ان تکالیف و حوادث کے نقوش یادوں کے اوراق پر چمکتے ہیں پھر امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ مدّھم ہوتے چلے جاتے ہیں حتّٰی کہ ان کا ہلکا سا پرتو بھی یادوں کی بساط پر باقی نہیں رہتا۔ جگر پاروں کی موت، دوستوں سے مفارقت، عزیزوں سے جُدائی، عسرت و افلاس، ناداری و تنگ دستی ـــــ سبھی کچھ انسان دیکھتا ہے اور دن گزرتے چلے جاتے ہیں، مشکلیں ٹلتی جاتی ہیں۔ وقت کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ انسان سب کچھ سہنے کا عادی ہو جاتا ہے ـــــ بہار کے بعد خزاں آتی ہے۔ پُرانے پتّے جھڑ جاتے ہیں، اوراقِ گل پریشان ہو کر بکھر جاتے ہیں، زنگارنگ پھُولوں سے لدی ہوئی شاخیں برہنہ ہو جاتی ہیں، شاداب گلزار، دمکتے ہوئے مرغزار، بے ثمر شاخوں اور بے رُوح زندگی کا منظر پیش کرتے ہیں۔ درختوں کے پتّے جو ہوا کے جھونکوں کے ساتھ اپنی راگنی چھیڑتے تھے، زمین کا رزق بن جاتے ہیں۔

Marfat.com

یہ روز کا تجربہ، زندگی کے مختلف روپ، وقت کی تصویریں ہیں جو روز و شب انسان دیکھتا ہے ——— دیکھتا ہے گزر جاتا ہے۔

آنکھ ہر حادثے، ہر غم پہ اشک بہاتی ہے، چہرے وقتی طور پر مرجھاتے ہیں، دِل چند روز تک پریشان رہتے ہیں، مگر زندگی بھر دُنیا کے ہنگاموں میں گم ہو جاتی ہے۔ ہر حادثہ ماضی کا حصّہ، ہر پریشانی نسیان کا شکار ہو کر رہ جاتی ہے۔

دربارِ اقدس میں آخری حاضری

سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے آستانِ پاک سے جُدائی ایک ایسا المناک حادثہ ہے کہ اِس سے بڑھ کر کوئی حادثہ مَیں نے زندگی میں نہیں دیکھا، اِس سے بڑھ کر غم کا کوئی لمحہ اِنسانی زندگی میں آ ہی نہیں سکتا۔ عمر بھر کی تمناؤں، التجاؤں اور دُعاؤں کے مرکز سے جدائی ہو رہی تھی۔ جُدائی اور مفارقت کی وہ لکیر جو وقتی طور پر ذہن کے اُفق سے محو ہو گئی تھی، پھر نمودار ہونے کو تھی ——— آنکھ کا چشمہ خشک نہ ہونا تھا، آخری سلام کے لیے جس دھڑکتے دِل اور برستی ہوئی آنکھوں سے حاضری نصیب ہوئی تھی، قلم اِس کیفیت کو رقم نہیں کر سکتا، احساسات کی دُنیا لفظ و بیان سے ماوراء ہے، کِس کِس طرح نگاہ نے ایک ایک منظر کو دیکھا، حرمِ نبوی کے در و بام کو چُوما، ہر نگاہ حسرت کا مرقّع بن کر رہ گئی۔ اِن بام و در کو خُدا جانے پھر کب دیکھنے کی سعادت ملے ——— ان بیتاب آنکھوں کو نجانے پھر کب جلوۂ حرم کی زیارت میسّر آئے، احرام باندھ کر محبوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے آستانۂ اقدس پر آخری سلام کے لیے حاضر ہُوا۔ قدم قدم پر رخصت کی ساعت کا دھیان تھا، لمحہ لمحہ جدائی کا سماں سامنے تھا ——— گھر سے حرمِ پاک تک کا راستہ کس طرح طے ہُوا، نہ ہوش کو اس کا علم تھا نہ نگاہ کو اس کی خبر، حرمِ پاک کے دروازے سے گزرا، تحیّۃ الحرم کے نفل ادا کیے ——— دُور سے گنبدِ خضرٰی پر نظر پڑی، آنکھوں سے سیلاب اُمڈ آیا، سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے روضۂ اطہر کا

Marfat.com

منظر اُمڈتے ہوئے آنسوؤں میں جھلملایا، آنسوؤں کی دھاریں دامن کا زادِ راہ بن گئیں۔ وہیں بیٹھ گیا۔ حسرت سے اس مرکزِ نور و مصدرِ فیض کو تکتا رہا، عمر کے پچپن سال بعد اس جلوہ گاہِ ناز کی حاضری نصیب ہوئی تھی ــــــ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کے آستانۂ عالیہ کی خاکِ پاک کو اُٹھا کر آنکھوں پر لگایا۔ بصارتِ چشم اور بصیرتِ قلب اسی خاک میں پنہاں تھی۔

زمینِ مقدس پر نگاہیں جمائے آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا ہُوا روضۂ اطہر کی جانب چلا، قدمین شریفین میں دو نفل ادا کیے، سوچ کے سوتے خشک ہو گئے تھے، فکر کے دھارے منجمد ہو گئے تھے۔ قدمین شریفین پر نفل ادا کر کے مواجہہ شریف کا رُخ کیا، سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے روضۂ اطہر کی جالی مبارک کے سامنے دست بستہ کھڑا ہو گیا، یہ کریم کے دروازے پر آخری صدا تھی، یہ دربارِ مقدس میں حاضری کا آخری سلام تھا، دامانِ نظر کی آخری کیفیت تھی، یہ اشک فشانی کا آخری موقع تھا۔ یہ گناہوں، لغزشوں اور خطاؤں سے معافی کی آخری دُعا تھی، رُوح و دل کی سیرابی کے لیے مصدرِ فیوض و برکات میں قیام کی آخری زیارت تھی، یہ مدینہ منورہ، شہرِ رحمت پناہ میں اقامت کی آخری حاضری تھی، یہ زندگی کے ایسے رُوح فرسا لمحات تھے جہاں الفاظ کے پیکر بے رُوح ہو کر رہ جاتے ہیں، جہاں کانپتے ہونٹوں کی دُعائیں سُنی جاتی ہیں، جہاں رُوح کی پکار کو باریابی ہے، جہاں ہر نظر سوالی ہے ــــــ حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سب کچھ جانتے ہیں، وہ دل کی کیفیات کے محرم ہیں ــــــ یہاں خاموشی صدا ہے، حیرت عبادت ہے، لکنت کو نوازا جاتا ہے ــــــ نظر اٹھتی نہ تھی، اشک بہ رہے تھے، دل دھڑک رہا تھا، اس مقامِ رِقّت و رحمت پر کون ضبطِ گریہ کر سکتا ہے۔ یہاں جابر سلاطین، ظالم حکمران خاک بسر اور باچشمِ تر آتے ہیں۔ سامنے کھڑے سپاہی سے یہ کیفیت دیکھی نہ گئی تو اُس نے رُخ دوسری طرف کر لیا۔ مَیں جالیٔ مُبارک کے قریب تر ہو گیا، چند لمحوں بعد

ہوش کی کرن چمکی، مگر الفاظ ہونٹوں میں دب کر رہ گئے، ادھورے ادھورے فقروں، بے ترتیب جملوں اور نامکمل الفاظ میں دُعا کی:

"اے سرکارِ دو عالم، نورِ مجسّم، رُوحِ کونین، فخرِ موجودات، محبُوبِ ربّ العٰلمین صلّی اللہ علیہ وسلّم! تجھ سے کیا عرض کروں، تو اپنے غلاموں کی حالت سے باخبر ہے، تُو آقاؤں کا آقا ہے، تیری غلامی سارے زمانے کی آقائی سے افضل و برتر ہے۔

آستاں پر غلام آئے ہیں ۔۔۔ آج بہرِ سلام آئے ہیں
اپنی رحمت سے جھولیاں بھر دے ۔۔۔ ہم تہی دامنوں کو گوہر دے
درد کو زندگی عطا ہو جائے ۔۔۔ سوزِ دل اور بھی سوا ہو جائے
آنکھ کو ذوقِ درفشانی دے ۔۔۔ لب کو توفیقِ مدح خوانی دے

یہ اشعار جب کبھی مواجہہ شریف پر پڑھتا، آنسوؤں کی دھاریں چشمۂ چشم سے نکل کر دامن کا رُخ کرتیں، ہوا کا جھونکا خوشبُو بکھیرتا ہُوا گزرتا، جسم مہک مہک اُٹھتا، یہ خوشبُو میں نے بارہا اپنے جسم میں محسوس کی جس سے ہر سانس معطر ہو جاتا تھا۔ یہ حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کرم کی نشانی، ان کے انعام کی دلیل اور روضۂ اقدس پر حاضری کی سعادت کا مظہر تھی:

اے حبیبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم! اپنے غلاموں کے غلام کا سلام قبول کیجیے، اسکے دامن میں اپنی رضا کے پھُول ڈال دیجیے، اس کی حاضری قبُول فرمائیے۔ حضور! یہ بے مایہ، بے بضاعت انسان آداب سے ناواقف ہے، اتنے بڑے دربار کی حاضری میں اس سے جس قدر لغزشیں اور فروگزاشتیں سرزد ہوئی ہیں، اپنی کریمی کے صدقے ان سے درگزر فرمائیے، اس کو نادان اور انجان سمجھ کر معاف فرما دیجیے، یہ فقیر تو مانگنا

Marfat.com

بھی نہیں جانتا، اس کی صدا تو چند آنسو رہے ہیں، اگر اِن آنسوؤں کے مطالب ہو سکتے ہیں تو انہیں قبول فرمایئے، اے کریم! اِن آنسوؤں کے پردے میں جو سوز و درد ہے وہ تجھ سے پوشیدہ نہیں، یہ زندگی کا ایسا لمحہ ہے جو بھلایا نہیں جا سکتا، جس کے داغ مدّھم نہیں ہو سکتے، اور نہ ہی اِس جُدائی کے زخم بھر سکتے ہیں، یہ زخم، یہ داغِ فراق بھی تیرا کرم ہے، یہ بھی ایک عطیّہ ہے، انعام ہے، یہ زندگی کے سفر کا زادِ راہ اور آخرت کا توشہ ہے۔ اِن داغوں سے تیری یادوں کے گلزار مہکتے رہیں گے، تیرے آستانے کی یادیں جگمگاتی رہیں گی

تیرے دربار کی حاضری کے نقوش درخشاں و تاباں رہیں گے، یہی سرمایہ موجبِ نجات، وجہِ تسکینِ دل وجاں ہے، یہ دولت ہر ایک کا حصّہ، یہ سرمایہ ہر ایک کا مقدّر نہیں۔

اے کریم! تُو نے سوز کا یہ سرمایہ، درد کی یہ دولت میری جھولی میں ڈال کر بہت بڑا کرم کیا ہے، اب زندگی کا باقی راستہ سرور و کیف میں طے ہو گا، اب مجھے کسی محاسبے کا خوف نہیں، اب تیری شفاعت میرا مقدّر ہے، میدانِ حشر میں یہ زادِ راہ مجھ پر خنک بادلوں کا سایہ کر دے گا۔

الصّلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی، یا حبیبی، یا قُرّۃَ عینی یا رسُول اللہ،
الصّلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی، یا حبیبی، یا قُرّۃَ عینی یا نبیّ اللہ،
الصّلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی، یا حبیبی، یا قُرّۃَ عینی یا حبیب اللہ،

Marfat.com

اِس حاضری نے رُوح کو تسکین بخشی۔

خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام پیش کیا، خدا سے سوزِ صدّیق رضی اللہ عنہ کی بھیک مانگی۔ رُوحِ اقبالؒ وجد میں آگئی ؎

پروانے کو چراغ ہے بُلبل کو پھول بس
صدّیقؓ کے لیے ہے خدا کا رسُولؐ بس

سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے جو والہانہ عشق اس ذاتِ گرامی کو تھا۔ اے مولائے کائنات! اس غلام کو بھی عطا کر، جاں نثاری کے اس انداز کو میرا بھی مقسوم بنا دے۔

اے اوّل الخلفاء الرّاشدین! اے ابوبکر! اے صدّیق، اے رفیقِ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم! تجھ پر کروڑوں سلام، غلامِ بارگاہ رسالت کا سلام بھی قبول فرما،

پھر ثانی الخلفاء الرّاشدین سیّدنا عُمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام کے لیے حاضر ہُوا، خداوندِ کریم سے دُعا کی:

"اے اللہ! اِس مجاہدِ اسلام، عاشقِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم اور سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی "مُراد" کے صدقے، غیرتِ اسلامی، حمیّتِ دینی اور دولتِ عدل عطا فرما۔

اے مُحبِّ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم! تجھ پر اَن گنت سلام، تجھ پر اللہ تعالیٰ شب و روز رحمتیں نازل کرے۔ تُونے حبیبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رضا کے پھُولوں سے اپنی لحد کو معطّر و منوّر کرلیا ہے۔"

Marfat.com

پھر نزولِ قرآنِ پاک کے مقام پر آیا، دیوار سے لپٹ کر دعائیں مانگیں، آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی، دِل کا غبار دُھل گیا، رُوح کی الائشیں ختم ہوتی نظر آئیں، تحفظ و بقائے پاکستان اور اسکی سرفرازی و سربلندی کے لیے رو رو کر دعائیں مانگیں، دعاؤں کے اثرات ظاہر ہوتے نظر آئے، بارانِ کرم کا عالم تھا، روضۂ اطہر سے اس دیوار تک مہکتی ہوائیں چلیں جو آنسوؤں سے بھرے چہرے کو خنکی و اطمینان کی دولت بخشتی ہوئی گزر گئیں۔

قدمینِ شریفین کی طرف لوٹا، شکرانے کے دو نفل ادا کیے —— اللہ تعالیٰ نے کتنا بڑا کرم کیا کہ حاضری کی سعادت سے نوازا، اے خُدا کے آخری رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم، یہ تیرا احسانِ عظیم ہے کہ تُو نے اس گنہگار کو اپنے دربار کی حاضری سے بہرہ ور کیا۔

اے اللہ! اب نظر کو گناہ کی آلائش اور قلب کو معصیت کی آلودگی سے محفوظ رکھ تاکہ حشر میں سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے روبرو شرمندگی نہ ہو۔

نوافل سے فارغ ہو کر دیر تک روضۂ اقدس کے در و دیوار کو تکتا رہا اور ان کے انوار سے دیدہ و دِل کو سیراب کرتا رہا، اُلٹے پاؤں واپس ہُوا، قدم مشکل سے اُٹھتا تھا۔ باہر کنکریوں والے پلاٹ میں آیا۔ پھر گنبدِ خضریٰ پر نظر جم گئی —— آنسوؤں کو پھر راستہ مِل گیا، دھڑکنوں کو پھر گویائی نصیب ہوئی، اس مصدرِ کرم کو تکتا رہا، اس کے پیچھے مینارۂ نور کے جلوۂ جہاں آرا سے دامنِ نگاہ روشن کرتا رہا، دروازے کی طرف لوٹا، حرمِ پاک پر نگاہِ واپسیں ڈالی۔ ایک لمحے میں قیامت بیت گئی، ایک ساعت میں کتنے حشر دیدہ و دل پر گزر گئے، بابِ حرم سے باہر نکلا، سڑک پر پہنچا، پھر پلٹ کر دیکھا، گنبدِ خضریٰ جگمگاتا، نُور برساتا نظر آیا۔ اشکوں کا آخری نذرانہ پیش کیا، راستہ سجھائی نہ دیتا تھا، پیچھے ہٹتے ہٹتے گنبدِ خضریٰ نظر سے اوجھل ہو گیا، راستہ تاریکیوں میں ڈوب گیا۔ گھر تک کا راستہ نجانے کیسے طے ہُوا۔

Marfat.com

لمحاتِ فراق

برادرم قاری عبدالحنّان صاحب منتظر تے، مجھے رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا مہمان سمجھ کر الوداع کہنے اور بسوں کے اڈّے پر چھوڑنے کے لیے ٹھہرے ہوئے تھے۔ برادرم محمّد فضل الرحمٰن گلے ملے، چند دنوں کی رفاقت، ان کی پُرخلوص خدمت اور مہمان نوازی کے احساسات سے میرا جسم ایک پیکرِ تشکّر بن گیا۔ اس کرم کے لیے الفاظ کا ذخیرہ ناکافی محسُوس ہُوا۔ بزبانِ خاموشی اِن احساسات کا اظہار کیا۔

گھر سے روانگی ہُوئی، دیارِ حبیب' شہرِ رحمت و برکت، مدینۃ الرّسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم سے رُخصت تھی، اِس خنک و طرب آفریں شہر کو چھوڑ رہا تھا ——— چند ساعتوں میں یہ دیارِ پاک بھی نگاہوں سے اوجھل ہو جائے گا۔ بس تک قاری صاحب ساتھ آئے، میرے پاس دعاؤں کے سوا کیا تھا ——— دُعا کی کہ اے کریم! ان کی مہمان نوازی قبول فرما، یہ مہمان نوازی تیرے حبیب صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مہمان کی تھی، انہیں اجرِ عظیم سے نواز، ان کو دیارِ پاک میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کی سعادت نصیب فرما۔ ان کے رُوحانی درجات بلند فرما۔

اے اللہ! اس شہرِ حسن و خوبی، ارضِ رعنائی و جمال، دیارِ خنک و طرب انگیز میں حاضری کی سعادت بار بار نصیب فرما، روضۂ اقدس پر اَن گنت بار حاضری سے بہرہ ور فرما۔ کریم کا دروازہ تو کبھی بند نہیں ہوتا، اِس فقیرِ بارگاہ، غلامِ آستانۂ سرکار صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بار بار اِس درِ اقدس، مرکزِ رحمت' اور مصدرِ نور' پر صدا لگانے، بھیک مانگنے، سعادتوں سے جھولیاں بھرنے اور برکتوں کو سمیٹنے کی اجازت مرحمت فرما۔

کافی دیر بس اڈّے پر رُکی رہی، زائرین کا انتظار تھا، مرد و زن بچّوں کو جسموں سے لپٹائے بسوں کی طرف بھاگ رہے تھے۔ بسوں کے نمبر پڑھنے نہ جانتے تھے، لوگوں سے پُوچھ

Marfat.com

پُوچھ کر بصد دِقّت بس تک پہنچے ، جوان بیٹے ، بوڑھے ماں باپ کو سہارا دیتے ہوئے قدم قدم چل رہے تھے ، کافی دیر بعد بس مکہ مکرمہ روانہ ہوئی ، سب اشک بار تھے ، ہر دل پریشان تھا۔ نگاہیں مڑ مڑ کر شہرِ حبیب صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کرتی تھیں۔

اے شہرِ حبیبِ خُدا ! اس مُسافر ، زائرِ حرم ، غلامِ بارگاہِ رسالت کا سلام قبول فرما ، اے مرکزِ نور و نکہت الوداع ، اے چشمۂ فیوض و برکات ، ہم سب کے آنسوؤں کا حقیر نذرانہ قبول فرما۔

مدینہ منوّرہ سے مکّہ معظّمہ کا سفر

بس وادیٔ نُور و چشمۂ برکات سے گزر رہی تھی ، دِل ڈوب رہا تھا ، شہر کے مکانوں ، مکینوں ، دکانوں ، راستوں اور گزرگاہوں کو حسرت بھری نگاہ سے دیکھتا رہا ، شہر سے نکل کر بس حدودِ مدینہ منوّرہ سے باہر آ گئی ، آنسوؤں سے بھرے چہرے کو سامنے کی سیٹ پر رکھ دیا۔

لبّیک اللّٰھم لبّیک کی صدائیں بلند ہوئیں ، اے اللہ ! ہم حاضر ہیں۔ اے خالقِ کائنات ہم حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں —— سب زائرین لبّیک کی صدا بلند کر رہے تھے ——

ڈرائیور تُنک مزاج تھا۔ بات بات پر سواریوں سے اُلجھتا ، سگریٹ پہ سگریٹ پی رہا تھا جب مُسلسل سگریٹ نوشی سے گلا خشک ہو جاتا تو کلینر کو اِشارہ کرتا اور وہ اسے پانی کا گلاس بھر کر دیتا۔ ڈرائیور پھر سگریٹ پینے لگتا۔ ایک سگریٹ کا پیکٹ ختم ہو جاتا ، تو دوسرا کھول لیتا اِدھر لبّیک اللّٰھم لبّیک کی صدا بلند ہوتی رہی —— آخر اس سے نہ رہا گیا ، کافی دیر پیچ و تاب کھانے کے بعد کرخت لہجے میں چیخا ، ہو چکا اللّٰھم لبّیک ، اب خموش ہو جاؤ ، سواریاں حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگیں ، وہ اس صدا کے لیے تو ہزاروں

Marfat.com

میلوں کا سفر کر کے آئے تھے مگر بس کے ڈرائیور کے آگے سب مسافر بے بس تھے طوعاً و کرہاً خاموش ہو جاتے ——— ڈرائیور مکہ مکرّمہ کا باشندہ تھا، خدا کے گھر کا ہمسایہ —— کانوں پر اعتبار نہ آتا تھا، مکہ مکرّمہ کا باشندہ خدا کے نام کا بُلند ہونا گوارا نہ کر سکے ع

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

پھر بھی کسی سواری کے مُنہ سے بے ساختہ تلبیہ کی آواز بلند ہو جاتی ، وہ اس آواز پر ایک خشمگیں نگاہ ڈالتا اور اللّٰھم لبیک کی صدا سواری کے ہونٹوں میں دب کر رہ جاتی۔

ظہر، عصر اور مغرب کی نمازیں راستے میں ادا کیں ، وادیٔ بدر سے گزرے ، دونوں جانب پہاڑوں کا سلسلہ پھیلا ہُوا تھا۔ مختلف رنگوں میں لپٹے ہوئے پہاڑ۔ بہت سیاہ، مٹیالے، سُرخی مائل ——— نمازِ مغرب خنک ریت پر ادا کی ، چاندپوری تابانی سے چمک رہا تھا، زائرین کے سجدوں نے چند لمحوں کے لیے اس صحرا کو آباد کر دیا۔

مَیں قہوہ پینے کے لیے قہوہ خانے کی ایک نشست پر بیٹھ گیا۔ ایک عربی نوجوان مغربی لباس پہنے سامنے کی نشست پر بیٹھا تھا، میرے بیٹھتے ہی اس نے سُرخ قہوے کا فنجان میرے آگے رکھ دیا ، مَیں نے ممنون نگاہوں سے اسے دیکھا، عربی کے چند جُملے سوچ سوچ کر ادا کیے ۔ یہ نوجوان کسی کمپنی کا ملازم تھا۔ وہ قہوہ پینے کے لیے یہاں رُک گیا تھا۔ فضا میں خنکی زیادہ ہو رہی تھی ، قہوہ کے گرم گرم گھونٹ جسم کو حرارت پہنچا رہے تھے ، مَیں نے فنجان ختم کیا ہی تھا کہ اس نے دوبارہ بھر دیا ، یہ بے تکلّفانہ ادا اس سفر کی یادگار بن گئی۔ مَیں نے دوبارہ شکریہ ادا کیا۔ اس نے سگریٹ پیش کیا، مَیں نے انکار میں سر ہلایا۔ سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دربار میں حاضری کی جب خوشخبری ملی تھی تو اسی دن سے سگریٹ نوشی ترک کر دی تھی۔ حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حضُور اس حالت میں حاضر ہونا ناپسند تھا۔

Marfat.com

زائرین قہوہ اور کھانے سے فارغ ہو چکے تھے۔ ڈرائیور ابھی تک بڑے اطمینان کے ساتھ قہوہ نوش کر رہا تھا، رات بھیگ چکی تھی۔ مکّہ معظّمہ پہنچ کر طواف کرنا تھا۔ سعی کرنا تھی، حلق کرانے کے بعد احرام کھولنا تھا۔ سب خاموش اور ملتجی نگاہوں سے ڈرائیور کو دیکھ رہے تھے کہ کب کارواں کے کوچ کا اعلان کرتا ہے، کسی کو مجال نہ تھی کہ ڈرائیور کو چلنے کے لیے کہے، آخرِ کار ڈرائیور نے گاڑی کا رُخ کیا —— کلینر نے دہائی دینا شروع کی۔ جلدی کرو، جلدی کرو، جب اُس نے نشستوں پر بیٹھے ہوئے آدمیوں کو گن لیا تو کہا۔ "خلاص کُلُّ خلاص" مَیں نے کہا، کُلُّ خلاص۔ ڈرائیور نے سیٹ سنبھالی، ہم نے خداوندِ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، سیٹ پر بیٹھتے ہی بڑے سکون سے ڈرائیور نے سگریٹ سلگایا۔ پھر سے سفر شروع ہُوا، دُور چمکتا ہُوا پانی دکھائی دے رہا تھا۔ بس موڑ کاٹتی گزر رہی تھی، کچھ لوگ اونگھنے لگے، وہ بس کے اچانک ہچکولوں سے چند لمحوں کے لیے بیدار ہو جاتے پھر نیند کی آغوش میں چلے جاتے، بوڑھے نیند کے بوجھ سے اپنے ساتھیوں پر گر رہے تھے —کبھی کوئی ساتھی لبّیک کی صدا بلند کرتا تو دوسرے بھی شریک ہو جاتے پھر خاموشی چھا جاتی۔

مکّہ مکرّمہ میں حاضری

آخر بس میقات پر رُکی، یہاں پاسپورٹ چیک ہوتے ہیں، کلینر نے پاسپورٹ آغازِ سفر ہی میں لے لیے تھے وہ پاسپورٹ اُٹھا کر چیکنگ پوسٹ کی طرف چل دیا، بہت سی بسیں رُکی ہوئی تھیں۔ بس کے کلینرز پاسپورٹ لیے کھڑے تھے، ہوا کے لطیف اور خنک جھونکے نیند کے حملوں کو روکنے لگے۔ کافی دیر ہو گئی تھی، ڈرائیور پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ وہ مسلسل کھانسنے کے باوجود سگریٹ پی رہا تھا، اس کا سارا جسم دھواں دھار تھا۔ ڈرائیور سیاہ رنگ کا فربہ آدمی تھا۔ مسلسل سگریٹ نوشی سے اس کی آنکھیں پیلی پیلی نظر آ رہی تھیں۔ آخر خدا خدا کر کے کلینر واپس آیا،

Marfat.com

بس حدودِ مکہ مکرّمہ میں داخل ہوگئی۔ حرمِ پاک کے میناروں کو دیکھ کر بیساختہ زبانوں سے اَللّٰھُمَّ لبّیک کی صدا بلند ہوئی، کچھ دیر تو ڈرائیور نے ضبط کیا پھر حسبِ سابق پکارا، ہو چکا لبّیک اب ختم کرو حرم آگیا۔

ڈرائیور نے زائرین کو اپنی اپنی قیام گاہ پر اُتارا، مَیں نے اپنے معلّم کا نام بتا کر التماس کیا کہ مجھے اس کے مکان پر اُتار دے۔ مَیں اس معلّم کی واحد سواری تھا، خدشہ یہ تھا کہ رات کو سامان اُٹھا کر وہاں کیسے پہنچوں گا، میرے معلّم کا مکان بلندی پر واقع تھا۔ اس نے حسبِ عادت مجھے گھور کر دیکھا، خُدا جانے اس نے میری آنکھوں میں کیا تحریر پڑھ لی تھی کہ بس کا رُخ قیام گاہ کی طرف پھیر دیا، ڈرائیور کا شکریہ ادا کیا، سامان قیام گاہ پر ڈھیر کرتے ہی حرمِ پاک کا رُخ کیا۔

طواف وسعی

بیت اللہ شریف کا طواف کیا، سعی کی، حجّام کی تلاش میں نکلا کہ حلق کرا سکوں۔ میری جستجو کو بھانپتے ہوئے ایک خوش پوش نوجوان نے رازدارانہ انداز میں پُوچھا: "حلق" مَیں نے اثبات میں سر ہلایا، اُس نے مجھے اِشارہ کیا، مَیں اُس کے پیچھے پیچھے ہولیا، وہ حرمِ پاک کی دکانوں سے گزرتا ہوا سڑک پر آگیا۔ نیم روشن کوچے کے ایک کونے میں اس نے وہ گتّہ رکھا جو راستے سے اُٹھا لایا تھا، مجھے اس پر بٹھا دیا، یہ پاکستانی باشندہ تھا، اس نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا: "حرمِ پاک میں حلق کرنا منع ہے، ہم چوری چھپے زائرین کو یہاں لا کر اس نیم روشن کوچے میں حلق کرتے ہیں، حاجی صاحب پیٹ جو پالنا ہُوا کیا کریں"۔ اُس نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا کہ وہ دن کو حرمِ پاک کی دکانوں میں گھڑیوں کی ایک دکان پر کام کرتا ہے اور رات کو یہ دھندا کرتا ہے، اُس نے بلیڈ کا آدھا حصّہ اُسترے میں لگایا، کہنے لگا حاجی صاحب! دوسرے حجّام بائیں جانب سے حلق شروع کرتے ہیں، حلق سُنّت کے مطابق دائیں طرف

سے شروع کرنا چاہیے، مَیں نے ایک ریال اس کی طرف بڑھایا، اُس نے ریال جیب میں رکھتے ہوئے اُسترہ صاف کیا اور اسے چھپا لیا۔ چلتے ہوئے ایک تعارفی کارڈ میری طرف بڑھایا ـــــ یہ میرا پتہ ہے، گھڑیوں کی دکان کا پتہ ہے اگر آپ کے کسی دوست کو مکان کی ضرورت ہو تو اس پتہ پر مل سکوں گا، مَیں تعارفی کارڈ لے کر حرم پاک کی سمت لوٹا۔ وہ دوڑتا ہُوا میرے پیچھے آیا اور سرگوشی کے انداز میں کہا کہ میری دکان کے مالک کو اس کام کے بارے میں نہ بتائیے گا۔ یہ کام میں مالک سے پوشیدہ طور پر کرتا ہُوں۔ حاجی صاحب سب پیٹ کا دھندا ہے۔

رات کافی گزر چکی تھی، بیتُ اللہ شریف میں دوبارہ حاضری دی، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس فرض سے سبکدوش ہو گیا، قیام گاہ پر آیا، احرام کھولا۔ سفر اور بیداری کی وجہ سے نیند نے جلد مجھے اپنی آغوش میں لے لیا۔

زائرین کا ہجوم اور لطافتِ قہوہ فنجان مکّہ مکرّمہ میں حاضری کے دوسرے روز نمازِ فجر ادا کرنے کے لیے حرمِ پاک کی طرف چلا، آدھی رات تک گلی کوچوں کا نقشہ ہی بدل چکا تھا۔ راستوں کے دونوں جانب زائرین کے سامان ڈھیر تھے، ہزاروں میلوں کی مسافت طے کرنے کے بعد یہ لوگ بند بستروں پر سر رکھے سو رہے تھے، راستے زائرین سے بھرے پڑے تھے، تہجّد کا وقت تھا، مکّہ مکرّمہ اور مدینہ منوّرہ میں تہجّد کی اذان ہوتی ہے۔ اذان کی صدا بلند ہوتے ہی اکثر زائرین حرم پاک کی طرف چل پڑتے ہیں تاکہ بیت اللہ اور مطاف میں سجدوں کا شرف نصیب ہو، نگاہوں کو بیتِ عتیق کے انوار سے منوّر کریں اور دامن کو اس کی برکتوں سے بھر لیں۔

بسوں پر سامان لدا ہُوا تھا، زائرین کی آمد کا تانتا بندھا تھا۔ بچے اور سنبھل سنبھل کر

Marfat.com

راستہ طے کرنا پڑتا تھا۔ ہمارا قیام محلہ جیاد میں ایک بلند مقام پر تھا، لوگ معلموں کے دروازوں پر پڑے رات بسر کر رہے تھے، ان دنوں بارشوں کی وجہ سے سردی کچھ غیر معمولی ہو گئی تھی، بعض معمولی چادروں میں لپٹے، بچوں کو سینوں سے چمٹائے تھکن دور کر رہے تھے، کچھ رسیدہ لوگوں نے اسٹوو جلا رکھے تھے اور قہوہ بنانے میں مصروف تھے، اہلِ عرب کا سارا ذوق، ساری لطافت بلّوری فنجان میں ہے، قہوے کے لطیف رنگ کو دیکھ کر انہیں زندگی کا سرور اور کیف میسّر آجاتا ہے۔ ان بلّوریں فنجانوں میں ایک گھونٹ سے زیادہ قہوہ کہاں سما سکتا ہے مگر یہ باذوق لوگ آہستہ آہستہ مزے لے لے کر فنجان ختم کرتے ہیں، کچھ دیر اس کی لذّت سے حظ اُٹھاتے ہیں پھر دوسرا فنجان بھر لیتے ہیں۔

دورانِ حج راستوں میں بہت سے قہوہ خانے کھل جاتے ہیں، گھروں کے سامنے ایک میز پانچ دس کرسیاں رکھ کر قہوہ خانہ سجا لیتے ہیں، سٹوو پر پانی مسلسل اُبلتا رہتا ہے۔ حرم پاک میں نماز ادا کرنے کے بعد زائرین ان قہوہ خانوں کا رُخ کرتے ہیں۔ ان دنوں فنجانوں کی لطافت تو باقی نہیں رہتی، گلاسوں میں قہوہ پیا جاتا ہے، زائرین کی آمد زیادہ ہوتی جاتی ہے، تو قہوے کے نرخ بھی بڑھنا شروع ہو جاتے ہیں، قہوہ کی چینک جو ایّامِ حج سے پہلے نصف ریال میں ملتی تھی وہ ایک ریال میں دستیاب ہوتی ہے۔ قہوے کا گلاس ایک ریال میں ملتا ہے۔ زائرین کو ضروریات تو پوُرا کرنا ہی ہوتی ہیں اِس لیے چار و ناچار ہر چیز خریدتے ہیں وہ انہیں ہر نرخ اور ہر قیمت پر حاصل کرتے ہیں اگر آپ نے رعایت یا بھاؤ میں کمی کا لفظ منہ سے نکالا تو دکاندار "رُح رُح" کی رٹ لگانا شروع کر دیتا ہے یعنی چلے جاؤ، چلے جاؤ اور حرف "حا" اس قدر سختی سے ادا کرتا ہے کہ خریدار بیچارے کے لیے بھاگنے کے سوا کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہتا۔

Marfat.com

ایرانیوں کی تنظیم

بات حرمِ پاک کے راستے کی تھی ــــــ مَیں نے چند منٹ کا راستہ بمشکل طے کیا۔ ہر ملک کے لوگ کارواں در کارواں آرہے تھے، ایرانی سب سے زیادہ منظّم تھے، ان کی تنظیم قابلِ رشک تھی، اِن کے کھانے سے لے کر عبادات تک کے اوقات متعیّن تھے، یہ مختلف گروہوں میں منقسم تھے۔ ہر گروہ کا ایک لیڈر تھا۔ تمام اُمور اس کی مرضی سے طے پاتے تھے۔ ہر لبس پہ "سازمانِ ایران گروہ نمبر" لکھا ہُوا تھا۔ ظاہر ہے ان سب گروہوں کے افراد کی فہرست شائع ہوئی ہوگی جس پر شامل گروہ افراد کے نام درج ہوں گے۔ اِن کے کھانے کا اِنتظام یکجا تھا، ہر گروہ کا باورچی علیحدہ تھا، رہائش کا انتظام اور قیام کا مکمل بندوبست پہلے ہی کر رکھا تھا۔ اِس لیے مکّہ مکرّمہ پہنچتے ہی تمام ایرانی اپنی اپنی قیام گاہ پر پہنچ گئے تھے۔ کسی ایرانی کو سڑکوں پر مارے مارے پھرتے اور مکان تلاش کرتے نہیں دیکھا، اِن کے چہروں سے اطمینان ٹپکتا تھا۔ عبادات اور شعائرِ حج پُوری دِلجمعی اور اطمینان سے ادا کرتے تھے، طواف کرنے کے لیے یہ گروہ کی صورت میں آتے، ہر گروہ کے آگے جھنڈا یا کوئی اور امتیازی نشان ہوتا، تنومند نوجوانوں نے دورانِ طواف خواتین کو حلقے میں لے رکھا تھا کسے مجال تھی کہ اس حلقے کو توڑ سکے۔ خواتین نہایت اطمینان اور آرام سے طواف کر رہی تھیں، دوسری خواتین کی طرح انہیں بھیڑ میں سے گزرنا نہ پڑتا تھا۔

ترکوں کا حسنِ اِنتظام

ترک دوسرے منظّم تم تھے۔ ان کے پاس ایک گشتی شفاخانہ بھی تھا۔ مکّہ مکرّمہ اور مدینہ منوّرہ میں سعودی حکومت نے جا بجا شفاخانے کھولے ہوئے تھے اور قیمتی سے قیمتی ادویہ زائرین کو دی جاتی تھیں۔ مجھے بھی ایک دو مرتبہ ہسپتال جانے کا اِتفاق ہُوا، معمُولی مرض کے لیے بھی احتیاج سے زیادہ دوائی میسر آئی، مکسچر کے لیے گھر سے شیشی لے جانا نہیں پڑتی، ہر مریض کو پلاسٹک کی بوتلوں میں دوائی

Marfat.com

دی جاتی ہے اور دوسرے روز نئی بوتل مل جاتی ہے، محکمہ صحّت نے شفاخانوں پر دل کھول کر خرچ کیا ہے۔ مریضوں کی دیکھ بھال اور ادویّات کا انتظام بہت معقول ہے، ان سب سہولتوں اور آسانیوں کے باوجود ترک اپنے ساتھ گشتی شفاخانے کی بس لائے تھے، دوسری حکومتوں نے بھی جدّہ شریف، مدینہ منوّرہ اور مکّہ معظّمہ میں شفاخانے کھول رکھے تھے اور اپنے اپنے ملک کے باشندوں کو ہر سہولت بہم پہنچاتے تھے، معیّنہ اوقات میں ترکی شفاخانہ کھلتا، ان کی تنظیم بے مثل تھی، شفاخانے کے سامنے ترک زائرین خاموشی سے قطار میں کھڑے رہتے، اپنی باری پر شفاخانے کے اندر داخل ہوتے، ڈاکٹر بھی دلجمعی اور اطمینان سے ہر مریض کو دیکھتا اور نسخہ تجویز کر دیتا۔

ان کی رہائش گاہوں میں بھی ہر کام مجوّزہ انتظام کے تحت چل رہا تھا اور وہ ہر فکر سے آزاد زیادہ وقت حرم پاک ہی میں گزارتے، عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے، ترکوں کو حرمین شریفین کی تعمیر کی سعادت نصیب رہی اور اس میں انہوں نے جس خلوص و احترام، عقیدت و شیفتگی کا مظاہرہ کیا، ہر پتّھر اس کی گواہی دے رہا ہے۔ اس لیے انہیں آدابِ حرمین کی سب سے زیادہ واقفیت ہے ــــ ہر کلمہ گو حرمین شریفین کے آداب کما حقّہ، بجا نہیں لا سکتا۔ ترک ہر مقام پر عجز و انکسار کے پیکر نظر آئے۔ جہاں جگہ مل گئی بیٹھ گئے۔ اگر کسی نے جھگڑا کیا تو جگہ چھوڑ دی۔ کوئی زبردستی نماز کی صف میں گھس آیا تو یہ سرک گئے اور اسے جگہ دے دی۔ انگریزی لباس زیبِ تن کیے ہوئے یہ بہادر اور غیور قوم مومن کا دل رکھتی ہے، ان کے جذبات، انکے احساسات میں دین کی رُوح اور اسلام کی قدیم جھلک نظر آئی، ان کی عورتیں حیا کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھیں۔ ترک بھی ایرانیوں کی طرح گروہ در گروہ آئے تھے۔

اہلِ اسلام کا اجتماعِ عظیم بیت اللہ، ملّتِ بیضا کی جمعیّت کا مظہر، بلادِ اسلامیہ

کا مرکز، حلقہ بگوشانِ اسلام کا قبلہ اور دیدہ و دِل کی آرزوؤں کا آخری مقام ہے، بیت اللہ کی طرف مسلمانانِ عالم کی پیشانیاں جھکتی ہیں، یہ سجدہ گاہِ خلائق ہے۔ چند پتھروں سے تعمیر شدہ یہ پاکیزہ عمارت محورِ کائنات ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ گھر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سجدہ ریزیوں سے منوّر ہے، محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا پُوری ہوئی، بیت المقدس کی جگہ بیت اللہ نشانِ عبودیّت بن گیا ——

بیت اللہ مرکزِ دنیا اور نافِ زمین ہے، اِسی مرکزِ انوار سے دُنیا کا گوشہ گوشہ ضیا بار ہے، یہیں سے سحابِ کرم اُٹھتا اور دُنیا کے ہر خطّے پر برستا ہے، مساجد کے رُخ اسی قبلہ کی جانب نگراں ہیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین، شہدار، صلحار، مقرّبانِ الٰہ اور پاکانِ بارگاہ نے اسی قبلہ کی سمت نمازیں ادا کیں، اور اللہ کے اسی گھر کا طواف کیا۔ سب نے یہیں جبہ سائی کی۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے وقت اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے اللہ کے گھر! اے بیتِ عتیق! تیری جدائی مُجھ پر بہت شاق ہے، مگر تیرے شہر کے مکین مجھے تیرے جوار اور تیرے حضور رہنے نہیں دیتے، اسی گھر کی حاضری کے لیے سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم بیتاب رہے تا آنکہ اللہ تعالےٰ نے فتحِ مبین کا دروازہ کھول دیا، مکہ مکرمہ فتح ہوگیا: بیت اللہ کی زیارت سے مضطرب دلوں کو سکون اور بے چین رُوحوں کو اطمینان نصیب ہُوا، تمام عالمِ اسلام کے لوگ جوق در جوق، کارواں در کارواں اس کی زیارت اور طواف کے لیے آنے لگے، سُنّتِ ابراہیمی نے پھر اختیار کر لیا، مطاف زائرین سے بھر گیا۔ مطاف کی توسیع کرنا پڑی، زائرین کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ حرمِ پاک نے اپنا دامن وسیع تر کر لیا، مشتاقانِ زیارت کی تعداد سینکڑوں سے ہزاروں، ہزاروں سے لاکھوں تک پہنچ گئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پکار نے دِلوں کو کھینچا، رُوحوں کو بُلایا، کالے گورے، امیر غریب،

Marfat.com

آقا و غلام، حاکم و محکوم سب اسی مقدّس چار دیواری کے گرد دائرہ اخلاص بن گئے۔ وہ دُنیا کو اس حقیقت سے آگاہ کرنے کے لیے آئے تھے کہ سُنّتِ ابراہیمی تاقیامت زندہ رہے گی۔ لوگ تا ابد بیت اللہ کے گرد ذوق و شوق اور وارفتگی و بیخودی سے چکر لگاتے رہیں گے، خدائے وحدہٗ لاشریک کا نام بلند ہوتا رہے گا، سُبحَانَ المَلِکِ القُدُّوس —— جو سب کا خالق ہے، سب کا رازق ہے، احکم الحاکمین ہے، زمین و آسمان میں جس کی بادشاہت ہے

اَللّٰہُ اَکۡبَر اَللّٰہُ اَکۡبَر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکۡبَر اَللّٰہُ اَکۡبَر وَ لِلّٰہِ الۡحَمۡد۔

مَیں عموماً مغرب اور عشاء کی نمازیں مکبّر کے سامنے ادا کرتا تھا۔ مکبّر حجرِ اسود اور رکنِ یمانی کے درمیانی دیوار کے سامنے ہے۔ عموماً مطاف میں جگہ مل جاتی ہے، سامنے بیت اللہ کے غلاف پر قرآن پاک کی آیاتِ کریمہ سنہری حروف میں کشیدہ نظر آتی ہیں:

اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ سے عَنِ الۡعٰلَمِیۡنَ تک ایک سطر میں یہ آیاتِ مبارکہ امن و سلامتی کا پیغام دیتی اور بخشش و رحمت کا مژدہ سناتی ہیں۔ اس مقدس چار دیواری کو دیکھنا ثواب ہے، دنیا کے کسی مذہب میں کوئی ایسی عمارت نہیں جسے مسلسل دیکھتے رہنا ثواب اور موجبِ نجات ہو، خاموش نگاہوں کی یہ عبادت صرف اُمتِ مسلمہ کا مقدر بنی، ہر نظر اجر و ثواب کے پھول اپنے دامن میں بھر کر لاتی ہے، رحمت کی مسلسل بارش ہوتی رہتی ہے۔ یہاں اہل اللہ کو وظائف کی بجائے بچشمِ حیرت مقاماتِ عرفاں طے کرتے ہوئے دیکھا گیا۔ انہوں نے اپنی باطنی آنکھوں سے ایک دُنیائے تجلیات کا مشاہدہ کیا، وہ اس مکعب عمارت میں جلوۂ نُور کا ظہور دیکھتے ہیں۔ ان کی نگاہیں جلوۂ ذات کی لذت میں گم ہو جاتی ہیں۔ یہ مشاہدہ حیرت کو فراواں کرتا ہے، نُطق سے بے نیاز اور الفاظ و معانی سے مستغنی کر دیتا ہے۔

Marfat.com

مجھ جیسے گنہگار کے لیے بھی اس میں کم کشش نہ تھی ۔ یہ میری جبین کا نور اور میرے قلب کا سرور ہے ۔

ہر مخلص و شریف انسان مہمان نوازی کے آداب اپنی حیثیت سے بڑھ کر بجا لاتا ہے ۔ اسے گھر آئے کی لاج ہوتی ہے ، وہ اشاروں اشاروں میں اپنے بچوں کو بھی مہمان کی خدمت کی ہدایات دیتا ہے ـــــــ یہ گھر تو کائنات کے رازق کا گھر ہے ۔ کائنات کے مالک و خالق کا گھر ، جس کے خزانوں میں کبھی ذرّہ بھر کمی نہیں آتی ، وہ زمین و آسمان کا مالک ہے ۔ ایسے منعمِ حقیقی اور کریمِ ازلی کے گھر سے کون محروم لوٹ سکتا ہے ؟ وہ تو بن مانگے دینے والا ، فقیروں کو تاجِ شہنشاہی پہنانے والا ، غلاموں کو آقائی کی مسند پر بٹھانے والا ، کمزوروں کو توانائی بخشنے والا ، محروموں کو نوازنے والا ، دردمندوں کی پکار سننے والا ہے ۔ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ یَكْشِفُ السُّوْٓءَ اسی کی شان ہے ۔ یہاں دستِ طلب بڑھاؤ ، جھولیاں پھیلاؤ ، تمہیں قدم قدم پر مرادوں کے پھول ملیں گے ، ہر گام تمناؤں کے گلزار کھلتے نظر آئیں گے ۔ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۔ کوئی اسکے کرم کا احاطہ نہیں کرسکتا ، جو گوشت کے لوتھڑے کو کونین کی نعمت سے نواز دے ، اسے پکارو ، اسی کے سامنے گڑگڑاؤ ، اسی سے مانگو ، اسی کے سامنے دستِ طلب دراز کرو ، یہاں سائل اور کریم کے درمیان کوئی شے حائل نہیں ۔ سب اسی کے محتاج ، اسی کے بھکاری ہیں ہمارے زائرینِ حرم ! اے حجاجِ کرام ! زہے نصیب کہ تم اس گھر تک آپہنچے ۔ فکر کے اِس مقام پر پہنچ کر کبھی یوں زمزمہ پیرائی کی تھی ؎

قدم قدم پہ ہُوا ان پہ رحمتوں کا نزول
عجیب شان سے پہنچے مسافرانِ حرم

Marfat.com

لوگ اشتیاقِ زیارتِ حرم سے سرشار، قافلہ در قافلہ آ رہے تھے، یہ سفر کچھ ایسا مقدّس ہے کہ اس میں انسان زندگی کی تمام پونجی مسرّت و خوشی سے لگا دیتا ہے، نادار اور غریب پیسہ پیسہ اکٹھا کرتے ہیں تب ان کا سرمایہ راستے کے اخراجات کے لیے کافی ہوتا ہے۔ جب وہ سفرِ مقدّس کی تیاری کرتے ہیں۔ اس وقت ان کی آنکھوں کی چمک قلبی مسرّت کا پتہ دیتی ہے یہی آخرت کا سرمایہ اور نجات کا ذریعہ ہے۔ جو رقم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ ہوتی ہے' وہی اپنی ہے۔ اس موقعہ پر حضرت علی کرّم اللہ وجہہ' کا قول یاد آیا۔ آپ نے ایک درہم اپنی ہتھیلی پر رکھا اور فرمایا: یہ میرا نہیں، جب میرے ہاتھ سے نکل جائے گا' میرا ہو جائے گا۔ مقصود اس بلیغ اشارے سے یہ تھا کہ جب یہ درہم رضائے الٰہی کے حصُول کا موجب ہو گا اور اُنفاق فی سبیل اللہ کی صورت اختیار کرے گا میرا ہو جائے گا۔ وہ آخرت کا آ[illegible] بن جائے گا، یہ درہم اجرِ ثواب میں اضافہ کرے گا۔ بلندیٔ درجات کا باعث ہو گا جس سے میری ذات کو سکون اور راحت میسّر آئے گی، کونسا سفر، حرمینِ شریفین کے سفر سے زیادہ مقدّس اور زیادہ مسرّت آفریں ہو گا، ابھی حجّاج کے قافلے آ رہے تھے۔ حج میں کچھ دن باقی تھے۔ ہر لحظہ لوگوں کی آمد میں اضافہ ہو رہا تھا، ہر گھڑی نظروں کے سامنے قافلے گزرتے تھے، کیا مبارک راستہ ہے ـــــ یہ اطمینانِ قلب کا راستہ ہے ـــــ سُبحان اللہ! اس کی سرحدیں، فردوس بریں سے ملی ہوئی ہیں ؎

اے خوشا صلِّ علےٰ منزلِ بطحا کا سفر
یہ وہ رستہ ہے کہ فردوس سے جا ملتا ہے

یہ راستہ خوشنودیٔ حق اور رضائے مصطفٰے کا ضامن ہے۔ صرف دو منزلیں، دو راستے ایسے ہیں، جن کے مسافرِ دُنیا کے تمام آلام اور زندگی کے تمام تفکّرات سے آزاد ہوتے ہیں،

Marfat.com

ایک شاہراہ کعبہ کے در تک پہنچتی ہے اور بیت اللہ شریف پر ختم ہو جاتی ہے۔ یہ شاہراہ میرے نزدیک جنّت کی نہروں میں سے ایک نہر ہے جو قلب و نگاہ کو سیراب کرتی ہے، زندگی کی پیاس بجھاتی ہے، عمر بھر کی تکان دُور کرتی ہے' یہ مومن کے لیے ایمان و اطمینان کی آخری منزل ہے۔ یہ منزل ہر ایک کا مقدّر کہاں؟ ۔ اس کے تصوّرات ذہنوں میں اُجالا کرتے ہیں۔ نگاہوں سے اس حسین منزل کو دیکھنا ہر ایک کا مقسوم نہیں۔ اس سے آگے اہلِ ایمان کے لیے کسی دوسری منزل کا تصوّر نہیں۔ اس مقام پر عبدیّت سجدہ ریزیوں سے مسرور ہے اور الوہیّت بندہ نوازی میں مصروف ہے۔

دوسرا حسین و جمیل راستہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے آستانۂ عالیہ پر جا کر ختم ہوتا ہے۔ کعبہ نورِ ایماں اور سجدہ گاہِ خلائق ہے —— مدینہ منوّرہ عشق و سرمستی کا آخری نشان ہے۔ جذب و کیف کی آخری حد' ذوق و شوق کا آخری مرکز ہے، وہ مصدرِ عرفان اور منبعِ آگہی ہے، خداوندِ تعالیٰ کے تصوّر کو ذہن نے قبول کیا، دل نے اِسکی تصدیق کی، زبان نے اس کی گواہی دی —— یہ سب منزلیں ایک پل میں اِس لیے طے ہو گئیں کہ ہادیٔ اعظم، رہبرِ کُل ختمِ رُسُل صلی اللہ علیہ وسلّم نے گواہی دی تھی —— وہ مقدّس وجُود جو کائنات میں صادق' امین اور پیکرِ رحمت تھا۔ اس نے زبانِ مبارک سے ارشاد فرمایا کہ خُدا وحدہٗ لاشریک ہے —— لبِ معجز بیان سے یہ کلمات سُن کر ہر ایک بے ساختہ پکار اُٹھا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ

یہ وہ شاہراہ ہے جس کا سفر مسلسل کیف و شادمانی سے عبارت ہے۔ یہ سفر رُوح کو وجد میں لاتا اور نگاہ و دل کو سیراب کرتا چلا جاتا ہے۔

لوگ ہوائی جہازوں، بحری جہازوں، کاروں اور بسوں میں مکّہ معظمہ آ رہے تھے۔

Marfat.com

مختلف لباس میں ملبوس، مختلف زبانیں بولنے والے مختلف اوصاف وخصائل کے حامل، مختلف ممالک کے رہنے والے، ایک گھر کے آگے سربسجود ہونے اور اس کا طواف کرنے کے لیے آئے تھے، وہ سنّتِ ابراہیم علیہ السّلام کو حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سکھلائے ہوئے طریقے پر ادا کرنے آئے تھے۔

مختلف ممالک کے لوگ انتہائی اشتیاق ومحبّت کے ساتھ ایک دوسرے سے اپنی زبان میں ہمکلام ہوتے ہیں مگر جواب نہ پاکر جس حیرت سے ایک دوسرے کا مُنہ تکتے ہیں اس کا نظارہ قابلِ دید ہوتا ہے، پھر اشاروں اشاروں میں مفہوم واضح کرتے ہیں اور اسکے بعد ایک لطیف مُسکراہٹ چہروں پر چھا جاتی ہے۔

بالائی منزل سے مطاف کا منظر میں حرم پاک کی اوپر کی منزل میں بیٹھا یہ سطور سپردِ قلم کر رہا ہوں، سامنے مطاف ہے بیت اللہ کے گرد بے پناہ ہجوم ہے، رنگ برنگ لباس میں لوگ ایک دائرے میں گھوم رہے ہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ مختلف رنگوں کے پھُول کسی مقدّس تالاب میں رقصاں ہیں، ان کی تسبیح وتہلیل کی گونج سنائی دیتی ہے۔ اس گونج میں ان کے ذوق وشوق کی داستان پنہاں ہے۔ ان کے عشق کا زمزمہ بیتُ اللہ کے چاروں طرف سنائی دے رہا ہے، زائرین اپنے اپنے علم اُٹھائے بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے ہیں، بچّوں کو کندھوں پر اُٹھائے، بوڑھوں، ضعیفوں، کمزوروں کو بازوؤں کے حلقوں میں لیے ہوئے ہیں، ہجوم کا ریلا آتا ہے مگر توانا بازو اس ریلے کو حلقے میں داخل نہیں ہونے دیتے، ہر ایک گروہ کا کوئی نہ کوئی نشان ہے۔ جب کسی کو اپنے گروہ کے لیے کوئی نشان نہ ملا تو اس نے اپنی ٹوپی کو لکڑی پر لٹکا کر ایک عَلَم بنا لیا اور اس گروہ کے افراد اسکے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔

مطوّف (طواف کرانے والے) حج کے دنوں میں عموماً ہر گروہ کی رہنمائی کرتے ہیں، وہ ہر جگہ کی دعائیں بلند آواز میں پڑھتے جاتے ہیں اور ہر گروہ ان کی آواز پر دعاؤں کو دہراتا جاتا ہے حجرِ اسود سے رُکنِ یمانی تک کوئی مسنون اور مخصوص دُعا نہیں، انسان کو جو کچھ یاد ہو پڑھتا رہے، تیسرا کلمہ، آیاتِ قرآنی، درودِ پاک جو بھی حافظے میں محفوظ ہو پڑھ لے ـــــ اللہ تعالےٰ کا کرم ہے کہ راقم الحروف نے طواف کے دوران انہیں تین اطراف میں کلامِ پاک ختم کیا۔ مسنون دُعا صرف رُکنِ یمانی سے حجرِ اسود تک ہے جہاں ہر لمحہ ستر ہزار ملائکہ زائرین کی دُعا پر آمین کہتے رہتے ہیں وہ مسنون دُعا یہ ہے:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا
عَذَابَ النَّارِ رَبَّنَا وَ اَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ مَعَ الْاَبْرَارِ
یَا عَزِیْزُ یَا غَفَّارُ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

جذب و شوق کا منظر دیدنی ہے، رُکنِ یمانی کو چھونے کا جذبہ ہے، حجرِ اسود کو بوسہ دینے کا شوق ہے ـــــ مگر اژدحام بہت ہے، شُرطی (سپاہی) حجرِ اسود پر خانہ کعبہ کے غلاف کا رسہ تھامے انہیں ہٹا رہے ہیں مگر وارفتگی کسی ضابطے کی پابند نہیں، اس والہانہ انداز پر قانون کیا گرفت کریگا۔ زائرین آگے بڑھتے ہیں، سر حجرِ اسود کے چوکھٹے کے اندر ڈال دیتے ہیں سپاہی انہیں مار مار کر ہٹا رہے ہیں مگر وہ اسے چُوم کر ہی دم لیں گے۔ یہ سلسلہ جاری ہے کچھ لوگ حجرِ اسود کو چُومنے کے شوق میں زخمی ہو جاتے ہیں۔ اسلام نے اس طریقِ کار کو ناپسند کیا ہے۔ کسی کو تکلیف دے کر، دھکم پیل کر کے ہجوم کو کاٹتے ہوئے حجرِ اسود تک پہنچنا ضروری نہیں صرف استلام ہی کافی ہے، حجرِ اسود پر نیت کرنے کے بعد ہر چکر پر بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ۔ کہہ کر آگے بڑھ جانا چاہیے۔ دونوں ہاتھوں کو حجرِ اسود کی جانب بڑھانا استلام کہلاتا ہے اور یہ اسے

Marfat.com

بوسہ دینے کے مترادف ہے۔

طواف سے فارغ ہو کر زائرین ملتزم سے لپٹ رہے ہیں، حجرِ اسود اور بیت اللہ کے دروازے کی درمیانی دیوار کو ملتزم کہتے ہیں۔ لوگ سینے کو ملتزم سے چمٹائے، ہاتھ بلند کیے ہوئے آہ وزاری کر رہے ہیں، ان کی نوائے دردانگیز نے خدا کی رحمت و بخشش کے دروازے کھول دیے ہیں۔ ہر گناہ سے معافی مانگی جا رہی ہے۔ طواف کا حلقہ وسیع تر ہوتا جا رہا ہے۔ مشتاقانِ طواف جب مطاف میں نہ سما سکے تو مقامِ ابراہیمؑ نے دونوں بازو پھیلا کر زائرینِ حرم کو کشادگی بخشی۔

طواف کے بعد نوافل پڑھنے کے لیے جگہ نہیں۔ جسے جہاں جگہ ملی، وہیں نیت باندھ لی۔ دھکّے لگ رہے ہیں، زائرین کا ریلا انہیں دھکیل رہا ہے مگر وہ مصروفِ عبادت ہیں۔ سجدے میں سر رکھا مگر بے سدھ ہجوم کے پاؤں سے ٹھوکریں لگ رہی ہیں مگر نوافل ادا ہو رہے ہیں کسی سے جھگڑا نہیں، کسی کے کوئی پُرخاش نہیں، اللہ تعالیٰ نے دلوں کو نرم کر دیا ہے، ہر ایک کے لیے محبت و احترام کا جذبہ پیدا کر دیا ہے۔ یہ تکالیف بھی درجات کی بلندی کا موجب ہیں۔ ضبطِ نفس کا یہ انداز کس قدر محبوب ہے ——— وہ بلاشبہ اجر و ثواب میں اضافہ کا ضامن ہے۔

مطاف کی آخری لکیر پر کمزور و ناتواں، ضعیف اور بوڑھے زائرین چارپائیوں پر طواف کر رہے ہیں۔ مطاف کے آخری دائرے پر چارپائیاں رواں دواں ہیں۔ ضعیف زائرین حجرِ اسود پر کمزور ہاتھوں کو اُٹھا کر تکبیر کہہ رہے ہیں، تسبیح و تہلیل زبانوں پر جاری ہے۔ حجّاج اوپر کی منزل سے یہ عاشقانہ ادائیں دیکھ رہے ہیں، خانۂ کعبہ کی زیارت سے نظروں کو شاداب کر رہے ہیں۔ زمزم اور صفا و مروہ پر بے پناہ ہجوم ہے، اس بے پناہ ہجوم میں زمزم تک پہنچنا ہر ایک کی ہمت نہیں۔ ٹونٹیوں پر لوگوں کے دَل کے دَل ہیں۔ پانی پلانے والے پانی کا پائپ مسلسل تھامے ہیں۔ لوگ کنستروں، ڈبّوں اور ڈرموں میں زمزم بھر رہے ہیں۔ کچھ پی رہے ہیں کچھ اپنے کپڑوں کو تر

Marfat.com

کر رہے ہیں۔ یہ بھی سنّتِ رسولؐ ہے، یہ جذبہ باعثِ برکت و رحمت ہے ——— یہ تمام والہانہ اندازِ عشق کے کرشمے ہیں۔ یہاں وارفتگی کا سکّہ چلتا ہے، جذب و مستی کا راج ہے۔ عقل وخرد کا سکہ کھوٹا ہو کر رہ گیا، کیف و سرشاری کا وہ عالم ہے۔ جس پر ہوش و خرد نثار ہے اور قلب و نظر تصدّق ———

زائرین زمزم پی کر دو پہاڑیوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کر رہے ہیں — سنّتِ حضرتِ ہاجرہ رضی اللہ عنہا تازہ ہے، ان سعی ابدی ہوگئی، ان کی بیتابی نے دلوں کو کھینچ لیا، چکر لگ رہے ہیں، التجائیں ہو رہی ہیں، کچھ ضعیف رڑھیوں پر سعی میں مصروف ہیں۔ رڑھیوں کا شور ہے، دعائیں بلند ہو رہی ہیں، ہر چکر کے بعد خانۂ کعبہ پر نظر ہے۔ ان تمام شعائر کا مرکز بیت اللہ شریف ہے۔ کبوترانِ حرم جگہ نہ پاکر اِدھر سے اُدھر پرواز کر رہے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس بیتابی کا حصّہ انہیں بھی ملا ہے ——— پروازِ مسلسل ہے کبھی کبھی ترکوں کی تعمیر کردہ حرمِ پاک کی قدیم چھتوں پر دانہ چگنے کے لیے اُترتے ہیں پھر وہی بیتابانہ پرواز ہے، بیت اللہ شریف پر ہر چیز قربان ہو رہی ہے، ہر جذبہ نثار ہو رہا ہے۔ انسان چاہتا ہے کہ ساری عمر بیت اللہ کا طواف کرتا رہے۔ یہ زندگی کی منزل، سعادت کا آخری مقام اور منتہائے آرزو ہے۔

حرمِ پاک کے اردگرد اونچی عمارتیں ہیں۔ ان بلند و خوب صورت عمارات کی طرف کوئی دھیان نہیں دیتا۔ نگاہ کعبۂ مقصود سے ہٹ کر ان عمارتوں پر کیونکر جم سکتی ہے۔ تمام زائرین کا مقصود صرف بیت اللہ شریف ہے۔

مولانا عبدالعزیز شرقی کے ساتھ نشست

ان دنوں چند یادگار نشستیں ہوئیں، نمازِ عشاء کے بعد زائرین کا ہجوم کم ہو جاتا تھا، ہوا

میں خنکی پیدا ہو جاتی، دن بھر کی تپش کا ازالہ سرور آور خنک جھونکوں سے ہوتا، کبھی کبھی سرد ہوا کا جھونکا بیت اللہ کی دیوار کو چومتا ادھر آجاتا تو سارا بدن خوشبو سے مہک اُٹھتا۔

رکنِ یمانی اور رکن شامی کی درمیانی دیوار کے سامنے محترمی عبدالعزیز شرقی صاحب نمازِ عشاء ادا کرتے، نمازِ عشاء کے بعد کافی دیر تک تلاوتِ کلام پاک اور اوراد و وظائف میں مصروف رہتے۔ شرقی صاحب نغز گو شاعر ہیں، شعر کے جذبے کو حرمِ نعت سے باہر نہیں جانے دیا، مدینہ منورہ کے قیام کے آخری دو ہفتے انہی کی قیام گاہ پر گزارے اور ان کے رُوح پرور نعتیہ اشعار سے محظوظ ہوتا رہا۔ شعر و سخن کی معراج ثنائے خواجۂ کونین صلی اللہ علیہ وسلم ہے، غلامانِ بارگاہِ رسالت کے لیے اس سے بڑھ کر کونسی سعادت ہو سکتی ہے ـــــ نعت گوئی کا منصب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص کرم اور ربِ کریم کا بہت بڑا انعام ہے۔

شرقی صاحب کے معمولات سے فارغ ہونے سے پہلے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شیدائیوں اور عقیدت مندوں کا اجتماع ہو جاتا۔ شرقی صاحب بغیر کسی تمہید یا فرمائش کے حمد باری تعالےٰ کے اشعار سے اِس بابرکت محفل کا آغاز کرتے، ہر شعر ان کے جذبات کا آئینہ اور ان کی قلبی کیفیات کی عکاسی کرتا تھا جب وہ مطاف کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ؎

دیوانے ہیں گھوم رہے ہیں   سنگِ اسود چوم رہے ہیں

تو سامعین پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی، شرقی صاحب نے طواف و سعی کرنے والوں کے ایک ایک انداز کو پیرایۂ شعر میں ادا کیا ہے۔ یہ شعر بیت اللہ شریف میں عجب کیفیت پیدا کرتے ہیں۔ حمد کے بعد نعت کا آغاز ہوتا، ہر شعر پر آنکھوں کے پیمانے چھلک اُٹھتے اور دربارِ اقدس میں حاضری کی یاد تازہ ہو جاتی، شرقی صاحب جب سوز کے ساز پر درد کے نغمے الاپتے تو اس کا اثر دِل کے پردوں سے ٹکراتا، سامعین پر وجد کی سی کیفیت طاری ہو جاتی۔ عشقِ مصطفےٰ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی شمعیں، روشن ہوئیں، میری خوش بختی ہے کہ حرمِ پاک میں، مرکزِ انوار و تجلیات میں حمدِ خدا اور مدحتِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں بخش اشعار سُنے۔ جب ہلکے ہلکے ترنّم میں شرقی صاحب شعر سناتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ ہر طرف نُور کی پھوار پڑ رہی ہے جو دیدہ و دل کو منوّر کرتی چلی جاتی ہے۔

احباب راقم الحروف سے بھی نعت سُنانے کی فرمائش کرتے۔ یہ گنہگار بھی اس پاک گھر میں ہدیۂ نعت پیش کرتا ___ حاضری سے قبل ایک آرزو کی تھی ___ خداوندِ کریم نے اپنے کرم سے اس آرزو کو پُورا کر دیا۔ آرزُو یہ تھی ؎

حافظ بروئے کعبہ پڑھوں نعتِ مصطفیٰؐ

ہو حاضری نصیب جو بیتُ الحرام کی

آج میں کعبہ کے سامنے بحضورِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نعت کا ہدیہ پیش کر رہا تھا۔ نعت کے ہر شعر پر کرم کی گھڑیاں، سعادت کے لمحات جو دربارِ اقدس میں گزارے تھے یاد آجاتے اور حرمِ نبوی کی یاد آنکھوں کو سیراب کر دیتی۔

ایک دن شرقی صاحب کو ان کے مقام پر موجُود نہ پایا۔ شاید وہ مدینہ منوّرہ چلے گئے تھے۔ نگران نشستوں کا کیف مکّہ مکرّمہ کے قیام کے دوران دل وجاں میں ایک خوشگوار یاد بن کر چھایا رہا ___

ایک پاکستانی فوجی سے ملاقات

انہی دنوں ایک فوجی سے مُلاقات ہُوئی۔ میں مکبّر کے سامنے عصر کی نماز ادا کر کے بیٹھا ہی تھا کہ ایک نوجوان میرے قریب آیا۔ عنفوانِ شباب کا عالم اور نشۂ توحید سے سرشار، خانۂ کعبہ کو متوالوں کی طرح دیکھ رہا تھا، مختصر سا تعارف ہُوا، اُس نے بتایا کہ وہ فوج میں ملازم ہے، طائف میں قیام ہے ایک دو چھٹیاں ملتی ہیں تو مکّہ مکرّمہ اور مدینہ منوّرہ چلا آتا ہے، اس نوجوان نے کہا کہ اس

Marfat.com

حاضری سے سکون میسّر آتا ہے۔ آنکھوں کی گرد دُھل جاتی ہے، قلب کا زنگ اُتر جاتا ہے، اسی ایک دو دن کی حاضری کے سر در میں چند دن گزر جاتے ہیں، پھر حاضری کی سعادت نصیب ہو جاتی ہے۔ یہ انتہائے شرف ہے کہ متعدد بار بیت اللہ کی زیارت کر چکا ہوں، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ اقدس پر حاضری دے چکا ہوں۔ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور تو لب بھی نہیں کھلتے، مگر یہاں معاملہ اور ہے۔ میرے خدا کی بارگاہ ہے، وہ دیکھو ملتزم سے لپٹے زائرین آہ وزاری کر رہے ہیں: میری طرف مجاہدانہ جلال سے دیکھتے ہوئے کہا۔ تمہیں معلوم ہے ملتزم کیا ہے؟ — یہ اللہ میاں کے گریبان میں ہاتھ ڈالنے کی بات ہے۔ میں نے کہا کہ دامن پکڑنے کی بات ہے۔ مجھے اس کا انداز نہیں بھولتا جس میں والہانہ انداز کے ساتھ رحمتِ باری پر ناز کی آمیزش تھی، میری طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا، گریبان ہی تو ہے، جس نے اِس میں ہاتھ ڈالا وہ کیسے محروم رہ سکتا ہے، وہ تو منہ مانگی مراد لے کر ہی لوٹے گا، میں نے دل میں کہا، عشق کے معاملات میں جنون و وارفتگی کے انداز ہیں، اس میں عقل کی مداخلت نامناسب ہے۔ ذہن میں علامہ اقبالؒ کے وہ اشعار گونجنے لگے جو بندے اور خالق کے درمیان عجیب و غریب رابطے کے حامل ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

فارغ تو نہ بیٹھے گا محشر میں جنوں میرا
یا اپنا گریباں چاک یا دامنِ یزداں چاک

علامہ اس راز و نیاز کی منزل میں اور آگے بڑھے ہوئے ہیں ؎

در دشتِ جنونِ من جبریل زبوں صیدے
یزداں بکمند آور اے ہمتِ مردانہ

میں اس نوجوان کی طرف دیکھ کر خاموش ہو گیا، ہم تو مادی دُنیا کے انسان ہیں، ہوش کے دائرے سے باہر قدم نہیں رکھ سکتے۔ راز و نیاز کے یہ معاملات اہلِ دل ہی جانتے ہیں،

Marfat.com

بہرکیف اس نوجوان نے ذہن کو عشق و فریفتگی کا بھرپور تاثر دیا، یہ نوجوان کچھ دیر خاموش رہا، خانہ کعبہ کو تکتا رہا پھر یکدم جیسے اسکے جسم میں بجلی کی سی سرعت پیدا ہوگئی۔ مجھے کہنے لگا آپ یہیں بیٹھیں میں طواف کرلوں۔ وہ اُٹھا حجرِ اسود تک نظروں نے اُس کا تعاقب کیا، پھر وہ اِس جمِ غفیر میں گم ہوگیا۔ اس کے طواف کی کیفیت کیا ہوگی، حجرِ اسود سے کس طرح گزرا ہوگا، ملتزم پر اس نے اپنے مالک و خالق کے ساتھ کیا باتیں کی ہوں گی —— مجھے یقین تھا کہ یہ نوجوان ملتزم سے لپٹ کر اپنے مالک سے منہ مانگی مراد لے کر آئے گا، جب طواف سے لوٹا تو ایک سرشاری کے عالم میں سرتاپا غرق تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد مغرب کی اذان ہوئی، نماز کے بعد وہ مجھے حرم سے باہر لے گیا۔ باصرار اپنے ساتھ کھانا کھلایا، پھر اُس نے ہوٹل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: قہوہ وہاں سے پیتا ہوں، قہوہ پیا، کچھ دُور ساتھ چلا۔ پھر کہا اب اِجازت دیجیے پھر ٹیکسی نہیں ملے گی۔ مصافحہ کرتے ہوئے وہ ٹیکسی کی طرف لپکا —— اس کے بعد اس سے ملاقات نہ ہوسکی، حجرِ اسود کے سامنے جب مغرب اور عشاء کی نماز ادا کرتا ہوں تو وہ نوجوان فوجی ملتزم سے چمٹا آہیں بھرتا نظر آتا ہے۔

اِس نوجوان کو دیکھ کر خیال گزرا کہ اگر دربار عظیم ہے تو عطا کی بھی انتہا نہیں، مانگنے والوں کے انداز بھی دُنیا کے سب بھکاریوں سے نرالے ہیں۔ کوئی گڑگڑا کر مانگتا ہے، کوئی خاموش نگاہوں سے اِلتجا کا کشکول اُٹھائے ہوئے ہے۔ کوئی دونوں ہاتھوں سے دامنِ اُمید پھیلائے ہُوئے ہے اور زبان گُنگ ہے ؎

سلیقہ مانگنے کا بھی کہاں ہے
یہ دامن ہے یہ تیرا آستاں ہے

کوئی چیخ و پکار کر رہا ہے، کوئی صدا لگا رہا ہے، کوئی خانہ کعبہ کا غلاف تھامے آنسوؤں سے لبریز الفاظ میں بھیک مانگ رہا ہے اس مقام پر محترمی پروفیسر افتخار احمد چشتی صاحب نے ایک

Marfat.com

واقعہ سُنایا تھا وہ ذہن میں آگیا جو ان سب بھکاریوں کے انداز سے اچھوتا اور سب سے انوکھا ہے، انہوں نے یہ واقعہ کسی کتاب میں پڑھا تھا —— موصوف نے فرمایا:

"ایک اعرابی خانہ کعبہ حاضر ہُوا، دیر تک بیت اللہ کو اشتیاق اور محویت سے دیکھتا رہا، سوال دینے والے کی حیثیت اور مرتبہ کے مطابق کیا جاتا ہے۔ سائل کو دینے والے کا علم ہوتا ہے اگر سوال کا انداز منفرد اور نرالا ہو تو دامنِ طلب بھر دیا جاتا ہے، اس اعرابی نے دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے، اس اعرابی کے پاس ہی اپنے دَور کا ایک بہت بڑا فقیہہ اور محدّث بھی مصروفِ دُعا تھا، وہ عالمانہ انداز میں آدابِ بیت اللہ ملحُوظ رکھتے ہوئے، ڈرتے ڈرتے اپنی التجائیں ربّ العزّت کی بارگاہ میں پیش کر رہا تھا۔ ادب اس کی زبان کو روکے ہوئے تھا۔ مگر یہ اعرابی اپنے عشق و سرمستی میں غفورٌ رّحیم کے دربار میں دُعا کرنے لگا، اس کے پاس علم نہ تھا، اس کی پکار میں دل کا خلوص اور والہانہ پن جھلکتا تھا وہ ایسے دُعا کر رہا تھا جیسے سامنے کسی سے باتیں کر رہا ہو، کہنے لگا: اے مالکِ کائنات! اے خالقِ خشک و تر! اے کریم! میرے گناہوں کو معاف کر دے اگر تو میرے گناہوں کو معاف کر دے گا تو تیرا محبوب صلّی اللہ علیہ وسلّم خوش ہو جائے گا۔ اگر تو میرے گناہوں کو معاف نہیں کرے گا، میری مغفرت نہیں کرے گا تو شیطان خوش ہو گا۔ اس فقیہہ نے تعجب اور حیرانی سے یہ الفاظ سُنے۔ اس بے علم اعرابی کا منہ تکنے لگا۔ اپنا دامنِ طلب سمٹتا نظر آیا، اللہ تعالےٰ سے اس راز و نیاز کے انداز نے اس کے سارے علم، اس کی ذہانت و فراست پر مُہر لگا دی۔ ایسی دُعا کسی علمی کتاب میں درج نہ تھی۔ یہ والہانہ پن علم نہیں، عشق سکھاتا ہے، اس نے سینے کو ٹٹولا، ذہن و دل کے نہاں خانے میں جھانکا۔ ایسا بے ساختہ جذبہ کہیں موجود نہ تھا، بندے اور خدا کا رشتہ بھی عجیب ہے۔ جس سے ڈرتا ہے جس کے خوف سے روتا ہے، جس کے عذاب سے کانپتا ہے اس سے بیباکانہ گفتگو بھی کرتا ہے۔

Marfat.com

اِس دُعا میں ایک طرف تو اللہ تعالیٰ سے طلب کا انوکھا انداز تھا، دوسری طرف محبوبِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق وعقیدت کا والہانہ اظہار۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی وہ واحد وسیلہ ہے جسکے ذریعے دُعا مستجاب ہوتی ہے، خُدا اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ضرور قبول کرے گا اور یہ شفاعت پُوری اُمّت کے لیے مژدۂ نجات ہوگی۔

ایک افغان کی دُعا

اِس موقع پہ ایک اور دُعا کا ذِکر کیف پرور ہوگا۔ قاضی احسان احمد شجاع آبادی مرحوم اس کے راوی ہیں انہوں نے اپنے مخصوص انداز اور خطیبانہ طرزِ کلام میں یہ واقعہ سُنایا، فرمایا:

"مَیں بیت اللہ کے سامنے مصروفِ دُعا تھا۔ ایک نوجوان افغان کو دیکھا جو خانہ کعبہ کا غلاف پکڑے ہوئے زور زور سے چیخ رہا تھا۔ اسکی چیخیں سارے مطاف کو گھیرے ہوئے تھیں۔ سب زائرین اُسکی پکار سُن رہے تھے۔ وہ اپنے لہجے میں اللہ تعالیٰ سے یوں ہم کلام تھا:

"اے رب! اے میرے رب! میری دُعا اسی وقت قبول کر، اگر تُو نے میری دُعا ابھی قبول نہ کی تو مدینہ منوّرہ جا کر تمہارے محبُوب صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہاری شکایت کروں گا۔"

قاضی صاحب کہنے لگے، کہ آداب کی تمام حدود میرے ذہن سے نکل گئیں اور اس کی بیباکانہ دُعا نے مجھے مسحُور کر دیا۔ ناز کا مقام تھا، اپنے مالک سے راز و نیاز کی باتیں تھیں، یہاں زبان پر کوئی پہرہ نہیں، خیالات و افکار پر کوئی قید نہیں اور نہ ہی جذبات پر کوئی بندش۔ وہ پروردگارِ عالم ہے، اپنے در کے بھکاریوں، اپنے آستاں کے فقیروں سے خفا نہیں ہوتا

Marfat.com

اسے تو ہر ایسی ادا پر پیار آتا ہے۔ مانگنے کا یہ انداز بھی وہ خود ہی سِکھاتا ہے۔ اس کی رحمت جوش پر آتی ہے، وہ جانتا ہے کہ میرے بندے یہ جان کر مجھ سے مانگ رہے ہیں کہ میرے سوا ان کا کوئی نہیں میری بارگاہ کو آرزوؤں کا آخری در اور آخری آستانہ سمجھ کر مجھ سے بھیک مانگ رہے ہیں۔ یہ وہ کریم ہے جو خطا بخش ہے، عطا پاش ہے۔ مانگنے والوں کو دے کر خوش ہوتا ہے۔ اپنے خزانوں کو لٹانا اس کی مشیّت ہے، کیونکہ اس کے خزانوں میں کبھی ذرہ برابر کمی نہیں آتی، نہ اِس در سے آگے کوئی در ہے، نہ اس پروردگار سے بڑھ کر کوئی کرم گستر اس لیے کسی کو مانگنے میں نہ جھجک ہے نہ عار، بھکاری کو یہاں بھیک مانگنے میں ایک گونہ لذّت حاصل ہوتی ہے، ایک کیف محسُوس ہوتا ہے، اس در پر بھیک مانگنے سے انسان کی عظمت اور اس کے شرف میں اضافہ ہوتا ہے۔ بیکسی کے اس انداز میں اسکے درجات کی بلندی اور رُوح کی تسکین کا سامان موجُود ہے ــــ"

حرمِ پاک میں زائرین کا ہجوم

اب زائرین کا ہجوم بہت زیادہ ہوگیا، گروہ در گروہ ایرانی ترکی، سوڈانی، افریقی، یمنی اور دوسرے ممالک کے لوگ آ گئے تھے۔ افریقی، سوڈانی، لوگوں کے سروں پر سے پھلانگتے حرم میں داخل ہوتے، یہ لوگ سیاہ فام، تنومند اور ڈیل ڈول کے انسان تھے۔ ان کی عورتیں بھی انھی کی طرح دراز قد اور صحّت مند تھیں۔ ان کا ایک ریلا آتا تو ہر صف کے لوگ تتر بتر ہو جاتے، ان کا جمِ غفیر کسی یلغار سے کم نہ تھا۔ اِس سیلابِ تند کو بھلا کون روک سکتا تھا؟ اب مطاف میں سکون و دلجمعی

Marfat.com

سے نماز ادا کرنا دشوار ہو گیا تھا۔ مکبّر کے سامنے مطاف میں چکوال کے ایک بزرگ اپنے خاص مقام پر عصر سے عشار تک بیٹھتے تھے اور اسی جگہ عصر، مغرب اور عشار کی نماز ادا کرتے، یہ بزرگ دراز قد، سفید رنگ، نورانی چہرہ، آنکھوں میں تقدّس کی چمک، نہایت صاف ستھرا سفید لباس اور ٹوپی پر سفید عمامہ باندھے ہوتے۔ ان کے گرد عقیدت مندوں کا حلقہ رہتا، وہ ان کو حج کے مسائل اور شعائرِ حج نہایت سادہ اور دلنشیں انداز میں بیان فرماتے۔ کلامِ پاک کے حافظ تھے، برمحل کلامِ پاک کی آیاتِ شریفہ تلاوت کر کے مسائل کی تشریح کرتے جس سے مسئلہ ذہن نشین ہو جاتا۔ کبھی کبھی راقم الحروف بھی ان کی مجلس میں شرکت کرتا ——

مَیں ایک روز ان بزرگ کے قریب نمازِ مغرب ادا کر رہا تھا کہ سیاہ فام حضرات کا ایک ریلا آیا۔ وہ مطاف سے باہر نکل رہے تھے، ان میں عورتیں بھی شامل تھے۔ یہ ریلا پوری کی پوری صف اُڑا کر لے گیا، مولانا موصوف تین قطار پیچھے پہنچ گئے اور ایک کھمبے کو پکڑ کر بچے۔ سب کی نمازیں ٹوٹ گئیں، جان بچانا تک مشکل ہو گیا۔ دوبارہ نماز کی نیّت باندھی، ایک عورت بالکل میرے سامنے آ کھڑا ہُوا، سجدے کو جگہ نہ تھی اس کے پاؤں کے درمیان ٹیڑھا ہو کر سجدہ کیا، بڑی مشکل سے نماز ادا کی، مگر دل گواہی دیتا تھا کہ مولا کریم ان منتشر سجدوں کو بھی ضرور قبول کرے گا وہ تو دلوں کی کیفیّات کا شناسا ہے۔ نمازِ عشار میں ایسا واقعہ دوبارہ پیش آیا۔ دوسرے روز مَیں نے بالائی منزل میں نماز پڑھنا شروع کر دی، زائرین یہاں بھی پچھلی قطار سے چلتے اور نمازیوں میں گھستے چلے جاتے، سب زائر تھے، سب اللہ تعالےٰ کے مہمان تھے، اس لیے ہر حرکت گوارا تھی، ہر تکلیف بہ طیبِ خاطر برداشت کرتا تھا۔ یہ ضبطِ نفس کا بہترین درس تھا، خود شناسی کا گراں بہا موقع تھا، یہ تمام واقعات عظمتِ کردار اور قبولیّتِ ذات کا موجب بنتے ہیں، اللہ تعالیٰ دلوں کے تمام احوال سے آگاہ ہے، اسکی نگاہ ظواہر پر نہیں۔ وہ اگر بندوں کی

Marfat.com

لغزشوں سے صرفِ نظر نہ کرے تو پھر کون پردہ پوشی کرے ؟ وہ اگر نہ نوازے تو سائل کہاں جائے ؎

فرو ماندگاں را بہ رحمت قریب
تضرّع کناں را بہ دعوت مجیب

Marfat.com

حج کے پانچ روز

مکہ مکرمہ سے منیٰ کا سفر تمام زائرین کی آرزوؤں کا دن آپہنچا، سعادتوں اور برکتوں کا دور آگیا۔ حج کے پانچ دن مسلسل نزولِ رحمت کے دِن ہیں —— ۷۔ ذوالحجہ کو منیٰ جانے کی تیاریاں ہونے لگیں۔ منازلِ برکات میں یہ پہلی منزل ہے۔ یہ حج کے راستے میں پہلا مقام ہے۔ اس سال زائرین کی تعداد انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ سرکاری گنتی دس لاکھ کے قریب تھی۔ مقامی روزنامے نے حجاج کی کل تعداد پچیس لاکھ تک تحریر کی تھی ——

زائرین حرم کے اِس جمِّ غفیر کا منیٰ تک پہنچنا آسان کام نہ تھا، گاڑیاں لاتعداد تھیں مگر پھر بھی ناکافی۔ بسوں، ٹیکسیوں اور کاروں کے کرایوں میں خاصا اضافہ ہوگیا تھا جو عام زائر کی بساط سے زیادہ تھا۔ مشتاقانِ حرم کی اکثریت پیدل ہی روانہ ہوگئی۔ مکہ مکرمہ سے منیٰ تک سڑکوں کے دونوں طرف زائرین کے ٹھٹ کے ٹھٹ تھے، پیدل چلنے والے

Marfat.com

مختصر سا سامان اُٹھائے، ضعیف و ناتواں والدین کو سہارا دیتے جا رہے تھے ——یہی وہ دن تھا جسکے لیے عمر کا طویل حصّہ رو رو کر کاٹا تھا۔ یہی وہ پانچ دن تھے جن کی سعادتوں کے حصول کے لیے دور و دراز کا سفر کیا تھا۔

ٹریفک رُکی ہوئی تھی، دس پندرہ منٹ کے بعد ٹیکسی پانچ دس گز چلتی۔ پھر دوسری طرف کی ٹریفک شروع ہو جاتی۔ کسی زائرِ حرم کو بھوک، پیاس کا احساس تک نہ تھا، ہر فرد ایک عجیب و غریب کیف سے سرشار، اپنی دنیائے آرزو میں آباد اس مقدّس سفر پر رواں دواں تھا۔ لگن صرف ایک تھی کہ یہ راستہ جلد طے ہو جائے، دامن گناہوں سے پاک ہو جائے۔ آخرت میں سرخروئی نصیب ہو، خداوندِ کریم اس مقدّس سفر کے صدقے، اس جادۂ نور کے طفیل، زندگی کی تمام لغزشوں اور جُملہ خطاؤں کو معاف کر دے، پولیس نے نہایت چابکدستی سے ٹریفک کو کنٹرول کیا ہوا تھا۔ ہزاروں کی تعداد میں کاریں، ٹیکسیاں، بسیں سڑکوں پر موجود تھیں مگر اللہ تعالےٰ کا خصوصی کرم تھا کہ کہیں کوئی حادثہ پیش نہ آیا۔ یہ واقعی ایک عظیم مرحلہ تھا، معلّم حضرات نے بسوں کا انتظام بھی کیا تھا مگر سب زائرین کے لیے ٹرانسپورٹ کہاں سے مہیّا کرتے۔ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ زائرین کرام کی تعداد اتنی زیادہ ہوگی، دوسرے ممالک سے حاضر ہونیوالوں کے علاوہ کثیر تعداد میں لوگ مکّہ مکرّمہ اور مدینہ منورہ کے مضافات سے حج کے لیے آئے ہوئے تھے، کوئی ایک رات قبل پہنچا کوئی اسی پل مکّہ مکرّمہ میں اُترا۔

۷۔ ذوالحجہ کو منیٰ جانے کا پروگرام بنا، مختصر سا سامان باندھا، کھانا پکانے کے مختصر سے برتن اور دوسری ضروریات ساتھ لیں، ٹیکسی کی تلاش میں نکلے۔ مکّہ مکرّمہ سے منیٰ تک کاروں، ٹیکسیوں اور بسوں کا ایک سلسلہ رواں تھا۔ ہجومِ خلائق اور دشواریٔ راہ کے باعث ہر لمحہ صبر آزما تھا۔ مکّہ مکرّمہ سے منیٰ تک تقریباً پانچ میل کا فاصلہ ہے، صورتِ حال کو دیکھ کر ہر لحظہ پریشانی

Marfat.com

بڑھ رہی تھی، یا الٰہی اب کیا ہوگا، ہر سانس دُعا بن گیا، منیٰ تو بہر حال پہنچنا ہے۔ اسی دن کے لیے تو گھر سے روانہ ہوئے تھے۔ تین ماہ اسی روزِ سعید کے انتظار میں گزرے تھے تھک ہار کر سڑک کے کنارے برابر چلتی ہوئی ٹیکسیوں کو دیکھ رہے تھے، آخر ایک خالی ٹیکسی نظر پڑی، مَیں اس کی طرف لپکا، یوں معلوم ہوتا تھا جیسے ڈرائیور کو ہماری پریشانی اور درماندگی پر ترس آگیا ہو۔ ہمارا ہر ساتھی مجسّم التجا بنا ہُوا تھا۔ پریشانی ہر چہرے پر محیط تھی اِس بیتابی کو پہلی نظر ہی میں دیکھا جاسکتا تھا۔ مَیں نے عربی میں کہا کہ ہمارے ساتھ ایک انتہائی ضعیف بزرگ ہیں، ایک ضعیفہ ہے ان کے لیے پیدل سفر ناممکن ہے۔ اس نے سگریٹ سُلگایا، خیال گزرا کہ ہماری التجا دھوّاں بن کر اُڑ جائے گی، مگر خلافِ توقّع اس نے کہا "خمسین ریال" یعنی پچاس ریال، مَیں دروازہ کھول کر ٹیکسی میں بیٹھ گیا، بحث و تمحیص کی گنجائش کہاں تھی، میرا ساتھی بھی لپک کر ٹیکسی میں آگیا۔ ہمارا قیام اونچی جگہ تھا، اسی مقام سے چڑھائی شروع ہوتی تھی مَیں نے ڈرائیور سے کہا "فوق" یعنی بلندی کی طرف، اسے ہماری قیام گاہ تک پہنچنے میں انتہائی دشواری کا سامنا کرنا پڑا، قدم قدم رکاوٹ تھی، راستے میں ٹیکسیوں، بسوں اور کاروں کا تانتا بندھا تھا، وہ اِن سے بچتا بچاتا بالآخر ہماری قیام گاہ تک پہنچ گیا۔ خداوندِ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، اللہ تعالیٰ کے کرم سے یہ مشکل مرحلہ بھی طے ہوگیا۔

جلدی سے سامان اُٹھا کر ڈگی میں رکھا، ٹیکسی میں بیٹھ کر اطمینان کا سانس لیا۔ نمازِ عصر کے بعد ہم منیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ شہر سے باہر نکلنا سخت کٹھن تھا، ٹیکسی رُک رُک کر چلتی تھی۔ حدِ نگاہ تک گاڑیوں کی لائن نظر آتی تھی۔ قدم قدم پر سپاہی ٹیکسی روک رہے تھے، پولیس کی گاڑی جس پر سُرخ بتّی دائرے کی شکل میں گھوم رہی تھی۔ سڑک کے دونوں طرف تیزی سے گزر جاتی۔ غالباً یہ گاڑی ہجوم کا جائزہ لے رہی تھی اور ٹریفک کے نظم و ضبط پر مامور تھی۔ ہم

Marfat.com

ذہنی تھکن سے مضمحل تھے، چند گھنٹے جو ٹیکسی کی تلاش اور اُمید و بیم کی کشمکش میں گزرے تھے، اُنہوں نے ذہن و جسم دونوں کو نڈھال کر دیا تھا - ڈرائیور سے بات کرتے بھی ڈر لگتا تھا مبادا گاڑی سے نیچے اُترنے کا حکم صادر کر دے، پھر کون پرسانِ حال ہو گا؟ نہ ہم میں سامان اُٹھانے کی سکت تھی نہ ہمارے ساتھیوں کو پیدل چلنے کا یارا —— پانچ میل کا فاصلہ آٹھ گھنٹوں میں طے ہُوا۔

معلّم کے خیمے کی تلاش

منیٰ پہنچ کر پریشانی لاحق ہوئی کہ ہمیں معلّم کی قیام گاہ معلوم نہ تھی۔ پلاٹ نمبر ۳۹ تو یاد تھا مگر یہ پلاٹ کہاں ہے کچھ معلوم نہ تھا، صرف اِتنا یاد تھا کہ معلّم کا خیمہ مسجد جفاد کے قریب ہے، مسجد ڈھونڈنے میں دیر لگی۔ جس سپاہی اور جس دکاندار سے مسجد کا پتہ پُوچھا اُس نے نفی میں سر ہلا دیا۔ آخر ایک مردِ درویش، خدا ترس نے نشاندہی کی، ڈرائیور منیٰ کی سڑکوں پر کافی دیر سے پھر رہا تھا۔ آخر اس کا پیمانۂ صبر بھی لبریز ہو گیا اور اس کے لہجے میں تیزی آ گئی - وہ بھی حق بجانب تھا واقعی پچاس ریال اس سفر کا بہت کم کرایہ تھا۔ ڈرائیور نے مسجد کے نزدیک ٹیکسی روکی اور اُترنے کا اشارہ کیا، ہم نے سامان ڈگی سے نکالا اور مسجد کے قریب ڈھیر کر دیا، خُدا کا شکر ادا کیا کہ یہ مُشکل منزل طے ہو گئی - بہت بڑا مرحلہ گزر چکا تھا - اب ہم منیٰ میں تھے، اب کسی وقت معلّم کا خیمہ مل ہی جائے گا- قریب ہی ایک دکان میں بجلی کی انگیٹھی پر مُرغ بھُونے جا رہے تھے - اسی دکان کے نزدیک پینے کا پانی نظر آیا- دکاندار سے پانی مانگا اُس نے پینے کی اجازت دے دی، پیاس بُجھ گئی، جسم میں تازگی پیدا ہوئی- اِتنے میں ایک مردِ درویش اُدھر آ نکلا، مختصر داڑھی، چھریرا بدن —— وہ عربی نژاد تھا مگر اُردُو میں بے تکلّف گفتگو کرتا تھا، دریافت کیا کہ کس معلّم کے خیمے میں جانا ہے- اس نے معلّم کا نام سُن کر کہا کہ برسوں سے اِس معلّم کا خیمہ اسی مسجد کے پاس ہوتا تھا- اُس نے مزید کہا کہ وہ معلّم

Marfat.com

دوست ہے اور اب اس کا خیمہ شاہراہ قریش پر ہے —— ہم نے بہت منت سماجت کی کہ ہمیں اس کے خیمے تک پہنچا دے۔ ہماری بے بسی اور کس مپرسی پر اسے ترس آ گیا، ہم نے بھی ممنون نگاہوں سے اس طرح دیکھا گویا خضرِ راہ مل گیا ہو۔ اب چشمۂ حیواں جلد ہی مل جائے گا۔ نجانے اس کے جی میں کیا آئی کہ کار نکالی اور اشارے سے کہا آیئے —— ہم دل ہی دل میں سوچ رہے تھے کہ خدا جانے کیا حقِ خدمت مانگے گا۔ لیکن ہمیں تو منزلِ مقصود تک پہنچنا تھا، رات زیادہ ہو چکی تھی، ہم نے پھر سامان اُٹھا کر کار میں رکھا، ایک موڑ پر ہمارا محسن اُترا اور سپاہی سے اُلٹی طرف جانے کی اجازت مانگی، ٹریفک یکطرفہ تھی۔ سپاہی نے کار کے اندر جھانکا، پژمردہ چہرے، پریشان و حیران آنکھیں —— سپاہی کو بھی ہمارے حال پر رحم آ گیا اور اُس نے اجازت دے دی۔ چند قدم پر معلّم کا خیمہ تھا جس پر کوئی بورڈ آویزاں نہ تھا، پتھر کے کھمبے پر مٹے ہوئے حروف میں پلاٹ کا نمبر درج تھا جو پڑھا نہ جا سکتا تھا۔

منیٰ میں قیام

خیمہ بہت کُشادہ تھا، مگر اندر مکمل تاریکی تھی، ہم سے پہلے چند زائرین خیمے کے آخری کنارے پر ٹھہرے ہوئے تھے، ہمیں دیکھتے ہی استقبال کے لیے ہماری طرف بڑھے اور اپنے قریب ٹھہرنے کو کہا، ہم نے اس پرتپاک استقبال کا شکریہ ادا کیا، سامان ان کے نزدیک دھرا، جانماز نکالے، مغرب اور عشاء کی نماز ادا کی، شکرانے کے نفل ادا کیے کہ خداوندِ کریم نے اس مقامِ سعید تک پہنچا دیا۔ جہاں سے شعائرِ حج کا آغاز ہوتا ہے۔ کیمپ میں اندھیرا تھا، بھوک شدت اختیار کر گئی، میرا ساتھی بازار سے بُھنا ہُوا مُرغ لے آیا، روٹی کی تلاش میں نکلے، ایک تنور سے روٹی بھی مل گئی، کھانا کھایا، خدا کا شکر ادا کیا، چائے پینے کے لیے پھر بازار کا رُخ کیا، ایک نیم روشن دکان پر چائے کا آرڈر دیا۔ دکاندار چراغ کی مدھم روشنی میں چائے بنانے لگا —— اس نے سٹوو جلایا

Marfat.com

غالباً منیٰ میں ہم اُس کے پہلے گاہک تھے۔ مَیں کرسی پر بیٹھ گیا میرے ساتھی بچھی ہوئی چٹائی پر بیٹھ گئے، دوسرے دکاندار نے قہوۂ احمر کا فنجان میرے سامنے رکھ دیا۔ گرم گرم قہوہ پی کر طبیعت میں فرحت پیدا ہوئی، جسم میں گرمی آ گئی، اس نے دوبارہ فنجان بھر دیا، کافی حد تک تھکن دُور ہو گئی۔ مَیں نے اس کرم فرما کا شکریہ ادا کیا۔ اتنے میں چائے تیار ہو گئی، تین افراد کے لیے چائے تھی۔ بل پُوچھا —— تین ریال، ایسی قیمتی چائے پہلے کہاں پی تھی۔ بہرکیف یہ بھی غنیمت تھا، واپس خیمے میں آئے مشین چل چکی تھی اور خیمے کے قمقمے روشن ہو گئے تھے۔

کنکریوں کی یہ زمین کتنی مُبارک ہے جس پر ہر حیثیت کا آدمی انتہائی رغبت سے سوتا ہے۔ سب کے بستر زمین پر لگے ہوئے ہیں، یہاں حاکم و محکوم کی تمیز نہیں، یہاں امیر و غریب کا کوئی امتیاز نہیں۔ سب اسی زمین پر آباد ہیں۔ وقار و تمکنت کو اس سرزمینِ مقدّس میں عجز و انکساری کا عملی درس دیا جاتا ہے۔ یہاں سب اپنا اپنا کام کرتے ہیں۔ کوئی سودا لا رہا ہے تو کوئی پانی کی تلاش میں نکلا ہے اور کوئی کھانے کے انتظام میں مصروف ہے، پیر بھی اسی مٹّی پر بیٹھا ہے۔ مرید بھی اسی زمین پر سو رہا ہے۔ کسی کے لیے کوئی سجّادہ و مسند نہیں۔

خیمے سے باہر نکلا، چند لمحوں میں ایک دُنیا آباد نظر آئی، بازار سج گئے، قمقمے روشن ہو گئے۔ ہر راستہ جگمگا اُٹھا جہاں کچھ عرصہ پہلے تاریکی تھی وہاں جشنِ چراغاں کی کیفیت تھی، زائرین کی ریل پیل تھی، دکانیں سامان سے بھر گئیں، ہر چیز قرینے سے سجی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ ہر دکان دعوتِ نظارہ دے رہی تھی، حدِ نگاہ تک خیمے ہی خیمے تھے، سامنے پہاڑ پر جگہ جگہ خیمے نصب تھے۔ زائرین نے پہاڑ کی بلندی تک کو قیام گاہ بنا لیا تھا، رات کی

Marfat.com

تاریکی میں ان خیموں کی بتّیاں اڑتے ہوئے جگنوؤں کی طرح معلوم ہوتی تھیں، یوں معلوم ہوتا تھا جیسے آسمان کے سارے پہاڑ کے دامن میں ٹانک دیے گئے ہوں، صبح اس میدان میں چند نفوس تھے جو انتظام کے لیے آئے تھے مگر شام ہوتے ہی لاکھوں انسانوں نے اس مقدّس میدان کو آباد کر دیا۔ ابھی کارواں آرہے تھے، پیدل چلنے والوں کی تعداد کم نہ ہوتی تھی، سڑکوں پر ٹریفک کی روشنی کی مسلسل لکیریں دکھائی دے رہی تھیں، لوگ اپنے اپنے کام میں مصروف تھے، دن بھر کی تھکن نے جسم نڈھال کر دیا تھا، بستر کھولے، آنِ واحد میں نیند کی آغوش میں چلے گئے، ایک پل میں سارے مناظر آنکھوں سے اوجھل ہو گئے، سب ہنگامے خاموش ہو گئے۔ نیند نے سب تکان دُور کر دی۔

۸۔ ذوالحجہ —— تمام حجّاج کو نمازِ ظہر سے قبل منیٰ پہنچنا ہے اس لیے ہر زائر کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ وقتِ متعیّن سے پہلے ہی حدودِ منیٰ میں داخل ہو جائے۔

۷۔ ذوالحجہ، نمازِ ظہر کے بعد امامِ حرم خطبہ دیتا ہے جس میں حج کے احکام و فضائل بیان کیے جاتے ہیں۔ آئندہ پانچ دنوں کے متعلق ہدایات دی جاتی ہیں۔ یہ خطبہ عربی میں ہوتا ہے۔ یہی مسنون طریقہ ہے۔ وزارتِ حج و اوقاف نے ایک کتاب بھی شائع کی ہے جس میں زائرین کے لیے مکمل ہدایات درج ہیں اس کے علاوہ بہت سی کتب اس سلسلے میں شائع ہو چکی ہیں جن میں بالتفصیل مناسکِ حج تحریر کیے گئے ہیں۔ ہر زائر ان سے استفادہ کر سکتا ہے۔ مسجدِ نبوی اور بیت اللہ شریف میں علمائے کرام روزانہ مناسکِ حج بیان فرماتے ہیں اور پھر انہیں دہرایا جاتا ہے تاکہ وہ ہر زائرِ حرم کے ذہن نشین ہو جائیں اور نئے سننے والے بھی مستفیض ہو سکیں۔

انگریزی میں تقریر ایک دن حرم پاک میں ایک نوجوان انگریزی میں تقریر

Marfat.com

کر رہا تھا۔ لباس بھی انگریزی تھا۔ رُکنِ یمانی اور رکنِ شامی کے سامنے کنکریوں کے پلاٹ میں مناسکِ حج پر گفتگو کر رہا تھا، خدا جانے کتنے زائرین انگریزی سمجھتے ہونگے —— انگریزی گو دنیا کی معروف زبانوں میں سے ہے۔ ہم نے اسے سکولوں اور کالجوں میں پڑھا ہے اور بوقتِ ضرورت اس میں بات چیت بھی کر لیتے ہیں مگر حرمِ پاک میں یہ زبان بھلی معلوم نہ ہوئی اس سے غرابت ٹپکتی تھی جو حرمِ پاک کی لطافت و تقدیس کے منافی نظر آتی تھی، یہاں تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان، کلامِ پاک کی زبان اور اہلِ جنّت کی زبان ہی لُطف دیتی ہے۔ خیر یہ میرے اپنے احساس کی بات ہے، چلتے چلتے چند جُملے کان میں پڑے، طبیعت نے اِس زبان کو حرمِ پاک کی مقدّس زمین میں سُننا گوارا نہ کیا۔ البتّہ علماء اُردو، فارسی اور عربی میں مناسکِ حج بیان کرتے رہتے تھے جن سے رُوح لذّت اندوز ہوا کرتی تھی۔

۷۔ ذوالحجہ، تمام زائرین حرمِ پاک میں موجود ہوتے ہیں۔ لاکھوں آدمیوں کو نماز ادا کرنا ہوتی ہے چنانچہ نمازیوں کی صفیں حرمِ پاک سے باہر سڑکوں تک پھیل جاتی ہیں، فٹ پاتھ پر مصلّے بچھ جاتے ہیں اور کچھ عرصہ کے لیے ٹریفک رُک جاتی ہے۔

نماز سے فارغ ہو کر ہر شخص پیدل یا سواری پر منیٰ پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ وقت خاص طور پر بہت نازک ہوتا ہے۔ ہر شخص کو یہ فکر دامنگیر ہوتا ہے کہ وہ جلد حدودِ منیٰ میں داخل ہو جائے۔

ہم تو ایک روز پہلے ہی پہنچ چکے تھے، ۷، ذوالحجہ، ظہر کی نماز ادا کر کے شام تک منیٰ میں مقیم تھے۔ ۸ ذوالحجہ آنے والوں کی حالت دیدنی تھی۔ صبح خیمے میں چند نفوس تھے مگر دیکھتے ہی دیکھتے سارے خیمے میں بستر لگ گئے۔ خیمے سے نکلنا دشوار ہو گیا۔ لوگ اپنے ساز و سامان کو ترتیب دے رہے تھے، مرد سودا سلف لینے بازار چلے گئے، عورتیں چولھا گرم کر کے جو کچھ

Marfat.com

پاس تھا پکانے لگیں، کیمپ کی مختلف جگہوں پر نماز باجماعت بھی ادا کی جاتی تھی۔ ہمارے خیمے میں حضرت معصوم علی شاہ صاحب سجّادہ نشین موری شریف موجُود تھے۔ تقریباً تمام نمازیں ان کی اقتدار میں ادا کیں، یہ سعادت بھی نصیب رہی کہ ایک خدا کے برگزیدہ بندے کی اقتدار میں منیٰ کے مقدس مقام پر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدے ادا ہوئے۔

منیٰ کا منظر

خیمے سے باہر عجیب منظر تھا، بھیڑ اس قدر تھی کہ دو قدم چلنا دشوار تھا۔ اِتنا بڑا ہجوم کسی موقع کسی مقام پر نہ دیکھا تھا۔ کچھ زائرین معلّموں کے کارڈ لیے خیموں کا پتہ پُوچھ رہے تھے۔ گھنٹوں سے پریشاں پھر رہے تھے اگر کسی مردِ خدا کو اس معلّم کے خیمے کا علم ہُوا تو رہنمائی کر دی ورنہ یہاں سب اجنبی تھے۔ یہ ساری بستی اجنبیوں ہی نے آباد کی تھی۔ یہ نو آبادبستی ملک ملک سے آنے والوں کی قیام گاہ تھی۔ ایک رات قبل یہاں چٹیل، ریتلا میدان تھا جس کے اِرد گرد تپتے ہُوئے پہاڑ تھے مگر اب وہاں اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان ہو رہی تھی۔ لاکھوں زبانوں پر تسبیح و تہلیل تھی، پانچوں وقت اللہ اکبر کی صدا اِرد گرد پھیلے ہوئے پہاڑوں میں گونجتی تھی۔ ہر زبان حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رسالت کی گواہی دے رہی تھی۔ درُود و سلام کے نغموں سے فضا معمُور تھی۔ یہاں زائرین کو عبادت کے سوا کوئی کام نہ تھا۔ حج کے فرائض ادا کرنے والوں نے نہ صرف اس ریتلے میدان کو آباد کیا بلکہ پہاڑوں کے سینوں کو اپنے خیموں سے ٹھنڈک پہنچائی —— دکانوں پر اشیاء کے ڈھیر لگ گئے، ضرورت کی ہر چیز وافر مقدار میں مل سکتی تھی۔ خریداروں کے انبوہ تھے۔ دکاندار کو بات سُننے کی فرصت تک نہ تھی، منہ مانگے دام لیتا تھا۔ زائرین بھی اپنی اشیائے ضروریہ ہر قیمت پر خریدنے کو تیار تھے۔ سب سے زیادہ بھیڑ تنور پر تھی۔ منیٰ میں یہی سب سے بڑی دکان تھی جہاں گیس کے بڑے بڑے تنوروں میں روٹیاں پکتی تھیں، دکان کے باہر زائرین ہاتھوں میں پیسے لیے

Marfat.com

گرمی میں پہروں کھڑے رہتے ـــــــ سامنے تنور سے گرم گرم روٹی نکلتی، خریدار کی نظریں روٹیوں کا تعاقب کرتیں کہ شاید اس کا نام ان روٹیوں پر لکھا ہو ـــــــ روٹیاں فروخت کرنے والے تک تو پہنچتیں، مگر وہ دوسرے ہاتھوں میں چلی جاتیں۔ اب پھر ہر ایک کی نظر تنور پر گڑی ہے، بعض تو اس پریشانی سے تنگ آکر، گرمی سے نڈھال خالی ہاتھ لوٹ آتے مگر اکثر روٹیاں حاصل کر ہی لیتے۔ کمیابی کی صورت میں نرخوں کا بڑھ جانا بھی ایک فطری امر تھا ـــــــ اللہ اکبر کن کن آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے، کن کن تکالیف کا سامنا ہے مگر لب شکوے سے ناآشنا ہیں، زبان سے پریشانی کا اظہار نہیں۔ مقصود سب کا ایک ہے ـــــــ بس یہ سعی اور یہ حج مقبول ہو جائے زندگی بھر کے گناہوں کی معافی مل جائے۔ اس انعام، اس کرم کے مقابلے میں کسی تکلیف کا احساس کیونکر باقی رہ سکتا ہے؛ یہ تکلیف بھی گناہوں سے معافی کی صورت ہے، کرم کا بہانہ ہے، درگزر کا ذریعہ ہے۔ نجات کا وسیلہ ہے۔ یہاں لباس اور صورت ہر دو گدایانہ ہیں ـــــــ

منیٰ میں نعتیہ مجلس

۸۔ ذوالحجہ کا دن تو کام دھندوں میں گزر گیا جو تھوڑا بہت وقت ملا وہ تسبیح و تہلیل میں گزرا۔ رات کافی دیر تک جاگے، کھانے سے فارغ ہو کر نمازِ عشاء ادا کر کے سویا، نیند نے جلد ہی خیالات کے دروازے بند کر دیے اور سوچ کا ایوان مقفل ہو گیا ـــــــ ذہن کے نہاں خانے میں جو انجمن آرائی ہے اس کا علم سونے والے کو کم ہی ہوتا ہے، ابھی چند منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ ذہن کے پٹ کھل گئے، ہوش کا در وا ہو گیا۔ شعور نے خواب گاہ پر دستک دی، ایک سریلی آواز اور ایک پرسوز لے سنائی دی۔ نیند اور تھکن کی وجہ سے کوشش کی کہ نہ اٹھوں اور پھر خواب کے شبستان میں پہنچ جاؤں مگر وہ آواز اس قدر مسحورکن تھی کہ دامنِ دل بے ساختہ اسکی طرف کھنچ

گیا۔ کوئی زائر حمد کے ترانے گا رہا تھا۔ اور پُرسوز لَے میں "عطا کر دے" کی ردیف میں اپنی التجائیں خداوندِ کریم کے حضور پیش کر رہا تھا۔ سارا کیمپ سو رہا تھا۔ چند نفوس کمال اشتیاق کے ساتھ اس کے گرد حلقہ بنائے، اس کے کلام کے سوز میں ڈوبے ہوئے تھے۔ یہ مردِ خدا اللہ تعالیٰ سے ایثارِ صدیق رضی اللہ عنہ، عدلِ فاروق رضی اللہ عنہ، غنائے عثمان رضی اللہ عنہ اور شجاعت علی رضی اللہ عنہ کی بھیک مانگ رہا تھا ـــــ حمد کے بعد اس نے انتہائی رقت سے سلام بحضورِ سیّدِ کونین صلّی اللہ علیہ وسلّم پیش کیا، اس موقع پر ضبط نہ ہو سکا، نامِ نامی سنتے ہی ادب و احترام سے اس کے پاس جائیں، بغیرِ تعارف اور بغیرِ تکلف اِس مجلسِ مبارک میں شریک ہو گیا۔

اشعار سے عشق و سرمستی، والہانہ عقیدت و محبّت اور وارفتگی نمایاں تھی۔ چند دن پہلے مجھے سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے آستانہ اقدس پر حاضری کا شرف نصیب ہوا تھا۔ فراقِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بے کل کر دیا، سعادتوں کے وہی لمحات یاد آ گئے۔ لُطف و کرم کی گھڑیوں کا تصوّر ذہن کے ورق پر جگمگانے لگا، وہی کیف کے ساغروں کا نشہ رُوح پر طاری ہو گیا۔ خمخانۂ کرم سے ہر آدمی سیراب ہو کر آتا ہے۔ قلب و رُوح کی تشنگی بُجھ جاتی ہے، پھیلے ہوئے دامنوں کو نوازا جاتا ہے۔ اشکوں کی التجائیں قبول ہوتی ہیں۔ اس کی سوز بھری آواز نے زندگی کی پاکیزہ محفلوں کے نقوش تازہ کر دیے۔ آنکھوں سے چشمہ پھُوٹ پڑا۔ مواجہہ شریف پر حاضری کے لمحات حال کا حصّہ بن گئے، ہاتھ باندھ کر، اشکبار آنکھوں، دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ سلام پیش کرنے کا منظر یاد آ گیا، جب یہ صاحب سلام پڑھ چکے تو احباب سے اور نعت سُنانے کی فرمائش ہوئی۔ انہوں نے اِسی کیفیّت کے ساتھ دوسری نعت کے اشعار پڑھنا شروع کر دیے۔ زندگی میں ایسے متبرک مقام پر، حبیبِ خُدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ثنا، خُدائے عزّ و جلّ کی حمد، پاکیزہ محبّت، خاموشی، سکُوت ـــــ یہ لمحات زندگی کا سرمایا ہیں

Marfat.com

جن کا دامن حشر تک دراز ہے۔ یہ نعت تو غیر مختتم ہے۔ سب رو رہے تھے۔ قلب و نظر کو جلا مل رہی تھی، انوارِ الٰہی کا نزول ہو رہا تھا، اِس عاشقِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کئی نعتیں سُنائیں۔ تمام عمر مشاعروں میں گزاری ہے۔ جگر مراد آبادی کی ترنّم ریزی سے کان آشنا تھے۔ دوسرے شعراء کا ترنّم بھی رُوح کی پہنائیوں میں موجود تھا، مختلف کیفیات ذہن کے پردوں پر منقوش تھیں مگر اس مقدّس مقام پر، ان وجد آفریں لمحات میں اس پُرسوز آواز نے دِل پر جو اثر کیا، وہ پہلے کبھی نصیب نہ ہُوا تھا۔ جب وہ صاحب نعت سُنا چکے تو ان کا تعارف ہُوا یہ مترنّم شاعر حفیظؔ بنارسی تھے —— آرا یونیورسٹی میں شعبۂ انگریزی کے صدر تھے۔ اپنی والدہ ماجدہ اور اہلیہ کے ساتھ حج کے لیے حاضر ہوئے تھے، ایک متشرّع نوجوان، دیندار، سینے میں سوز و گداز کی شمع روشن کیے ہُوئے —— ابھی مدینہ منوّرہ' آستانۂ سرکار صلّی اللہ علیہ وسلّم پر حاضری نہیں ہوئی تھی، یہاں ایک مختصر سا واقعہ درج کیے دیتا ہُوں۔ جس سے حرمین شریفین کے آداب اور ان کی اہمیّت جزوی طور پر سمجھ میں آسکتی ہے۔ ایک نوجوان نے کسی بزرگ سے دریافت کیا کہ آپ مکّہ مکرّمہ کب تشریف لائے؟ ان بزرگ نے نہایت نرمی سے نوجوان کو بتایا کہ بیٹا مکّہ مکرّمہ اور مدینہ منوّرہ میں حاضر ہوتے ہیں، تشریف نہیں لایا کرتے۔ آپ کو پوچھنا چاہیے تھا کہ کب حاضری ہُوئی۔ کائنات میں دو دربار ایسے ہیں جہاں ہر آدمی فقیر بن کر حاضر ہوتا ہے ایک سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کا دربارِ اقدس و اطہر ہے اور دوسرا بیتُ اللہ شریف ہے۔

حفیظؔ بنارسی صاحب نے مجھ سے شعر سُنانے کی فرمائش کر دی، مدینہ منوّرہ کے بابرکت قیام میں چند نعتیں حضُورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کرم سے کہی تھیں، ان میں سے ایک نعت سنائی جس میں دربارِ گہربار کی حاضری کے تاثّرات تھے۔ سنتے ہی سب بیکل ہو گئے، اشکوں میں حسرت و ارمان کی تصویر کھنچ گئی، برکت و سعادت کے لیے نعت درج کر رہا ہُوں:

Marfat.com

نعت

بحضورِ سرورِ کونین صلّی اللہ علیہ وسلّم

تلخیٔ ہجر کے ایسے بھی زمانے دیکھے
جن کے انعام میں رحمت کے خزانے دیکھے

ایک آنسو سے مری فردِ گنہ صاف ہوئی
اُن کے دربار میں بخشش کے بہانے دیکھے

جن کو سرکارِ دو عالم سے رہی ہے نسبت
وُہ فضیلت کے نشانات پُرانے دیکھے

آپؐ کا عکس ضیا ریز نظر آیا ہے
جس طرف آنکھ اُٹھی آئنہ خانے دیکھے

سب مقاماتِ مقدّس ہیں نظر کے آگے
للّٰہِ الحمد کہ رحمت کے ٹھکانے دیکھے

جن کی خوشبو سے معطّر ہے فضائے عالم!
وہ حسیں پھول مدینے میں صبا نے دیکھے

جس نے اِک بار سوئے گنبدِ خضریٰ دیکھا
اُس نے انوارِ الٰہی کے خزانے دیکھے

ہو نہیں سکتے کبھی محو دلِ حافظؔ سے
راہ طیبا کے مناظر جو سہانے دیکھے

Marfat.com

حفیظ بنارسی صاحب نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا : حافظ صاحب ! آپ خوش نصیب ہیں کہ آپ کو سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قدموں میں دو ماہ گزارنے کی سعادت نصیب ہوئی، ہم تو ترستے ہیں کہ کب وہ سعادت کی گھڑی آئے گی، جب آستانۂ اقدس کی جھلک دیکھیں گے اور رحمتوں کا خزینہ وہ گنبدِ خضریٰ نظر آئے گا۔ مجھ سے مزید نعتوں کی فرمائش کی۔ یہ مجلس نہایت پاکیزہ اور متبرک تھی، دل چاہتا تھا کہ دامن میں جس قدر گہر ہائے کرم ہیں ان سب کو عاشقانِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم پر نچھاور کر دیا جائے۔ رات کافی بیت چکی تھی، اگلے روز عرفات کو روانگی تھی اس لیے یہ بابرکت مجلس ختم ہوگئی تاکہ تھوڑا بہت آرام کر کے میدانِ عرفات جانے کی تیاری کی جائے جو مقصودِ سفر ہے ——————

عرفات کو روانگی

مؤذّن کی اذان کے ساتھ آنکھ کھلی، پانی کے ٹینک پر لوگوں کا ہجوم تھا، اس کیمپ میں تقریباً دو ہزار حجّاج ہوں گے، وضو کیا، نمازِ فجر ادا کی، ایک رات پہلے ایک ڈرائیور سے چار سو ریال میں بات طے ہو چکی تھی، حضرت معصوم علی شاہ صاحب کے حلقۂ ارادت کو ملا کر کل سولہ افراد بنتے تھے، ڈرائیور وقتِ مقرّرہ پر آگیا، مختصر سا سامان باندھا، کیونکہ ایک رات ہی باہر قیام تھا۔ سامان ٹیکسی میں رکھّا اور حج کے سب سے بڑے رُکن کی ادائیگی کے لیے عرفات روانہ ہوگئے۔ آج سڑک پر ایامِ حج کا سب سے بڑا ہجوم تھا۔ آج ہر زائر کو ظہر سے پیشتر میدانِ عرفات میں حاضر ہونا تھا۔ آج تمام حجّاج کا مقصود ایک، منزل ایک اور جذبہ ایک تھا۔ اس میدانِ مبارک کی حاضری نے جُداگانہ نظریات کے تمام راستے مسدود کر دیے تھے۔ خیالات کی تمام دھاریں، فکر کے تمام سوتے، تصوّرات کے تمام نقشے اس مقام پر آکر مِل جاتے ہیں، یک جہتی و ہم آہنگی کی مکمّل تصویر عرفات کے میدان میں دکھائی دیتی ہے۔ نسلی امتیازات تو حرمِ پاک کے دروازے ہی پر ختم ہوگئے تھے، عقائد کے

Marfat.com

اختلافات یہاں آکر مٹ گئے۔ یہاں ہر زائر کی حاضری ضروری ہے، یہاں کے مختصر قیام کا نام حج ہے۔

ہماری ٹیکسی عرفات کے میدانِ مقدس میں پہنچ گئی، مُعلّم کے ملازموں نے شبرا ہوٹل کے ساتھ راستہ نمبر ۷ پر خیمہ کا پتہ بتایا تھا۔ اتنے بڑے ہجوم میں خیمہ تلاش کرنا بھی کارے دارد تھا۔ ٹیکسی کو سڑک کے ایک کنارے پر کھڑا کیا۔ مَیں اور ملک سلیمان صاحب ڈرائیور کے ہمراہ خیمہ کی تلاش میں نکلے، ڈرائیور نے بتایا کہ وہ شبرا ہوٹل کے محلِ وقوع سے واقف ہے۔ مگر یہ عجیب بات تھی کہ وہ ہر دس قدم پر شبرا ہوٹل کا پتہ پوچھتا تھا۔ پھر ہم اس سے پُوچھتے کہ تمہیں شبرا ہوٹل کا علم بھی ہے؟ وہ اپنی آنکھوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا کہ اس نے وہ ہوٹل اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ مگر پھر عربی زبان میں کسی راہگیر سے شبرا ہوٹل کا پتہ پوچھتا، اسکی اِس سادگی پر بیساختہ ہنسی آگئی، راہنمائے گم کردہ راہ کا یہی حال ہوتا ہے۔ ہر قدم پر کارواں کو منزل کی خوشخبری دیتا ہے مگر پھر خود ہی راستہ بھُول جاتا ہے ؎

فریبِ منزلِ مقصود دے گئے ہم کو
کہاں یہ راہنما کارواں کو لے آئے

زندگی سعئ مسلسل کا نام ہے یہی کشمکش، یہی جستجو، یہی تگ و دو عزم کو پختہ، لگن کو برقرار، اور ذوق کو زندہ رکھتی ہے۔ یہی راستے کو حسین بناتی چلی جاتی ہے، اگر یہ مستقل جدوجہد یہ پیہم کاوش نہ ہو تو زندگی مُردہ ہو کر رہ جائے ؎

ذرا آگے بڑھو تو جز بیاباں کچھ نہیں مِلتا
یہ منزل کا حسیں فتنہ ہماری گمرہی تک ہے

ڈرائیور کی بات ہو رہی تھی، وہ نہایت شریف اور بردبار انسان تھا، اس کے چہرے پر شکن نہ آئی، نہ پریشانی کے آثار ظاہر ہوئے ——— مَیں نے تفننِ طبعی کے طور پر

ڈرائیور سے دریافت کیا: "أنت تعلم الطّریق" اُس نے پھر اسی سادگی سے جواب دیا۔ "أعلم" خدا خدا کر کے شبرا ہوٹل کا بورڈ دکھائی دیا۔ اب اس کے سامنے خیموں کے بورڈ پڑھنا شروع کیے۔

عرفات میں قیام

آخر کار معلّم 'سالم علی بو' کا بورڈ نظر آگیا، اس وقت تک خیمے آباد ہو چکے تھے، خدا جانے اتنا بڑا ہجوم عرفات کیسے پہنچ گیا۔ خیموں میں جھانکتے ہیں تو کوئی خیمہ خالی نظر نہیں آتا، ٹیکسی دُور سڑک پر کھڑی تھی جس میں ہمارے ساتھی منتظر تھے، آخر تگ و دو کے بعد ایک چھوٹا سا خیمہ خالی نظر آیا، مَیں نے اُس پر قبضہ کر لیا۔ سر چھپانے کو جگہ مل گئی۔ میرا ساتھی اور ڈرائیور دوسرے ساتھیوں کو لینے چلے گئے، مَیں نے باہر پڑی ہُوئی قنات اُٹھائی، اُسے خیمے میں بچھایا اور تسبیح وتہلیل میں مصروف ہوگیا۔ خیمے میں خاموشی اور تنہائی تھی۔ عرفات کا مقدّس مقام تھا۔ حج کا سب سے بڑا دن، مغفرت کا دن، گناہوں سے معافی کا دن، خدا کے انعام واکرام کا دن ـــــ زندگی کا ہر موڑ سامنے تھا، افعال کی تصاویر ذہن کے اُفق پر آویزاں ہوگئیں نفس زندگی کے ہر لمحے کا محاسبہ کرنے لگا ـــــ ندامت کے آنسو برسنا شروع ہو گئے۔ کانپتے ہاتھوں، لرزتے ہونٹوں سے خدائے ستار وغفّار سے مغفرت طلب کی، دِل کا غبار، دامن کی آلودگی دُھلتی نظر آئی۔ ایک گھنٹہ سے اوپر گریہ وزاری اور خشوع وخضوع کا سلسلہ جاری رہا، آنسوؤں کا سیلاب تھا کہ تھمتا نہ تھا ـــــ آخر دِل کا بوجھ ہلکا ہُوا گویا مغفرت کا پروانہ مِل گیا ہو، اور معافی کی نوید سُنائی دے رہی ہو۔ جسم کا بوجھ ہلکا محسوس ہُوا۔ رُوح کو لطافت کا احساس ہُوا ـــــ اس کیفیّت نے پھر حمد وثنا کی صورت اختیار کر لی۔ تنہائی کی یہ ساعتیں، خلوت کے یہ لمحات عُمر بھر کا حاصِل اور تمام زخموں کا مداوا تھے ـــــ وقت ایک گھنٹے سے اوپر گزر گیا مگر ہمارے رفیقِ سفر ابھی تک نہ آئے، راستہ صرف پندرہ منٹ کا تھا

Marfat.com

ذہن کو تشویش ہوئی، اس پریشانی میں اکثر خیمے سے باہر جھانکتا، دو چار قدم خیمے سے نکل کر دُور تک نظر دوڑاتا، مگر ساتھیوں کا نشان نہ پاکر پھر خیمے میں لوٹ آتا، دھڑکا یہ تھا کہ خیمے پر کوئی اور قبضہ نہ کرلے۔ اب کے افریقہ کے گرانڈیل جوانوں کا ریلا آیا، کُشادہ سینے، دراز قد، سیاہ رنگ اور سیاہ بھی ایسا کہ سر کے بال اور چہروں کے خدّوخال آپس میں گھُل مل گئے تھے، وحشت انگیز آنکھیں اور لہجے میں تلخی۔ انہوں نے خیمے پر دھاوا بول دیا۔ ایک ناتواں جان اور یہ سیلِ سیاہ، اللہ کی پناہ، انہوں نے خیمے میں جھانکا، مجھے تنہا پایا۔ مَیں خیمے کے دروازے تک آیا۔ اِن سے عربی میں کہنے کی کوشش کی کہ میرے ساتھی آیا ہی چاہتے ہیں، اتنے میں ملحقہ خیمے سے ایک حبشی نہایت تندی کے ساتھ آیا، میرا بازو پکڑ کر باہر دھکیل دیا اور انہیں خیمے کے اندر داخل کر دیا۔ اب وہ تمام خیمے کے اندر تھے اور مَیں باہر اس منظر کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ کس مپرسی کا عالم دیدنی تھا۔ پریشانی کے ساتھ ہنسی بھی آئی، یا اللہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ —— میرے ساتھی ابھی تک نہ آئے تھے، قبولیّت کی گھڑیاں گزر رہی تھیں، مغفرت طلبی کے لمحات بیت رہے تھے، دو گھنٹے گزر گئے، تین گھنٹے گزر گئے، خدا جانے وہ راستہ بھُول گئے ہوں۔ خدا نہ کرے کوئی ناخوشگوار حادثہ پیش آگیا ہو، ذہن عجیب وغریب خیالات کی آماجگاہ تھا، مَیں خیمے سے باہر افسردہ وحیران کھڑا تھا۔ ہر چہرے کو غور سے دیکھ رہا تھا کہ شاید کوئی شناسا صُورت نظر پڑے اور کچھ تسکین ہو۔ عرفات کے میدان میں دُعا کی قبولیّت لبوں کی جنبش کی منتظر ہوتی ہے۔ یہ مقامِ رحمت ہے۔ ابھی ذہن میں یہ خیال آیا ہی تھا اور لب جنباں تھے کہ سامنے حفیظ بنارسی صاحب نظر پڑے۔ اُنہوں نے دیکھتے ہی پُوچھا، کیسے پریشان کھڑے ہو۔ مَیں نے انہیں سارا واقعہ بیان کر دیا، انہوں نے تسلی دی اور کہا کہ آپ ہمارے ساتھ رہیں، دل کو ڈھارس بندھی کہ مولا کریم نے سفر میں سہولت پیدا کر دی، کچھ دیر ان کے ساتھ خیمے میں بیٹھا مگر ساتھیوں کی پریشانی کا

Marfat.com

احساس دامن گیر تھا، معلّم کے ملازم کے پاس گیا، اس سے پیر صاحب کا پتہ پوچھا، اُس نے جواب دیا؛ وہ نہیں آئے اور یہ کہتے ہُوئے آگے گزر گیا، دوسرا ملازم خود کار لاؤڈ سپیکر لیے ہوئے تھا۔ اس کی منّت سماجت کی کہ ساتھیوں میں سے کسی کے نام کا اعلان کر دے۔ اس نے تحکمانہ انداز سے پُوچھا، کیا نام ہے ؟۔ مَیں نے نام بتایا، اُس نے ایک دو بار اعلان کیا اور پھر خود ہی کہا: یہاں کوئی نہیں ہے، لوگ اپنے اپنے خیموں میں ذکر و فکر میں مشغول تھے۔ مَیں تمام پریشانی اور جُملہ وساوس کو ذہن سے نکال کر حفیظ بنارسی صاحب کے خیمے میں آگیا اور ذکر و شغل میں مصروف ہوگیا، جس سے دِل و دماغ پر کوئی بوجھ باقی نہ رہا، اللہ تعالیٰ کے ذِکر سے تمام کلفتیں دُور ہو جاتی ہیں اور اطمینانِ قلب نصیب ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے: اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ـــــــ

معلّم کا ملازم حفیظ بنارسی صاحب کا ہم وطن تھا اس لیے بار بار ان کے خیمے میں آتا اور پوچھتا کہ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں، اُس نے مُجھے وہاں بیٹھے دیکھا تو پُوچھا، آپ صاحبزادہ صاحب کا پُوچھ رہے تھے؟ دیکھیے! وہ سامنے ہیں۔ مَیں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ حضرت معصوم علی شاہ صاحب اور ان کے مرید باہر کھڑے تھے۔ کوئی خیمہ خالی نہ تھا، ان کے مریدوں نے آخر کار ایک خیمہ نصب کیا، مزدور تھے مگر کوئی کسی کی بات نہ سنتا تھا، خیمہ لگنے سے خواتین سایے میں بیٹھ گئیں۔ شاہ صاحب کے مرید بھی جدھر جگہ ملی بیٹھ گئے۔

ہمارے ساتھی بغیر خیمے کے تھے، سامنے خیمہ لگا تھا جس میں چند افراد مقیم تھے، کچھ جگہ خالی تھی۔ ہم وہاں ٹھہر گئے۔ سامان کھولا، کھانا پکانے کے لیے کچھ نہ لائے تھے اسلئے کہ ایک رات ہی باہر قیام تھا۔ خورد و نوش کا بندوبست کرنے کے لیے بازار کی طرف نکلے، ایک دکان میں گوشت بُھنا جا رہا تھا ہم نے بھاؤ پُوچھا، دکاندار نے جواب دیا عشرہ ریال یعنی تیس ۳۰

روپے۔ دوسرے دکاندار سے بھاؤ دریافت کیا۔ اس نے کہا عشرین ریال یعنی ساٹھ روپے۔ اہلِ عرب اور دوسرے ممالک کے متموّل زائرین کے لیے یہ قیمت کوئی زیادہ نہ تھی مگر پاکستانیوں کے لیے یہ نرخ بہت گراں تھا۔ خیر بادلِ ناخواستہ آگے بڑھ گئے۔ ایک دکان پر جام کا چھوٹا مرتبان نظر آیا۔ جام خریدا، اب روٹی کا مسئلہ تھا، خیمے میں لوٹ آیا۔ میرا ساتھی تلاشِ بسیار کے بعد لمبی لمبی سوکھی روٹیاں لایا، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ چند نوالے کھائے۔ میرے بزرگ ساتھی معلّم سے ناراض ہوگئے تھے۔ انہوں نے معلّم کی دعوت قبول نہ کی، اتنے میں نماز کا وقت ہوگیا، عرفات میں ظہر اور عصر ملا کر پڑھتے ہیں۔ پیر صاحب نے دونوں نمازیں پڑھائیں۔ اب شام تک عبادت کا وقت تھا۔ مقبولیتِ دعا کے لمحات تھے۔ کرم کی گھڑیاں تھیں۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ سورۂ اخلاص اور درود شریف کی ایک ایک تسبیح پڑھی، کلام پاک کی تلاوت کی، جی میں ایک موجۂ نور اٹھی کہ اس وادیٔ مبارکہ میں مدحِ محبوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کشتِ زارِ دل کو سیراب کیا جائے۔ حفیظ بنارسی صاحب کے خیمے میں آیا۔ ان سے نعت سنانے کی درخواست کی، انہوں نے بحضور سیّدِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نذرانۂ عقیدت پیش کیا، یہ مبارک لمحات عرفات کے قیام کی حسین یادگار بن گئے۔

میدانِ عرفات کا وقوف ہی حج ہے اگر تمام شرائط پوری ہوں تو ایک لمحہ کا وقوف بھی حج ہے، یہ وقوف کسی صورت سے ہو، نیّت سے ہو یا بغیر نیّت کے، عرفات کا علم ہو یا نہ ہو، نیند کے عالم میں ہو یا بیداری میں، بیہوشی کی حالت میں ہو یا بہ قائمی ہوش وحواس، اپنی رضا سے ہو یا زبردستی، پیدل ہو یا سواری پر سے گزر جائے، سواری کوئی بھی ہو اس کی قید نہیں، سواری جانور کی ہو یا موٹر کی حتیٰ کہ ہوائی جہاز میں سوار گزر جائے تو بھی

Marfat.com

فریضۂ حج ادا ہو جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ مسلمان عرفات میں ٹھہرے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ سو مرتبہ سورۂ اخلاص سو مرتبہ اور درود شریف سو مرتبہ پڑھے تو خداوندِ کریم ملائکہ سے فرماتے ہیں کہ بتاؤ میرے اِس بندے کا صلہ کیا ہے جس نے تسبیح و تہلیل کی، میری عظمت و کبریائی بیان کی، حمد و ثنا کی اور میرے محبوب صلّی اللہ علیہ وسلّم پر درود شریف بھیجا۔ پھر خود ہی مولا کریم فرماتے ہیں: اس کا صلہ اور اس کا انعام یہ ہے کہ میں نے اسے بخش دیا۔

میدانِ عرفات گریہ وزاری، رقّت و سوز، التجا و دُعا کا میدان ہے یہی وہ مقام مبارک ہے جہاں قدم رکھتے ہی انسان حج کی سعادتِ عظمیٰ سے بہرہ یاب ہو جاتا ہے۔ یہ الحاح وزاری کا دن ہے۔ یہ وقت اللہ تعالےٰ کی کرم نوازیوں اور بخشش و عفو کے خزینوں سے جھولیاں بھرنے کا وقت ہے۔ زندگی بھر کی آلودگیوں اور کثافتوں سے دامن کو پاک و صاف کرنے کا دن ہے، فردِ گنہ کو آنسوؤں سے دھونے کا دن ہے یہ وہ مقام ہے جہاں ہر دُعا مستجاب ہے۔ یہ لمحے غنیمت ہیں۔ یہ قیام زیست کی آرزوؤں کا حاصل۔ عمر بھر کی دُعاؤں کا ثمرہ، زندگی کے ارمانوں کا مقامِ محمود ہے، آج ہر شخص نوازا جائے گا۔ چند لمحوں کی یہ ندامت، چند ساعتوں کی یہ انابت، یہ گریہ و استغفار رحمتوں کے دروازے کھول دے گا۔ سینکڑوں میلوں کا سفر —— اس کی تمام تکالیف، صبح و شام کی تگ و دَو، وطن سے دُوری اعزّہ و اقارب سے جُدائی ان لمحاتِ وصال ہی کے لیے تو تھی۔ اِن دعاؤں میں زائرین کے لیے ہزار ہا بشارتیں ہیں۔ ان کی زبان سے نکلی ہوئی دُعا عزیزوں، رشتہ داروں اور دوستوں کے حق میں مقبول و مستجاب ہے۔

Marfat.com

صبح سُورج کی پہلی کرن پھوٹتے ہی اِس مقدّس میدان میں حاضری شروع ہوجاتی ہے ۔ غروبِ آفتاب کے فوراً بعد اسے خالی کردینے اور اس کی حدود سے نکل جانے کا حکم ہے۔ تاخیر مکروہ ہے ——— اللہ تعالیٰ کے کرم کی کیسی جگہ ہے جہاں چند لمحوں میں مفلس مالدار ہوجاتا ہے ۔ کوئی تہی دست نہیں لوٹتا، جو ہاتھ دُعا کے لیے اُٹھا ، مُراد کے پھُول دامن میں بھر کر لایا ، جو آنسو گرا مقبول ہُوا ، جو دُعا کی مستجاب ہُوئی ۔

طلوُعِ آفتاب سے غروبِ آفتاب تک اس مقامِ مقدّس میں لاکھوں نفوس نے حاضری دی۔ دکانیں لگیں ، خیمے نصب ہُوئے ، کاروبار چمکا ، مطلوبہ اشیاء فراہم ہوئیں ، قہوہ خانے کھلے ——— ایک ہما ہمی ، ایک گہما گہمی کا عالم رہا ——— مگر چند گھڑیوں کے بعد جونہی آفتاب نے اپنا چہرہ افق کی گود میں چھُپانا شروع کیا اور ظلمتِ شب در آئی ، خیمے اُکھاڑ لیے گئے ، دکانیں بڑھادی گئیں۔ اشیا سمیٹ لی گئیں ، شہر کا شہر ختم ہوگیا ، بستی کی بستی چند ساعتوں میں خالی ہوگئی ———

مُزدلفہ کو روانگی

سڑک پر کاروں کا ہجوم ہے ۔ دو رویہ پیدل چلنے والوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ ہیں۔ کاروں کی روشنی کی مُسلسل لکیر مزدلفہ تک چلی گئی ہے ۔ لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ کی صدا بلند ہوئی ، تلبیہ کی صدائیں میدانِ عرفات میں گونجنے لگیں ۔ اللہ کی کبریائی کے نغمات سے عرفات کا میدان بھر گیا۔ ہر سو اس کی وحدانیت کا ڈنکہ بجنے لگا ، ہر زائر پکار اُٹھا : اے اللہ تیرا کوئی شریک نہیں ——— یہ صدا ، یہ پکار رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کی تعلیمات کا عملی نمونہ تھی ۔

کاروں کے ہارنوں کا شور ہے ، ایک دنیا حرکت میں ہے ، ایک عالم متحرّک ہے ، پیچھے مُڑ کر دیکھا ، رُوحِ اقبال علیہ الرّحمہ یوں گویا تھی ؎

Marfat.com

بکھری ہوئی ہے راکھ اِدھر، ٹوٹی ہوئی طناب اُدھر
کیا خبر اِس مقام سے گزرے ہیں کتنے کارواں

عرفات ایک کنکریوں کا میدان ہے جس میں قیام کرنے والوں کی چند نشانیوں کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا ـــــــــ

سامنے جبلِ رحمت ہے، حجّاج وقوفِ عرفات میں اس پر برابر چڑھ رہے ہیں۔ جبلِ رحمت حجّاج سے بھر گیا۔ ان کے سفید احرام کی چمک دُور سے دکھائی دے رہی ہے، یہی جبلِ رحمت ہے جہاں ایک مدّت کی جُدائی، ایک عمر کے فراق کے بعد حضرت آدمؑ سے حضرت حوّا علیہما السّلام کی ملاقات ہُوئی۔ اسی نسبت سے اس میدان کا نام عرفات ہے۔ ہمارے جدِّ امجد کے مبارک قدم اس پہاڑ پر پڑے۔ آج ان کی اولاد اپنے جدِ امجد کی ملاقات کے نشانات دیکھنے کے لیے کمالِ اشتیاق سے جبلِ رحمت کی طرف رواں دواں ہے۔

اُوپر ہیلی کوپٹر پرواز کر رہا ہے، دو ہیلی کوپٹر تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد سرگرمِ پرواز دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی پرواز کا مقصد اس منظر کی تصاویر لینا ہے یا حکومت کی طرف سے کوئی اہم خدمت ان کے ذمّے لگائی گئی ہے، ہیلی کوپٹر سرخ روشنی بکھیرتا پرواز کرتا رہا۔ قافلوں نے کوچ کیا، سڑک پر عرفات کی ساری آبادی پھیل گئی، ہیلی کوپٹر مُسلسل پرواز کر رہا ہے۔ اس بار حج کے موقع پر جو حاضری تھی وہ تاریخی سمجھی گئی۔ اس سے پہلے اتنے زائرین کبھی نہ آئے تھے۔ بے دینی کی فضا، لادینی کے ماحول میں بھی لوگوں کے دلوں میں شعائرِ دین کا احترام اور ان کو پُورا کرنے کی لگن موجُود ہے، دنیا کی رنگینی و دلکشی نے آخرت میں حساب کتاب کے خوف کو اُن کے دِل سے محو نہیں کیا، خدا کا خوف، آخرت کا ڈر، عذاب سے نجات کا احساس زندہ ہے۔ یہ دین ہمیشہ زندہ رہے گا، حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع جاری رہے گی، وہ دین کیسے مِٹ سکتا ہے جس کی حفاظت

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○ شعائر حج تو بخشش کے بہانے ہیں —— ساری زمین اللہ تعالیٰ کی ہے وہی ہر شے کا خالق ہے مگر چند جگہوں کو فضیلت دی گئی، ان کو متبرک و مقدس بنا دیا گیا تاکہ انسان وہاں پہنچ کر بخشش کا طغرا، گناہوں سے برئیت کی سند، نجات کا پروانہ اور رضائے جنت کا انعام حاصل کر سکے ؎

'رحمتِ حق بہانہ می جوید'

عرفات کے میدانِ مقدس سے نکلے، مزدلفہ کا سفر اختیار کیا، چند ساتھیوں کے ساتھ ہماری ٹیکسی بھی اس طویل کارواں کا حصہ بن گئی، عرفات سے مزدلفہ صرف تین میل کے فاصلہ پر ہے، خیال تھا کہ زیادہ سے زیادہ پندرہ بیس منٹ میں منزلِ مقصود تک پہنچ جائیں گے مگر ٹریفک کو جنبش تک نہیں، چنانچہ ابھی تک ہم حدودِ عرفات ہی میں ہیں۔ مجبوری تھی، ایک گھنٹہ سے اوپر اسی انتظار میں گزر گیا، ٹریفک کی برابر برابر تین لائنیں تھیں صرف ایک پولیس آفیسر کی گاڑی متحرک تھی جو ٹریفک کا جائزہ لینے کے لیے اِدھر سے اُدھر مسلسل گھوم رہی تھی۔ ہارن کا پے بہ پے شور اور گھومتی ہوئی سُرخ بتی کبھی کبھی دکھائی دیتی تھی، فضا میں ہیلی کوپٹر پرواز کر رہا تھا۔ سامنے جبلِ رحمت پر ابھی تک سفید نشانات دکھائی دے رہے تھے، خدا خدا کر کے ٹریفک حرکت میں آئی مگر چند گز کے بعد پھر رُک گئی۔ ہم نے ڈرائیور کو ہدایت کر رکھی تھی کہ مزدلفہ کی آخری حد پر گاڑی روکے تاکہ دوسرے روز منیٰ جلدی پہنچا جا سکے اور بقایا مناسکِ حج اوّل وقت میں ادا ہو سکیں۔ کافی دیر کے بعد ڈرائیور نے گاڑی سڑک کے نیچے اتاری۔

مزدلفہ میں قیامِ شب

سڑک کے کنارے ڈیرہ جما لیا، پتھریلی اور ریتلی زمین پر بستر کھول دیے، مزدلفہ میں معلموں کا انتظام نہیں ہوتا، اور نہ ہی کوئی خیمہ نصب کیا جاتا ہے۔ رات کی تاریکی کو ٹریفک کی روشنی چند لمحوں کے لیے دُور کرتی یا

کہیں کہیں چولہے کی آگ چمکتی اور سُرخ سے نشان دکھائی دیتے۔ مزدلفہ ایک شب قیام ہوتا ہے حج کے راستے کی یہ تیسری منزل ہے۔ یہ قیام سنّت ہے۔ کوئی حاجی سیدھا منیٰ نہیں جا سکتا۔ درویشانہ زندگی کا صحیح نقشہ مزدلفہ میں نظر آتا ہے ؎

یہ ریگ زار اور پہاڑوں کے سلسلے
صدیوں رُکے جہاں پہ محبت کے قافلے

یہ قیام مردِ مومن کی درویشانہ زندگی کی عکاسی کرتا ہے — یہ کارواں تو حجّاج کا کارواں ہے، سعادت آثار لوگوں کا قافلہ ہے، یہ خدا کے منتخب اور برگزیدہ بندوں کی جماعتیں ہیں۔ انہیں ہر گناہ سے رہائی مل چکی ہے، عام معافی دی گئی ہے۔ جو عرفات کی حاضری کے بعد گناہوں سے پاک ہو گئے ہیں۔ سامنے سیاہ پہاڑ تھے۔ اِدھر اُدھر پہاڑ ان کے بیچ مزدلفہ کا مُبارک و مقدّس میدان تھا، اس مقامِ سعید پہ بیشمار قافلے آکر ٹھہرے۔ یہ اس میدان میں ایک شب کے مسافر، ایک رات کے مقیم، چند لمحوں کے مہمان تھے۔ کھُلی فضا میں، مقدّس مقام پر، یہ پڑاؤ زندگی کا حسن، حج کی حسین یادگار، سنّتِ مطہرّہ کی تعمیل اور خوشنودیٔ مولا کی دلیل ہے۔ ان چند لمحوں میں قلب و نظر کو آسودگی میسّر آتی ہے، صحرائی زندگی پیغمبروں کی سنّت ہے، یہ نظر میں وُسعت، قلب میں فراخی پیدا کرتی ہے، مہمان نوازی کی داستانیں اسی صحرائی زندگی کی مرہونِ کرم ہیں۔ یہاں بسنے والے بصد فخر کہا کرتے تھے کہ ہمارے چولہے کی آگ کبھی نہیں بجھتی۔ مہمان کی آمد ان کے لیے ابرِ رحمت سے کم نہ تھی۔ ایک مسافر کی مہمان نوازی کے لیے اونٹ ذبح کر دیتے تھے۔ یہ صحرائی، شجاعت کے پُتلے، غیرت کے پیکر اور حمیّتِ قومی کے علمبردار تھے، دھوپ اور سردی کی سختی نے ان کے وجُود کو دشمن کے سامنے ناقابلِ تسخیر قلعہ بنا دیا تھا۔ پے در پے مصائب سے پنجہ آزمائی کے بعد ان کے لیے کوئی مصیبت، مصیبت نہ رہی تھی۔ شہری زندگی نے ہمارے

Marfat.com

ذہن کو تنگ اور قلب کو پراگندہ کر دیا ہے۔ اس میں انسان اپنے ہی دائرے میں سمٹ کر رہ گیا ہے۔ افسوس خود غرضی اور ہوس ہماری زندگی کا شعار بن چکی ہے۔

بات مزدلفہ کی ہو رہی تھی، تھوڑی دیر بعد اذان کی صدائیں بلند ہونا شروع ہوئیں، اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور عظمت سے ساری وادی گونج اُٹھی، اللہ اکبر کی یہ صدا پہاڑوں سے ٹکراتی ہوئی عرشِ معلےٰ تک جا پہنچی وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی آیتِ مبارکہ ذہن کے نہاں خانے سے اُبھری، بے شک وہی عبادت کے لائق ہے۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم اللہ کے رسُول ہیں۔ اس شہادت کا عملی مظاہرہ اس سفرِ مقدّس میں نظر آیا۔ دین حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ایک ایک ادا کا نام ہے۔ منیٰ کا میدان ہے، عرفات کا وقوف ہے، مزدلفہ کا قیام ہے۔ یہ عظمتِ رسُولِ مقبول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی عملی شہادتیں ہیں، یہ سب طریقے اسی رحمتِ عالم کے بتائے اور سکھائے ہُوئے ہیں، یہ سب فضیلتیں اسی رحمتِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صدقے نصیب ہوئیں۔ یہ بخشش کے مقامات اسی ذاتِ مکرّم و مطہّر نے دکھائے۔ شعائرِ حج کا احترام اللہ کے رسُول کی عملی تصدیق ہے۔ یہ زبان کی گواہی نہیں بلکہ جسم اور اس کے ہر عضو کی گواہی ہے۔ لاریب حضُورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم اللہ تعالیٰ کے رسُول اور آخری پیغمبر ہیں جن کے بعد کوئی پیغمبر نہ آئے گا۔

اذان ہو چکی تھی۔ صفیں آراستہ ہو گئیں۔ اپنے اپنے مقام پر اپنی اپنی جماعت کیساتھ حجّاجِ کرام نے مغرب اور عشاء کی نمازیں مِلا کر ادا کیں۔ یہ نمازیں بھی پیر صاحب کی اقتداء میں ادا کیں۔ نماز سے فارغ ہوئے، خداوندِ کریم کا شکر ادا کیا، کھانے کے لیے کچھ نہ تھا، مگر کھانے کی پروا بھی کس کو تھی۔ اس شکم کو تو تمام عمر بھرنا ہے۔ ذہن میں تو صرف ایک خیال تھا کہ مناسکِ حج سنّتِ مطہرہ کے مُطابق ادا ہو جائیں تاکہ یہ طویل سفر ثمر آور ہو۔

Marfat.com

حجاج اپنے اپنے ٹھکانوں سے اُٹھے، مزدلفہ کے وسیع و عریض میدان میں کنکریاں اکٹھا کرنے کے لیے پھیل گئے۔ جگہ جگہ حجاج بیٹھے زمین کرید رہے تھے جیسے کسی مدفون خزانے کا سُراغ لگا رہے ہوں، یہ کنکریاں واقعی ایک مدفون خزانہ ہیں۔ ان سے شیطان کو تکلیف پہنچتی ہے۔ یہ کنکریاں برکتوں کا گنجینہ ہیں —— عجیب و غریب منظر تھا دو یہاں بیٹھے ہیں، چار وہاں کھڑے ہیں۔ کچھ کنکریوں کی تلاش میں دُور نکل گئے، عورتیں آزادی سے گھوم رہی ہیں، کوئی آنکھ ان کی طرف نہیں اُٹھتی۔ اس مقدّس فضا نے خیالات کو بھی پاکیزہ کر دیا ہے۔ عورتیں بھی کنکریوں کی تلاش میں ہیں۔ کل انچاس کنکریاں اُٹھانا تھیں مگر ساٹھ ستر کنکریاں چُنیں کہ اگر ایک روز اور منیٰ میں قیام کرنا پڑا تو مزید کنکریوں کی ضرورت ہوگی۔ رمیِ جمار، ایمان اور عقیدے کے اجزا میں شامل ہے۔ یہ شیطان پر حملے کی تیاری تھی۔ ان چھوٹی چھوٹی کنکریوں سے جو چنے کے دانے کے برابر ہوتی ہیں۔ شیطانِ رجیم کو سخت تکلیف پہنچتی ہے یہ سنّتِ مطہرہ ہے، کنکریاں چنیں گئیں، رات کافی گزر چکی تھی۔ ڈیرے پر آکر نوافل و تلاوت میں مصروف ہو گئے۔

مزدلفہ کے قیام میں حجاج کو بہت تکلیف ہوتی تھی، متعدد بار حج پر آنے والوں نے بتایا کہ پہلے پہل فراہمیٔ آب میں بھی خاصی دشواری کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ ہماری جائے قیام کے آگے پانی کا نلکا تھا، جس سے بافراط پانی مہیّا ہوتا رہا۔ حکومت نے مختلف مقامات پر پانی مہیّا کر کے حجاج کی بہت اہم ضرورت کو پُورا کیا ہے۔ سعودی حکومت نے حجاج کی آسانی کے لیے گرانبہا اور قابلِ قدر کام سرانجام دیے ہیں۔ سڑکوں کا جال بچھا دیا ہے، پھر سڑکیں بھی ایسی کشادہ کہ تین تین کاریں بیک وقت آسانی سے گزر سکتی ہیں۔ صفائی اور اشیا کی فراہمی حکومت کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اب حج بہت آسان ہو گیا ہے۔ ہر فرد کسی مشقّت اور دقّت کے بغیر تمام مناسکِ حج سکون و اطمینان سے ادا کر سکتا ہے۔

Marfat.com

عہدِ ماضی میں حج

نگاہ ماضی کے اوراق پلٹنے لگی، جب لوگ اونٹوں اور گھوڑوں پر، پیدل سفر کرتے تھے، راستے میں خورونوش کا سامان مہیّا نہ ہوتا، کم و بیش ضرورت کی ہر چیز ساتھ لے کر چلتے ـــــ وہ بھی کیا عالم تھا، منزل بہ منزل راستہ طے ہو رہا ہے۔ حدی خواں کے ترنّم سے تمام صحرا گونج رہا ہے، ان نغمات میں شجاعتُ بہادری کے افسانے، جاں سپاری وجاں بازی کے قصّے، لہو گرما دینے والی داستانیں ہیں۔ ہر قبیلہ اپنے فضائل اور اپنی عظمت کے گیت گا رہا ہے:

"ہماری عظمت کے پہاڑ بہت بلند ہیں، ان کی چوٹیوں کو دیکھنے والے کی کلاہ گر جاتی ہے، ہمارے ہاں جب بچّہ پیدا ہوتا ہے تو جابر بادشاہ اس کے سامنے جُھک جاتے ہیں۔ ہم صحراؤں کے پلے ہُوئے ہیں، ہماری تلواریں میانوں میں نہیں رہتیں، ہم اسلاف کے صحیح جانشین ہیں ہمارے پرچم کبھی سرنگوں نہیں ہوتے۔"

مگر ـــــ حج کے کارواں کا انداز جُدا ہے، حدی خوانی ہو رہی ہے آواز میں سوز ہے، رِقّت ہے، زبانوں پر اپنی شجاعت کے افسانے نہیں، حمد کے ترانے ہیں، خُدا کی کبریائی کے نغمات ہیں۔ مدحتِ سرورِ کونین صلّی اللہ علیہ وسلّم ہو رہی ہے۔ ثنائے رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وقت ان کے دِل کی دھڑکنیں، ان کی آواز کے سوز میں شامل ہوگئیں، کبھی کبھی عشقِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم سے آواز بھرّا جاتی ہے، اہلِ کارواں پر اشکباری کا عالم چھا جاتا ہے۔ الصّلوٰۃ والسّلام علیک یا حبیبی یا سیّدی یا قرۃ عینی یا رسُول اللہ کی صدا بلند ہوتی ہے ـــــ کبھی کبھی ہچکیوں کی صدا صحرا میں پھیل جاتی ہے۔ کبھی گرم صحرا کے سینے پر آنسوؤں کی بارش ہونے لگتی ہے، دن کے سفر میں کبھی خدا کی حمد، رسُولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مدح وثنا ہے۔ کبھی رات کے قیام میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی

Marfat.com

جاں نثاریوں کے ایمان افروز تذکرے ہیں —— نفس کا محاسبہ ہے، اعمال پر نظر ہے، مغفرت کی آرزو ہے، دل گناہوں سے معافی کے لیے بیتاب ہیں —— کب بیت اللہ نظر آئے کب حاضری کا شرف نصیب ہو، کب گنبدِ خضریٰ کی ایک جھلک سے آنکھوں کو سکون اور دل کو سرور میسّر آئے، کعبۃ اللہ کا سفر مہینوں کا سفر ہوتا تھا۔ زندگی کی بازی لگا کر عشق کی بارگاہ میں پہنچتے تھے۔ جو کیف انہیں کعبۃ اللہ کی زیارت سے نصیب ہوتا تھا، اس کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ ابر و باد، گرمی کی شدت، دھوپ کی سختی سہہ سہہ کر وہ منزلِ مقصود تک پہنچتے تھے۔ مدّتوں کی مفارقت، گریہ وزاری کے بعد کس اشتیاق سے ان کی نگاہیں کعبۃ اللہ کو چومتی ہوں گی —— حرم، قیامت کے روز اُن کے سوز و گداز، جذبہ ہائے شوق اور والہانہ سجدہ ریزیوں کی گواہی دے گا۔ آج کل سفر کی تمام سہولتیں میسّر ہیں، اگر وقتی طور پر کوئی دقّت پیش آجائے تو اُس کا فوری تدارک ممکن ہے۔ پھر اس دور میں زمان و مکان کے فاصلے کم ہو گئے ہیں، بارگاہِ کرم تک رسائی میں آسانی ہے۔ یہ سب کرم نوازیوں کے سلسلے ہی تو ہیں۔

منیٰ کی جانب سفر

مزدلفہ کی رات عبادت کی رات ہے، توبہ و استغفار کی رات ہے۔ اِس کی ہر ساعت، برکتوں اور سعادتوں سے معمور ہے۔ شبانہ روز تگ و دو کے باعث جسم مسلسل سفر سے تھکا ہُوا ہے۔ مگر یہ رات بھی زندگی میں پھر نہ آئے گی، وضو کیا، اللہ تعالیٰ کے حضور جُھک گئے، گناہوں کی معافی مانگی۔ بحضورِ خالق گریہ و زاری کی، احباب اور اعزّہ و اقارب کے لیے دعائیں مانگیں —— یہ قبولیتِ دُعا کا مقام ہے۔

مسنون طریقہ یہ ہے کہ حجاج مزدلفہ میں نمازِ فجر اوّل وقت ادا کر کے منیٰ کی طرف روانہ ہو جائیں۔ میرے ہمسفر نے مجھے آٹھ بجے منیٰ چلنے کو کہا جو وہاں کے وقت کے مطابق پونے بارہ ہوتے ہیں، مَیں نے انکار کر دیا کہ سنّت کے خلاف تھا۔ وہ اپنی اہلیہ کے ساتھ اکیلا منیٰ روانہ ہو گیا

کچھ دیر بعد اسے خود ہی اپنی غلطی کا احساس ہُوا اور وہ راستے ہی سے لوٹ آیا۔

سپیدۂ سحر نمودار ہو رہا تھا، ستارے اپنی آخری چمک دکھا کر آسمان کے سینے میں چھپتے چلے جا رہے تھے، بادِ سحر کے خنک جھونکوں نے صبح کی آمد کا اعلان کیا، حجّاج نمازِ فجر ادا کرنے کے لیے اٹھنے لگے ـــــ نماز کی تیاری ہو رہی ہے ـــــ اللہ اکبر کی صدا بلند ہوئی۔ اس آواز کو سُنتے ہی حجاج نمازِ فجر ادا کرنے کے لیے تیّار ہو گئے۔

فجر کی نماز ادا کی، ہمارا ڈرائیور ہم سے اجازت لے کر ٹیکسی میں پٹرول ڈلوانے مکہ مکرّمہ روانہ ہو گیا۔ خیال تھا کہ جلد واپس آجائے گا، صبح کچھ دیر اس کا اِنتظار کیا، یہ انتظار کا وقت نہ تھا۔ یہ انتہائی مصروفیت کا دن تھا۔ جمرات پر رمی کرنا تھی، قربانی کا فریضہ ادا کرنا تھا، حلق کرانا تھا۔ طوافِ زیارت کے لیے بیتُ اللہ شریف حاضر ہونا تھا۔

۱۰ ذی الحجہ ـــــ حج کے فرائض ادا کرنے کے لیے انتہائی کوشش اور ہمت کی ضرورت ہے۔ ہم نے ٹیکسی ڈرائیور کا اِنتظار مناسب نہ سمجھا، سامان وہیں چھوڑ منٰی روانہ ہو گئے۔ سامان کے پاس ہمارے بزرگ اور ایک ضعیفہ رُک گئے، خیال تھا کہ ٹیکسی ڈرائیور کے ساتھ سامان لے کر خیمے میں پہنچ جائیں گے۔ ہم تیز تیز قدم اُٹھاتے جمرات کی طرف چلے۔ یہ تقریباً تین میل کا فاصلہ تھا۔ سڑک پر اگر بھیڑ نہ ہو تو یہ فاصلہ آدھ گھنٹے سے بھی کم وقت میں طے ہو سکتا تھا۔ مگر سڑک کے دونوں طرف مخلوق کا سیلاب تھا۔ حدِ نظر تک انسانوں کا جنگل تھا۔ سب جمرات کی طرف جا رہے تھے۔ ٹریفک بدستور رُکی ہوئی تھی۔ کبھی کبھی ٹریفک حرکت میں آتی تو یوں لگتا جیسے جھیل کے پُرسکون پانی میں پتھر کا ٹکڑا گرا دیا گیا ہو جس سے لمحہ بھر کے لیے لہر اُٹھتی ہے کنارے تک پہنچتی ہے مگر پھر وہی سکُوت چھا جاتا ہے۔ آج پیدل چلنے والے تیز رو گاڑیوں سے زیادہ تیز تھے۔ آج قدرت کے عطا کردہ دو پاؤں مصنوعی چار پہیوں سے کہیں زیادہ حرکت میں

Marfat.com

تھے ان کے لیے کوئی رکاوٹ نہ تھی ——

وادئ محسّر مزدلفہ اور منٰی کے درمیان وادئ محسّر ہے، وادئ محسّر کو "وادئ نار" بھی کہا جاتا ہے۔ یہ وادی ۵۴۵ گز کے قریب ہے۔ اس کے دونو طرف نشان لگے ہوئے ہیں، یہی وہ وادی ہے جہاں اصحاب فیل پر عذاب نازل ہوا تھا، ابرہہ ہاتھیوں کی فوج لے کر مکہ مکرّمہ پر حملہ کرنے اور بیت اللہ کو ڈھانے کی نیّت بد سے آیا تھا۔ ہاتھیوں کا لشکر کیا تھا۔ ایک طوفان تھا جس سے ساری وادی لرز رہی تھی، اہل مکہ خوف سے گھروں میں چھپ گئے۔ کون اس سیل بے پناہ کا مقابلہ کرے گا؟ صرف ایک جان مطمئن تھی وہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دادا جناب عبدالمطلب تھے۔ چہرے پر آثار جلال، گفتگو میں متانت اور رعب کا امتزاج —— یہ قبیلے کا سردار، یہ ہاشمی بزرگ وقار و عظمت کے جلو میں ابرہہ کے پاس آیا۔ دور سے ابرہہ نے ایک جلیل القدر بزرگ کو شان بے نیازی سے اپنی طرف آتے دیکھا۔ وہ تعظیم کے لیے اٹھا، سردار قوم جناب عبدالمطّلب کی شخصیّت کے رعب اور خاندانی وجاہت نے دشمن خدا کے دل میں بھی جذبۂ احترام پیدا کر دیا، وہ تمام آداب کے ساتھ حضرت عبدالمطّلب کو اپنے خیمے میں لایا، اس کے دل میں خیال گزرا کہ یہ بزرگ میرے مقصود کو جان کر مجھے انہدام کعبہ سے باز رہنے کی درخواست کریں گے۔ ابرہہ نے اس جلیل القدر انسان سے آمد کا مدّعا دریافت کیا۔ آپ نے انتہائی متانت اور بے نیازی سے کہا: تمہارے خدّام میرے اونٹ چراگاہ سے ہنکا کر لے آئے ہیں، میں ان کی بازیابی کے لیے آیا ہوں، مجھے میرے اونٹ واپس کر دیجیے۔ یہ جواب سن کر ابرہہ پر سکتہ چھا گیا۔ رعب و جلال ہوا ہو گیا۔ غرور و تمکنت کا حصار ایک ہی جملے نے توڑ دیا۔ نہ رحم کی اپیل تھی نہ کعبۃ اللہ کو بچانے کی فکر، نہ اس کے کرّوفر اور جاہ و جلال کا خوف، اُس نے دل میں سوچا کہ اس مرد بزرگ کو شاید میرے یہاں آنے کا مدّعا معلوم نہیں۔ اُس نے دریافت

Marfat.com

کیا کہ تمہیں میرے یہاں آنے کا مدّعا معلوم ہے ؟ آپ نے نہایت سکون کے ساتھ جواب دیا: مجھے تمہارے یہاں آنے کی غرض و غایت کا پوری طرح علم ہے۔ اس جواب نے متکبر و مغرور ابرہہ کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ اُسے کیا خبر تھی کہ اس عظیم انسان کے صلب سے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہونے والا ہے۔ یہ بزرگ کس طرح ایک ظالم و جابر کے آگے رحم کی درخواست کر سکتا تھا، سیّد عبد المطلب نے فرمایا، اونٹ میری ملکیت ہیں، کعبہ خدا کا گھر ہے۔ جو ہر شے پر قادر ہے اور جو خشک و تر کا مالک ہے جس کی مملکت میں اس کا کوئی شریک نہیں وہ اپنے گھر کا خود محافظ ہے —— اس ایک جملے میں ایمانِ کامل کی جھلک، خدائے بزرگ و برتر کی قدرتِ کاملہ پر پورا بھروسہ دکھائی دیتا ہے۔ حفیظ جالندھری نے شاہنامۂ اسلام میں یہ واقعہ درج کرتے ہوئے لکھا ہے ؎

کرے گا فکر اس گھر کی کہ جو اِس گھر کا مالک ہے
کہ جو اِس گھر کا مالک ہے وہ بحر و بر کا مالک ہے

حضرت عبد المطلب اونٹ لے کر واپس آگئے۔ ابرہہ نے بیت اللہ شریف کو منہدم کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ آگے اس کا سفید ہاتھی تھا پیچھے دوسرے ہاتھیوں کا غول تھا۔ مسلّح سپاہی ان پر سوار تھے۔

اتنے میں ابرہہ نے یہ منظر دیکھا کہ آسمان پر ننھی ننھی چڑیاں پرواز کرنے لگیں، یہ ابابیلوں کا لشکر، عذابِ الٰہی کا نشان اور ہلاکت کا سامان تھا، ابرہہ کا سفید ہاتھی کعبہ کی تعظیم میں سجدہ ریز ہو گیا، عظمتِ کعبہ اور ربِّ کعبہ کے خوف سے سر نہ اُٹھاتا تھا۔ آنکس پر آنکس پڑ رہے ہیں جسم زخموں سے چھلنی ہو گیا، جلد اُدھڑی جا رہی ہے مگر ربِّ ذوالجلال کے آگے سرنگوں ہے اور جنبش تک نہیں کرتا۔ اس کے پیچھے تمام ہاتھی سجدے میں گر گئے۔ ابابیلوں کے لشکر نے حملہ کر دیا۔ ننھے

Marfat.com

ننھے پنجوں میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں تھیں وہ اس لشکر پر برسیں۔ ان چھوٹی چھوٹی کنکریوں سے ہاتھیوں کے جسم اور لشکر کے سپاہی دُھنی ہوئی روئی کی طرح ہو گئے۔ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ ۝ اسی واقعے کی موضح ہے۔ جابر و ظالم ابرہہ کا لشکر نیست و نابود ہو گیا، جب اس وادی سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم گزرتے تو سواری کو تیز ہنکاتے، استغفار کرتے، اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے اور جتنی جلدی ممکن ہوتا اس معذب زمین سے نکل جاتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے فرماتے، تیز چلو، تیز چلو، یہ وادی مقامِ عذاب ہے، اس پر قہرِ خداوندی نازل ہوا ہے۔

تہذیبِ ماضی — ایک لمحۂ فکریہ

قرآنِ حکیم نے جو تعلیم دی، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا ہم نے اس کی مخالفت کی، ہم نے ان مکروہ مقامات کو تفریح گاہیں بنا لیا۔ انہیں آثارِ قدیمہ کا نام دے کر ان میں مقہور و منحوس تہذیبوں کے نقوش ڈھونڈنے لگے، اگر یہ تہذیبیں باقی رہنے والی ہوتیں، تو ان خطوں کے بسنے والے غضبِ الٰہی کے ہاتھوں اس ذلّت و رسوائی سے زیرِ زمین نہ چلے گئے ہوتے، بستیاں زمین کی گہرائیوں میں نہ بدل دی جاتیں ——— ہم ان بستیوں کو کھود کھود کر اس زمانے کے رہن سہن، بود و باش اور تہذیب و تمدّن کا جائزہ لیتے ہیں، یہ ہماری تعلیم کے مراکز بن گئے ہیں۔ ان برباد وادیوں سے گزرتے ہوئے ہم عبرت حاصل نہیں کرتے، ہمارے ذہن کے کسی گوشے میں کبھی یہ خیال تک نہیں آتا کہ یہ بستیاں کیوں اُجڑ گئیں یہ رستے بستے گھر آنِ واحد میں کیسے تباہ ہو گئے۔ اِن کے افعال کیا تھے، ان کا کردار کیا تھا جس نے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو پکارا، خدا کی نافرمانی کے وہ کون سے انداز تھے جن کے باعث ان پر قہرِ الٰہی نازل ہوا ——— ہم نے ان کی تہذیب و تمدّن، اندازِ رہائش پر تو تحقیق کی اور نہایت فخر سے سکوں کی مدت متعین کر کے اِنسان کی ترقی اور تنزّل کے ادوار سمجھنے کی کوشش کی مگر ہمیں یہ خیال کبھی نہیں گزرا کہ دین

Marfat.com

سے اِس تہذیب کا تصادم کیونکر ہُوا ؟ اِس تہذیب کے پرستاروں کو کس بے راہ روی کی پاداش میں تہس نہس کر دیا گیا ؟ —— اللہ تعالیٰ اپنے عذاب سے پناہ میں رکھے۔ یہ رحمۃٌ للعالمین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ اقدس کا صدقہ ہے کہ ہمارے افعال و کردار، ہمارے اعمال و اطوار پہ جلد گرفت نہیں ہوتی اور فی الفور ہمارا مواخذہ نہیں کیا جاتا۔ اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو کونسی ایسی بُرائی ہے جو مجموعی طور پر ہم میں موجود نہیں —— پُرانی قومیں کسی ایک بُرائی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کی مستحق ٹھہریں۔ ہمیں پُرانی تہذیبوں کو کھنگالنے اور پرکھنے سے زیادہ اپنے معاشرے کے افعال و کردار کا جائزہ لینا چاہیے، اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کہ آیا ہم اِن اعمالِ قبیحہ کے مرتکب تو نہیں ہو رہے جن کی وجہ سے اِن بستیوں کو اللہ تعالیٰ کے غضب نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف کرے اور ہمیں محاسبۂ اعمال کی توفیق بخشے۔

اِن آثارِ قدیمہ میں ہم اس دَور کے سکّوں کو اشتیاق سے دیکھتے ہیں۔ مجسّموں اور بتوں کو دیکھ کر اس دَور کے فن کو سراہتے ہیں، زمانۂ قدیم کے برتنوں کا بغور مطالعہ کرتے ہیں۔ اس دور کے ہتھیار ہمارے ذوقِ تجسّس کو تسکین دیتے ہیں، ناپختہ دیواروں اور مکانوں کے طرزِ تعمیر سے اس دَور کے انسانوں کے رہن سہن کا اندازہ لگاتے ہیں۔ علمی عروج، ثقافتی زندگی، تہذیبی معراج ہماری توجّہ کا مرکز بنتی ہے، یہ سب درست ہے، مگر کتنی تہذیبیں ہیں جن کے نشانات محو ہو چکے ہیں، صدیوں کے نقوش لوحِ زمانہ سے ایسے مٹے کہ ان کا ہلکا سا پرتو بھی باقی نہ رہا، زمانے گزرتے جاتے ہیں، قومیں تباہ و برباد ہوتی جاتی ہیں۔ نئی تہذیبیں جنم لیتی ہیں —— انسان نے محیّر العقول ترقی کی ہے۔ آسماں کو اپنی جولانگاہ بنایا، سمندروں کو زمین کی طرح روند ڈالا، عریض و بسیط فضا پر تسلّط جما لیا، ہزاروں میل پھیلی ہُوئی آواز کو محبوس کر لیا، ستاروں کو اپنی تحقیقات کا مرکز بنایا —— مگر قلبی اطمینان مفقود ہو گیا، ذہنی سکون چھن گیا اور انسان مسلسل پریشانی کا شکار

Marfat.com

ہو کر رہ گیا ——

چاہیے تو یہ تھا کہ ہم ماضی کے تباہ شدہ آثار سے عبرت حاصل کرتے، نئے دور کی بے اطمینانی اور پریشانی کا علاج تلاش کرتے —— اِس پریشانی کا واحد علاج اللہ کے ذکر اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں مضمر ہے۔ یہی سکون کا راستہ، نجات کا ذریعہ اور درد و کربِ حیات کا مداوا ہے ——

جمرۂ عقبہ کی رمی

وادیٔ محسّر کو پار کیا، بھیڑ سے گزرتے، ہجوم سے نکلتے، کاروں اور ٹیکسیوں سے بچتے مقامِ جمرات پر پہنچے۔ آج سب سے بڑے شیطان کو کنکر مارنا "جمرۂ عقبہ کی رمی کرنا" تھا۔ چشمِ زدن میں خلق کا بے پناہ ہجوم ہو گیا۔ خواتین کا اِس بھیڑ سے گزرنا انتہائی مشکل تھا، یہ ساری دقت مسائلِ فقہیہ سے ناواقفیت کے سبب ہے، حجاج اپنی خواتین کو اس جمِ غفیر میں لے جاتے ہیں، خواتین کے لیے مستحب وقت نمازِ عشاء کے بعد کا ہے۔ جب بھیڑ چھٹ جاتی ہے اور ہجوم کم ہو جاتا ہے تو خواتین بغیر کسی تکلیف کے بالکل قریب سے رمی کر سکتی ہیں۔ بعض حجاج خواتین کی طرف سے خود رمی کرتے ہیں جو غلط ہے۔ جو انسان چلنے پھرنے پر قدرت رکھتا ہو اُس کے لیے خود رمی کرنا لازمی ہے، بہرکیف ہم بھیڑ سے گزرتے جمرۂ عقبہ تک پہنچ گئے اور سنتِ مطہرہ کو ادا کیا۔

ملّتِ ابراہیمی کے انمٹ نقوش

دراصل یہ تین جمرات وہ مقامات ہیں جہاں سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کو شیطان نے بہکانے کی ناکام کوشش کی تھی —— سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جا رہے ہیں۔ دل ہر فکر سے آزاد ہے، باپ کا سایۂ شفقت ہو تو دل کے کسی گوشے پر غم کا سایہ نہیں پڑ سکتا۔ اِس موقع پر شیطانِ رجیم نے اسمٰعیل علیہ السلام سے کہا: تمہیں معلوم ہے کہ تمہیں

Marfat.com

حضرت ابراہیم کس مقصد کے لیے لے جا رہے ہیں؛ تمہیں ذبح کرنے کا قصد ہے!!۔ پیغمبر زادے نے کہا کہ کوئی باپ اپنے بیٹے کو ذبح کرتا ہے!۔ شیطان کے ناپاک دل میں مسرت کی لہر دوڑ گئی، اس کو یقین ہو گیا کہ اس کا حربہ کامیاب ہو گیا۔ شیطان نے کہا، یہ فرمانِ خداوندی ہے۔ ذبیح کی رگوں میں اس جلیل القدر پیغمبر کا پاکیزہ خون موجزن تھا جو کٹھن سے کٹھن منزل' آزمائش کے بڑے سے بڑے امتحان میں سرخرو نکلا تھا جو موحّدِ اعظم تھا۔ بڑی سے بڑی مصیبت کے وقت اس کے پائے اِستقلال میں کبھی لغزش نہ آئی تھی، آگ کے دہکتے ہُوئے شعلوں نے اس کے ایمان و یقین کو مزید مستحکم کر دیا تھا، جس نے بیوی کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بے آب دگیاہ وادی میں تنِ تنہا چھوڑا، خندہ پیشانی سے اس کی جُدائی گوارا کی وہ جلیل القدر پیغمبر آج سب سے بڑے امتحان کے لیے مستعد تھا۔ یہ آزمائش سب آزمائشوں سے زیادہ سخت تھی اور یہ مرحلہ سب مرحلوں سے زیادہ کٹھن۔ آج وہ اپنی عزیز ترین متاعِ حیات کو راہِ خدا میں قربان کرنے کے لیے جا رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اِن تمام آزمائشوں کے بعد اس عظیم ہستی کو خلیل اللہ کے لقب سے نوازا۔

شیطان کے جواب میں حضرت اسمٰعیل نے بلا تأمل کہا: اگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں یہ فانی و بے مایہ جان قربان ہو جائے تو اس سے بڑا شرف، اس سے بڑی خوش قسمتی، اس سے بڑی سعادت اور کیا ہو سکتی ہے؟ اگر میری قربانی سے میرے والدِ محترم خُدا کے حضور سرخرو ہو جائیں تو اس سے بڑھ کر خوش نصیبی اور کیا ہو گی؟ یہ امر میرے اور والدِ محترم کے لیے باعثِ ہزار افتخار ہے۔ دوسری بار شیطان نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو بہکانا چاہا۔ تیسری بار پھر ناکام کوشش کی۔ سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام نے اس مردود و مقہور کو اِن مقامات پر کنکر مارے، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اِس سنّت کو ان مقامات پر ادا کرنا فریضۂ حج قرار دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے دجل و فریب کی تردید کا یہ انداز ایسا پسند فرمایا کہ قیامت تک ان مقامات پر سنگریزوں کی بارش ہوتی رہے گی۔

Marfat.com

حضورِ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چنے کے دانے کے برابر کنکر مارنے سے شیطان کو زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ رمیٔ جمار میں چھوٹی کنکریوں کا استعمال حضورِ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّتِ مبارکہ ہے۔

چشمِ فلک نے پھر وہ حیرت افزا منظر دیکھا۔ جب باپ نے بیٹے سے اپنا مدعا بیان کیا کہ مَیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمہیں اس کی راہ میں قربان کر رہا ہوں۔ حکمِ خداوندی کو سن کر حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کے روئے اقدس پر خوف و ہراس کا ادنیٰ سا تاثر بھی نمودار نہ ہُوا۔ رُوح سرشار تھی، دِل مطمئن تھا، نگاہ اس لمحۂ سعید کی منتظر تھی جب اس کا والدِ بزرگوار فرمانِ خداوندی کی تعمیل کے بعد خُدا کے حضور سرخرو ہو —— باپ کی طرف دیکھا اور فرمایا:

یٰٓاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿﴾

(اے باپ کر ڈال جو تجھ کو حکم ہوتا ہے تو انشاء اللہ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائے گا)۔ جب باپ بیٹا اللہ کے حکم کی تعمیل پر آمادہ ہو گئے اور باپ نے لختِ جگر کو ذبح کرنے کی غرض سے پہلو کے بل زمین پر لٹا دیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی: اے ابراہیم! تُو نے اپنے خواب کو سچّا کر دکھایا ہمارا مقصد اسمٰعیل کی جان لینا نہیں بلکہ تیرے جذبۂ اطاعت و تسلیم کا امتحان مقصود تھا جسے تُو نے عمل سے ثابت کر دکھایا۔

جب ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کو خاک پر لٹایا، فلک نے سُوئے زمین دیکھا —— زمین کا سینہ، جس پر یہ وجودِ مقدّس لٹایا گیا تھا، شق ہُوا جاتا تھا، ملائکہ اس منظر کو دیکھ کر حیران تھے مگر احکم الحاکمین کے آگے کس کی مجال ہے کہ دم مار سکے، یہ وہ آدمِ خاکی تھا جس کے بارے میں فرشتوں نے کہا تھا کہ وہ زمین میں فساد کرے گا، انہیں اپنی عبادت پر ناز تھا —— مگر اس قربانی نے انہیں بھی ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ یہ آزمائش نارِ نمرود کی آزمائش سے بھی زیادہ کٹھن تھی۔ اِنسان اپنے لختِ جگر کے لیے خود تو موت کی تاریک وادیوں میں

Marfat.com

اُتر سکتا ہے مگر اپنی آنکھوں کے نُور کو چھوٹی سے چھوٹی مصیبت میں بھی نہیں دیکھ سکتا ــــــ یہ امتحان اپنی نوعیّت کے لحاظ سے انوکھا اور نرالا تھا، والد اپنے ہی بیٹے کو حکمِ خداوندی کی تعمیل میں قربان کر رہا ہے، فضا ساکت ہوگئی۔ گردشِ دوراں اِس لمحے ضرور رُک گئی ہوگی، یہ عظیم قربانی تھی۔ یہ ذبحِ عظیم تھا۔ اس حلقِ معصوم پر چھُری کا رکھنا تھا کہ خداوندِ کریم کا دریائے رحمت جوش پر آگیا ــــــ جبریل علیہ السّلام نے خوشخبری دی کہ قربانی منظور ہوگئی۔ جنّت کا ایک دُنبہ حضرت اسمٰعیلؑ کے عوض قربان کر دیا گیا۔

یہ سنّتِ ابراہیمی ہے جو قیامت تک زندہ رہے گی۔ حضورِ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اسے اپنایا، ہر ملّت نے اس کی پیروی کی، سب سے بڑا انعام تو خداوندِ کریم نے اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ السّلام کے واسطے مقدّر کر رکھا تھا۔ سیّدنا اسمٰعیل علیہ السّلام کو حبیبِ خُدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کا جدِّ امجد بننے کا شرف ملنا تھا، وہ نُور جو دنیا کے وجُود سے پہلے ظہور میں آیا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کی پیشانی میں چمکتا تھا وہ خاتم المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پیکرِ اطہر میں جلوہ گر ہونے کیلیے بیتاب تھا۔

حضورِ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دُنیوی زندگی میں کس قدر تکالیف اُٹھائیں مگر سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے جدِّ امجد کی سُنّت کو سب کے لیے نمونہ بنا کر دکھایا۔ اظہار کی کیفیّت اور بیان نے سلسلۂ فکر سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حیاتِ طیبہ تک پھیلا دیا۔

فیضانِ نظر

موضوع اسمٰعیل علیہ السّلام کی راہِ حق میں قربانی تھا اور تسلیم و رضا کی رفعت و سربلندی پر فائز المرام ہونا۔ یہ ادب، یہ جذبہ، سعادتمندی اور فرمانِ پدری کی اتباع کا جوش، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا حصُول، یہ سب کسی درسگاہ کی تعلیم کا نتیجہ نہ تھا۔ یہ پیغمبرؑ کی نگاہ کا فیضان، یہ خلیل اللہ کی تربیت اور ان کی سیرتِ پاک کی تاثیر تھی۔ مکاتب میں کتاب کا درس دیا جاتا ہے۔ دلوں کو سیدھا کرنے، نگاہوں کو پاکیزہ رکھنے اور ذہنوں

Marfat.com

کو جلا بخشنے کا ساز و سامان نہیں۔ موجودہ علم کی روشنی تو دیدہ و دل کو تاریک تر کرتی ہے ع

چہرہ روشن اندرون چنگیز سے تاریک تر

دل و دماغ کو پاکیزہ کرنے والی تعلیم تو کسی خدا کے برگزیدہ بندے کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے، جہاں تعلیم حرف وصوت سے بے نیاز ہے — زبان و بیان سے اس تعلیم کا کوئی علاقہ نہیں، مردِ درویش کی توجّہ زندگی کے تمام عقدے، سلوک کی تمام منازل طے کرا دیتی ہے۔ تمام معارفِ الٰہیہ، رموز و نکات مردِ درویش کی ایک نگاہ سے بے نقاب ہو جاتے ہیں، ذہنوں کے شکوک و شبہات، مشاہدہ و یقین سے رفع ہو جاتے ہیں۔ مکتبوں میں اندازِ توجّہ، باطن کو سنوارنے اور ذہن کو نکھارنے کی تعلیم کہاں ہے ؎

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آدابِ فرزندی (علامہ اقبالؒ)

اس مقام پر ذاتی تجربہ میرے دعویٰ کی دلیل ہے۔ مجھے مرشد و مربّی حضرت عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کی مجلس میں شرکت نصیب ہوئی، دل کے مدّتوں کے بند کواڑ کھلتے معلوم ہوئے، ذہن کا زنگ اُترتا اور قلب جلا پاتا محسوس ہوتا تھا، حضرتِ اقدس بیماری کی وجہ سے بہت کم گفتگو فرماتے تھے مگر توجّہِ باطن کا یہ عالم تھا کہ ان کی مجلسِ اقدس میں بیٹھتے ہی آنسوؤں کی قطاریں دل کی کثافت دُور کرتیں اور دامن کا زادِ راہ بن جاتیں، اشک بہ رہے ہیں۔ افعال و کردار کا محاسبہ ہو رہا ہے۔ سر ندامت سے جھکے ہوئے ہیں۔ کسی کو مجال نہیں کہ اس خاموش تعلیم میں لب وا کر سکے، حضرتِ اقدس کی نظر دلوں پر ہے — چند گھڑیوں کی صحبت سے ذہن میں اُجالا ہو جاتا — اس تعلیم کا فیضان، اس توجّہ کا اثر اور اس صحبت میں دُعا کی قبولیّت سفرِ حجاز کی صورت میں جلوہ گر ہوئی —

Marfat.com

قربانی

آج صرف جمرۂ عقبہ یعنی بڑے شیطان کو کنکر مارنا تھا —— رمی کر کے قربان گاہ کی طرف چلے، اب مزدلفہ سے حجاج کی آمد بہت زیادہ ہوگئی تھی۔ حجاج سے راستہ اٹا پڑا تھا۔ تنومند نوجوان بھیڑ کو چیرتے گزر رہے تھے، ضعیف و ناتواں لوگوں کو چلنا دشوار تھا —— مگر فرائض حج تو بہرحال ادا کرنا ہیں، اس روزِ سعید خصوصی احکام کی بجا آوری ضروری ہے، قربان گاہ پہنچے۔ لوگ مزدلفہ سے پیدل آ رہے تھے اور جمرات کی طرف جا رہے تھے، بہت سے حجاج قربان گاہ کی طرف فریضۂ قربانی ادا کرنے جا رہے تھے، قربان گاہ منیٰ کے نزدیک ہے۔ ہم لوگوں کے ہجوم سے گزرتے قربان گاہ پہنچے۔ مذبح کے کئی دروازے ہیں۔ ہم پہلے تین دروازے چھوڑ کر جن میں بھیڑ زیادہ تھی، چوتھے دروازے پر پہنچ گئے، وہاں ابھی حجاج کی آمد زیادہ نہ تھی، قربانی کے لاتعداد جانور قربان گاہ میں موجود تھے، اونٹ، گائے، بکرے —— خدا جانے لاکھوں کی تعداد میں قربانی کے یہ جانور کہاں سے یہاں پہنچے۔ لاکھوں حجاج نے قربانی کا فریضہ ادا کیا —— تعداد کا تعین نہیں ہو سکتا، بعض حجاج نے تین تین، چار چار اور بعض نے اس سے بھی زیادہ قربانیاں کیں —— ایک قربانی کے صدقے آج لاکھوں قربانیاں ہو رہی تھیں، ایک ادا نے تمام حجاج پر قربانی کو فرض کر دیا۔ ایک آزمائش میں پورا اترنے والے کا یہ انعام ہے۔ اگر انسان مصیبت کے وقت، آزمائش کے دور میں اپنے خدا پر بھروسہ کرے اور اس کی خوشنودی مدِنظر رکھے تو اسے انعامات سے نوازا جاتا ہے۔ بی بی ہاجرہ رضی اللہ عنہا بیتابی سے پانی کی تلاش میں نوکیلے پتھروں پر دوڑیں اور صابرہ و شاکر رہیں۔ یہ انداز شعائرِ حج میں سے ہوگیا، سعی، حج کا لازمی جزو قرار پائی۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے سرِ تسلیم خم کیا، قربانی لازم ہوگئی۔

قربانی کے بکرے خریدے، قربانی کی، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ خداوندِ کریم نے رمی اور

Marfat.com

قربانی کے فرائض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی ، قربانی ہوگئی ، ابھی تک تمام مناسکِ حج احرام میں ادا کیے تھے ۔ اب حلق کرا کے احرام کھولنا تھا ، نوید یہ ہے کہ تمہاری سعی مشکور ہوئی اور مغفرت کے ابواب کھُل گئے ——

فریضۂ حلق

منیٰ میں حجّام کا ملنا دشوار ہے ، حجّام کی تلاش میں نکلے تاکہ حلق کرا کے احرام کھول سکیں اور شرعی احکام کی بجا آوری کے بعد خُدا کا شکر ادا کریں کہ اس نے احرام کے ممنوعات سے محفوظ رکھا ۔ چند قدم پر ایک مصری حجّام سڑک کے کنارے مصری نوجوان کا حلق کرتا نظر آیا ۔ ہم نے اُسے حلق کرنے کو کہا ، اُس نے کہا "بعدَین" یعنی ذرا بعد —— خیمے کے ساتھ چٹائی بچھی تھی ، صبح سے مسلسل پیدل چل رہے تھے ، دم لینے کے لیے چٹائی پر بیٹھ گئے ، یہ بھی گویا مقاماتِ حج کی ایک منزل تھی ، حجّام اپنا کام کرتا مگر گھبرائی ہوئی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا ۔ ایک حلق کے بعد بالوں کو سمیٹتا ، اِدھر اُدھر خوفزدہ نگاہوں سے دیکھتا پھر اپنے کام میں مصروف ہو جاتا ۔ اس کی پریشانی اور گھبراہٹ کا راز جلد ہی کھُل گیا ۔ دو شُرطی (سپاہی) ادھر آ نکلے اور اسے پکڑ لیا ، منیٰ میں یہ کام ممنوع تھا ۔ مصری حجّام کی جیب ریالوں سے بھری ہوئی تھی —— وہ حلق کرتا ہُوا "قصر کرانے والوں" کے چند بال قینچی سے کاٹتا اور ایک ریال وصول کر لیتا ۔ اس کی چاندی ہو رہی تھی ، اِس ناگہانی گرفت سے بوکھلا گیا ۔ دونو سپاہی اسے کھینچ رہے تھے اور وہ منت سماجت کر رہا تھا ، خدا جانے یہ عربی زبان میں انہیں کیا کہتا رہا ، آخر ان کو ترس آگیا اور وہ اسے کام نہ کرنے کی تلقین کر کے آگے بڑھ گئے ۔ اس نے کرُسی اُٹھائی اور زیرِ تعمیر عمارت کے ساتھ خیمے کے پیچھے رکھ کر پھر دکان لگا لی ، اور یوں اپنے کام میں منہمک ہو گیا جیسے کچھ ہُوا ہی نہ ہو ، غالباً وہ عادی ہو چکا تھا ۔ ہم پریشان تھے کہ حلق کے لیے کہاں جائیں گے ، یہ فریضہ ہمیں جلد ادا کرنا تھا ، جب اس نے اپنے اوزار نکالے ، کرُسی بچھائی

Marfat.com

تو ہمیں تسکین ہوئی کہ ہماری باری اب جلد آجائے گی۔ مصری نوجوان اپنی وضع قطع اور وجاہت کے اعتبار سے کسی جامعہ کے طلبہ معلوم ہوتے تھے۔ جب انہوں نے حلق کرا کے آئینے میں اپنے چہرے دیکھے تو بیساختہ ہنسنے لگے، وہ ہم سے باتیں کرنا چاہتے تھے، اشاروں اشاروں میں بات چیت ہو رہی تھی۔ وہ فارغ ہوئے ہم سے مصافحہ کیا اور چلے گئے۔

میرا ساتھی پہلے ہی حلق کرا کے جا چکا تھا۔ اسے ابھی اپنے والد کو مزدلفہ سے لانا تھا جو ابھی تک نہ آئے تھے۔ انہیں ہم اس خیال سے سامان کے پاس چھوڑ آئے تھے کہ وہ ٹیکسی میں آرام سے آجائیں گے، حلق کرانے کے بعد میں پیر صاحب کے پاس جا بیٹھا، ساتھی کا انتظار تھا کہ وہ آئے تو طواف زیارت کا فریضہ بھی آج ہی ادا ہو جائے، وہ کافی دیر کے بعد لوٹا، پریشان حال تھا۔ اُس نے خبر دی کہ والد صاحب تو ہمارے کیمپ کے ہمسایوں کے ساتھ گاڑی میں آرہے ہیں مگر ضعیفہ اکیلی سامان کے ساتھ وہاں رُکی ہوئی ہے۔ کھلے میدان میں جائے قیام کا اندازہ مشکل ہو جاتا ہے۔ اُس نے کافی تگ و دو کی مگر بڑھیا کا کہیں پتہ نہ چلا۔ اب وہ اکیلی جان ہے، ضعیفہ ہے، اس کے پاس نہ پیسے ہیں نہ خورد و نوش کا سامان، ہم پریشان تھے کہ اسے کیونکر تلاش کیا جائے؟ حج کے دنوں میں نفسا نفسی کا عالم ہوتا ہے اور ہر آدمی کی اپنی اپنی مصروفیات ہوتی ہیں۔

ضعیفہ کی تلاش

نمازِ مغرب کی اذان ہوئی، خیمے میں قمقمے روشن ہو گئے، خیمے کے باہر وہی گہما گہمی تھی۔ میرے ساتھی کے والد صاحب میرے پاس آئے اور کہا کہ آپ جا کر اس بڑھیا کو تلاش کریں۔ میں اور میرا ساتھی پھر بڑھیا کی تلاش میں مزدلفہ روانہ ہو گئے، حجاج ابھی تک مزدلفہ سے آرہے تھے۔ خدا جانے وہ رمی کب کریں گے۔ دیگر فرائض کب ادا کرینگے۔ سڑک کے دو رویہ حجاج کے سامان کے ڈھیر لگے تھے، بہت سے کھانا پکانے میں مصروف

Marfat.com

تھے، ایک سپاہی سے ہم نے دریافت کیا کہ گم شدگان کے لیے کوئی مرکز قائم ہے کہ نہیں؟ اس نے بے اعتنائی سے جواب دیا "مالم نیٔ" یعنی معلوم نہیں، ہم اللہ کا نام لے کر مزدلفہ کی طرف چل پڑے کہ اللہ خود ہی رہنمائی کرے گا، وہ مسبّب الاسباب ہے، وہی پریشانی دُور کرنے والا اور دُعائیں سُننے والا ہے۔

رات خنک ہو چکی تھی، خنک ہوا کے جھونکے بدن کو سہلاتے، ٹھنڈک پہنچاتے گزر رہے تھے، دِن بھر کی تھکن کے باوجود بدن میں تازگی پیدا ہو گئی جیسے ہوا کے نم آلود جھونکوں نے جسم کے خشک اعضا کو سیراب کر دیا ہو، وادیٔ محسر سے تیز تیز گزرے۔ معاً ذہن میں وہ آیتِ کریمہ آگئی جو رلبوہ سے گزرتے ہوئے عموماً پڑھا کرتا ہوں: رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا۔ اللہ تعالیٰ ہر بلائے آسمانی سے اپنی پناہ میں رکھے۔

مجھے ایک نشانی یاد تھی۔ جس سڑک کے کنارے ہم نے مزدلفہ قیام کیا تھا اس کے دوسری جانب فوجی کیمپ لگے ہوئے تھے۔ اس کھلے اور وسیع میدان میں ویسے تو جگہ کا تعیّن ناممکن تھا، پتھروں کے ڈھیر کے پاس میرا ساتھی رُکا اور بتایا کہ وہ یہاں تک بڑھیا کی تلاش میں آیا تھا۔ مَیں نے اِرد گرد نظر دوڑائی۔ فوجی کیمپ اس جگہ سے تھوڑی دُوری پر نظر آئے۔ مَیں نے کہا، یہ جگہ نہیں آگے چلیے، رات بھر میں نقشہ ہی بدل چکا تھا، لوگ روانہ ہو چکے تھے، میدان خالی پڑا تھا، فوجی کیمپ کے مقابل اسی جگہ وہ بڑھیا لیٹی ہوئی تھی —— سارے دن کی دھوپ اس کھُلے میدان میں سہہ چکی تھی، رات سے بھوکی تھی، سامان اِدھر اُدھر بکھرا پڑا تھا اُسے دیکھتے ہی مَیں اور میرے ساتھی نے خُدا کا شکر ادا کیا، اس سے معافی مانگی، ٹیکسی ڈرائیور جس کے سہارے ہم اسے وہاں چھوڑ گئے تھے لوٹ کر نہ آیا۔ دوسرے روز ٹریفک یکطرفہ تھی۔ پیر صاحب نے اپنے مریدوں کے ساتھ پیدل منیٰ کا سفر کیا تھا۔ ہم نے بڑھیا کو ساتھ لیا، سڑک پر کوئی گاڑی

Marfat.com

نہ رُکتی تھی - مَیں نے ایک ٹیکسی ڈرائیور سے پُر درد لہجے میں کہا کہ ہمارے ساتھ ایک ضعیفہ ہے جو پیچھے رہ گئی تھی اُسے منیٰ تک لے جانا ہے - اُس نے بے نیازی سے جواب دیا خالی نہیں۔ ہم سواری سے مایوس لوٹ رہے تھے کہ ایک خوش پوش نوجوان نے میرا کندھا پکڑا اور کہا "فین" یعنی کہاں، "اِلیٰ منیٰ" مَیں نے جواب دیا یعنی منیٰ تک، آئیے - اُس نے کار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا - ہم اس بروقت امداد پر حیران تھے کہ یہ اللہ کا بندہ بغیر کسی التجا کے خدمت کے لیے تیار ہوگیا ہے - یہ مردِ نیک ٹیکسی ڈرائیور نہ تھا بلکہ بہت ہی معزز گھرانے کا چشم و چراغ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے غمگساریٔ خلق کی دولت سے نوازا تھا، بہت ہی اعلیٰ کار تھی، یہ نوجوان خود ہی کار چلا رہا تھا، ہم نے مختصر سا سامان ڈگی میں رکھا، خدا کا شکر ادا کیا کہ اس دشواری سے نجات ملی - راستے میں گفتگو ہُوئی۔ اُس نے بتایا کہ وہ سیّدہ فاطمۃ الزّہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہے - ہم نے وفورِ عقیدت سے مصافحہ کیا کہ اس مقدّس مقام پر اس عالی نسب شخص سے ملاقات کا شرف نصیب ہُوا - وہ ہمیں شاہراہِ قریش تک لایا - آگے بہت بھیڑ تھی - وہ ہمیں خیمے تک پہنچانا چاہتا تھا مگر اس مردِ خلیق کی تکلیف کا خیال کرتے ہُوئے ہم وہیں اُتر گئے، سامان اُٹھایا اور خیمے کی طرف چل دیے - اِس تگ و دَو میں کافی رات گزر چکی تھی - ذہن و جسم تکان اور پریشانی کے باعث مضمحل تھے - طوافِ زیارت کا پروگرام دوسرے دن پر موقوف ہوگیا۔

طوافِ زیارت کے لیے مکّہ مکرّمہ کو روانگی

طوافِ زیارت حج کے فرائض میں ایک اہم فریضہ ہے - دوسرے روز ناشتے سے فارغ ہو کر طوافِ زیارت کی نیّت سے نکلے - کوئی ٹیکسی خالی نہ ملی - خاصی پریشانی ہوئی، بار بار دُعائیں مانگتے تھے کہ اے کریم! تُو نے ہر مرحلے پر کرم کیا ہے - اب بھی کرم فرما - ایک ٹیکسی ڈرائیور نظر آیا جس نے آٹھ ریال فی کس طلب کیے - یہ موقع جرح و تعدیل کا نہ تھا - اس پیشکش کو غنیمت

Marfat.com

جانا، ٹیکسی میں سوار ہو گئے کیا خبر کہ اس سے زیادہ پیشکش کرنے والے حجاج آجائیں، یا ڈرائیور ہی کا موڈ بدل جائے۔ آپ کسی مرحلے پر ڈرائیور کے مزاج اور رویّے کا اندازہ نہیں لگا سکتے، ہمارے ساتھی اور حجّاج بھی آ گئے، ٹیکسی چشم زدن میں بھر گئی۔ ہم خدا کے کرم سے بیتُ اللّٰہ کے دروازے پر پہنچ گئے، مٹّی سے جسم اَٹے پڑے تھے۔ قربانی کے بعد منیٰ میں احرام کھول دیے تھے مگر غسل کا انتظام نہ تھا۔ خیمے میں بقدرِ ضرورت پانی میسّر آتا تھا، غسل کے لیے جگہ نہ تھی۔ مکہ مکرمہ اپنی قیام گاہ پر گئے، غُسل کیا، کپڑے بدلے، حرمِ پاک پہنچ گئے۔ طواف کیا، سعی کی، یہ مقدّس فریضہ بھی خداوندِ کریم کے لُطف سے ادا ہو گیا اور بیشتر مناسکِ حج کی بجا آوری سے فارغ ہوئے۔ معلُوم ہوتا تھا کہ کرم کا آخری دروازہ ہم پر کھُل گیا ہے۔ انعامات کی بارش ہو رہی ہے۔ جسم گناہوں کی آلودگی اور غلاظتوں سے میدانِ عرفات ہی میں پاک و صاف ہو گیا تھا اب جسم کی لطافت اور نکھر آئی۔ جب طوافِ زیارت کر کے لَوٹے تو بیتُ اللّٰہ پر نظر جم گئی۔ بیتُ اللّٰہ طوافِ زیارت کرنے والوں پر نُور برساتا معلُوم ہُوا۔ سب کے سروں پر کرم کا سایہ تھا، سب سکون کی دولت سمیٹے، آنسوؤں کی زبان سے خدا کا شکر ادا کر رہے تھے ـــــ طواف جاری تھا، حجّاج بیتابی سے طوافِ زیارت کے لیے آ رہے تھے۔ ضعیف و ناتواں حجّاج ریڑھیوں پر سعی کر رہے تھے، ریڑھی چلانے والے حسبِ دلخواہ اُجرت طلب کرتے تھے۔ ہمارے دو ضعیف ساتھیوں نے بھی چند ریال دے کر ریڑھیوں پر سعی کی ـــــ نمازِ عصر کے بعد ہم سب فارغ ہو گئے، صبح ہلکا سا ناشتہ کیا تھا، کھانے کے لیے ہوٹل پہنچ گئے، ہم بیرہ بیرہ پکارتے رہے مگر اس ہنگامے، اس شور میں ہماری بات کون سنتا، آخر خود ہی پلیٹیں اُٹھائیں۔ گلاس اور جگ میز پر سجایا، خود ہی سالن لائے، روٹیاں لیں۔ بیساختہ زبان پہ یہ شعر آ گیا ؎

یہ بزمِ مے ہے یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی　　جو بڑھ کر تھام لے محفل میں پیمانہ اُسی کا ہے

Marfat.com

اژدہام کا عالم تھا، سب کام بے قاعدگی سے ہو رہے تھے مگر ایک کام باقاعدگی سے ہو رہا تھا۔ وہ بل کی ادائیگی تھی۔ ہوٹل کا مالک اشیائے خوردنی اُٹھانے سے پہلے بل وصول کرلیتا، تب کسی شے کو ہاتھ لگانے دیتا تھا۔ ویسے بھی اس مبارک موقع اور اس متبرک مقام پر عدم ادائیگی کا تصوّر بھی نہیں آسکتا، اس ہنگامے میں کھانے کا لُطف کیا آتا۔ بہرکیف شکم پُری کی۔

منیٰ کو واپسی

اب کوشش یہ تھی کہ مغرب سے پہلے جمرات پہ پہنچ جائیں تاکہ رمی سے فارغ ہو جائیں، آج تینوں جمرات کی رمی کرنا تھی۔ اس کے لیے کافی وقت درکار تھا۔ بے پناہ ہجوم کا خیال تھا۔ اُمید تھی کہ یہ پانچ میل کا فاصلہ زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے میں طے ہو جائے گا۔ مگر خلق کی آمدورفت کا وہی انداز تھا۔ بلکہ ٹریفک پہلے سے بھی زیادہ ہوگئی تھی۔ ہر حاجی طوافِ زیارت کے بعد جمرات کی طرف جا رہا تھا۔ دُور تک ٹیکسیوں کاروں اور بسوں کی قطاریں تھیں۔ منیٰ تک مختلف راستے بنائے گئے تھے مگر اس کے باوجود ٹریفک چیونٹی کی چال چلتی تھی، پندرہ پندرہ بیس بیس قدم پر ٹیکسی رکتی، ہماری ٹیکسی کے ڈرائیور کی آنکھیں مسلسل بیداری کی وجہ سے بوجھل ہو رہی تھیں اس کا جسم مسلسل مشقّت سے چُور تھا اس نے بتایا کہ وہ کئی راتوں سے نہیں سویا، خود کو بیدار رکھنے کے لیے ہم سے مسلسل گفتگو کر رہا تھا۔ گفتگو کے دوران ایک آدھ اُردو کا جُملہ بول کر ہنس پڑتا۔ اس کے لہجے سے ہم سب محظوظ ہو رہے تھے۔ اِردگرد اونچے اونچے سیاہ پہاڑ تھے، سامنے حجّاج کے خیمے نظر آرہے تھے۔ پیدل صرف ایک ڈیڑھ میل کا فاصلہ تھا مگر ہم اپنے ضعیف ساتھیوں کو چھوڑ کر نہ جاسکتے تھے۔ ورنہ منیٰ تک پہنچنا چند منٹوں کی بات تھی ؎

کیا کریں اُڑ کے جا نہیں سکتے
یہ قفس ہے یہ آشیانہ ہے

(فصاحت جنگ جلیل)

شام کے سائے پھیل رہے تھے۔ سُورج کو غروب ہوتے دیکھ کر دل ڈوب رہا تھا۔ رمی کا اوّل وقت نکل چکا تھا مگر مجبوری تھی، دین میں بہت آسانیاں ہیں، مجبوری اور معذوری کے لیے بہت چھوٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کے احوال سے واقف ہے، وقت کی باگ ہمارے ہاتھ میں نہیں، گزرتے لمحات کو کون زنجیر کرے۔ سُورج پر کس نے کمندیں ڈالیں۔ جو لمحہ گزر گیا، لوٹ کر نہیں آیا ؎

وقت پر کس نے کمندیں ڈالیں
کِس نے لمحات کو زنجیر کیا (حافظ لدھیانوی)

قدرت کا کارخانہ روزِ ازل سے یونہی چل رہا ہے اور بدستور چلتا رہے گا۔ اس کا مالک تو وحدہٗ لاشریک ہے۔ صبح و شام کے اِس دھندلکے میں کتنے قافلے لاپتہ ہو گئے، وقت کے ساتھ ساتھ سب منزلِ فنا کی طرف رواں ہیں ـــــ نجانے ذہن میں کیا کیا خیال آئے، کیا کیا تصویریں بنیں اور مٹیں ؏

عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے (غالبؔ)

اِس رینگتے ہوئے کارواں میں ہم اکیلے نہ تھے۔ ایک عالم ساتھ تھا۔ اب بیتابی مٹ چکی تھی جب امیدیں مٹ جاتی ہیں تو سکون کی صورت پیدا ہو جاتی ہے ؎

دِل کو کیا کیا سکون ہوتا ہے
جب کوئی آسرا نہیں ہوتا (جگر مرادآبادی مرحوم)

اِس خیال نے سہارا دیا کہ ہم اکیلے نہیں، ایک کارواں ساتھ ہے۔ رمی رات کے کسی حصّے میں بھی ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ان کی ہمّت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا۔ اگر پانی نہ ہو تو تیمّم کر لیا جائے، کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے

Marfat.com

کی ہمت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھی جا سکتی ہے۔ الغرض ہر حال میں انسان اپنے مالک و خالق کی یاد سے غافل نہ رہے۔ مقصود سامنے رہے، زبانیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رہیں۔ خدا خدا کر کے چھ سات گھنٹوں میں پانچ میل کا فاصلہ طے کیا۔ نمازِ مغرب قضا ہو گئی۔ نماز کا فوت ہونا اس مقدّس سفر میں ایک بہت بڑا خسارہ ہے۔ انسان اپنی تجارت میں دھیلے پیسے کا حساب کرتا ہے۔ نقصان کی صورت ہو تو نیند حرام ہو جاتی ہے، سکون مٹ جاتا ہے۔ اس نقصان کو پورا کرنے کے لیے کیا کیا جتن کرتا ہے مگر ہمیں اس خسارے کا احساس تک نہیں جو عمر بھر پورا نہیں ہو سکتا۔ اعمالِ صالحہ کی فراہمی ایک تجارت ہے جو عذابِ الیم سے نجات دلاتی ہے، آخرت کی منزل کا توشہ مہیّا کرتی ہے۔ کلامِ پاک میں اسی تجارت کے بارے میں ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ۔

اس آیتِ کریمہ میں اسی تجارت کا ذکر ہے جو عذابِ الیم سے نجات دلانے کا ذریعہ ہے مگر ہمارے قلوب پر غفلت کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ ہمیں اس تجارت کی طرف دھیان نہیں۔ دُنیا کی بے سُود تجارت نے ہمیں اس نفع بخش تجارت سے غافل کر دیا ہے۔

ڈرائیور نے ہمیں اُس موڑ پر اتار دیا جہاں گزشتہ شب ہمارا محسن ہمیں چھوڑ گیا تھا۔ سامان ساتھ نہ تھا اس لیے یہ فاصلہ آسانی سے طے ہو گیا۔

جمرات پر رمی

خیمے میں آئے، وضو کیا، مغرب اور عشا کی نمازیں ادا کیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑائے کہ ہماری عبادت کو اپنی کریمی سے قبول فرما، رات کافی گزر چکی تھی۔ نماز سے فارغ ہو کر جمرات کی طرف روانہ ہو گئے۔

منیٰ سے جمرات کا فاصلہ کچھ زیادہ نہیں بلکہ منیٰ کی آخری حد جمرات تک چلی گئی ہے۔ راستے میں کئی کئی منزلہ مکانات تعمیر ہو گئے ہیں، قہوہ خانے کھل گئے ہیں۔ حجّاج کی کثرت سے اندازہ

Marfat.com

ہوتا ہے کہ منیٰ کا میدان جو خیموں سے آباد ہوتا ہے آئندہ چند برسوں میں ایک جگمگاتا شہر بن جائیگا جس میں کئی منزلہ عمارتیں ہونگی اور حجّاج خاک پر ڈیرہ جمانے کی بجائے کشادہ و آرام دہ کمروں میں رہیں گے، مگر حج کا لُطف زمین پر بستر لگانے اور مزاج کو خاک نشینی سے آشنا کرنے میں ہے۔ سنّتِ مطہرہ سے ہٹ کر انسان کو روحانی کیف میسّر نہیں آسکتا —— کاش وہ مقدّس دَور پھر آجائے۔ جس میں زندگی کو روحانی معراج میسّر تھی، اس ظاہری عیش و عشرت اور آرام و آسائش نے ہمارے دلوں کو ویران اور نظروں کو پریشان کر دیا ہے۔ اسی جذبے کے تحت علّامہ اقبالؒ نے فرمایا تھا ؎

میں ناخوش و بیزار ہُوں مَرمَر کی سِلوں سے
میرے لیے مٹّی کا حرم اور بنا دو

مگر دنیا کی روش بدل چکی ہے زمانے کے ساتھ ساتھ جگہوں کے رنگ روپ بدل رہے ہیں، دیکھتے ہی دیکھتے بستیاں اُجڑ جاتی ہیں۔ شہر آباد ہو جاتے ہیں۔ نئے نقوش پُرانے نقوش کی جگہ لے لیتے ہیں اور ان کی یادیں قصۂ پارینہ بن جاتی ہیں —— یہ نظامِ قدرت ہے اسے کون روک سکتا ہے؟

راستے میں اتنا زیادہ ہجوم نہ تھا۔ اس لیے بغیر دقت کے جمرۂ اولیٰ پر پہنچ گئے، ہم پانچ افراد تھے۔ تین مرد دو عورتیں تھیں، رات کو جمرات پر بھیڑ نہیں ہوتی اس لیے خواتین کے لیے رات کو رمیٔ جمرات مستحسن اور مستحب ہے۔ جمرہ کے بالکل قریب سے رمی کی، رمی سے فارغ ہوئے پلٹ کر دیکھا تو ہمارا ساتھی موجُود نہ تھا ہم نے کچھ عرصہ انتظار کیا۔

مَیں اور میرے خیمے کا ہمسایہ رمی کے لیے دوسرے جمرات پر چلے گئے۔ یہ دو خواتین جن میں میرے ساتھی کی اہلیہ بھی تھیں وہیں انتظار کرتی رہیں۔ ہم رمی کا فریضہ ادا کر کے واپس

Marfat.com

آ گئے مگر میرا ساتھی ابھی تک نہ لوٹا تھا۔ اب ہم انتظار کرنے لگے اور خواتین رمی کے لیے چلی گئیں اس وقت بھیڑ نہ تھی اس لیے خواتین تنہا آسانی سے رمی کرسکتی تھیں، واپسی پر میں اور میرے خیمے کا ہمسایہ محمدّ انور پہلے جمرہ کے قریب قہوہ خانے میں چلے گئے ـــــ گھوہ جی، برّہ صغیر، یعنی چھوٹی چائے دانی۔ شائے بالحلیب، دُودھ کی چائے، مَیں نے رٹے ہوئے چند جملے عربی زبان میں ادا کیے، ان سے میرا ساتھی بہت مرعُوب ہوا۔ اس نے کہا، آپ تو اچھی خاصی عربی بول لیتے ہیں۔ مَیں نے ہنستے ہوئے جواب دیا، یہ تو روزمرّہ کے رٹے ہوئے جُملے ہیں، کام نکال لیتا ہوں، قہوہ پینے کے بعد پھر اسی مقام پر آ گئے، خواتین بھی رمی کر کے واپس آ گئیں۔ مزید انتظار کیے بغیر ہم واپس خیمے کی طرف روانہ ہو گئے۔ کچھ دیر بعد ہمارا ساتھی بھی آ گیا۔ رات کافی گزر چکی تھی۔ اب صرف دوسرے روز تینوں جمرات پر رمی کرنا باقی تھا۔

چوہدری محمدّ انور صاحب۔ ایک مثالی شخصیّت

چوہدری محمدّ انور صاحب جن کا ذِکر اوپر گزر چکا ہے۔ اوکاڑہ کے ہائی سکول میں مدرّس تھے۔ اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ حج کرنے آئے تھے۔ جِس دن ہم منیٰ پہنچے، یہ اور ان کی والدہ موجُود تھیں، باقی سارا خیمہ خالی تھا۔ ان کی والدہ نے دعاؤں کے ساتھ ہمارا استقبال کیا۔ اس عفیفہ ضعیفہ کی دعائیں ہمارے لیے استقبال کے مہکتے ہوئے ہار تھے جن کی خوشبو منیٰ کے قیام میں ہمارے مشامِ جاں کو معطر کرتی رہی۔ دوسرے روز چوہدری محمدّ انور صاحب کی والدہ شدید بیمار ہو گئیں۔ اس سعادت مند بیٹے نے تمام رات آنکھوں میں کاٹ دی، والدہ کی خدمت کرتا رہا۔ ان کی ہر آواز اور ہر حکم کا منتظر تھا۔ والدہ کی محبّت اور ان کی بیماری نے اس نوجوان کو پریشان کر دیا۔ ہم سے گفتگو ہوئی، کہنے لگا: میری ماں میری دُعاؤں کا خزانہ ہے والدہ کی محبت اور شفقت کی باتیں کرتے ہوئے اس نے ایک عجیب و غریب جملہ کہا جس سے

Marfat.com

اس کے دِل میں والدہ کی عظمت اور احترام کا بے پایاں جذبہ نظر آتا تھا۔ کہنے لگا: حافظ صاحب! جب صبح گھر سے سکول جاتا ہوں، دروازے تک میری ماں دعائیں دیتی ہوئی آتی ہے۔ مجھے ایسا محسُوس ہوتا ہے جیسے مجھے زرہ پہنا دی گئی ہو۔ اب کوئی آفت مجھے نہیں پہنچ سکتی، یہ کہتے ہوئے اس کے چہرے پر عجیب تأثّر پھیل گیا۔ مجھے ایسا محسُوس ہُوا کہ یہ نوجوان محاذِ جنگ سے کامیاب لوٹا ہے، اور آکر اس نے اپنی ماں کے قدموں میں سر رکھ دیا ہے۔ یہ نوجوان ہر ایک کی خدمت کے لیے مستعد رہتا تھا بازار سے سودا سلف لاکر دیتا۔ پانی کی عموماً قلّت رہتی تھی یہ بالٹیاں بھر بھر کر ہر ایک کو دیتا —— اِس نوجوان نے ہر ایک سے دعائیں لیں۔ ہر ایک دُعا کرتا تھا کہ اے خداوندِ کریم ہم سب کو ایسی سعادت منداور خدمت گزار اولاد عطا فرما۔ ایک دن اِسکی ماں نے کہا: انور یہاں کیبنو ملتے ہیں؟ کہنے لگا: ماں حکم دیا کرو۔ میرا بس چلے گا تو آسمان سے بھی لاکر دوں گا" اِس جملے کی ادائیگی کے وقت اس کی آنکھوں میں بجلی کی سی چمک پیدا ہو گئی جیسے اُس نے اپنی ماں کی خوشنودی کی سند حاصل کر لی ہو۔

ایک پاکیزہ مجلس

رات مہتابی تھی، خیمے کے سوراخوں سے چاندنی چھن چھن کر آ رہی تھی کہیں کہیں اِکّا دکّا بادل کا ٹکڑا لمحہ بھر کے لیے چاند کے چہرے کا نقاب بنتا مگر یہ جمالِ جہاں آرا پھر ظاہر ہو جاتا —— جی چاہتا تھا کہ اس حسین منظر اور اس مقدّس جگہ پر سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مدح وثنا سُنی جائے۔ معاً ذہن میں خیال آیا کہ جناب حفیظ بنارسی صاحب سے گزارش کی جائے، بیتاب ہو کر اُٹھا، موصوف کو بحضور ختمی مرتبت صلّی اللہ علیہ وسلّم ہدیۂ نعت پیش کرنے کو کہا —— حفیظ بنارسی صاحب انتہائی خلوص اور رقّت وسوز کے ساتھ اپنے دل کی دھڑکنوں کے نذرانے سرورِ کائنات کے حضور پیش کرنے لگے۔ بیاض نکالی، حمدِ باری تعالیٰ سے اس بابرکت اور مقدس مجلس کا آغاز کیا۔ نہایت پُرسوز لہجے

Marfat.com

میں نعتیں سنائیں، منٰی کے میدان میں انوارِ مصطفوی کا نزول نظر آیا، پھر انہی بابرکت لمحات کی یاد تازہ ہو گئی جو قدمین شریفین میں، مدینہ منوّرہ میں، حرمِ پاک میں، اس مقدّس و معنبر فضا میں گزارے تھے۔ کرم کی ایک ایک گھڑی، سعادت کا ایک ایک لمحہ نظر میں پھر گیا، تصوّر میں گنبدِ خضرٰی جگمگا رہا تھا، مواجہہ شریف پر ہر زائر بحضورِ سیّدِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم اشکوں کے نذرانے پیش کرتا نظر آیا، ہر شعر پر آنکھیں اشکبار ہو گئیں، قیامِ مکّہ مکرّمہ کے آخری دن تھے، مدینہ منوّرہ کی یاد اور رخصتی کا سماں آنکھوں کے سامنے تھا —— خدا جانے اس بابرکت مجلس اور ان مقدّس لمحات کے بعد حفیظ بنارسی صاحب سے کب ملاقات ہو۔ آرزو پیدا ہوئی کہ ان سے اور نعتوں کی گزارش کی جائے، ذکرِ سیّدِ کونین میں گزرے ہوئے لمحات شفاعت کے ضامن ہیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ ہوتے ہیں —— ہر شخص کا ہدیۂ نعت قبول کرتے ہیں، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے مدح خوانوں کو نوازا۔ اپنی خوشنودی کی بشارت دی، ان پر کرم کی بارش کی۔ انہیں اپنی مجلسِ پاک میں حاضری نصیب فرمائی —— زیارت سے مشرّف فرمایا، —— ان کی پریشانیوں کو دُور فرمایا، ہم سب دامن پھیلائے ہوئے تھے، ہر سانس دُعا تھا، ہر دھڑکن سوالی تھی، ہمارا ایمان تھا کہ ہم پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خصوصی کرم فرما رہے ہیں —— ساری فضا مژدۂ رحمت بن گئی۔ حجّاج سو چکے تھے مگر ہم شب بیداری سے لُطف اندوز ہو رہے تھے۔ یہ کریم کا کرم ہے کہ اس مقام پر سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ جمیل سے ہمارے دل سرشار تھے۔

رمی کے لیے جمرات کو روانگی

رات کافی گزر چکی تھی، صبح رمی کے لیے جانا تھا اس کے بعد منٰی سے مکّہ مکرّمہ واپسی تھی چنانچہ کچھ دیر کے لیے سو گئے۔ فجر کی اذان میں مؤذّن نے اعلان کیا کہ نماز نیند سے بہتر ہے۔ صَدَقْتَ یَا رَسُوْلَ اللہِ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کہتے ہوئے اُٹھے، صبح کی پاکیزہ ہوا اور لطیف

Marfat.com

فضا نے جسم کی تکان دور کر دی، وضو کیا، باجماعت نمازِ فجر ادا کی، زوال سے کچھ دیر پہلے ہی رمی کے لیے روانہ ہو گئے تاکہ زوال کا وقت گزرتے ہی حج کے اس آخری مقدس فریضے کو ادا کر سکیں۔ پہلے جمرہ تک بہت بھیڑ تھی۔ ہم پانچ افراد تھے۔ رمی کے وقت ایک ایسا ریلا آیا کہ میرا ہمسفر مجھ سے بچھڑ گیا۔ خواتین اس دھکم پیل میں آگے نکل گئیں۔ میرے ساتھی خواجہ عبداللطیف صاحب نے بمشکل انہیں باہر نکالا۔ باہر آئے۔ باقی ساتھی موجود نہ تھے۔ بحمداللہ تینوں جمرات پر رمی کی اور واپس آ گئے۔

رمی کے مختلف مسائل ہیں، سات کنکریاں ایک ایک کر کے مارنا ضروری ہیں۔ اگر ایک ہی بار کنکریاں پھینک دی جائیں تو وہ سب ایک ہی شمار ہوں گی، ہر جمرہ پر سات سے زیادہ کنکریاں مارنا مکروہ ہے۔ رمی کا وقت معیّن ہے، مرد اور عورت دونوں کے لیے رمی کے احکام یکساں ہیں، البتہ عورت کے لیے رات کا وقت افضل ہے، جمرات کے مقام پر گری ہوئی کنکریاں دوبارہ استعمال نہیں ہو سکتیں، رمی کے لیے کنکریوں کو مزدلفہ کے میدان سے چننے کے بعد انہیں دھو لینا بہتر ہے تاکہ ناپاک ہونے کا احتمال باقی نہ رہے، کنکر کو انگوٹھے اور کلمہ کی انگلی سے پکڑ کر مارنا مستحب ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور صورت سے مارے تو بھی جائز ہے۔ ہر کنکر مارتے وقت تکبیر اور دُعا اس طرح پڑھے:

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَر، رَغْمًا لِّلشَّیْطٰنِ وَ رِضًی لِّلرَّحْمٰنِ،
اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّ ذَنْبًا مَّغْفُوْرًا وَّسَعْیًا مَّشْکُوْرًا

(اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ابتداء کرتا ہوں، کبریائی اللہ ہی کے لیے ہے۔ یہ کنکر شیطان کو ذلیل کرنے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے مارتا ہوں۔ اے اللہ میرا حج قبول فرما، میرے گناہوں کو معاف فرما اور میری سعی کو قبول کر۔)

Marfat.com

رمی سیدھے ہاتھ سے مستحب ہے، مذکورہ بالا دُعا کے علاوہ سُبحَانَ اللّٰہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھنا بھی جائز ہے لیکن بالکل خاموشی مکروہ ہے۔

کنکر جمرہ کی جڑ میں مارنا چاہیے اوپر لگ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ مقصود یہ ہے کہ جمرہ کے احاطے میں کنکر گر جائے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے مسائل ہیں جو حج کی کُتب میں درج ہیں، اِن سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اُس نے تمام مناسکِ حج ادا کرنے اور ان کی برکتوں سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمتِ بے پایاں سے ہم سب کا حج قبول فرمائے۔ زندگی بھر کے گناہوں کی معافی دے اور آئندہ صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین۔

منیٰ سے مکّہ مکرّمہ کو واپسی

واپس خیمے میں آئے، کاروں ٹیکسیوں اور بسوں کا تانتا بندھا تھا۔ ہم مکّہ مکرّمہ واپس جا رہے تھے۔ اکثر حجاج نے کئی دن پہلے موٹروں کے ڈرائیوروں سے بات طے کر رکھی تھی۔ ایرانی اور ترکی قافلوں میں آئے تھے ان کے پاس اپنی گاڑیاں تھیں اس لیے انہیں مکّہ مکرّمہ واپس جانے میں بہت سہولت رہی۔ بس سامان باندھا اپنی اپنی گاڑیوں پر رکھا اور خُدا کی کبریائی بیان کرتے جب چاہا مکّہ مکرّمہ روانہ ہو گئے۔

ہمارا ڈرائیور خیمے میں آیا۔ ہم نے اس سے مزدلفہ نہ آنے کی شکایت کی، اس نے بازو کھول کر دکھایا کہ اس نے مزدلفہ پہنچنے کی بہت کوشش کی مگر یکطرفہ ٹریفک ہونے کی وجہ سے پولیس نے اُسے روکا اور مارا وہ اسے مخالف سمت میں آنے کی اجازت کیسے دے سکتے تھے، اُس نے کہا کہ وہ گاڑی لے کر آتا ہے ہم اپنا سامان اُٹھا کر سڑک پر رکھیں تاکہ سوار ہو کر جلدی مکّہ مکرّمہ روانہ ہو جائیں، یہ نمازِ مغرب سے پہلے کی بات ہے۔ ہمیں سامان سڑک پر دھرے تین گھنٹے گزر

Marfat.com

گئے مگر وہ لوٹ کر نہ آیا، میرے ساتھی نے کسی سے بات طے کر لی اور ہمیں جلدی اپنا سامان سڑک کے موڑ پر لے جانے کو کہا، جب ہم سامان لے کر سڑک کے موڑ پر پہنچے تو بس جا چکی تھی ہم اسے حسرت سے دیکھنے لگے اور وہیں سامان رکھ کر بیٹھ گئے —— ہم مکّہ مکرّمہ روانہ ہونیوالے قافلوں کو حسرت سے تکتے تھے ۔ کاش یہ لمحات بیت اللہ شریف کے قرب میں بسر ہوتے۔ کاش بیتُ اللہ شریف میں نمازیں ادا کرنے کا شرف مِل جاتا۔ پھر خیال پیدا ہُوا کہ منیٰ میں مزید ایک رات کا قیام بھی سنّت ہے ۔ رات آرام سے گذاریں اور صبح رمی کر کے مکّہ مکرّمہ روانہ ہو جائیں اب ذہن میں کوئی خلش نہ تھی، دل مطمئن تھا، ہم حج کی ایک باسعادت منزل میں مقیم تھے، یہ مقام بھی فضیلتوں کا حامل ہے۔ محبوبِ خُدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے، صحابہ کبارؓ نے، شہدا، صلحا اور مقرّبانِ بارگاہ نے یہاں قیام کیا۔ ان کی نگاہیں قرب وجوار کے پہاڑوں پر پڑیں۔ اس میدانِ مبارک میں ان کے نقوش کفِ پا ہیں، یہاں قیام بھی سعادتوں کا مظہر ہے —— مکّہ مکرّمہ میں حاضری بھی بابرکت ہے —— خیال آیا کہ خدا نیتّوں کو دیکھتا ہے۔ اگر قسمت میں بیتُ اللہ شریف کی حاضری لکھی ہے تو ہم آج رات ضرور بیت اللہ کی زیارت کریں گے اور فجر کی نماز خانہ کعبہ کے سامنے، مطاف میں ادا کریں گے۔

مَیں اپنے خیمے سے باہر کھڑا خوش نصیب حجّاج کے قافلوں کو حرم کی جانب رواں دواں دیکھ رہا تھا، ان کے چہرے مسرّت وشادمانی کے آئینے تھے، ان کو فرائض حج ادا کرنے کی خوشی تھی، گھروں سے جس مقصد کے لیے نکلے تھے، آج خدا کے کرم سے اس کی تکمیل ہو چکی تھی، یہ متحرّک قافلے، یہ شادمانی کی جماعتیں، یہ مسرّتوں کے کارواں میرے سامنے سے گزر رہے تھے، میری آنکھوں میں خوشی کے آنسو اُمڈ آئے

بسوں کی چھتوں پر لوگ اپنے سامان سے شہد کے چھتّوں کی طرح چمٹے ہوئے تھے،

Marfat.com

چاروں طرف سامان کے ڈھیر لگے تھے۔ ٹیکسیوں، کاروں اور بسوں کی ایک مُسلسل لکیر تھی جو حدِ نظر تک چلی گئی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ یہ قافلے ازل سے رواں ہیں اور ان کا سلسلہ ابد سے ملا ہُوا ہے۔ یہ احساس ان قافلوں کے ذوق و شوق کی صحیح عکّاسی کر رہا تھا۔ حجّاج ہمیشہ اسی ذوق و شوق سے منیٰ میں قیام کرتے ہیں، یونہی ان کے قافلے ہر سال مکّہ مکرّمہ روانہ ہوتے ہیں۔ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ منیٰ اور مکّہ مکرّمہ کا راستہ انہی جذبات، اسی ذوق و شوق کا ترجماں رہے گا۔

مژدۂ راحت

رات کافی گزر چکی تھی، خدا جانے ایک خالی بس کیسے اِس طرف نکل آئی۔ مَیں نے ازراہِ تفنّن ڈرائیور سے کہا: اِلَی الْمَکَّہ۔ خیال تھا کہ ہماری بات سننے کی فرصت کسے ہو گی؟ مگر اُس نے جواب دیا، "خمسہ ریال" یعنی پانچ ریال، ہم نے سامان اُٹھا کر بس میں رکھا، اللہ تعالیٰ کا شُکر ادا کیا، اِنتہائی پریشانی اور مایوسی میں مولا کریم کس طرح سکون و آرام کا مژدہ سناتا ہے، صرف دِلوں کو رجوع کی ضرورت ہے، اس کو پکارنے، اس سے امداد طلب کرنے اور اس کے کرم کی بھیک مانگنے کی بات ہے۔ وہ ہر حال میں اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے، وہ اپنے بندوں پر انتہائی مہربان ہے۔ اسی خدائے واحد کو حاجت روا سمجھنا چاہئے اسی ایک دروازے کو کھٹکھٹانا چاہیے، اسی کریم کے در پر دستک دینی چاہیئے اگر بھروسہ اسی کی ذاتِ واحد پر ہو تو وہ ہر قدم پر دستگیری کرتا ہے۔ ہر ایک کی پکار کا جواب دیتا ہے، وہ خستہ دِلوں کے زیادہ قریب ہے ——— دُکھیا دل تو اس کا مسکن ہیں۔

کچھ ترک حجاج بھی بس میں سوار ہو گئے۔ بس دیکھتے ہی دیکھتے بھر گئی۔ کلینر ایک عمر رسیدہ شخص تھا، جو بے تکلّف عربی بول رہا تھا، اس نے یکدم لہجہ بدلا اور مجھ سے اچھی خاصی پنجابی میں بات چیت شروع کر دی۔ مَیں نے اس سے دریافت کیا: آپ مکّہ مکرّمہ رہتے ہیں؟ اُس نے بتایا کہ اس کی پیدائش مکّہ مکرّمہ کی ہے مگر آبا و اجداد لاہور کے رہنے والے تھے،

Marfat.com

مکہ مکرمہ آکر آباد ہو گئے، اب اِس شہرِ خیر و برکت میں ایک عمر گزر گئی ہے، جائداد ہے، مکانات ہیں ——— یہ بس بھی میری ملکیت ہے۔ اس نے ڈرائیور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ میرا لڑکا ہے۔ میرے دس لڑکے ہیں۔ سب کام کرتے ہیں۔ مَیں کبھی کبھی بیٹے کی مدد کے لیے بس پر آجاتا ہُوں۔ بس اسی رفتار سے چل رہی تھی جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ ہم خوش تھے کہ ہمیں مکہ مکرمہ کے راستوں، مکانوں اور دکانوں کو زیادہ سے زیادہ دیکھنے کا شرف نصیب ہو رہا ہے۔ بس رات کے کسی حصّے میں بلدِ امین پہنچ ہی جائے گی۔ ہم نے بس کے مالک سے درخواست کی کہ وہ ہمیں ہماری قیام گاہ پر اُتار دے۔ اس نے وعدہ کر لیا، مگر موڑ پر سپاہیوں نے روک دیا۔ یک طرفہ ٹریفک تھی۔ بس حرم پاک کے آگے رُکی، یہاں سے ہماری اقامت گاہ کچھ فاصلے پر تھی۔ سامان ساتھ تھا۔ ہم نے صفوں میں لپٹے ہوئے بستر اُٹھائے اور چل پڑے تھوڑی دُور جا کر میری ہمّت جواب دے گئی، ایک حمّال کو دو ریال دیے اور بستر رہائش گاہ پر پہنچایا، میرے ہمسفر بھی تھوڑی دیر کے بعد آگئے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ حج کے پانچ روز اُس کے کرم سے بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئے۔ جس پاکیزہ مقصد کے لیے سفر اختیار کیا تھا وہ پُورا ہو گیا ——— یہ خداوندِ کریم کے لامتناہی کرم کی نشانی اور سعادتِ دارین ہے۔

مکہ مکرّمہ میں قیام حج کی ادائیگی کے بعد ابھی دو ہفتے مزید مکہ مکرّمہ قیام کرنا تھا، ہمارے جہاز "شمس" کو ۱۵ ؍جنوری روانہ ہونا تھا۔ یہ دو ہفتے حرم پاک میں مسلسل حاضری کے متقاضی تھے، یہ حشر کے لیے زادِ راہ فراہم کرنے سعادتوں سے جھولیاں بھرنے، دریائے رحمت سے سیراب ہونے، برسوں کی تشنگی بجھانے کے دن تھے۔ یہ وہ سعادتوں کی گھڑیاں، فضیلتوں کے دن اور رحمتوں کی ساعتیں تھیں جن کے حصُول کے لیے اُمید و بیم، حسرت و یاس کے اَن گنت مرحلوں سے گزرے تھے۔ اِس قیام کا ایک ایک پل نجات کا مژدہ،

Marfat.com

جنت کی نوید، اور انتہائے کرم کی دلیل تھا۔ یہ شرف دنیا کے ان گنت لوگوں میں سے چند ایک کا مقسوم تھا، یہ شکر کا مقام تھا —— یہ کریم کے دروازے پر صدا لگانے کے چند ایام تھے وہ کریم جس کا کرم زمان و مکان پر محیط ہے۔

حجاج کی واپسی کا منظر

حجاج کے قافلے اپنے اپنے وطن لوٹ رہے تھے، صبح و شام کوچ تھا، راستوں کی بھیڑ چھٹ رہی تھی۔ مکان خالی ہو رہے تھے —— بالآخر سڑکوں کے عارضی قہوہ خانے بند ہونے لگے، چیزوں کی قیمتوں میں کمی ہونے لگی۔ حجاج اس چشمۂ لطف سے قلب و نظر کو پاک کر کے، روح کی کدورتوں کو دھو کر فردِ عمل کے داغوں کو مٹا کر، دیدہ و دل کی تاریکیاں دور کر کے پھر چمکتے شہروں اور ہنگامہ پرور بستیوں کی طرف جا رہے تھے۔ یہ خوش بخت انسان تھے۔ یہ سعادت مند نفوس تھے جن کو اللہ نے اپنے گھر کی حاضری کے لیے منتخب کیا تھا —— جنہیں بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری نصیب ہوئی تھی، جن کی آنکھیں گنبدِ خضریٰ کی مسلسل زیارت سے تابندہ، جن کے قلوب حرمِ پاک کی ضیا پاشیوں سے منور اور جن کی روحیں سرورِ ازلی سے آشنا ہو چکی تھیں۔

حرمِ پاک کے دونوں کناروں پر حجاجِ کرام کے سامان کے ڈھیر لگے تھے۔ سخت گرمی میں یہ لوگ کئی کئی دن سے ٹرانسپورٹ کے منتظر تھے، اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کے شہر کا موسم بھی عجیب بنایا ہے جب ہمارے ملک میں سخت سردی ہوتی ہے تو مکہ مکرمہ میں گرمی ہوتی ہے۔ بارش ہو جائے تو موسم میں وقتی طور پر خنکی آجاتی ہے ورنہ سال کا بیشتر حصہ گرمی ہی رہتی ہے، دو چادروں میں لپٹے، احرام باندھے، حجاج کے لیے سخت سردی میں فریضۂ حج ادا کرنا دشوار ہوتا، مدینہ منورہ کا موسم اس سے قطعی مختلف ہے۔ حدودِ مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی ہوا کے خنک و لطیف جھونکے مہمانانِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کرتے ہیں۔ جسم کی تپش کو زائل کر کے اسے کیف و

Marfat.com

سرور بخشتے ہیں۔ یہ جھونکے درِ رحمت پر باریابی کا مژدہ سناتے ہیں۔ وصل کی شادمانیوں، قرب کی سرشاریوں اور حاضری کی لذتوں سے بہرہ ور کرتے ہیں۔ جب ابرِ رحمت برستا ہے تو موسم خاصا سرد ہو جاتا ہے۔ اس دربارِ عام میں حاضری کے لیے لباس کی کوئی قید نہیں۔ انسان جس طرح چاہے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو جائے۔ یہاں لباس سے زیادہ دل کی پاکیزگی درکار ہے۔ اس دربار میں ظاہر پر نہیں بلکہ باطن پر نظر رہتی ہے۔ یہاں آنکھوں کو رونے کا سلیقہ اور دل کو دھڑکنے کا قرینہ آنا چاہیے۔ یہاں تقویٰ کا لباس درکار ہے۔ یہاں عجز کا جامہ زیبِ تن ہونا چاہیے جس پر ریا و تفاخر کی کوئی آلائش نہ ہو جس پر نسلی غرور کا شائبہ تک نہ ہو، جس پہ دُنیوی بڑائی کی گرد نہ جمی ہو۔ یہاں اشکوں کے نذرانے قبول کیے جاتے ہیں، یہاں عجز و انکسار کی قدر و منزلت ہے۔ سر جھکا کر چلنے والوں کو سرفراز کیا جاتا ہے۔ مٹنے والوں کو حیاتِ جاوداں عطا ہوتی ہے۔

یہ دو دربارِ مقدس ایسے ہیں جو سب کے لیے کھلے ہیں۔ یہاں دربان آداب سکھاتے ہیں مگر حاضری سے روک نہیں سکتے۔ کعبہ تمام کائنات کا قبلہ ہے۔ رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار کونین کے لیے رحمت ہے، یہاں عام کپڑوں میں ملبوس ایسے برگزیدہ بندے بھی حاضر ہوتے ہیں جن کا لباس گرد آلود مگر رُوح اُجلی ہوتی ہے۔ قلوب معطر و منور ہوتے ہیں۔ ذکرِ الٰہی کے نُور سے ان کی رُوح کے خلوت کدے روشن ہوتے ہیں۔ ان کو ظاہری لباس کی فکر نہیں ہوتی وہ تو باطن کو سنوارنے، رُوح کو نکھارنے اور قلب کو پاکیزہ رکھنے میں مصروف ہیں۔

الوداعی طواف کا منظر

مطاف، طواف کرنے والوں سے بھرا ہُوا تھا۔ بیتُ اللہ کے الوداعی طواف کے لیے، وطن لوٹنے والے حاضر تھے آخری طواف کا منظر دیدنی تھا، ـــــ حجاج بیتُ اللہ کو دیکھتے ہیں، آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔ زبان سے دُعا نکلتی ہے کہ اے ربِّ کریم اس پاک گھر کی حاضری بار بار نصیب فرما۔ آنکھوں

Marfat.com

کو بیتُ اللہ کے دیدار سے بار بار مشرف فرما، ملتزم سے لپٹ لپٹ کر رو رو کر دعائیں مانگنے کی سعادت سے بار بار بہرہ ور کر، آہوں کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ اشکوں کا سیلاب ہے کہ رُکتا ہی نہیں۔ یہ چشمہ کیسے خشک ہو سکتا ہے، جس کو عشق کے منبع سے پانی مہیا کیا جاتا ہے۔ سات چکّر لگا کر، طواف کر کے حجاج بیٹھ گئے۔ نظر بیتُ اللہ پر ہے، خانہ کعبہ کے جمال کو دل کے اوراق پر اتارتے ہیں کہ جب بیتُ اللہ یاد آئے تو نہاں خانۂ دل میں کتابِ عشق کا یہ ورق اُلٹ کر آنکھوں کو اسکے جمال سے سیراب کریں۔ نمازوں میں مسجودِ خلائق کا تصوّر سامنے رہے۔ ایسے محسوس ہو کہ بیت اللہ شریف پر، مطاف میں، مقامِ ابراہیم پر، حجرِ اسود کے سامنے۔ رُکن یمانی کے پاس، حطیم کے اِرد گرد نماز ادا ہو رہی ہے۔ اپنے خالق کے حضور انہی مقاماتِ مقدسہ پر سر بسجود ہیں۔ بیتُ اللہ کے دیدار اور اُس کی سعادتوں سے دامن بھرتا رہے —— سب کا جی یہی چاہتا ہے کہ اسے عمر بھر دیکھتا رہے۔ مگر ذمہ داریوں کا احساس ہے، فرائض کا خیال ہے، حقوق العباد کی تکمیل سامنے ہے۔ یہ بھی عبادت ہے۔ یہ بھی دین ہے۔ یہ بھی سنّتِ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہے۔ دین مکمل ضابطۂ حیات ہے، ہر فعل اگر سنّتِ مطہرہ کے مطابق ہو تو باعثِ اجر و ثواب ہے۔ زندگی کا کوئی گوشہ عملی زندگی کا کوئی پہلو، انسانی فکر کا کوئی لمحہ ایسا نہیں جس میں سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حیاتِ طیّبہ مشعلِ راہ نہ ہو۔ ان کے نقوشِ کفِ پا سے زندگی کے راستے جگمگاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کرم کے خزانے قاسمِ رحمت کے ہاتھ سے تقسیم ہوتے ہیں۔

حجاج طوافِ وداع کر کے بیت اللہ کو تکتے تکتے اُلٹے پاؤں واپس ہو رہے ہیں۔ خانہ کعبہ کو تکتے تکتے درِ حرم تک پہنچے، قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ آنسو مسلسل بہ رہے تھے۔ دروازے تک آئے اور بیتُ اللہ کے آخری دیدار کے لیے درِ حرم پر نمناک آنکھوں سے کھڑے دُعا کر رہے ہیں۔ اشکوں کے آئینوں میں بیتُ اللہ جھلملاتا، نُور برساتا، رحمت کی کرنیں بکھیرتا اور وداع

Marfat.com

ہونے والوں کو مغفرتِ الٰہی کا مژدہ سناتا نظر آرہا تھا۔ ہم حرم کے دربان سے گلے مِل مِل کر رو رہے تھے ؂

وہ دربانوں سے رو رو کر دُعاؤں کیلئے کہنا
دمِ رخصت گلے مل مل کے رونا یاد آتا ہے (حافظ لدھیانوی)

دربانِ حرم سے ہچکیوں میں، نامکمل الفاظ میں دُعا کی درخواست کر رہے تھے، یا اللہ اپنے گھر کی حاضری سے بار بار مشرف فرما۔

قافلے دن رات روانہ ہو رہے تھے۔ کوئی آج روانہ ہُوا۔ کسی کا کُوچ کل ہے، ٹیکسیاں سامان سے لدی، مسافروں کو لیے، مکّہ مکرّمہ سے روانہ ہو رہی تھیں۔ اکثر حجّاج جو دیر سے مکّہ مکرّمہ حاضر ہُوئے تھے۔ مدینۃ الرسُولؐ جا رہے تھے، عشق مہمیز لگا رہا تھا۔ کوئی پہلی بار دربارِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم میں حاضر ہو رہا تھا۔ کوئی ہر سال سعادت سے نوازا جا رہا تھا، زبان پر درود و صلوٰۃ کے نغمے، آنکھوں میں روضۂ اقدس کا نقشہ، دِل کے نہاں خانوں میں عشقِ سرکار صلّی اللہ علیہ وسلّم کی قندیلیں روشن ہوگئیں۔ ان کے نُور سے تمام راستہ جگمگا اُٹھا۔ اشتیاق کا عالم دیدنی تھا۔ نامِ سرکار صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ہر بار نیا لُطف، نیا کیف میسّر تھا۔ اس نامِ گرامی سے رُوح سرشار، قلب روشن اور زبان حلاوت اندوز تھی ؂

نیا ہے لیجیے جب نام ان کا
عجب وسعت ہے میری داستاں میں

ہر بار نامِ نامی کا سرور مختلف، ہر حاضری پر کیفیت جُداگانہ —— یہ نام نامۂ اعمال میں نجات کا ضامن اور شفاعت کا موجب ہے ——

مدینہ منوّرہ میں حجّاج کا ورود بڑھ رہا ہے۔ نمازوں کے اوقات میں حرمِ نبوی

Marfat.com

سے باہر دور تک صفیں پہنچ جاتی ہیں۔

مکہ مکرمہ سے روانگی کا منظر روز آنکھوں کے سامنے رہتا ہے، یہاں ہر ایک کی کیفیت ایک سی ہوتی ہے، ہجر کا تصور، سینے کا داغ —— یاد ہر قلب کا چراغ بنی رہتی ہے۔

مصری قاری کی تلاوت

حرم پاک میں عجیب وغریب کیفیتوں کے لوگ دیکھنے میں آتے ہیں، ایک ایک واقعہ، زندگی کا سرمایہ، یادوں کا خزانہ اور مشاہد کی دولت ہوتا ہے —— نمازِ ظہر ادا کر کے حرمِ پاک سے باہر جا رہا تھا کہ سیڑھیوں کے پاس ایک مصری قاری کو کلامِ پاک کی تلاوت میں مصروف پایا۔ اس کے اندازِ ترتیل نے میرے قدم روک لیے، دیوارِ حرم کے ساتھ ساکت وصامت کھڑا ہو گیا۔ ہمہ تن گوش اس کی تلاوت سُننے لگا، اس کی آواز میں بلا کا سوز تھا۔ وہ دامن پھیلائے ہُوئے تھا مگر دامن سے زیادہ اس کی نظر باطن پر تھی یہ سوز اس کی قلبی کیفیت کا آئینہ دار تھا۔ معلُوم ہوتا تھا وہ خود اپنی قرأت سے کیف وسرور کے عالم میں مستغرق ہے۔ لوگ ریال اس کی جھولی میں ڈال رہے تھے مگر وہ اپنی محویت اور والہانہ جذب میں کلامِ مجید کی تلاوت کر رہا تھا۔ میرے ہم وطن گزرے۔ مَیں نے انہیں روک لیا تاکہ اس حسنِ قرأت اور اس نعمتِ بے بہا سے مستفیض ہو سکیں۔ میرے ساتھی بھی اس خیرِ کثیر کا حِصّہ بن گئے۔ یہ مصری نوجوان سورۂ فرقان کے آخری رکوع کی تلاوت کر رہا تھا۔

اس سُورہ کے آخری رکوع میں اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی صفات بیان کرتا ہے۔

"اللہ کے نیک بندے زمین پر آہستہ اور عاجزی سے چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں بس سلام،

جو سجدے اور قیام کی حالت میں اپنے رب کے حضُور رات گذارتے ہیں؛

جو عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم سے جہنّم کا عذاب پھیر دے۔ بیشک

Marfat.com

اس کا عذاب بہت سخت ہے ، بیشک وہ بہت ہی بُری ٹھہرنے
کی جگہ ہے۔
اللہ کے نیک بندوں کی شان یہ ہے کہ وہ نہ تو بخل سے کام لیتے ہیں اور
نہ ہی فضول خرچ ہوتے ہیں بلکہ وہ اعتدال کی راہ پر گامزن ہیں۔
اللہ کے نیک بندے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو مدد کے لیے نہیں پکارتے
اور نہ بغیر حق کسی کو قتل کرتے ہیں اور نہ ہی گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں"۔

مصری نوجوان پُورا رکوع پُرسوز لہجے میں تلاوت کر رہا تھا۔ زبانوں سے بیساختہ سبحان اللہ، اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں ـــــ قاری پر خود وجد کی سی کیفیت طاری تھی، وہ کلامِ پاک کی بلاغت میں کھویا ہُوا تھا۔ وہ خدمت کرنے والوں کو آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھتا تھا، اُس نے رکوع ختم کیا۔ ہم کسی اور ہی دُنیا میں پہنچے ہُوئے تھے۔ وہ پاکیزہ دُنیا جہاں اِس عالمِ رنگ و بُو سے علاقہ ختم ہو جاتا ہے ـــــ کاش یہ لمحات ابدی ہو جاتے اور ہم خداوندِ کریم کے کلامِ پاک کو سنتے سنتے، آخرت کا زادِ راہ سمیٹتے اور ایمان کی دولت لیے ہُوئے اس دارِ فانی سے کوچ کر جاتے۔

قرآنِ پاک کی شیریں اور دلکش زبان اس کا اعجاز ہے کہ مفہوم و مطالب سمجھے بغیر بھی سامع پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ سُننے والا قرارت کے سوز، الفاظ کے حسن اور اس کے نُور میں جذب ہو جاتا ہے، دُنیا میں یہ واحد کتاب ہے جو بار بار پڑھی جاتی ہے۔ انسان اعلیٰ سے اعلیٰ کتاب کو ایک دو بار سے زیادہ نہیں پڑھ سکتا مگر اس کی تلاوت سے ہر بار حظ محسُوس ہوتا ہے۔ رُوح کو تسکین ہوتی ہے۔ قلب جلا پاتا ہے۔ اس کے الفاظ دل و دماغ کو روشن کرتے ہیں۔ اس کے پڑھنے کا اجر انعامات کی انتہا ہے۔ ایک حرف پڑھنے سے دس نیکیاں نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔ ایک پارے کی تلاوت ہزار ہا نیکیوں کا موجب ہے۔

Marfat.com

انسان کے بیشمار گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے ، خدا کے ایسے برگزیدہ بندے بھی ہو گزرے ہیں جنہوں نے ہر شب کلامِ پاک ختم کیا جن کی رُوح کی غذا تلاوتِ کلامِ پاک تھی —— آج ہم اس کی برکتوں اور رحمتوں سے مستفیض ہو رہے تھے ۔

یہ مصری قاری تھا۔ عربی اس کی مادری زبان تھی۔ یہ اس زبان کا سمجھنے والا تھا جس میں کلامِ پاک نازل ہُوا ، مفہوم و معنی سے آشنا ، ہر لفظ کی کیفیت سے واقف —— معانی کے ساتھ ساتھ اس کی آواز میں سوز اور گداز کی کیفیت پیدا ہوتی گئی۔ اس کے لہجے نے ہم جیسے عربی زبان سے ناآشنا لوگوں کو بھی متاثر کیا۔

حرمِ پاک کی یہ چند ساعتیں حسین ترین یادگار بن گئیں ، حرمِ پاک کے تصور میں ایک اور نقشِ جمیل کا اضافہ ہوگیا ——

کوئٹہ کے ایک پٹھان سے ملاقات

مکبّر کی عمارت سے ملحقہ پلاٹ میں نمازِ عصر ادا کرکے بیت اللہ کی زیارت سے قلب و نگاہ کو روشن کر رہا تھا، حرم کے قیام کا ایک ایک لمحہ زندگی بھر کی نیکیوں سے افضل ہے۔ خدا جانے بیتُ اللہ کی زیارت پھر کب نصیب ہو۔ مَیں انہی خیالات میں محو تھا کہ کوئٹہ کا ایک پٹھان میرے پاس آبیٹھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر ہچکچا رہا تھا، مَیں نے اس کی بیتابی بھانپتے ہوئے اس سے پُوچھا، بابا کوئی بات پوچھنا ہے ؟ —— اس کے چہرے کے تاثّر سے یوں معلُوم ہُوا جیسے مَیں نے اسکے دل کی بات کہہ دی ہو۔ کہنے لگا: حاجی صاحب ! یہ جو سات چکّر کاٹتے ہیں اُس نے خانہ کعبہ کا طواف کرنے والوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔" بغیر لنگ کے ہو سکتا ہے ؟ یعنی یہ چکّر بغیر احرام کے لگائے جا سکتے ہیں ؟ مَیں نے اسے سمجھایا کہ اگر صرف طواف کرنا ہو تو احرام کی قید نہیں، عمرہ اور حج کے لیے احرام باندھا جاتا ہے —— پھر اُس نے مسعیٰ کی طرف اشارہ

Marfat.com

کرتے ہُوئے کہا: اس کے بعد دوڑنا بھی پڑتا ہے؟ ـــــ "اگر احرام میں ہو یعنی عمرہ اور حج کی نیّت ہو پھر سعی کرنا ہوتی ہے۔ صرف طواف کے لیے سعی ضروری نہیں"۔ میں نے جواب دیا ـــــ یہ انتہائی سادہ لوح بزرگ تھا۔ اپنی بیوی کے ساتھ حج کو آیا ہُوا تھا اور حج کے مسائل جاننا چاہتا تھا۔ مَیں نے اسے طواف کے بارے میں سمجھانا شروع کیا کہ حجرِ اسود پر نیّت کی جاتی ہے۔ اُس نے مجھے ٹوکتے ہوئے کہا، حاجی صاحب نیّت کیسے کرتے ہیں۔ حاجی صاحب آپ ناراض تو نہ ہوں گے ـــــ مَیں نے اِنتہائی نرمی سے کہا، بابا حرمِ پاک ناراض ہونے کی جگہ ہے! یہ تو خیر و برکت حاصل کرنے اور اسے پھیلانے کا مقام ہے۔ آپ جو چاہیں مجھ سے بلا جھجک پوچھیں۔ اُس نے اپنی بات دہراتے ہوئے کہا تو حاجی صاحب نیّت کیسے کرتے ہیں۔ مَیں نے کہا کہ بابا آپ عربی زبان میں تو نیّت نہیں کر سکتے۔ آپ اپنی زبان میں یوں کہہ لیا کریں "اے اللہ مَیں تیرے گھر کے سات چکّروں کی نیّت کرتا ہوں تو انہیں قبول کر اور میرے لیے آسان بنا دے ـــــ یہ الفاظ سُن کر وہ بہت خوش ہُوا۔ اُس کے چہرے پر مسرّت کی لہر دوڑ گئی جیسے اسے کوئی خزانہ مِل گیا ہو۔ واقعی حرمِ پاک کی ہر نیکی آخرت کا خزانہ ہے۔ اُس نے اِنتہائی سادگی سے کہا، یہ ٹھیک ہے حاجی جی یہ تو مَیں کہہ سکتا ہوں۔ یہ تو مشکل نہیں۔ اس نے حیران ہو کر میری طرف دیکھا اور کہا، پھر۔؟ ـــــ "پھر بِسمِ اللہِ اللہ اکبر و للہِ الحمد کہہ کر ہتھیلیوں کو حجرِ اسود کی طرف کر کے انہیں چُوم لے اور چکّر شروع کر دے اور ہر بار حجرِ اسود پر اسی طرح نیّت کرے ـــــ مَیں نے رُکنِ یمانی کی طرف اشارہ کرتے ہُوئے کہا کہ اگر بھیڑ نہ ہو تو دونوں ہاتھوں سے اسے چھُو لے اگر بھیڑ زیادہ ہو تو ویسے گزر جائے، اسی طرح سات چکّر پُورے کرے۔ حجرِ اسود کے سوا خانہ کعبہ کے کسی اور حصّے پر نیّت کرنا درست نہیں۔ کوشش کرے کہ طواف کرتا ہُوا خانہ کعبہ کو نہ دیکھے، یعنی انتہائی اشتیاق اور محبّت سے اللہ تعالیٰ کے گھر کے اردگرد چکّر لگائے۔ طواف ختم کرنے کے بعد

Marfat.com

مقامِ ابراہیمؑ پر دو نفل ادا کرے۔ اگر مقامِ ابراہیمؑ پر جگہ نہ مل سکے تو اُس کے قریب کسی دوسری جگہ نفل ادا کرے، اِن اوقات میں نفل ادا نہ کرے جن میں سجدہ ممنوع ہے۔ مَیں نے اُسے خانۂ کعبہ، مقامِ ابراہیمؑ، رُکنِ یمانی اور حجرِ اسود کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پنجابی میں تمام مسائل و احکام سمجھائے —— اسے یہ بھی بتایا کہ وہ اپنے والدین، اپنے اعزّہ و اقارب اور احباب کو ثواب پہنچانے کی نیّت سے بھی طواف کر سکتا ہے یعنی ان کی طرف سے نیّت کر کے طواف کر سکتا ہے —— اس سادہ لوح پٹھان نے انتہائی سادگی سے دریافت کیا: تو حاجی صاحب میرے ماں باپ کو ثواب پہنچ جائے گا؟ ضرور پہنچ جائے گا۔ مَیں نے کہا، اگر وہ فوت ہو گئے ہوں تو ان کے درجات بلند ہوں گے، وہ تم سے خوش ہوں گے —— حاجی جی، یہ تو آپ نے بہت اچھی بات بتائی، تو ماں باپ کو اُسی وقت ثواب مِل جائے گا، ضرور مِل جائیگا مَیں نے کہا —— مَیں نے اس مردِ بزرگ سے کہا کہ وہ اپنے والدین کے لیے نوافل بھی پڑھ سکتا ہے۔ والدین کے لیے دو نفلوں کا ثواب حرمِ پاک میں دو لاکھ نوافل کے برابر ہے —— حاجی صاحب یہ تو مَیں ضرور پڑھوں گا، میرا ماں باپ مجھ سے راضی ہو گا —— ٹھیک ہے نا۔ ہاں بابا ٹھیک ہے —— یہ بات کہتے ہوئے وہ اُٹھا جیسے خزانے کی تلاش میں نکلا ہو جس کی مَیں نے نشاندہی کی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر میرے پاس آ گیا اور خاموش بیٹھا رہا۔ اس کے اضطراب سے مَیں نے پھر اندازہ لگایا کہ وہ کچھ کہنا چاہتا ہے —— مَیں نے اس کے کندھے پر محبّت سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا، بابا کوئی اور بات پوچھنا ہے؟ —— اُس نے پھر کہا: حاجی جی! آپ ناراض تو نہ ہوں گے۔ مَیں نے اسے کہا، بابا آپ بزرگ ہیں، بلا تامّل بات کریں۔ اُس نے کہا، حاجی صاحب! ہم پٹھان لوگوں کی عقل موٹی ہوتی ہے۔ اگر ناراض نہ ہوں تو حجرِ اسود

Marfat.com

کے پاس چل کر ایک بار پھر نیّت کے الفاظ بتا دیں۔ میری بیوی ادھر کھڑی ہے۔ مَیں اسے ساتھ لے کر اپنے ماں باپ کا طواف کر دوں گا۔

مَیں سوچ رہا تھا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ اس کے گھر کتنے سادہ لوگ آتے ہیں۔ ہر چند مسائل پر عبور نہیں مگر تقویٰ کا زعم بھی تو نہیں، اپنے دامن میں محبّت اور خلوص کی دولت لیے حاضر ہیں۔ وہ صِرف اِتنا جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے گھر آنے سے وہ خوش ہوتا ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے۔ یہاں نہ زُہد کام آتا ہے، نہ تقویٰ، یہاں تو دِلوں کی کیفیات کو دیکھا جاتا ہے۔ وہ تو نیّتوں کو جاننے والا ہے۔ ارادوں سے واقِف ہے۔ مجھے اس مردِ بزرگ پر رشک آ رہا تھا کہ اس کو نہ علم کا زعم ہے، نہ عبادت کا گھمنڈ، وہ ربّ العالمین کا مہمان بن کر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے اس مہمان پر ضرور کرم کی بارش کرے گا —— دُعا کی کہ اے خداوندِ کریم اس نیک اور سادہ بندے کے طفیل میری عبادت بھی قبول فرما ——

"حاجی جی آپ کیا سوچ رہے ہیں" اس نے انتہائی معصُومیّت سے کہا۔ آپ ناراض تو نہیں ہو گئے —— نہیں بابا۔ مَیں اس بزرگ کے ساتھ حجرِ اسود کی طرف چل پڑا تاکہ اسے نیّت کے الفاظ بتا دوں۔

جب ہم مطاف میں پہنچے تو اُس نے مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ "میری بیوی کہاں گئی؟" —— "مجھے کیا معلُوم؟" مَیں نے کہا —— "حاجی صاحب آپ ادھر کھڑے ہوں مَیں اسے ڈھونڈ کر لاتا ہوں"۔ مَیں اِنتظار کرنے لگا۔ وہ گھوم پھر کر آگیا اتنے بڑے ہجوم میں کسی کو تلاش کرنا بہت مُشکِل ہے —— پھر نہایت معصُومیّت سے پُوچھا، "میری بیوی کہاں گئی۔" "بابا مَیں کیا جانوں، تھوڑی دیر ٹھہرو آجائے گی" —— پھر نجانے کیا سوچ کر کہنے لگا، "اس کو چھوڑو، خود ہی آجائے گی —— آپ مجھے نیّت بتا دیں۔ مَیں اس کے ساتھ نیّت

Marfat.com

بتانے کے لیے حجرِ اسود تک گیا، وہ نیّت کر کے چکر کاٹنے لگا ـــــ خدا جانے اس کو بیوی کب ملی۔؟ ـــــ

مَیں پھر آ کر کنکریوں کے پلاٹ میں بیٹھ گیا ـــــ پھر سوچنے لگا۔ اللہ تعالیٰ دِلوں کی سادگی اور عجز و نیاز سے خوش ہوتا ہے۔ اپنی رضا کی دولت سے ایسے سادہ لوح بندوں کا دامن بھر دیتا ہے، یہ اللہ کے نیک بندے روتے روتے دربارِ خداوندی میں حاضر ہوتے ہیں۔ اِنکو اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا احساس ہوتا ہے۔ وہ اپنی ناواقفیّت سے محرم ہیں ـــــ وہ سادہ الفاظ میں انتہائی خلوص سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور اپنی نجات کا سامان ڈھونڈنے آتے ہیں ـــــ یہ ادا خُدا کو سب سے زیادہ پیاری ہے۔ یہ معصُومانہ الفاظ رحمت کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ جن کی برکت سے یہ سادہ دِل اُمتی جھولیاں بھر کر لَوٹتے ہیں۔

Marfat.com

کعبۃ اللہ

یہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے ، یہ بیتِ عتیق ہے ، حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت سے پیشتر ایک بتکدے میں تبدیل ہو چکا تھا۔ یہ جبینیں جو آج خدائے وحدہٗ لاشریک کے سامنے سجدہ ریز ہیں ، کبھی تین سو ساٹھ بتوں کے آگے جھکتی تھیں۔ سِیمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ کی آیتِ مبارکہ جن کی شان میں نازل ہوئی ، ان کی پیشانیوں پر اسلام لانے سے پہلے لعنت کی مہر ثبت تھی ، غیر اللہ کو سجدے روا تھے جو خُدا کے قہر کو دعوت دیتے تھے۔ جب انسان کے عقل و فہم پر پردے پڑ جاتے ہیں ، تو وہ غلط اور صحیح ، جائز ناجائز ، حق اور باطل میں تمیز نہیں کر سکتا ، اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں کے سامنے سرنگوں ہو جاتا ہے ، انسان کو تو خلیفۃ اللہ بنا کر بھیجا گیا تھا ، اسے تمکنتِ ارضی دی گئی ، اسے نیابتِ الٰہی سے سرفراز کیا گیا ، اسے بحر و بر پر تکریم و عظمت بخشی گئی۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۝ اُس نے ایک خدا کو چھوڑ کر غیر اللہ کے سامنے سر جھکایا تو خلیفۃ اللہ

Marfat.com

اشرف المخلوقات، ذِلّت کے عمیق گڑھوں میں گر گیا۔ اس کی گراوٹ اور پستی کی انتہا نہ رہی، یہ متکبّر و سرکش انسان، جو اپنی حمیّت اور غیرت کا ڈھنڈورا پیٹتے تھے، اپنے قبیلوں کی آن کے لیے خونریزی و فساد کرتے تھے، معمولی تنازعہ پر جنگ وجدال میں برسوں گزار دیتے تھے انکی شجاعت و پامردی جب ذِلّت کے موڑ پر آئی تو انہوں نے اپنی پیشانیوں کو بے جان بتوں کے سامنے جُھکا دیا۔ قبیلوں کے سردار اپنی رفعت و عظمت میں ہزارہا اشعار کے قصیدے کہنے والے، اپنی بہادری اور شان کے گیت گانے والے، رزمیہ کلام سے لہو گرمانے والے مٹّی اور پتّھر کی مورتیوں کی مدح سرائی کرنے لگے، قدرت کا ہر حسین منظر ان کے لیے خدا بن گیا، یہ جابر و قاہر انسان کبھی ڈوبتے سورج کے آگے ماتھا ٹیکتے، کبھی طلوع ہوتے آفتاب کو سجدہ کرتے۔ دمکتا ہُوا چاند، گرتی ہوئی آبشار، بہتے ہُوئے دریا، سرو قد درخت ان کے سروں کو جھکاتے، وہ جو خاندانی وجاہت اور غیرت کی بنا پر کسی کے ممنُونِ احسان ہونا گوارا نہ کرتے تھے آج بتوں سے حاجت روائی کے لیے گڑگڑاتے تھے ــــــــــ

انسان جب خدائے واحد و قدّوس کے دروازے سے منہ موڑلیتا ہے تو اسے قدم قدم پر ذلیل ہونا پڑتا ہے۔ اس کے دِل میں ہر حسین شے سے خوف پیدا ہو جاتا ہے اس کے لیے فطرت کے حسین مناظر، لہلہاتے کھیت، چمکتا دمکتا سُورج، اُبھرتا ہُوا خوبصُورت چاند، شفّاف پانی، پہاڑوں کی بلندی، دریاؤں کی روانی سب معبُود بن جاتے ہیں۔ یہ انسانی ذِلّت کی انتہا ہے، یہی خانہ کعبہ سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت سے قبل بیہودہ حرکات کا مرکز تھا، اسی کعبۃ اللہ کے گرد برہنہ طواف کیا جاتا تھا، حیا و شرم کا احساس تک باقی نہ رہا تھا۔ وہ بے حیائی اور بے غیرتی کا لبادہ اوڑھ کر بیت اللہ کے گرد گھومتے تھے۔ اہلِ عرب کی اِن حرکاتِ شنیع کو دیکھ کر فرشتے دُعا کرتے ہوں گے کہ اے ربّ کعبہ، اے معبُودِ کائنات

Marfat.com

اپنے پاک گھر کو اس ننگِ انسانیت گروہ سے آزاد فرما۔ یہ لوگ دوزخ کا ایندھن، عذاب کے چلتے پھرتے پیکر، فسق و فجور کے مجسمے اور جہالت و گمراہی کی زندہ تصویریں ہیں، انہیں کعبۃُ اللّٰہ سے نکال دے، یہ پیغمبروں کی سرزمین، فرشتوں کے نزول کی جگہ، رحمتوں اور برکتوں کا مقام ہے۔ یہ تیرے خلیلؑ کی تعمیر ہے، تیرا گھر تو تزکیۂ نفس کے لیے بنایا گیا تھا، یہ گھر تو دوزخ سے نجات کا وسیلہ، گناہوں سے معافی کا مرکز، تطہیرِ قلب و نظر کا ذریعہ اور توبہ و استغفار کا مقام ہے۔ برہنہ طواف کرنے والوں سے اس گھر کو محفوظ فرما!

اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی، فرشتوں کی دعائیں سنی گئیں، یہ دعائیں رحمۃٌ للعٰلمین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صورت میں ظاہر ہوئیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے انتہائے کرم نے کعبۃ اللّٰہ کو گھیر لیا۔ مولائے کائنات کی بعثت ہوئی، خدا کا آخری پیام بر، محبوبِ ربّ العالمین، خیرالبشر، محسنِ انسانیت، معلّمِ اخلاق، ختم المرسلین کے منصبِ جلیل سے سرفراز ہوا۔ یہ ہادیٔ اکرم، رہبرِ اعظم صلّی اللہ علیہ وسلّم مسلسل آزمائشوں سے دوچار، ہر حال میں خدا کی وحدانیت کا درس دیتا رہا، ایک خدا کی عبادت کے لیے پرستارانِ باطل کو پکارتا رہا، آخر وہ روزِ سعید آیا جب بتکدوں کی خدائی میں زلزلہ آگیا، کفر کے قلعوں میں شگاف پڑنا شروع ہوئے، ظلم و تعدّی کی آندھیاں رُکنے لگیں، سرکش ہوائیں بند ہوگئیں، وہ خاتم المرسلینؐ، ناتوانوں کا سہارا، گنہ گاروں کا آسرا، رحمتِ عالم بن کر تشریف لے آیا۔

مکّہ مکرّمہ فتح ہوگیا، یہ مبارک دن ظلمات کے چھٹ جانے کا دن تھا۔ یہ گھڑی ظلم و تعدّی کے سارے نشانات مٹانے کے لیے آئی تھی۔ یہ روزِ سعید اللہ تعالیٰ کے گھر کو بتوں سے پاک و صاف کرنے کے لیے چڑھا تھا۔ شیطان کے سارے حربے ناکام ہوگئے، یہ حق کی فتح اور باطل کی شکست کا اعلان تھا۔ شیطانِ رجیم جس نے مدّتوں انسان کو ضلالت و گمراہی کے راستے پر

Marfat.com

چلایا تھا آج مایوس ہوگیا، صراطِ مستقیم پر چلنے کی ساعت آگئی، احکامِ خداوندی پر عمل کرنے کا دَور آگیا، جہنّم کے عذابِ شدید سے نجات پانے کا زمانہ آگیا، دوزخ کے دہانے پر پہنچنے والوں کو جنّت کا مژدہ سُنایا گیا، ظلمات میں بھٹکنے والوں کو منزل مِل گئی، جہالت کے نقطۂ عروج پر پہنچنے والوں کو عقلِ سلیم عطا کی گئی۔ پیشانیوں کی سیاہی دُھل گئی، لعنت کے طوق گردنوں سے اُتر گئے، رحمتوں کے سائے میں پناہ مِل گئی، چند نفوسِ قدسیہ نے کفر کے تمام نشانات ملیامیٹ کر دیے ـــــــ

فتحِ مکّہ مکرّمہ کے بعد سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے رفیقِ عتیق حضرت سیّدنا صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہٗ کو نو ہجری میں امیرِ حج بنا کر بھیجا۔ زبانِ وحی ترجمان نے ارشاد فرمایا: مکّہ مکرّمہ جا کر اعلان کر دو کہ آج سے تمام رسومِ باطلہ بند کی جاتی ہیں، کفریہ عبادات کے تمام طریقے آج ختم کیے جاتے ہیں۔ آج سے اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق، خداوندِ کریم کے بتائے ہُوئے طریقوں پر اللہ تعالیٰ کے بیتِ عتیق کا طواف ہوگا، یہ اعلانِ عظیم تمام کائنات کے لیے مسرّت و شادمانی کا موجب تھا۔ یہ دِن فرشتوں کی دُعاؤں کا ثمرہ تھا۔ یہ کائنات کے جشن کا دِن تھا۔ اِس جشن میں کائنات کی ہر شے شریک تھی۔

زمین و آسمان میں تہنیت کے ترانے گونجے۔ آفتابِ رسالت کے طلوع ہوتے ہی کفر کی تمام گھٹائیں چھٹ گئیں، ظلمات کے مراکز میں نورِ خدا جلوہ گر ہُوا، اللہ تعالیٰ کا گھر ہر برائی سے پاک کر دیا گیا۔ اب طواف اللہ اور اللہ کے رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بتلائے ہُوئے طریقوں پر ہونے لگا۔ اللہ تعالیٰ کے گھر کی عظمت دِلوں کا نور، اس کی زیارت تسکینِ جاں، اس کی بڑائی جزوِ ایمان، اس کی تقدیس آخرت میں نجات کا پروانہ بن گئی۔ ہر زبان پر توحید کی صدا گونجنے لگی، ہر فرد تسبیح و تہلیل میں رطب اللسان ہوگیا۔

Marfat.com

لبیک اللّٰھُمَّ لبیک کا جاں پرور ترانہ وجہِ کیف وسرور بن گیا، بتوں کو پُوجنے والے حلقۂ نُور میں داخل ہو گئے۔ ان کی آنکھیں کھل گئیں ان کو اپنے اعمالِ بد اور حرکاتِ جاہلانہ پر ندامت ہوئی۔ انہیں اپنے اعمال وکردار کے محاسبہ کی توفیق نصیب ہوئی۔ اور آخرکار اپنی بے بصری پر شرمندگی ہوئی، وہی زبانیں جو بُتوں کی مدح سرائی کرتے نہ تھکتی تھیں اَب ذکرِ توحید سے سکون پانے لگیں۔ اب بُتوں کی بجائے اللّٰہ تعالیٰ کے حضور لبیک اللّٰھُمَّ لبیک (اے اللّٰہ! میں حاضر ہوں) کی آواز بلند ہوتی تھی۔ وہ جو بے شمار بُتوں کے پجاری اور ان گنت مورتیوں کے پرستار تھے، پکار اُٹھے: تیرا کوئی شریک نہیں، اے خدا تو ہی عبادت کے لائق ہے۔ تو ہی خالق ومعبُود ہے ـــــ

یہ سب کیا تھا ـــــ ایک کملی والے کا صدقہ، محسنِ انسانیت صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کا احسان، ہادیٔ اعظم کی تعلیمات کا فیض اور جنابِ رحمۃ للعٰلمین کا کرم تھا، یہ اللّٰہ تعالیٰ کا نام بلند کرنے والے، سینکڑوں صعوبتیں سہنے والے، بیشمار مشکلات ومصائب جھیلنے والے کی سعیٔ مسلسل اور کوششِ پیہم کا نتیجہ تھا، وہ ذاتِ اقدس جس پر خدا کے آخری پیغام کی تکمیل ہوئی جس کی تقلید باعثِ نجات، جس کا ذکر سکون کا مظہر، جس کا نامِ نامی آرامِ جاں، جس کی محبّت اللّٰہ تعالیٰ کی محبّت جس کا ہر لفظ، ہر فعل انسانیّت کی معراج بن گیا۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ۔

یہ شعر وسخن کی رمز شناس اور فصیح وبلیغ قوم، یہ فصحا کے قبیلے جو غیر عربی کو عجمی کہہ کر پکارتے تھے، ان کا دعویٰ تھا کہ زبان آوری ان پر ختم ہے۔ باقی دنیا ان کے سامنے گونگی ہے، جب شاعری کے مقابلے ہوتے، تو ان کے فصیح وبلیغ شاعر فی البدیہہ قصائد کہہ دیتے تھے، وہ خیالی محبوب پر اپنی فصاحت کے موتی نچھاور کرتے، اپنے قبیلوں

کی بہادری، شجاعت اور سخاوت میں رطب اللسان رہتے اور ان کے رزمیہ اشعار قبیلوں کا خون گرماتے تھے۔ سربرآوردہ شعرا کے قصائد خانہ کعبہ پر لٹکائے جاتے تھے جو سبع معلقات سے مشہور ہیں۔ شاعری کے یہ نادر نمونے، فصاحت و بلاغت کے لازوال شاہکار تھے۔ یہ تخیل و تصور کی حسین یادگاریں تھیں الغرض یہ سب کچھ تھا مگر کلامِ پاک کے اعجاز کے آگے غیروں کو عجمی کہنے والوں کی اپنی زبانیں گنگ ہوگئیں۔

خدا کے کلام کے سامنے ان کی بلاغت نے دم توڑ دیا، فصاحت کے سارے دعوے کلامِ پاک کی آیات نے باطل کر دیے۔ اس دور نے دیکھا کہ سورۂ کوثر کی تین آیات نے ان کی شاعری اور زبان دانی پر مہرِ سکوت ثبت کر دی۔ ان کو اپنا کلام جس پر انہیں ہزار ناز تھا غیر فصیح معلوم ہونے لگا۔ یہی نہیں بلکہ قرآنِ مجید نے انہیں للکارا کہ اے زبان و بیان پر اترانے والو! اے فنِ شاعری کے دعویدارو! اے باطل کے پرستارو! کلامِ پاک جیسی ایک آیت تو بنا کر دکھاؤ۔ اس چیلنج کے جواب کے لیے ان خود ساختہ خداؤں کو بھی شریک کر لو، جن کی تم پرستش کرتے ہو، مگر اس چیلنج کا جواب کون دیتا، خدائے بزرگ و برتر کے مقابلے میں کون آسکتا تھا؟ اظہارِ عجز کے سوا کچھ پیش نہ کر سکے، ندامت اور بے بسی کے سوا کچھ بن نہ پڑا۔

یہ کلامِ پاک کا اعجاز تھا کہ اس نے ان گردن افرازوں کو گردن جھکانے پر مجبور کر دیا، اب وہی شاعر جو بتوں کی مدح سرائی کرتے نہ تھکتے تھے، خدائے واحد و قدوس کے ترانے گانے لگے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا ان کا جزوِ ایمان بن گئی۔ ثنائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی روح کی غذا بن گئی، زمانۂ جاہلیت کا ردِ عمل شروع ہوا، شاعری بتکدے سے نکل کر محراب و منبر کی زینت بن گئی، ان کے مدحیہ اشعار سن کر فرشتوں کو بھی وجد آنے لگا۔ ان شعرا کی خوش بختی کے لیے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش نودی مژدۂ جنت تھی، اب شاعری

Marfat.com

محبُوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بزم کی زینت اور رضائے الٰہی کا موجب بن گئی، حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اشعار کہنے اور دشمنوں کے اشعار کا جواب دینے کی فرمائش کرتے، حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو فرماتے کہ دشمنانِ دین کے اشعار کا جواب دو، اِس خوش بخت صحابی کو حضوؐر نے اپنی دُعا سے نوازا۔ اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ کی دُعا دربارِ نبوی کے شاعر کا مقسوم بنی، لبِ معجز نما سے نکلی ہُوئی دُعا نے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ذہن میں اجالا کر دیا۔ اس دُعا کی برکت سے انشراحِ صدر نصیب ہُوا، یہ شاعر پہلے ہی فصاحت و بلاغت کا مالک تھا، دُعائے رسُولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی زبان کو دشمنوں کے مقابلے میں تلوار بنا دیا۔ اس کے ایک ایک شعر نے دشمنوں کے منہ بند کر دیے۔ وہ حضرتِ حسان رضی اللہ عنہ کی جزالتِ بیان کے سامنے عاجز آ گئے۔ ان اشعار کا کون جواب دیتا جن کے کہنے میں محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا شامل تھی، کرم کا دامن وسیع ہوتا گیا، زمانۂ جاہلیت کے اس عظیم شاعر پر انعام و اکرام کی بارش ہوئی۔ اس کو حضوؐر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے منبر پر بیٹھ کر شعر سنانے کی اجازت دی۔ یہ کائنات کا سب سے بڑا اعزاز، آقائے دو جہاں کی خوشنودی کی سند اور علوِ مرتبت کی آخری حد تھی۔

کہاں شاعری ذلت و پستی کی دلیل تھی، کہاں یہ عروج کہ وہ فکر و نظر کی معراج اور رضائے محبُوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا باعث قرار پائی۔ جب دریائے رحمت جوش پر آتا ہے تو ہر ڈوبنے والے کو کنارہ مل جاتا ہے۔ ہر بے دست و پا کو ساحل نصیب ہو جاتا ہے، ہر شکستہ پا کو منزل مل جاتی ہے۔ چنانچہ یہ خوش قسمت انسان رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقرب صحابی بن گیا۔

بیت اللہ کی آخری زیارت

آج خانہ کعبہ، مرکزِ انوار و تجلّیات، نزولِ ملائکہ کے مقام، اللہ تعالیٰ کے گھر، بیتِ عتیق، سرچشمۂ فیوض و برکات سے جدائی کا دن تھا

پیغمبروں کی سرزمین، خلیل اللہ کی دعوت کی جگہ، ہر کلمہ گو کی عبادت گاہ اور حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب مقام سے مفارقت کا دن تھا، یہ ستّار العیوب، غفّار الذنوب، قاضی الحاجات کے دربار کا آخری دیدار تھا، کتنے روز اس کی زیارت سے آنکھوں کو جلا، رُوح کو نور، قلب کو سرور اور ذہن کو روشنی عطا ہوئی۔ کرم کے لمحات میں اسے دیکھ دیکھ کر دیدہ و دل کو سیراب کیا۔ ایک مدّت کی پیاسی نگاہوں کی تشنگی بجھ گئی، خاموش نگاہوں کی عبادت اور عمر بھر کی دعاؤں کے حاصل سے آج جُدا ہونے کا دن آگیا۔

یہ الوداعی طواف تھا، یہ کعبۃ اللہ کو آخری بار دیکھنے کی گھڑیاں تھیں۔ آج خانہ کعبہ کے گرد سات چکر اللہ تعالیٰ کے گھر کا آخری طواف تھا، سفرِ حج کی یہ عظیم سعادت، قیامِ حجاز کی لازوال برکت، یہ لمحاتِ انعام و اکرام غیر مختتم برکات کے حامل تھے۔ اس مقدس بارگاہ میں تہجد کے سجدے، نمازوں کا کیف اور نوافل کا سرور عمر بھر کا سرمایہ ہے۔ خانہ کعبہ کو آنکھوں کے سامنے لا کر اس کے تصوّر کی برکت سے ہر زائرِ حرم کو نماز میں عجیب لذّت اور محویّت نصیب ہوتی ہے، یہ غلافِ کعبہ ہے، یہ رحمت کی گھٹا ہے جو زائرین پر برستی ہے۔ یہ گھٹا جب برستی ہے تو اعمال کی فردِ سیاہ دھل جاتی ہے ـــــ رحمتِ خداوندی گناہگار کی متلاشی ہے۔

کیا ہے شانِ کریمی نے منتخب اسکو
کشش عجیب مرے نامۂ سیاہ میں ہے
(حافظ لدھیانوی)

یہاں ستّاری و غفّاری کی شان کمال آب و تاب سے جلوہ گر ہوتی ہے۔ تطہیرِ قلب و نگاہ میسّر آتی ہے۔ انسان اپنے جسم میں بُوئے رحمت محسوس کرتا ہے جو پاکیزگی کی علامت اور گناہوں سے پاک ہونے کی دلیل ہے۔

حجّاج طوافِ وداع کر رہے ہیں، دِل جدائی کے صدمے سے داغ داغ ہے آنکھیں

Marfat.com

جُدائی اور مفارقت کے احساس سے مطاف پر اشکوں کی بارش برسا رہی ہیں، طواف ختم ہوگیا، اب طواف ختم کرنے والے حجّاج مطاف میں بیٹھے خانہ کعبہ کے ایک ایک جزو کو لوحِ دِل پر نقش کر رہے ہیں۔ دِل اس مقدّس زمین سے اُٹھنا نہیں چاہتا۔ مگر کیا کیا جائے فرائض کا احساس ہے، ذمّہ داریوں کا پاس ہے۔ با دلِ نخواستہ اُٹھے، خانہ کعبہ پر نظریں جمائے، دُعائیں پڑھتے، اشک بہاتے اُلٹے پاؤں حرمِ پاک کے دروازے تک آ گئے۔ ساکنِ حرم کتنا خوش قسمت اِنسان ہے جب نظر اُٹھاتا ہے خانہ کعبہ اس کے سامنے ہوتا ہے۔ بیت اللہ کے گرد گھومنے والے پروانوں کو شب و روز دیکھتا ہے اِن کی شیفتگی و وارفتگی کا نظارہ کرتا ہے۔ وہ اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے خانہ کعبہ کے نور سے قلب و رُوح کو منوّر کرتا ہے۔ رحمتوں اور برکتوں سے دامن بھرتا رہتا ہے۔

ہمارے ایک بزرگ حاجی احمد حسن صاحب کی خانہ کعبہ سے رخصت کا سماں یاد آگیا۔ وہ کعبۃ اللہ کا آخری طواف کر کے دعائیں مانگ کر اشکوں اور آہوں کے نذرانے خدا کے حضور پیش کرنے کے بعد روتے روتے دروازے تک آئے، بیوی بچے سبھی جُدائی کے غم میں رو رہے تھے، دروازے پر آکر حاجی صاحب حرمِ پاک کے دربان سے لپٹ گئے۔ انتہائی رقّت آمیز اور ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں دربانِ حرم سے التجا کی کہ اے مقبولِ بارگاہ، اے مقرّبِ خدائے پاک، اے خوش قسمت انسان میرے لیے، میرے اعزّہ و اقارب کے لیے، بچّوں کے لیے خدا کے حضور خانہ کعبہ کا غلاف تھام کر بیتِ عتیق پر دُعا کرتے رہنا، دُعا کرنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس مقدّس بارگاہ کی حاضری کا شرف بار بار نصیب فرمائے۔

آخری دعا: اے ربِّ کعبہ، اے خُدائے محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم! ہماری حاضری قبول فرما، ہمارا حج قبول فرما! اس کی برکتوں سے ہمارے دل

منوّر کردے، ہمارے دامنوں کو اپنے فضل و کرم سے بھر دے، اِن اُٹھے ہُوئے ہاتھوں کو اپنے کرم، اپنی رضا کے پھُولوں سے نواز، جن کی خوشبو سے مشامِ جاں عمر بھر معطّر و معنبر رہے۔ ——— خانہ کعبہ کو بابِ حرم سے دیکھا اور وہی دُعا پڑھتے ہُوئے اشک فشاں آنکھوں، مضطرب دِل اور بے قرار روح کے ساتھ حرمِ پاک سے رخصت ہُوئے ———

اَللّٰھُمَّ زِدْ بَیْتَکَ ھٰذَا شَرَفًا وَّ تَعْظِیْمًا ○

Marfat.com

زیاراتِ مکہ مکرمہ

مولدِ مبارک

حضور خاتم النبیین محبوب رب العلمین

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

وہ صبحِ نور آپہنچی سیاہی چھٹ گئی یکسر
سحر نے نور پھیلایا در و بامِ تمنا پر

زمانہ منتظر تھا جس کا صبحِ عید آپہنچی
اندھیرا چھا رہا تھا تابشِ خورشید آپہنچی

Marfat.com

حرمِ پاک سے تھوڑی دور بازار میں مبدءِ فیوض و برکات ، سرچشمۂ نزولِ رحمت، مرکزِ انوارِ الٰہی ، مولدِ محبوبِ ربّ العالمین جنابِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم ہے ۔ یہ مقام خوشیوں کا پیغام ، لازوال مسرّتوں کی نوید اور ابدی خوشخبری کا باعث بن گیا ، یہاں خدا کے آخری نبیؐ کا ورودِ مسعود ہُوا ، آج اس جگہ کی زیارت سے آنکھوں کو منوّر ، قلب کو درخشاں اور رُوح کو مجلّٰی کرنے کا شرف نصیب ہُوا ؎

ربیع الاوّل امیدوں کی دنیا ساتھ لے آیا
دُعاؤں کی قبولیّت کو ہاتھوں ہاتھ لے آیا
خُدا نے ناخدائی کی خود انسانی سفینے کی
کہ رحمت بن کے چھائی بارہویں شب اس مہینے کی
حفیظ جالندھری

ربیع الاوّل کی بارہویں شب آقائے کائنات کا وجودِ مطہّر و منوّر دُنیا میں جلوہ افروز ہُوا ، رحمت

Marfat.com

خداوندی نے کائنات کی ہر شے پر بارانِ نور کر دی، فضائیں معطر و معنبر ہوگئیں، ساری کائنات نے میلادُ النبیؐ کا جشن منایا، اس جشنِ مُبارک میں کائنات کی ہر شے شریک تھی کیونکہ یہ وجودِ مقدّس ہر ایک کے لیے مژدۂ جانفزا، موجُوداتِ عالم کے لیے راحت و امن کا پیغام لے کر آیا تھا۔

فرشتے پرے باندھے حضورؐ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی والدہ ماجدہ سیّدہ طاہرہ حضرت آمنہ کو سلامی دینے کے لیے اُترے، مُبارکباد کے ترانوں سے ساری فضا معمُور ہوگئی، حور و ملائک، جنّ و بشر بلکہ کائنات کی ہر شے کے لبوں پر نشیدِ تہنیت تھا۔ زمین و آسمان کی ہر شے نے محبّت و عقیدت کے گلہائے تابناک پائے اقدس پر نچھاور کر دیے۔ محبُوبِ خدا، شاہکارِ قدرت کے چہرۂ انور کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے سب بیتاب تھے۔ موجُودات کی آنکھیں صدیوں سے اِس نورِ مجسّم و مطہّر کے لیے مضطرب تھیں۔ ستارے روئے زمین پر نظریں گاڑے رہتے تھے کہ اس رُخِ زیبا کی زیارت کر سکیں جس کے نُور سے ان کے وجُود تابندہ تھے۔ چاند اسی ذاتِ اقدسؐ کی جستجو میں سرگرداں تھا کیونکہ اس کے جمالِ جہاں آرا میں حضوؐر کا نور جلوہ ریز تھا۔ سورج اس مطلعِ نُور کی آرزو میں اُفق کی گود سے اپنا سفر شروع کرتا تھا کہ اس کو وہ خطّۂ پاک نظر آئے جہاں اِس نیّرِ عالم اور ہادیٔ اعظم کا ظہور ہونے والا تھا۔ آخر وہ روزِ سعید آیا۔ چاند نے اپنے دامن کا تمام سرمایہ، سُورج نے اپنی ضیا کی ساری متاع، تاروں نے اپنی خنک روشنی چہرۂ انور پر نچھاور کر دی، آج مہر و مہ کو، ستاروں کو، کائنات کی ہر شے کو اپنا مقصُود مل گیا تھا، رحمت کی ہوائیں، مبارک باد کی صدائیں، راحت و امن کی گھٹائیں ساری کائنات پر محیط ہوگئیں ؎

اسی دن کے لیے تو بزمِ ہستی کو سنوارا تھا
یہی مقصودِ عالم تھا یہی اللہ کا پیارا تھا (حافظ لدھیانوی)

محفلِ نورانیاں نے اِس خطّۂ ارضی کو گھیر لیا۔ فرشتوں نے اس مقدّس جگہ کے گرد نُور کا ہالہ بنا دیا۔

Marfat.com

کعبۃ اللہ ایک زمانے سے اس وجودِ مبارک کا منتظر تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خوشی میں اِس مقامِ مبارک سے حرمِ پاک تک نور کی چادر بچھا دی گئی، سحابِ کرم نے سایہ کیا، فرشتوں کے جلَو میں سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا سیّد عبد المطّلب اپنے رفیع الشّان، جلیل القدر پوتے کو آغوشِ محبّت میں لیے کعبۃ اللہ پہنچے، اس گھر کی زیارت کے لیے آئے جسے اس عالی نژاد بچے نے خلعتِ نبوّت سے سرفراز ہو کر بتوں سے پاک کرنا تھا، رسومِ باطلہ کو مٹانا تھا۔ اسے ننگے طواف کرنے والوں سے خالی کرانا تھا، اِس میں توحید کا بول بالا کرنا تھا، یہاں سنّتِ ابراہیمی کو زندہ کرنا تھا۔

سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو لیے سیّد عبد المطّلب نے مطاف میں قدم رکھا، بیتُ اللہ کی چار دیواری سے خوش آمدید کی صدا بلند ہوئی، ساری عمارت استقبال کے لیے ایستادہ ہو گئی، مُبارکباد کے ترانے حرمِ پاک کی فضا میں گونج اُٹھے۔

سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنے دادا کے ساتھ طواف کر رہے ہیں، ملائکہ کی فوج نے خانہ کعبہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا، کعبۃُ اللہ نے صدیوں بعد اس جانِ اطہر کی زیارت کی تھی، جس کی آرزو میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے خانہ کعبہ تعمیر کیا تھا۔ انبیا علیہم السّلام کی آرزو کا مرکز یہی وجودِ مقدّس تھا۔ خلیلؑ اللہ کی دُعاؤں کا ثمر یہی ذاتِ پاک تھی، خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے جسمِ مطہر سے جس میں محبوبِ ربّ العالمین کا نُور جلوہ گر تھا۔ بیتُ اللہ جھلملایا، آج یہ وجودِ اقدس اپنے جدِّ امجد کے تعمیر کردہ اللہ کے گھر کا طواف کر رہا تھا، جب کعبۃُ اللہ نے اس نورِ مجسّم کو اپنی طرف آتے دیکھا، تو اس کے اشتیاق کا عالم دیدنی تھا، حرمِ پاک کے ذرّے ذرّے نے حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دادا کے پاؤں چُوم لیے۔ کیونکہ ان کی آغوش میں قندیلِ حرم روشن تھی ——— مطاف سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وجُود سے

Marfat.com

قطعۂ نور بن گیا۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو طواف کرایا جا رہا ہے، دعائیں مانگی جا رہی ہیں، ہزاروں فرشتے آمین کی صدائیں بلند کر رہے ہیں، اس دعا میں ساری کائنات شریک ہے کیونکہ حضورؐ سب کے لیے رحمت بن کر تشریف لائے تھے۔ سیّد عبدالمطلب حجرِ اسود کو بوسہ دینے کے لیے جھکے، آغوش میں رحمتِ کامل کو دیکھ کر حجرِ اسود مسکرایا۔ اِس جنّت کے پتھر کو تاجدارِ جنّت کا دیدار نصیب ہو گیا تھا۔ طوافِ کعبہ کے بعد سیّد عبدالمطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر حلقۂ نور میں لے آئے۔

نور کی کرنیں چار دانگِ عالم میں پھیل گئیں، ابرِ رحمت نے کائنات پر اپنا خنک سایہ ڈال دیا۔ ہر شے رحمتِ عالم پر قربان ہو رہی تھی۔ سپاس گزاری کے انداز نرالے تھے، ہر شے اللہ تعالےٰ کی شکر گزاری کے احساس سے سجدے میں گر پڑی، یہ کائنات پر اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم تھا، یہ دکھی دنیا کے لیے مژدۂ جاں فزا تھا۔ یہ مظلوموں، بیکسوں، غریبوں اور یتیموں کے لیے دکھ درد سے نجات پانے کا دن تھا، ہر آنکھ جذبۂ تشکّر سے پُرنم ہو گئی، ہر دل اِس کرمِ خاص پر خدا کے حضور جھک گیا۔ مبارکباد اور شکر گزاری نے خلا و ملا کو بھر دیا۔

خود خدا اپنے شاہکار پر نازاں، اپنی تخلیق کے حسن و جمال کو بہ کمالِ محبت دیکھ رہا تھا، یہ وجودِ انسانی تخلیق کا نقطۂ عروج، کائناتِ حسن کی تکمیل اور انسانیت کی معراج تھا۔ اخلاق و کردار کا حسین پیکر تھا۔ کائنات اسی وجودِ مقدّس کی مرہونِ منت ہے۔ زمین و آسمان کی تخلیق کا سبب یہی ذاتِ گرامی تھی ؎

یہ سب رعنائیاں تھیں اک وجودِ پاک کی خاطر
یہ نقش آرائیاں تھیں سیدِ لولاک کی خاطر
(حافظ لدھیانوی)

ضلالت و گمراہی کا خاتمہ ہونے والا تھا، طوفان میں ڈوبتوں کو کنارہ ملنے والا تھا۔ بحمد اللہ انسانیت

کے گم کردہ راہ کارواں کو رہنما میسر آگیا، عذاب میں گرفتار لوگوں کو نجات دہندہ مِل گیا ؎

مُبارک ہوگیا ہر ایک لمحہ اس مہینے کا

کہ ساحل کی طرف رُخ پھر گیا خود ہی سفینے کا

(حافظ لدھیانوی)

اِس وجودِ پاک کی تشریف آوری سے عذابِ الٰہی جو مختلف صورتوں میں زمین کو گھیرے ہوئے تھا، رُک گیا۔ زمانے کے رُخ سے سیاہی دُور ہونے لگی۔ توبہ کی قبولیّت کے دروازے کُھل گئے، ندامت کے آنسو میزانِ رحمت میں تُلنے لگے۔ اللہ کی رحمت اس کے غضب پر سبقت لے گئی، حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ورودِ مسعود پر اللہ تعالیٰ نے ہر شے کو انعام واکرام سے نوازا، اس حسنِ مجسّم کی خیرات سب کی جھولی میں ڈالی گئی، مجرموں کو معافی مِل گئی۔ عفو و بخشش عام ہوگئی، ہر پھیلا ہُوا دامن بھر دیا گیا، اُٹھا ہُوا ہاتھ محروم نہیں لوٹا، جس نے جو مانگا مِل گیا۔ ہر ایک نے منہ مانگی مراد پائی۔ آج اللہ تعالیٰ کے کرم کے خزانے کُھل گئے۔ تمام کائنات ان خزانوں سے مستفیض ہوگئی۔ اِس چشمۂ کرم سے تشنہ لب سیراب ہوگیا۔

مَیں بابِ کرم پر کھڑا مصدرِ فیض کو دیکھ رہا ہُوں، سعادتوں کے مرکز پر نظر ہے۔ زبان پر اللہ تعالیٰ کی حمد جاری ہے۔ اِس کرمِ بے پناہ کے لِئے شکر کے الفاظ نہیں ملتے، میرے جسم کا ہر حصّہ شکر کا مظہر ہے ؏

ہر مُو مرے بدن پہ زبانِ سپاس ہے

مَیں اپنے کریم کے کرم سے کائنات کے ان منتخب افراد کے زمرے میں شامل ہوگیا جنھیں اِس مرکزِ نُور کی زیارت سے بہرہ ور ہونے کا شرف مِلا ہے۔

شیطان جو پہلے ہی راندۂ درگاہِ خداوندی تھا آج مایوس ہوگیا اور اس کی شیطنت خاک بسر ہوگئی۔ آج اس کی ذِلّت کی انتہا کا دن تھا۔ آج اس انسانِ کامل، ہادیٔ اعظمؐ کا

Marfat.com

ظہور ہُوا جو باطل کو شکست دینے والا، بتوں کو پاش پاش کرنے والا، ایک خدا کے آگے جبینوں کو جُھکانے والا تھا۔ آج تمام کائنات خوشی کے شادیانے بجا رہی تھی اور مردود و مقہور شیطان اپنی ناکامی پر آنسو بہا رہا تھا ——

آج آتش کدۂ فارس میں صدیوں سے جلنے والی آگ بُجھ گئی، ایوانِ کسریٰ کے بارہ کنگرے گر گئے۔ نور کی کرنوں نے کفر و ظلمت کے دبیز پردوں کو پارہ پارہ کر دیا، کبر و نخوت، سرکشی و تندی کے حصار خود بخود ٹوٹنے لگے۔ آج پیکرِ رحمت، غریبوں کے والی اور یتیموں کے آقا کا ظہور ہُوا تھا ——

مُبارک ہو کہ دورِ راحت و آرام آپہنچا
نجاتِ دائمی کی شکل میں اسلام آپہنچا
مُبارک ہو کہ ختم المرسلیں تشریف لے آئے
جنابِ رحمۃ للعٰلمیں تشریف لے آئے

(حفیظ جالندھری)

حج کے دنوں میں اس لائبریری میں جس کی مُبارک زمیں سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ولادتِ باسعادت سے مشرّف ہوئی تھی اخبار بینوں کی بجائے زائرین کا ہجوم رہتا ہے یہاں دعاؤں کے لیے ہاتھ اُٹھتے ہیں، میرا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مولدِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہر گوشے میں قبولیت کے دروازے کھول رکھے ہیں۔ اس متبرک مقام پر حبیبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وسیلے سے مانگی ہوئی دُعا قبول ہوتی ہے۔ یہاں مسرّت و عقیدت کے آنسو گوہرِ رحمت بن کر چمکتے ہیں۔ رحمۃ للعٰلمین کی شفاعت کے سہارے آخرت کی منزل کے آسان ہونے کا یقین ہو جاتا ہے۔ یہ کیف، یہ سرشاری، یہ یقین انسان کے ریشے ریشے میں سرایت کرتا نظر آتا ہے۔ دل اس کے جمال سے فیض یاب اور رُوح اس کی زیارت سے سرشار ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

اِس جگہ آفتابِ رسالت طلوع ہُوا۔ اِس جگہ قندیلِ حرم فروزاں ہوئی۔ یہاں محفلِ نُورانیاں جمی۔ اسی قطعہ زمین پر انوارِ الٰہی کا نزول ہُوا ــــــ یہ جگہ کائنات کے جمال کا مرکز، یہ زمین انسانیت کی معراج کی نشانی ہے۔ بلاشبہ زمین کا اتنا ٹکڑا فلک آثار ہے۔

یہ محبُوبِ رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلّم کی ولادت کی جگہ ہے۔ اے زائرین! اے حجّاجِ کرام! یہاں بہ ہزار احترام قدم رکھو، دیکھو فرشتے پرے باندھے آج بھی اس مقام پر اُترتے ہیں، اس نُور سے سینوں کو آباد اور رُوحوں کو منوّر کر لو، دیدہ و دل کی تاریکیاں اس جگہ کی زیارت سے دُور کر لو، یہ خدا کے آخری پیغمبر، سرورِ کائنات محبُوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی جلوہ گاہِ ناز ہے، درُود و سلام کے گلہائے تازہ اِس زمینِ مقدّس کو نذرانے کی صُورت میں پیش کرو، کیونکہ یہی نذرانہ ملائکہ کا وظیفہ ہے ــــ خدا خود اپنے حبیبؐ پر درُود بھیجتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○

غارِ حرا

سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خلوت گاہ، عبادت و ریاضتِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم کا مقدّس نشان، نزولِ جبرئیلِ امین کا مقام اور تنزیلِ کلامِ پاک کی پہلی منزل غارِ حرا ہے۔

حبیبِ خُدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خلعتِ نبوّت یہیں پہنایا گیا، نبوّت کا تاج فرقِ مُبارک پر یہیں رکھا گیا۔ یہ ایک اُمّی کو رازدانِ عالم بنانے کا مقام ہے، کائنات کے رازہائے سربستہ حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سینۂ پُرنور میں یہیں اُترے۔ سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو رموزِ قرآنی سے یہیں آشنا کیا گیا، رشد و ہدایت کا آفتاب اسی جبل النور سے طلوع ہوا۔ یہ پہاڑ بھی جبلِ احد کی طرح عظمتوں کا نشان، برکتوں کا دفینہ اور انوارِ الٰہی کا خزینہ ہے، تاریکی و ظلمت میں گھری ہُوئی دُنیا یہیں مستنیر ہوئی۔

Marfat.com

وہ دن کتنا مبارک ، وہ گھڑی کتنی سعید تھی جب اللہ تعالیٰ کا دریائے کرم جوش پر آیا، دوزخ کے راستے پر چلتے ہوئے گمراہ لوگوں کو جنّت کا مژدہ اور نجات کا پیغام ملا - جبرئیل امینؑ نے جب پہلی بار سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے اِقْرَأْ (پڑھیے) کہا ہوگا، اس وقت حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حیرت و استعجاب کا کیا عالم ہوگا جب ایک نوری براہِ راست خیر البشرؐ سے ہمکلام ہُوا، حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے جواب مَا اَنَا بِقَارِیٍ سے معارفِ الٰہیہ آپ تک پہنچنے کے لیے بے قرار ہوگئے - جبرئیلِ امینؑ نے اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ سے کلامِ پاک کی ابتدا کی، حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان آیات کو دہرایا ——— وہ کلامِ پاک جس کی آیات کا بیان اور اس کی بلاغت دنیا کی تمام زبانوں میں بے مثل و یکتا ہے -

وحی کا نزول ہوچکا، خلعتِ نبوّت پہنا دیا گیا، مگر حاملِ وحی، بارگاہِ خداوندی کے مقرّب فرشتے، جبریلِ امینؑ سے آپ کی یہ پہلی ملاقات تھی، حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم اس انوکھے تجربے سے حیران تھے، طبعِ مبارک نے بار محسوس کیا ——— آپ کشمکش کے عالم میں امّ المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے ہیں - زوجۂ مطہرہ سے سارا واقعہ بیان کرتے ہیں، طبیعت مضمحل اور متفکر ہے، قرآنی آیات زبانِ معجز بیان پر ہیں، حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سردی محسوس کر رہے ہیں - فرمایا: زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ (مجھے چادر اوڑھاؤ، مجھے چادر اوڑھاؤ) — زوجۂ مکرمہ امّ المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے قریب سے آپ کی سیرتِ طیبہ کا مشاہدہ کیا تھا - انہوں نے سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو تسلّی دیتے ہوئے کہا: آپ کا ہر فعل نیکی اور ہر بات خوش اخلاقی کی مظہر ہے - آپ کے سینۂ پُرنور میں یتیموں کا درد، بیکسوں کا غم اور بے سہاروں کا دُکھ رہتا ہے - آپ کو خداوندِ کریم کوئی تکلیف نہ پہنچائے گا ——— اخلاق کا کمال ایک پیکر میں جلوہ نما ہوگیا تھا - گھریلو زندگی سے معاشرتی زندگی تک کائنات میں ایسا کامل و اکمل وجود

Marfat.com

نہ تھا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے کہا، خداوندِ کریم آپ سے عظیم کام لینے والا ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا سید عبد المطلب سے ایک راہب نے کہا تھا کہ اِس بچے کی حفاظت کریں، اسے نبوت سے سرفراز کیا جائے گا۔ اس نے مزید کہا: کاش میں اُس وقت تک زندہ رہوں اور آپؐ کی نبوت کی گواہی دوں۔ یہ بعثتِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی گواہی تھی جو بزمانۂ قبل از نبوت ایک راہب نے دی تھی۔

یہی وہ پہاڑ ہے جہاں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلسل عبادت کی مہک پھیلی ہوئی ہے انسانوں کے جمِ غفیر میں ایک انسان بتوں سے متنفر، ماحول سے پریشان، لوگوں کی عاداتِ قبیحہ سے بیزار، ایک چھوٹی سی غار میں ایک خدا کو پکارتا رہا، ایک اِنسان خالقِ کائنات کے آگے سربسجود ہے۔ "اللہ واحد ہے" —— یہ تعلیم دینے والا کوئی نہیں مگر پیغمبر کی فطرتِ سلیم نے جب کائنات پر نظر ڈالی، مظاہرِ قدرت کو دیکھا تو دِل میں اس کے خالق کی عظمت، اس کے مالک کا احترام اور اس کے رازق کا تصور جلوہ گر ہوا —— چنانچہ جبینِ مبارک خدائے واحد و قدوس کے حضور سجدہ ریز ہو گئی ——

مَیں جبل النور کے سامنے کھڑا زمانۂ سلف کے واقعات میں مستغرق تھا۔ اس کی بلندی عمودی ہے۔ کوئی راستہ نہیں، اِس پر چڑھنا دشوار ہے۔ جو اہلِ ہمت اِس مقدس غار کو دیکھنے کا عزم کرتے ہیں وہ چڑھتے چڑھتے تھک جاتے ہیں، رُک رُک اور ٹھہر ٹھہر کر چڑھتے ہیں۔ آرام کرتے ہیں، پھر چڑھنا شروع کر دیتے ہیں، تب کہیں جا کر یہ شوق کا راستہ اور جادۂ عشق و سرمستی طے ہوتا ہے۔ مگر یہ غارِ حرا تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم فداہٗ ابی و امی کی سجدہ گاہ تھی، عبادت و ریاضت کا مقام تھا۔ یہ راستہ، یہ دشوار گزار منزل تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوشِ کفِ پا سے بارہا فیضیاب ہوئی۔ یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مستقل راستہ تھا۔ یہاں کئی کئی روز سرورِ کائنات

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلّم تن تنہا اپنے خالق سے لَو لگائے، معبودِ حقیقی کے حضور جبینِ مبارک کو جھکائے رہتے تھے ۔ اس خشک و گرم پہاڑ پر چند گھنٹے قیام مجاہدہ ہے، مگر اللہ کے حبیب، کائنات کے نور، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم تو مستقل کئی روز تک قیام فرماتے —— کھانے کیلیے ستّو ہیں جو محبوب ربّ العالمین صلی اللہ علیہ وسلّم کی غذا ہے ۔ مگر عبادت کی لذّت، ذکر کی حلاوت اور فکر کی رعنائی کب شکم پُری کے فکر کا موقع دیتی ہے ۔ ذکرِ الٰہی میں سرور کی دُنیا آباد ہے، اللہ تعالیٰ کی یاد نے تمام گرد و پیش کو بُھلا دیا ہے، سرکارِ دو عالم نے اس دُور اُفتادہ مقام، اور خاموش و پُرسکون جگہ کا انتخاب کیا کہ جب خالقِ حقیقی سے لَو لگے تو کسی قسم کی مداخلت نہ ہو، عبادت و ریاضت کا یہ مقام، غور و فکر کا یہ انداز، صانعِ حقیقی کی پہچان اور معراجِ عبدیّت کے شایانِ شان تھا ——

مَیں اس پہاڑ کے دامن میں کھڑا ہُوں ۔ اِرد گرد پہاڑوں کا سلسلہ ہے، اب تو کچھ مکانات نظر آتے ہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانۂ اقدس میں یہاں اِنسان کے پاؤں کے نشانات بہت کم دکھائی دیتے ہونگے صرف ایک ہی پائے اقدس کے نشانات ہوں گے ۔ جس سے یہ وادی مہک مہک اُٹھتی ہوگی ۔ اِس وادی کے ذرات اور راستے اپنے بخت پر نازاں ہوں گے —— اِس پہاڑ کا ایک ایک پتھر تقدّس کا مظہر، اور پاکیزگی کی علامت ہے ۔ درختوں سے لدے پہاڑوں اِن کے شاداب و حسین مناظر، برف پوش چوٹیوں اور خوش نما راستوں کا یہ مقدّر کہاں ۔ اِس پہاڑ کی عظمت اور اس کی شان کا مماثل دوسرا کوئی پہاڑ نہیں ۔ کس پہاڑ پر خُدا کا آخری کلام نازل ہُوا ؟ کس پہاڑ پر نزولِ جبریلؑ ہُوا ؟ —— یہ فضیلت ، یہ شرف تو ازل سے جبل النّور کی قسمت میں لکھّا تھا ——

اے جبلِ نُور ! اے خلوت کدۂ رسُولؐ ! ایک بیکس و مسکیں غلامِ بارگاہِ رسالت کا

Marfat.com

ہدیۂ سلام قبول کر ——

غارِ ثور

غارِ حرا سے نگاہوں کو شاداب کر کے، اس کے جلووں اور برکتوں کو دامنِ دل میں سمیٹ کر، اس وادیٔ نُور کی زیارت سے مشرف ہو کر محترمی حکیم نیاز احمد اور قاضی مرید احمد صاحب کے ہمراہ غارِ ثور کی زیارت کے لیے روانہ ہوگیا، غارِ ثور بلند پہاڑ کی چوٹی پر ہے اور بلندی غارِ حرا سے زیادہ ہے۔

غارِ ثور ہجرتِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی یادگار اور پناہ گاہِ محبوبِ کبریا ہے۔ یہ تبلیغِ دین کے راستے کی پہلی منزل، اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہجرت کا پہلا مقام اور دو نفوسِ قدسیہ کی قرار گاہ ہے، یہی وہ مقدس مقام ہے جہاں سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تین روز قیام فرمایا۔ غارِ ثور کا راستہ ناہموار تھا، نوکیلے پتھروں پر چلتے ہُوئے سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پائے اقدس زخمی ہوگئے، سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سرورِ دوجہاں صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اس تکلیف کو دیکھا۔ دفورِ محبّت سے محبُوبِ ربّ العٰلمین صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پیکرِ رحمت کو کندھوں پر اُٹھا لیا —— اس ادائے جاں نثاری، اس عقیدت و محبّت پر فرشتوں کے لبوں سے دُعائیں نکلتی ہونگی، حضرت صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا ستارہ پہلے ہی عروج پر تھا مگر اب اس نے سعادت کی آخری بلندی کو چھُو لیا۔ محبّت و عشق کو مجسّم کر کے ان نوکیلے پتھروں پر اپنی جاں نثاری کے نقوش مرتسم کر دیے۔ اخلاصِ عمل کا یہ انداز زمانے کا نور، اہلِ دل کا سرور اور ایمان کی نشانی بن گیا —— حضرتِ ابوبکرؓ کی جاں سراپا ایثار بن گئی۔ اب رفیقِ سفر غار کے اندر داخل ہُوا۔ اس غار میں یہ پہلا انسانی قدم تھا۔ اس غار کا مقدر تھا کہ سب سے پہلے پیغمبرِ آخر الزّماں صلّی اللہ علیہ وسلّم کا مکرم ساتھی قدم رنجہ فرمائے —— غار میں سوراخ تھے، قبا چاک کی اور غار کے سوراخ بند کر دیے۔ مبادا کوئی آزار رساں چیز ان سوراخوں سے نکل کر باعثِ تکلیف ہو۔ اشتیاق کا عالم دیدنی تھا۔ جانِ صدّیق

Marfat.com

خدمت کے ان لمحات پر نازاں، اس رفاقت پر شاداں اور اس سعادت پر نثار تھی —— یہ سعادت صرف اسی خوش بخت انسان کا مقدر بنی، جاں نثاری کا طغرا، عشق و محبت کی سند، رفاقت کا شرف، قرب کی لذت، خلوت میں خدمت کا موقع، مشکل مرحلے میں سرورِ دیں صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ، کائنات کے اسی خوش قسمت انسان کا حصہ تھا۔

ہجرت کی پہلی تاریخ تھی۔ یہ مسلمانوں کی تاریخ کا یومِ اوّل تھا گویا عظمتِ انسانیت کا حرفِ آغاز تھا۔ اسی مبارک و مقدس دن سے سنِ ہجری شروع ہوا۔ ہجرت کا یہ پہلا روز زبانِ ہوگیا اور قیامت تک کے لیے یادگار بن گیا۔

غار کی سوئی ہوئی قسمت جاگ اٹھی۔ اس تاریک اور ویراں غار کو نورِ مجسّم سے تابناک ہونا تھا۔ دُور اُفتادہ بلندی پر اس غار کو کائنات کی محبوب ترین جانوں سے آباد ہونا تھا۔ غارِ ثور کی صدیوں کی دُعائیں سُنی گئیں، اسے آسمان کی رفعت نصیب ہوئی —— یہ مختصر سی جگہ کائنات میں محبوب بن گئی۔ پہاڑ کے اس چھوٹے سے حصّے کو ہر زائر اشتیاق و محبت سے دیکھتا ہے۔ اس کی عظمت و تقدیس کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں قیام فرمایا۔ آپ کے وجودِ مبارک و مطہر سے یہ غار مہکتے ہوئے گلزاروں، فلک بوس پہاڑوں اور دلفریب نظاروں پر سبقت لے گئی۔

دشمنانِ مکہ اس غار کے دہانے تک تلاش و جستجو میں پہنچے مگر ناپاک نظریں وجودِ مقدس پر کیسے پڑسکتی تھیں؟ ظلمتوں کے پیکر، گمراہی کے مجسمے ہادیٔ اکرم کے نقوشِ کفِ پا تک نہ پہنچ سکے، کفار کے پراگندہ و ناپاک دِل راہِ ہدایت قبول کرنے سے یکسر عاری ہو چکے تھے۔ وہ اس وادی میں بھٹکتے رہے، ان کی تقدیر میں عمر بھر کی ضلالت و گمراہی لکھی ہوئی تھی۔ ان کے وجود پر دوزخ کی مہریں ثبت تھیں، ان کے حواس پہ کفر اور سرکشی کے ایسے دبیز پردے ڈال دیے گئے تھے کہ انہیں

Marfat.com

صراطِ مستقیم سُجھائی نہ دے سکتی تھی۔

جب تلاش و جستجو میں سوائے ناکامی کچھ نظر نہ آیا تو انعام کا اعلان ہُوا، سو اونٹوں کا لالچ دیا گیا۔ سو جتن کیے کہ محبوبِ باری صلی اللہ علیہ وسلم تک ان کے ناپاک قدم پہنچ جائیں مگر یہ دو مقدس جانیں تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں تھیں، ان کو تو فرشتے اپنے حلقے میں لے کر چل رہے تھے۔ نور کے ہالہ کو انسانی نگاہیں کیسے پار کر سکتی ہیں؟ ——

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غار میں تین روز قیام فرمایا، اس غار میں دو مقدس جانوں کے سجدوں کے نشانات ہیں جنہوں نے اِس غار کو قیامت تک کے لیے تابندہ کر دیا ہے۔ یہ غار سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت، جاں سپاری کا انمٹ نشان ہے۔

اِس تکلیف دہ سفر، خطرات کے لمحوں اور ابتلا و آزمائش کے دَور میں اگر کوئی دوسرا انسان ہوتا تو حسرت و یاس کی تصویر بن کر رہ جاتا —— مگر یہ ختمِ رسل محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تھی کہ چہرۂ اقدس پر اطمینان کا نور، خُدا پر کامل بھروسہ اور اپنی منزل پر پہنچنے کا یقین جلوہ گر تھا۔ رفیقِ سفر نے بتقاضائے بشریت خفیف سی پریشانی کا اظہار کیا —— میرا ایمان ہے پریشانی کا یہ اظہار اپنی جان کے خطرے کے باعث نہ تھا بلکہ اس جذبے کے تحت تھا کہ محبوبؐ باری کو کوئی گزند نہ پہنچے، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم پر جان نچھاور کرنا تو صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا جزوِ ایمان اور زندگی کی سب سے بڑی آرزو تھی —— اس اظہار کے جواب میں پیغمبرِ خداؐ نے اپنے محافظِ حقیقی اور قادرِ مطلق کی طرف اشارہ کرتے ہُوئے فرمایا: غم نہ کر خدا ہمارے ساتھ ہے —— یہ اطمینان بجز ذاتِ پیغمبرؐ کسے نصیب ہو سکتا ہے۔

سراقہ بن مالک بن جعشم رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں آیا، سَو اونٹوں کے انعام نے اس کے دِل میں کدورت کی گرد، ہوس کی آگ اور انتقام کا جذبہ بھر دیا

Marfat.com

تھا۔ تیز رفتار گھوڑے پر سوار لامکاں کے مکیں کی تلاش میں آیا، گھوڑے نے اس کو گرا دیا۔ تاہم یہ اُفتاد اسے اپنے ارادے سے باز نہ رکھ سکی —— مگر جب اس کا گھوڑا زانو تک زمین میں دھنس گیا، تو اس کے دِل میں ہیبتِ پیغمبر صلّی اللہ علیہ وسلّم اور رعب و جلالِ مصطفوی پیدا ہوگیا۔ اب وہی پیکر جو آتے ہوئے اپنے دامن میں زمانے بھر کا بغض و عناد سمیٹ کر لایا تھا حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے امن کی بھیک مانگ رہا تھا۔ رحمتِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اسے معاف فرما دیا۔

دشمنِ جاں پر انعام و اکرام کی بارش ہو رہی ہے، بختِ خوابِ گراں سے بیدار ہوگیا ہے —— اندھیرے میں روشنی کی کرن نے سراقہ کو گھیر لیا ہے۔ سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم پیشگوئی فرماتے ہوئے لب کُشا ہوئے: اے سراقہ! اگرچہ تو ابھی ایمان کی دولت سے فیضیاب نہیں ہُوا —— تو نیّتِ بد کے ساتھ گھر سے نکلا تھا مگر خدائے واحد و قدّوس کو کچھ اور ہی منظُور ہے۔ مَیں تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن دیکھ رہا ہُوں۔ اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کے کرشمے قدم قدم پر ملتے ہیں، نوازنا چاہے تو ایک بدنیّت کے دامن کو رحمتوں سے بھر دے اگر مقہور و مردُود کردے تو ابوجہل کی گردن میں لعنت کا طوق پڑ جائے —— سراقہ رضائے الٰہی کی دولت، انعام و اکرام کے گہر ہائے گرانمایہ سے دامن بھر کر لوٹا۔ دُنیا کے خزانے راستے میں بچھ گئے تجلیات و انوارِ الٰہی نے اسے گھیر لیا۔ سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیشگوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کے عہدِ خلافت میں حرف بحرف پُوری ہوئی۔

غارِ ثور تاریخِ اسلام کا ایک درخشاں باب ہے۔ یہ مہبطِ فیض اور مُسلمانانِ عالم کے لیے متبرک مقام ہے اسے اپنے دامن میں تین روز تک انوارِ نبوّت سمیٹنے کا شرف حاصل ہے۔ یہ ان خوش قسمت پہاڑوں میں شامل ہے جن سے حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے انس و محبّت کا اظہار فرمایا ——

Marfat.com

دارِ ارقم رضی اللہ عنہ

مزدور صفا و مروہ کے سامنے بازار کی طرف بجلی کے آلات سے مکانوں کی چھتیں گرا رہے ہیں۔ یہ حرم پاک کی توسیع کے سلسلے کی ایک کڑی ہے ـــــ پتھر ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے ہیں، مکان کے نشانات ہر پتھر کے گرنے سے داستانِ ماضی ترتیب دے رہے ہیں، جب یہ مکان زمین بوس ہو جائے گا تو اِس مکان کا دھندلا سا خاکہ بھی ذہن کے کسی گوشے میں محفوظ نہیں رہے گا ـــــ اس سے پہلے دارِ ارقمؓ پر شکست و ریخت کے کتنے اَدوار گزرے، اس کی صُورت نے کتنی تبدیلیاں دیکھیں زمانہ نئے نقوش پیدا کرتا جاتا ہے اور پُرانے نقوش پیوندِ زمین ہوتے جاتے ہیں مگر اس قطعہ زمین کی تقدیس اہلِ ایمان کے قلوب میں محفوظ ہے۔ یہاں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مختصر سی جماعت کے ساتھ جلوہ فرما ہوئے تھے۔ تاریخ اس کی عظمت کو مٹا نہیں سکتی۔ اس زمین پر دین کا پہلا مدرسہ قائم ہُوا۔ اسی زمین پر خدائے واحد کا نام بلند ہُوا۔ اب بھی یہ جگہ دارِ ارقمؓ ہی سے موسوم ہے۔ یہ گھر سعادتوں کا مرکز رہا، مَیں اِس جگہ کھڑا ہُوں، مشینوں کا شور ہے۔ اِدھر سعی کرنے والے عمرہ و حج کے ایک اہم فریضے کی ادائیگی میں، بہ اندازِ والہانہ مصروف ہیں۔ حرمِ پاک سے تسبیح و تہلیل کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں مگر میں بہ چشمِ تصوّر درزوں والے دروازے کو دیکھ رہا ہُوں۔ یہ حضرتِ ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر کا دروازہ ہے، اس کے اندر ایک نور کا ہالہ ہے، اس حلقۂ نور کے گرد اللہ تعالیٰ کے چند منتخب برگزیدہ بندے یادِ الٰہی میں مشغول ہیں۔ یہ دُنیا کے سب سے بڑے معلّم کا مدرسہ ہے۔ یہ وہ درس گاہ عظیم ہے جہاں سے دین اور اِسلام کی شعاعیں چار دانگِ عالم میں پھیلنے والی ہیں۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم فداہُ ابی و امّی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو پیغامِ خداوندی سنا رہے ہیں۔ دروازہ بند ہے، کنڈی لگی ہوئی ہے۔ آواز مدّھم ہے کہ کوئی دشمنِ اسلام اس آواز کو نہ سُن پائے۔ تمام مکہ دشمن

Marfat.com

ہے، قدم قدم پر خُدا کے ان نیک بندوں کو جان کا خطرہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کمزور و ناتواں مگر نیک بندوں کی جماعت ہے جو سایۂ رحمت میں دین سیکھنے کے لیے چھپ چھپ کر دارِ ارقمؓ میں آتے ہیں ان کو معرفت کی بلندی، دین کا شعور، اسلام کی حقیقت اور رُوح کی معراج نصیب ہو رہی ہے —— دارِ ارقمؓ میں ایک ہی برگزیدہ بندے کی آواز ہے ایک ہی مقدّس صدا ہے جو دلوں کو منوّر، اذہان کو مجلّٰی اور رُوحوں کو شاداب کرتی چلی جا رہی ہے۔ یہ خُدا کے آخری پیغمبر، خاتم المرسلین، حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مبارک آواز ہے۔

دروازے پر دستک ہوتی ہے۔ تمام پروانے شمعِ رسالت کے گرد موجود ہیں، بعض کے دل خائف ہیں۔ کچھ ذہنوں پر ہراس طاری ہوتا ہے، صحابہؓ نے دروازے کے درزوں سے جھانک کر دیکھا —— عمر ابن الخطّاب، عرب کا مشہور نوجوان، تجربہ کار شمشیر زن موجود ہے۔ کس حالت میں ہے —— جسم پر ہتھیار چمک رہے ہیں، ہاتھ قبضۂ شمشیر پر ہے۔ آمادۂ پیکار نظر آتا ہے —— اُدھر چند کمزور و ناتواں نفوسِ قدسیہ جن کے بدن پر پورا لباس بھی نہیں —— صحابہؓ اس منظر سے سہم گئے۔ عمرؓ کا دبدبہ ایک فوجِ قاہر سے کم نہ تھا —— یہ کلمہ گو صرف چھ سات افراد تھے۔ ان کو دشمنانِ اسلام طرح طرح کی اذیتیں دیتے رہتے تھے۔ انہیں گرم ریت پر لٹانے کے بعد سینے پر پتّھر رکھ دیے جاتے تھے۔ ان کی جلد ان صدمات سے داغدار ہو جاتی تھی۔ اِن جاں نثارانِ رسُولؐ میں حضرت حمزہؓ، اسداللہ و اسد رسولؐ سے ملقّب، عمّ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے —— صحابہؓ نے سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے عرض کی، عمرؓ در پر ہیں، ہاتھ میں شمشیرِ برّاں ہے۔ پاسِ ادب سے حضرتِ حمزہؓ کی زبان بند ہے مگر خون میں جوش پیدا ہو گیا، فریفتگی اور جاں نثاری چہرے پر آئینہ ہو گئی —— کون ہے جو میرے بھتیجے، ہادیٔ برحق کو نظرِ بد سے دیکھ سکے —— کسی

Marfat.com

ماں نے ایسا بیٹا نہیں جنا جو میرے ہوتے حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کا بال بیکا کر سکے۔ اِن بازوؤں کی طاقت عمر کو معلوم ہے —— سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے جب یہ حالت دیکھی تو اذنِ حضوری دیا —— ارشاد فرمایا، دروازہ کھول دو۔ صحابہؓ مجسّم ایثار اور جاں نثاری کے پیکر بن گئے —— عمر رضی اللہ عنہ، داخلِ حلقۂ نور ہوئے —— ہاتھ قبضۂ شمشیر پہ نہ تھا بلکہ وہ بختِ رسا کو چھو رہا تھا، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے چادر کا دامن کھینچ کر فرمایا: اے عمر! کس ارادے سے چلا تھا اور اب کس نیّت سے آیا ہے؟ ایک مختصر سا جواب تھا جس میں عشق و محبّت کے تمام پہلو نمایاں تھے —— یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم! ایمان لانے کے لیے، خدا اور خُدا کے رسُولؐ پر ایمان لانے کے لیے، آپ کی نبوّت اور خدا کی وحدانیّت کی شہادت دینے کے لیے ——"

وہ بزم جس میں چند لمحے پہلے خوف و ہراس اور غم و غصّے کے ملے جُلے جذبات تھے، مسرّت و شادمانی کا گہوارہ بن گئی۔ زبانوں سے بیساختہ صدائے اللہ اکبر بلند ہوئی۔ اللہ کی کبریائی کی یہ صدا مکّہ مکرّمہ کی فضاؤں میں پھیل گئی —— عمرؓ جیسا عظیم سردار آستانۂ رسُولؐ پر سر جھکائے ہوئے تھا، دِل میں خدا کا خوف اور آنکھوں سے اشک رواں تھے۔

یہ اِنقلاب کیسے رُونما ہُوا۔ یہ تبدیلی کیسے آئی، جو دشمنِ جاں بن کر آیا تھا، چند گھڑیوں میں جاں نثار کیسے بن گیا۔ وہ ظلمت کدۂ کفر سے کِس طرح نِکلا اور حلقۂ نور میں کیسے داخل ہو گیا، اس کے آہنی دِل میں گداز کیسے پیدا ہُوا۔ اس کو یہ متاعِ سوز کہاں سے میسّر آئی۔ یہ سب تبدیلی، یہ سارا اِنقلاب کلامِ پاک کی چند آیاتِ مقدّسہ کا اعجاز تھا۔ یہ تاثیرِ اُمّ الکتاب تھی۔ یہ کلامِ الٰہی کا کرشمہ تھا جس نے رُوحوں میں اِنقلاب برپا کر دیا۔ دِلوں میں خشیّتِ الٰہی پیدا کی، تاریک سینوں کو منوّر کیا، خیالاتِ باطلہ کو فکرِ سلیم میں بدل دیا۔ چند آیاتِ کریمہ نے

Marfat.com

عمر رضی اللہ عنہ کے قلب پر حقیقتِ ذاتِ باری منکشف کردی۔ آنِ واحد میں اس کا دل ایمان کی لذت، یقین کے کیف اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لطافت سے لبریز ہوگیا۔ ارادے کا رُخ، نیت کا رجحان، عزم کی راہ یکسر بدل گئی اور ظلمات کے پرپیچ راستوں پر چلنے والے کو چند ساعتوں میں جادۂ حق نظر آگیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اب کائنات کی ہر شے سے خدا کی ہستی کا یقین اور اسکی معرفت حاصل ہوگئی۔ اس نے ارد گرد نظر دوڑائی —— ایمان کی روشنی میں اسے خالقِ کائنات کے کارخانہ قدرت پر یقین آگیا۔ بیساختہ پکار اُٹھا، بیشک اس کارخانہ قدرت کا بنانیوالا اور چلانے والا وہی خدا ہے جس کا کوئی شریک نہیں، وہ اپنی ذات میں بے مثل و بے ہمتا ہے۔

یہ دارِ ارقم رضی اللہ عنہ ہے جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نورِ حق عطا ہوا اور گوہرِ ایمان سے دامن بھر گیا۔ اسلام کی محبت ان کے سینے میں جلوہ گر ہوئی۔ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت نصیب ہوئی —— یہ مقام اس جری، بہادر، غیور اور عادل شخصیت کے ایمان لانے کا مقام ہے جس کو تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام اور ایمان کی دولت سے بہرہ ور ہونا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا ثمرہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خداوندِ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرمائی تھی کہ اے خدائے بزرگ و برتر! اے مقلب القلوب! اپنے دین کی تبلیغ کے لیے اور کلمہ حق کی سربلندی و سرفرازی کے لیے دو عمروں میں سے ایک کو اسلام کی دولت سے مشرف فرما۔ یہ دعا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقدر تھی جو فاروقِ اعظم بن کر اس قبولیتِ ازلی کا مصداق ٹھہرے۔

دارِ ارقم رضی اللہ عنہ سے دین کی شعاعیں پھیلیں، اس بیتِ مکرم سے نکل کر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے قبولِ اسلام کا کھلم کھلا اعلان کیا، یہ صرف ایک ہی فرد کے اسلام

Marfat.com

کا اعلان نہ تھا۔ یہ دین کی شوکت کا ڈنکا، اسلام کی سربلندی اور خدا کی وحدانیت کا اعلان تھا، جس نے کفّار کو لرزہ براندام کر دیا۔ یہ اعلان دین کے قلعے کا سنگِ بنیاد تھا ——

اب دارِ ارقم رضی کی یہ مقدّس زمین حرمِ پاک کا حصّہ بن جائے گی۔ اس بابرکت زمین کو یہ شرف ملنا ہی چاہیئے تھا —— اس زمین کے نقوش بیت اللّٰہ کے سائے میں قیامت تک جگمگاتے رہیں گے ——

دارِ ابوسفیان رضی اللّٰہ عنہ

مروہ کی جانب بازار کے کونے میں ابوسفیان کے مکان کی یادگار ہے، اس عمارت کی ہیئت مکان کی سی نہیں مگر اب تک لسے دارِ ابوسفیان رضی ہی کہا جاتا ہے۔ زمانہ کروٹیں بدلتا ہے، تعمیر و تخریب کا عمل جاری ہے مگر عظمتِ اسلام کے یہ آثار قدیم ناموں ہی سے یاد کیے جاتے ہیں، اگرچہ ان نشانات پر فلک بوس عمارتیں تعمیر ہوگئیں، جدید طرزِ تعمیر نے اِن زمینوں پر نقش طرازی کی مگر اِس جگہ اور اس زمین کو اسلامی عہد کے سابقہ پاکیزہ نام ہی سے یاد کیا جاتا ہے۔

دارِ ابوسفیان رضی کے بارے میں فتحِ مکّہ کے روز سرکارِ دو عالم صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کے لبِ اقدس سے یہ الفاظ نکلے: جو دارِ ابوسفیان رضی میں داخل ہو جائے گا اسکو اماں مل جائے گی، اس سے پرانے اعمالِ بد کا محاسبہ نہ ہوگا۔ اس کی ساری لغزشیں اور تمام خطائیں معاف کر دی جائیں گی، فتحِ مکّہ کے بعد سردارانِ قریش کو، دشمنانِ حضور صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کو اپنے اعمالِ بد، ایذارسانی کے طریقے، دشمنی کے حربے سزا کی صورت میں نظر آرہے تھے۔ حضور صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم سے عداوت اور دشمنی رکھنے والے لرزہ براندام تھے، ان کو یقین تھا کہ اب اِنتقام کی گھڑی آپہنچی ہے اور پرانا حساب چکایا جائے گا، سرورِ کائنات کو تکلیف دینے والے، جسمانی اذیت پہنچانے والے اور روحانی کوفت دینے والے مکافاتِ عمل کی ساعت کے منتظر تھے۔

Marfat.com

ایک فاتح جب مفتوحہ علاقے میں داخل ہوتا ہے تو اس کے استقبال کے لیے علاقے کے لوگ گھروں سے نکل کر میلوں باہر آجاتے ہیں —— دل کو دھڑکا لگا ہوتا ہے کہ نجانے فاتح ان سے کیسا سلوک کرے ۔ وہ ہزار تزک و احتشام سے شہر میں داخل ہوتا ہے، فتح کا جشن منایا جاتا ہے یہ جشن دنوں نہیں مہینوں تک جاری رہتا ہے ۔ تعیش و شادمانی کے تمام اسباب مہیا ہو جاتے ہیں ۔ وہ فاتح غرور و تکبّر کی علامت بن جاتا ہے ، کسی کو کیا مجال کہ اس کی حکم عدولی کر سکے ، اس کے ہر حکم پر بے چون و چرا عمل ہوتا ہے ، اس کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ فرمان کی حیثیت رکھتا ہے اور قانون بن جاتا ہے ۔

سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا فاتح کی حیثیت سے مکّہ مکرّمہ میں داخلہ اظہارِ تشکّر اور عجز و انکساری کی ایک زندۂ جاوید مثال تھا ۔ زبانِ مبارک پر خداوند تعالیٰ کی حمد و ثنا جاری تھی ، اِس قادرِ مطلق ، مالک الملک کا شکر قدم قدم پر ادا ہو رہا تھا جس کے کرم سے یہ مبارک دن نصیب ہوا ۔ نہ ہنگامہ ہے نہ شادیانے ، کسی ذہن پر کبر و نخوت کا سایہ تک بھی نہیں پڑا ۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خاموش دعائیں کرتے ، عجز و نیاز سے سر جھکائے ، فروتنی اور انکساری کے پیکر بنے سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے گرد اس طرح ہیں جیسے چاند کے گرد ستارے ، نہ لبوں پر فاخرانہ نعرے ، نہ لباس پر تمکنت و غرور کا کوئی نشان ، نہ حقارت سے اُٹھنے والی کوئی آنکھ اور نہ بازوؤں کی طاقت کا گھمنڈ —— اس کے برعکس لطف و کرم ، معافی و بخشش ، عفو و درگزر کی فضاؤں نے اس مقدّس شہر کو گھیر لیا ۔ ایک فاتح کا وجودِ مقدّس ہر ایک کیلیے رحمت بن گیا ، خوف و ہراس کے سائے چہرۂ انور کو دیکھتے ہی کافور ہو گئے ۔ نورِ خدا کو دیکھ کر ظلمتوں نے اپنے دامن کو سمیٹ لیا ۔

دشمنانِ اسلام کی قسمتوں کے فیصلے تلوار کی نوک سے نہ ہوئے ، بازاروں گلیوں

Marfat.com

اور شہر کے گوشوں میں منتقل نہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاکیزہ دِلوں میں انتقام کے کسی جذبے نے راہ نہ پائی، عدالتوں میں مقدمے دائر نہ ہوئے، قید و بند کے دروازے نہ کھلے —— آج مکہ مکرمہ میں اِس جلیل القدر فاتح کی آمد آمد تھی جو کائنات کے لیے، ہر ذی رُوح کے لیے رحمت بن کر تشریف لایا تھا۔ جس کا اُسوہ دشمنوں کو معاف کر دینا، خطاؤں سے درگزر کرنا اور بد اندیشوں سے اُنس و محبّت رکھنا تھا ——

آج ایسا اعلان ہُوا جو کبھی کسی فاتح نے نہ کیا تھا۔ ایسا اعلانِ مسرت جس کا ہر لفظ عفو و کرم کا پیامی تھا فرمایا: جو ابوسفیانؓ کے گھر میں داخل ہو جائے گا اس کے تمام قصور معاف کر دیے جائیں گے، ابوسفیانؓ کا گھر امن کا گہوارہ، پریشانیوں سے نجات کا مرکز، اہلِ مکہ کے لیے دشمنانِ دین کے لیے سکون کا مظہر بن گیا —— اہلِ مکہ دیوانہ وار ابوسفیانؓ کے گھر کی طرف دوڑنے لگے۔ فاتح لشکر خاموشی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا، آنکھیں چہرۂ اقدس پر جمی ہیں، کان فرمانِ نبوی کے منتظر ہیں۔ پھر اعلان ہُوا جو ہتھیار ڈال دے گا اُسے بھی پناہ مل جائے گی، جان کی حفاظت کے لیے جسموں پر بندھے ہوئے ہتھیار پھینکے جانے لگے۔ آج اس فاتح کا دن تھا جس کا کرم نہتّوں کو گھیرے ہوئے تھا، ہتھیار جسم پر بوجھ محسوس ہونے لگے، انسان لوہے کے بھاری ٹکڑوں سے سبکدوش ہو رہے تھے۔ مفتوحین کے لیے، باغی و سرکش انسانوں کے لیے اللہ تعالےٰ کی زمین وسیع و کشادہ ہو گئی۔ فضا امن و سلامتی کے نغمات سے گونج اٹھی۔ کوئی فساد نہ ہُوا، کسی ہنگامے کی اطّلاع نہ ملی۔ جشنِ مسرّت نہ منایا گیا —— اس فتح نے تو مومنین کو مزید نیاز مندی سکھائی، خُدا کے حضور جھکایا —— ایک جشنِ مسرّت ضرور ہُوا، وہ قلب و رُوح کا جشن تھا، جس سے ایمان و سلامتی کی قندیلیں روشن ہو گئیں۔ بیت اللہ کی زیارت دِلوں کا سرور، طوافِ کعبہ ذہنوں کا اُجالا، حرمِ پاک میں نماز شادمانی و مسرّت کا مظہر بن گئی۔

Marfat.com

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے لبِ اقدس سے ایک ہی اعلان ہوا۔ وہ اعلان جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے لیے کیا تھا، یہ اعلان اپنے دامن میں رحمتوں کے خنک سائے لیے ہوئے تھا۔ عفو و درگزر کا آئینہ تھا۔ فرمایا: لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللهُ لَكُمْ (ترجمہ: آج تم پر کوئی گرفت نہیں، اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے) گردنیں ندامت سے جھک گئیں، اپنے افعال و کردار پر پشیمانی ہوئی۔ اپنی خطائیں مجسم ہو کر سامنے آنے لگیں مگر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پریشانی کا یہ انداز، پشیمانی کی یہ صورت دیکھی نہ گئی۔ سب پر عفو و کرم کی چادر ڈال دی۔

دارِ ابوسفیانؓ فتح مکہ کے بعد تاریخ کا اہم مقام بن گیا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ معافی کا مرکز اور عفو و درگزر کا ایسا مسکن ہے جو شاہانِ عالم اور تمام سلاطینِ زمانہ کے لیے ایک قابلِ عمل درس ہے۔

دارِ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

حرمِ پاک سے تھوڑی دور بازار کے عقب میں اُم المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا دارِ رحمت ہے۔

یہ مکان اسلامی تاریخ کا اہم جزو ہے۔ یہ مکان وہ ہے جہاں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے نقوش ملتے ہیں۔ مادرِ امت نے تجارت کا کام مکہ مکرمہ کی اس عظیم المرتبت ہستی کے سپرد کیا جسے امین و صادق کے القاب سے پکارا جاتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسنِ معاملہ، بزرگی و تقدیس، شرافت و نجابت اور بلندیٔ اخلاق نے مکہ مکرمہ کی اس صاحبِ ثروت خاتون کے دل میں جذبۂ عظمت و احترام پیدا کر دیا۔ انہوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقد کی خواہش کی جسے آپ نے قبول فرمایا۔ اس پاک طینت، پاک فطرت بی بی کے نصیب میں زوجیتِ رسولؐ کا شرف لکھا ہوا تھا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانے میں سب خواتین پر سبقت

Marfat.com

اس کا مقدر تھی، اس پاک بی بی کو عمر بھر کے لیے دامنِ رسالت سے وابستہ ہونے کی سعادت ملی۔ یہ کائنات کی پہلی خوش قسمت خاتون تھی جس کے سپرد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت ہوئی، یہ مکان دین کی عظمت کا نشان، نبوت کے اعلان کا پہلا مقام اور اعلائے کلمۃ الحق کا مرکز اوّلیں ہے۔ یہ مکان نورِ نبوّت کا مصدر، ایمان افروزی کا منبع اور اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا کی رہائش گاہ ہے۔

امّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے ہر مرحلے پر سرکارِ دو عالم کا ساتھ دیا۔ آپ کی رفاقت حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے لیے تسکین کا موجب اور سکون کا مظہر تھی۔ سیّد الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم اسی گھر سے خلعتِ نبوّت زیبِ تن فرما کر رونق افروزِ عالم ہوئے۔ وحی کے نئے اور انوکھے تجربے پر سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم حیران و متفکر تھے۔ یہی وہ خاتونِ پاک ہے جس نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو تسلّی دی اس کے سامنے حضور کی خلوت و جلوت اور حیاتِ طیبہ کے درخشاں نقوش تھے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ورقہ بن نوفل ایک عیسائی راہب کے پاس لے گئیں جس نے آپ کی نبوّت کی اطّلاع دی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا نام مسلمانانِ عالم کے لیے وجہِ عظمت و افتخار ہے، اِس رفیقۂ حیات کو محبوبِ ربّ العالمین نے ہمیشہ یاد رکھا۔ اس کی رفاقت کے نقوش سرکار صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حیاتِ مبارکہ میں جا بجا ملتے ہیں، اِس پاک و مقدّس ہستی کو سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خوشنودی حاصل تھی۔

جب حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا تو امّ المومنینؓ اس صدمے سے پریشان رہنے لگیں حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اگر میں تمہیں ابراہیمؑ کو جنّت کے باغوں میں دکھا دوں تو تم خوش ہو جاؤ گی۔ اِس بشارت اور مژدہ کے سنتے ہی امّ المومنینؓ کا چہرۂ مبارک خوشی سے تمتمانے لگا۔

Marfat.com

جواب دیا: کیا حضورؐ کے ارشاد کے بعد بھی مشاہدہ کی آرزو باقی رہ سکتی ہے؟ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کی ایک زندۂ جاوید مثال ہے۔ ایمان کا یہ رتبہ اس زوجۂ رسولؐ کو نصیب تھا۔

مسکنِ امّ المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا دارِ رحمت اور قیام گاہِ رسالت ہے جس کی زیارت ہر زائر کے لیے باعثِ خیر و برکت ہے۔ تاریخِ اسلام اس کے آثار سے شرف اندوز ہے۔

جنّت المعلّیٰ

قیامِ مدینہ منوّرہ کے دوران جنّت البقیع میں حاضری نصیب ہوئی۔ مدفونین کو ایصالِ ثواب کر کے اپنے لیے زادِ آخرت مہیّا کیا، اِن نفوسِ قدسیہ اور پاکانِ بارگاہ کے وسیلے سے اپنے لیے، اعزّہ واقارب اور احباب کے لیے دعائیں کیں۔

مکہ مکرّمہ کی حاضری میں کئی روز گزر گئے، حرمِ پاک کے جلووں اور بیتُ اللہ کی ضیا پاشیوں سے نگاہوں کی تشنگی اور زیادہ ہوتی جاتی تھی، جس قدر دامنِ نگاہ میں جلوے بھرتے جاتے تھے، آرزو بڑھتی جاتی تھی۔ دامنِ طلب جتنا دراز ہوتا جاتا تھا کرم کے بادل اتنے ہی گھنیرے اور رحمت کی بارش اتنی ہی زیادہ ہو رہی تھی ؎

سرشتِ عشق طلب اور حسن بے پایاں
حصولِ تشنہ لبی ہے شدید تشنہ لبی (اصغر گونڈویؒ)

ہر لحظہ حرمِ پاک کے انوار و تجلیات سے دیدہ و دل کو سیراب کرنے کی آرزو رہتی تھی، خدا جانے پھر کب اس بیتِ عتیق، بقعۂ نور، مرکزِ عفو و کرم اور مقامِ رحمت و مغفرت کو دیکھنا نصیب ہو ؎

جے میں ویکھاں عملاں ولّے کُجھ نہیں میرے پلّے
جے میں ویکھاں رحمت ولّے ' بلّے، بلّے، بلّے (میاں محمد بخشؒ)

Marfat.com

دِل زیاراتِ مکّہ مکرّمہ کے لیے ایک روز یکایک بیتاب ہوگیا۔ ان متبرّک و مقدّس مقامات پر حاضری قیامِ مکّہ کی سعادتوں میں سے بہت بڑی سعادت ہے۔ یہ مقامات بھی تابشِ حرم کے آئینہ دار ہیں، یہ بھی اللہ تعالیٰ کے گھر کی برکات کے آثار ہیں۔ حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قیامِ مکّہ مکرّمہ کی مقدّس نشانیاں ہیں۔ یہ جمالِ مصطفوی کے وہ انوار ہیں جو غارِ حرا، غارِ ثور، مولدِ رسُولِ مقبول صلّی اللہ علیہ وسلّم، دارِ ارقمؓ، دارِ ابوسفیانؓ، دارِ امّ المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ تجلّیاتِ ربّانی کے اسی مرکز کا نام جنّت المعلیٰ ہے۔

جنّت المعلیٰ شہر کے وسط میں ہے۔ قبرستان کے دو حصّے ہیں۔ درمیان میں گزرگاہ ہے، اس خطّۂ فیوض و برکات میں امّ المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، حضرت ابراہیمؓ لختِ جگر نبیّ اکرمؐ، حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آرام گاہیں ہیں۔ دل حاضری کے لیے بیتاب تھا راستہ معلوم نہ تھا۔ راستے میں مسجدِ جنّ کی زیارت کی۔ یہاں سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جنّات کے گروہ سے خطاب فرمایا تھا۔ مسجدِ جنّ کے دروازے مقفّل تھے، اس لیے مسجد کے اندرونی حصّے کی زیارت سے محروم رہے، اس مبارک مقام پر کلامِ پاک کی سورۂ جنّ کا نزول ہُوا۔ نزولِ قرآن کی اس جگہ کو باہر سے دیکھا، یہاں سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا قیام یاد آیا۔ منجملہ دیگر مقاماتِ مقدّسہ کے یہ مسجد بھی سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کرم سے فضیلتوں کا مرکز بن گئی۔ یہاں سے تھوڑی دُور جنّت المعلیٰ ہے۔ سڑک کے موڑ کا دروازہ بند تھا مگر دوسرا دروازہ کُھلا تھا ——— قبرستان کے اس بڑے دروازے سے داخل ہوئے

دروازے کے سامنے صحن میں کسی سوڈانی کی لاش پڑی تھی، ایک سپاہی نے چھڑی کی نوک سے اس کے چہرے سے کپڑا اٹھایا پھر بے نیازانہ انداز میں اُسی چھڑی سے لاش کے مُنہ پر ڈال دیا۔ یہ ان کا معمُول تھا، سامنے لاشوں کو غسل دینے کا کمرہ تھا، تختوں پر دو تین لاشیں پڑی تھیں، جنہیں غسّال غسُل دے رہے تھے۔ اس سے آگے ایک اور بڑا دروازہ

Marfat.com

تھا جو قبرستان کی جانب کھلتا تھا۔ چند قبریں احاطوں میں تھیں باقی قطار اندر قطار تھیں بہت سی کھدی ہوئی خالی قبریں اپنے اپنے مُردوں کی منتظر تھیں ——— ان خالی قبروں کو زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑتا، صبح و شام جنازے جنت المعلّٰی کے راستے پر نظر آتے ہیں۔ دُنیا کے کارواں کی یہ آخری منزل ہے زود یا بدیر سب کو اس منزل پر پہنچنا ہے۔ کسی ذی رُوح کو موت سے مفر نہیں پھر بھی عدم کا راستہ مسلسل چلنے والے کارواں کے باوجود سُونا نظر آتا ہے ؎

نجانے کیوں نظر آتی ہے پھر بھی سونی سی
عدم کی راہ سے سو قافلے گزرتے ہیں (حافظ لدھیانوی)

حرمِ پاک میں ہر نماز کے بعد دو دو، تین تین، چار چار جنازے پڑھے جاتے ہیں، جتنے جنازے حرمِ نبوی اور حرمِ پاک میں پڑھے ہیں کوئی فرد بھی زندگی بھر اتنے جنازے نہیں پڑھ سکتا۔ بہر حال یہ زائرین کے لیے موجب ثواب ہے۔ خدا جانے ان انتقال کرنے والوں، راہِ عدم پر چلنے والوں میں کتنے اولیاء، کتنے قطب، کتنے غوث ہوں گے ایسے پاک و برگزیدہ بندوں کی نمازِ جنازہ میں شرکت اپنے درجات کی بلندی کا باعث ہے ——— نمازِ جنازہ ادا کرنیوالوں میں کتنے مستجاب الدعوات ہوں گے جن کے طفیل میّت پر نزولِ رحمت ہو گا جن کی دُعا کی برکت سے ان رہروانِ ملکِ عدم کی منزل آسان اور آخرت میں سرخروئی نصیب ہو گی، ان پاکبازوں کی دُعا کے صدقے نمازِ جنازہ میں شریک ہونے والے برکتوں اور سعادتوں سے اپنا دامن بھرتے ہیں۔

یہ مقامِ عبرت ہے، یہاں انسانی زندگی کی ناپائیداری کے نشانات، حیاتِ فانی کے نقوش، عمرِ دو روزہ کے اثرات جا بجا ملتے ہیں۔ اگر انسان ان سے عبرت حاصل کرے تو پل بھر کے لیے بھی دُنیا کی دلچسپیوں میں حصّہ نہ لے، دُنیا کی تمام حرص دل سے نکل جائے۔ ہر لحظہ آخرت کی فکر دامن گیر رہے اور منزلِ عدم آنکھوں سے اوجھل نہ ہو اور وہ اس دُنیا کو ایک سرائے سے

زیادہ وقعت نہ دے جہاں راہرو شب بھر قیام کرتا ہے اور دوسرے روز وہاں سے کوچ کر جاتا ہے مگر انسانی ذہن ان عبرت انگیز مقامات کی تصویر کو جلد ہی محو کر دیتا ہے۔ ہر واقعہ، ہر حادثہ ماضی کا حصہ بن جاتا ہے اور انسان پھر حال کے نقش و نگار، زندگی کی دلچسپیوں اور دنیوی حرص و آز کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے ـــــ دُنیا کا یہ کارخانہ، یہ تماشا گاہ عجیب ہے۔ اس تماشا گاہ میں ہزاروں لوگ وارد ہوتے ہیں، ہزاروں کوچ کرتے ہیں۔ آمد و رفت کا یہ سلسلا ازل سے ہے، ابد تک قائم رہے گا۔ حتّیٰ کہ ایک روز یہ سارا کھیل ختم ہو جائے گا، ہست و بود کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ تمام مخلوق احکم الحاکمین کے سامنے پیش ہو گی اور ہر قول و فعل کا محاسبہ ہو گا ـــــ اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو انسان کی پیدائش ہی اِسکی موت پر دال ہے ؎

بعد مرنے کے ہوئی تن کی حقیقت معلوم

عبث اس خانۂ ویراں کی میں تعمیر میں تھا ـــــ مصحفی

اِس آباد ویرانے کو دیکھ کر کئی زخم تازہ ہو گئے۔ کتنے اعزّہ واقارب اور احباب کے چہرے نظر سے گزر گئے جو اس دارِ فانی سے کوچ کر چکے ہیں، کئی محفلوں کے نقوش پل بھر کے لیے ذہن کے اُفق پر اُبھرے۔ کئی ہنگامے آنِ واحد میں نگاہوں کے سامنے آ گئے مگر یہ ہنگامہ پرور لوگ اور محفل آرا نفوس آج اِس خاموش بستی کے مکین ہیں جہاں سے کوئی صدا نہیں آتی، جہاں ویرانی حکمران ہے ـــــ لوگ چند لمحوں کے لیے میّت اُٹھائے آتے ہیں، آنکھیں وقتی طور پر اشکبار ہوتی ہیں، میّت کو لحد کے سپرد کر کے پھر دُنیا کے ہنگاموں میں گم ہو جاتے ہیں۔ یہاں کوئی کسی کا ساتھی نہیں۔ اس منزلِ فنا کو تنہا عبور کرنا پڑتا ہے ؎

اکیلا چھوڑ کے سب چل دیے، دُعا نہ سلام

ذرا سی دیر میں کیا ہو گیا زمانے کو ـــــ قمرؔ جلالوی مرحوم

Marfat.com

موت بظاہر کاروانِ حیات کی منزل ہے مگر وہ کسی دوسری منزل کی نشاندہی کرتی ہے۔ نجانے کونسی بستی، کونسے ملک اور کونسے قریہ میں چلتے چلتے یہ منزل آجائے۔ کوئی نہیں جانتا کہ اکی زندگی کا اختتام کس جگہ ہوگا، یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے۔ کلام پاک میں خداوند تعالیٰ نے پانچ چیزوں کے علم کو اپنی ذات کے ساتھ مختص کیا ہے جنہیں مغیباتِ خمسہ کہتے ہیں: قیامت کا علم ذاتِ باری کو ہے، وہ بارش برساتا ہے، ارحام میں جو کچھ ہے اُسے وہی جانتا ہے، کوئی نفس نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا؟ کسی کو معلوم نہیں کہ اُسے موت کہاں آئے گی؟

زندگی کے تمام راستے اس منزل پر آکر ختم ہو جاتے ہیں، ہنگامۂ عالم کا آخری نظارہ قبرستان کا سکوت ہے۔ ہر قبرستان میں ولی بھی سویا ہوا ہے، میخوار بھی لیٹا ہے۔ کس کے ساتھ کیا معاملہ ہو رہا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ اتنا ضرور ہے کہ مساوات کا سب سے بڑا خاموش درس یہاں ملتا ہے، برگزیدہ انسان کے ساتھ گنہگار ہے، بادشاہ کے ساتھ درباری ہے، صاحبِ ثروت کے ساتھ فقیر ہے ——— اس مٹی نے کسی کی تمیز نہیں رکھی، اس خاک میں سب تفریق مٹ جاتی ہے، یہاں بہتر وہ ہے جس کے اعمال اچھے ہیں۔ کشت زارِ حیات کی فصل یہاں کاٹی جاتی ہے۔ عبادت و ریاضت کا ثمرہ کنجِ لحد میں ملتا ہے جہاں اعمال متشکل ہو کر سامنے آجاتے ہیں۔

یہ سرزمین بزرگوں کا مدفن، جگر گوشوں کی آرام گاہ، احباب اور اعزّہ کی آخری منزل ہے۔ میں انہی خیالات میں کھویا ہوا نفس کا محاسبہ کر رہا تھا۔ یک لخت خداوندِ کریم کی حمد و ثنا زبان پر جاری ہو گئی جس نے حجِ بیت اللہ کی سعادت عطا فرمائی تھی اور دربارِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کا شرف بخشا تھا۔ وہ حاضری جو شفاعتِ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ضامن ہے۔ نگاہوں میں تمام مقاماتِ مقدسہ کی تصویر پھر گئی، اضطراب میں سکون کا پہلو نظر آیا۔ انعاماتِ الٰہی

Marfat.com

سے دامن بھرا ہوا تھا۔ خداوندِ کریم اپنے گھر کی زیارت کے طفیل، دربارِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کے صدقے اس منزل کو ضرور آسان فرما دے گا۔ وہ تو ارحم الرّاحمین ہے اس کی رحمت تو کائنات پر محیط ہے ـــــ

ایک درخت کے سائے میں ایک مکّی کہنی کے بل لیٹا ہوا بڑے اطمینان کے ساتھ تعمیرہ پی رہا تھا۔ اس کے چہرے پر فکر مندی کے کوئی آثار نہیں تھے۔ غالباً یہ قبرستان کی دیکھ بھال کرنے والا تھا۔ اس کے لیے زیر زمین جانے والے، خاک کا پیوند ہونے والے، لحد میں سونے والے نئے نہ تھے۔ اس کے لیے یہ شب و روز کا شغل اور عمر بھر کا مشاہدہ تھا۔ اَن گنت اموات نے اسے موت کے تصوّر سے بے نیاز کر دیا تھا۔ اس کے سامنے ہر روز مُردے دفن ہوتے تھے، مردوں کی ہڈّیاں قبروں سے نکلتی تھیں، پُرانی قبروں کے آثار مٹتے جاتے تھے اور ان کی بجائے نئی قبریں بنتی جاتی تھیں ـــــ یہ سب کچھ ہوتا ہے مگر اس مقامِ عبرت پر تو رُوح کو تازیانہ لگنا چاہیے انسان کے اندر طوفان برپا ہونا چاہیے۔ عذابِ آخرت کے ڈر سے آنکھ کا چشمہ خشک ہو جانا چاہیے، اس قبرستان کے پاس رہنے والوں کو بے ثباتیٔ عالم کا شدّت سے احساس ہونا چاہیے مگر دنیائے ہست و بود میں ہر فرد و بشر کی کیفیّات مختلف ہیں۔

ہم نے اس قبرستان کے محافظ سے مقدّس ہستیوں کی قبروں کے نشانات دریافت کیے اس نے اسی انداز میں حقّہ پیتے ہوئے ایک احاطے کی طرف اشارہ کیا، مدینہ منوّرہ میں جنّت البقیع کے باہر ہی زوّار آپ کو گھیر لیتے ہیں، کندھے پر پڑا ہوا جبّہ فوراً پہن کر آپ کے ساتھ ہو لیتے ہیں اور ہر روز کی دُعائیں آپ کو پڑھاتے ہیں۔ معروف قبور کی زیارت کراتے ہیں مگر جنّت المعلیٰ میں کوئی شخص نظر نہ آیا جو رہبری کر سکے اور مقدّس ہستیوں کی آرام گاہ بتا سکے۔ ایک چھوٹی سی بچّی دو تین حاجیوں کے ساتھ جا رہی تھی، اور قبور کی نشاندھی کر رہی تھی۔

Marfat.com

اس بچی نے ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی زیارت گاہ بتائی۔ کوئی کتبہ تھا نہ قبہ، ایک احاطے میں یہ پاک و مطہر زوجۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم دامنِ عصمت میں رحمتوں کے خزینے سمیٹے آرام فرما تھی۔ اس منظر سے دل لرز گیا۔ اس ام المؤمنینؓ کا نام ہر کلمہ گو کے لیے باعثِ عظمت و صد احترام ہے جس کو سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا شرف نصیب ہوا۔ جو غمگسارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، خادمۂ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھی۔ جس کا گھر مرکزِ نور رہا۔ اس قبرستان میں کوئی شجرِ سایہ دار نہیں، یہی احساس ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی قبرِ مبارک کی زیارت کے وقت ہوا تھا۔ پرنم آنکھوں سے اپنی ماں —— مسلمانوں کی ماں کے حضور سلام پیش کیا، میرے پاس چند آنسوؤں کے سوا تھا بھی کیا جو اس خاتونِ مکرم کو پیش کر سکتا، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات تو جنت کے شاداب مناظر میں محوِ آرام ہو گی یہ تو میرے احساس کی بات ہے یہ تو میری عقیدت کا ایک پہلو ہے۔ اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کے صدقے، انکی دُعاؤں کے طفیل تو ہمارے گناہ بخشے جائیں گے۔ کلامِ پاک پڑھ کر ایصالِ ثواب کیا تا کہ اس نذرانے سے میری رُوح کی ظلمتیں دُور ہو جائیں۔

اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کی قبرِ مبارک پر حاضری دی جسے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالنطاقین کے لقب سے نوازا تھا۔ جب انہوں نے اپنا دوپٹہ دو پٹ کر کے ہجرت کے وقت توشہ دان باندھا تھا۔ فاتحہ پڑھی، اس خادمۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، بنتِ ابوبکر رضی اللہ عنہا کو سلام پیش کیا ——

شام کا اندھیرا پھیل رہا تھا، حرمِ پاک حاضر ہونا تھا۔ ہم اس عبرت کے مرقع، اس خاموش وادی، اس سونی نگری سے استغفار پڑھتے، گناہوں سے معافی طلب کرتے آخرت کی منزل کے لیے دُعائیں کرتے حرمِ پاک مرکزِ انوار، اور مقامِ عفو و بخشش کی جانب لوٹے۔

Marfat.com

مکہ مکرمہ سے رخصت

آج اس گھر سے وقتِ رخصت ہے — دیکھنا بھی جسے عبادت ہے
رخصت اے مولدِ رسولِ خدا — الوداع اے مقامِ نور و ضیا
الوداع اے مطافِ بیتُ اللہ — مظہرِ فیض، نورِ قلب و نگاہ
رخصت اے نور کے سیاہ غلاف — تجھ پہ رہتی ہے بارشِ الطاف
رخصت اے سوز و ساز کی دنیا — انکسار و نیاز کی دنیا
الفراق اے متاعِ کیف و طرب — بیتِ اوّل ہے تو مقامِ ادب
رخصت اے مرکزِ رکوع و سجود — سارے عالم کے کعبۂ مقصود
حجرِ اسود آبروئے نظر — الفراق اے حطیم کے منظر
الوداع اے مقامِ ابراہیمؑ — رخصت اے سجدہ گاہِ درِ یتیم
ملتزم سے نگاہ کی دوری — لیے جاتا ہوں دردِ مہجوری
شانِ ذبحِ عظیم کا مظہر — چاہِ زمزم پہ رک گئی ہے نظر
دل ہے سیراب، روح بھی سیراب — ہے کھلا سب پہ رحمتوں کا باب
رخصت اے سعیِ ہاجرہؑ کے مقام — تیرے صدقے ہیں رحمتیں ہر گام
دارِ ارقمؓ ہے دارِ بوسفیانؓ — مصدرِ شوق، مرکزِ ایماں
دیدہ و دل کا نور، غارِ حرا — خلوتِ مصطفےٰؐ، حبیبِ خدا

Marfat.com

رخصت اے غارِ ثور ، مرکزِ نور ترے ذرّوں میں ہے تجلّیِ طور
مرکزِ فیض ، مہبطِ انوار رخصت اے وادیٔ سکون و قرار
سوزِ جاں کا ہے ختم افسانہ اشکِ غم کا ہے پیش نذرانہ
چند آنسو ہیں التجا میری
بس یہی ایک ہے دُعا میری (حافظ لدھیانوی)

طوافِ وداع

آخر مفارقت کی گھڑی آگئی ، زندگی کی حسین ساعتوں نے دامن سمیٹنا شروع کر دیا۔ قلب و نظر کے سرور اور جسم و جاں کے نشاط کا آخری لمحہ آگیا، آج طوافِ وداع کا دن تھا۔ ہر نماز میں اِس احساس نے آنکھوں کو نمناک کر دیا کہ کل بیتُ اللہ شریف آنکھوں سے اوجھل ہو جائے گا، چند دنوں میں نگاہ اور بیتُ اللہ کے درمیان ہزاروں میلوں کا فاصلہ حائل ہو جائے گا، مدینہ منوّرہ سے رخصت ہوتے وقت زندگی کو سب سے بڑے صدمے سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ آج یہ دوسرا داغِ مفارقت تھا۔ چار ماہ تک مدینہ منوّرہ اور مکّہ مکرّمہ کے انوار سے کشت زارِ دل کو سیراب کیا۔ یہ دو مقاماتِ مقدسہ ایمان و ایقان کا مرکز اور نور و رحمت کا منبع ہیں۔ ہر مسلمان کا مدّعا، ہر آنکھ کی حسرت، اور ہر دل کی آرزو ہیں ــــــ

آج بیتُ اللہ کا الوداعی طواف ہو رہا تھا۔ ہر چکّر دل و دماغ پر اپنے وجدانی نقوش چھوڑ رہا تھا۔ یہ طواف جسم و جاں ہی کا نہ تھا بلکہ رُوح و وجدان بھی اس کے ساتھ شامل تھے ــــــ کاش زندگی کا مقصدِ وحید اللہ کے گھر کے گرد مجنونانہ انداز میں گھومنا اور تسبیح و تہلیل سے انوارِ الٰہی کو سمیٹنا ہوتا، مگر فرائض کا احساس دامن گیر ہے ــــــ فرائضِ دُنیوی کو بھی دین نے عبادت قرار دیا ہے، طوافِ وداع ہو چکا، مقامِ ابراہیمؑ پر نوافل پڑھے

Marfat.com

خانہ کعبہ کو انتہائی اشتیاق و محبت سے تکتا رہا۔ آنکھوں کے پیمانے چھلک اُٹھے۔ ان گہرہائے تابدار سے دامن بھر گیا —— آج مسلمانانِ عالم کے قبلہ، اللہ تعالےٰ کے گھر کو آخری بار دیکھ رہا تھا۔ ملتزم سے لپٹ کر دُعائیں مانگیں، دیوار سے چمٹ کر بادیدۂ تر اعزہ واقارب اور احباب کے لیے دُعائیں مانگیں۔ سب کی مغفرت اور دین و دنیا کی بھلائی کے لیے بارگاہِ ربّ العزت میں ہاتھ اُٹھائے: اے اللہ جس طرح تُو نے آنکھ کو نُور عطا فرمایا ہے۔ قلب کو بھی اپنی معرفت سے منوّر فرما ے

جو آنکھوں میں ہے دِل میں ہو وہی نُور
الٰہی دونو گھر آباد رکھنا (داغ دہلوی)

ملتزم کعبۃ اللہ کا وہ مقدس حصّہ ہے۔ جس کے ساتھ سید البشر صلیّ اللہ علیہ وسلّم نے اپنے سینۂ اطہر کو لگایا تھا۔ اسی انداز میں سرکارِ دوعالم صلیّ اللہ علیہ وسلّم نے خدا کے حضور اپنی امّت کے لیے دُعا مانگی تھی ——

حجرِ اسود پر بے پناہ ہجوم تھا۔ حجرِ اسود کو نگاہوں سے چُوما، حطیم میں نوافل ادا کیے، اللہ تعالیٰ کے گھر میں نوافل پڑھنے سے دل مسُرور اور رُوح شاداب ہوگئی —— زمزم پر آیا، یہ بابرکت پانی پائے اسماعیل علیہ السّلام کا معجزہ ہے یہ آرزو ہے کہ اس پانی سے جسم کی کثافت اور باطن کی غلاظت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔ اور جسم وجاں پاکیزگی وطہارت کا مظہر بن جائیں۔ زمزم پینے کے بعد پھر بیتُ اللہ پر نظر جم گئی۔ ان سیاہ پتھروں میں اللہ تعالےٰ نے کیا جاذبیّت رکھی ہے کہ ہر نگاہ یہیں آکر رُکتی ہے۔ ذوق و شوق کا دائرہ اِسی کے گرد رہتا ہے، بیتُ اللہ ذوق و شوق کا مظہر، ریاضت وعبادت کا سرچشمہ، نُور و سرور کا مقام اور سجدہ گاہِ خلائق ہے۔ خدا جانے کب تک محویّت کے عالم میں ٹکٹکی باندھے

Marfat.com

اللہ کے گھر کو تکتا رہا۔ آیاتِ مبارکہ جو غلافِ کعبہ پر کاڑھی ہوئی تھیں۔ ان کی تلاوت سے قلب ونظر سرشار ہوئے۔ حجاج طواف میں مصروف تھے اِن میں بہت سے طوافِ وداع کر رہے تھے —— دُعائیں تھیں، التجائیں تھیں۔

واپسی کے سفر کا اِنتظام کرنا تھا، دِل حرمِ پاک میں اٹکا ہُوا تھا، رُوح اِس دائرۂ کرم سے باہر نکلنے کو تیّار نہ تھی، دھڑکنیں بیتُ اللّٰہ پر قُربان ہو رہی تھیں۔ آنسو اس مرکزِ نور پر نثار ہو رہے تھے۔ ذہن ودل کی کشمکش جاری تھی۔ بیتُ اللّٰہ پر نظریں جمائے اُلٹے پاؤں درِحرم تک آیا۔ دِل کے خزینے میں جتنے آنسو بچ رہے تھے وہ حرمِ پاک کے دروازے پر نچھاور کر دیئے —— باہر دنیا کا شور، زندگی کا ہنگامہ، لوگوں کی ریل پیل تھی۔ زائرین اور حجاج کی انتہائی کثرت کے باوجود فضائے بیتُ اللّٰہ میں سکون تھا، اطمینانِ قلب میسّر تھا۔ باہر چند آدمی تھے مگر اضطراب تھا، بے چینی تھی، انسان کے ظاہر اور باطن کا بھی یہی حال ہے۔ اگر باطن پاکیزہ ہے تو دنیوی زندگی کے ہنگامے اس کے سکون کو برباد نہیں کر سکتے مگر ہوا وہوس کی چیرہ دستی نے رُوحوں کا سکون چھین لیا ہے —— اطمینان کا کوئی گوشہ، سکون کا کوئی لمحہ باقی نہیں رہا۔ چند نفوسِ قدسیہ کے سوا ہر ایک اضطراب کے اس سمندر میں بہا چلا جا رہا ہے۔ موجیں اسے اِدھر سے اُدھر پھینک رہی ہیں اور وہ ان کے درمیان بے دست وپا ہے۔ یہ اپنے ہی اعمال کی شکل اور اپنی ہی برائیوں کی تصویر ہے۔

قیام گاہ پر آیا، رختِ سفر باندھا۔ دُنیا کے سفر میں انسان کیا کیا اہتمام کرتا ہے، ہر چیز سوچ سوچ کر رکھتا ہے کہ چند روز کے سفر میں پریشانی نہ ہو، یہ سفر تو بہرحال کٹ ہی جاتا ہے —— آخرت کے سفر کی طرف دھیان نہیں، آنکھوں پر غفلت کے پردے پڑے ہوئے ہیں، احساس کے سوتے خشک ہو چکے ہیں، ایمان کی شمع ٹمٹما رہی ہے مگر انسان دُنیا کے دھندوں

میں مصروف ہے دل کی خبر ہی نہیں لیتا کہ اس کی زندگی کے لیے بھی کچھ کرتا ہے۔ دِل اگر مُردہ ہوگیا تو تمام کائنات تاریک ہو جائے گی۔ ہر چمکتی ہوئی روش ظلمت کے دامن میں سمٹ جائے گی۔ آخرت کی منزل دِل بیدار ہی سے طے ہوتی ہے۔ اگر انسان کا دل زندہ ہے اور احساس سلامت ہے تو زادِ راہ بہت ورنہ تہی دست ؎

مجھے یہ ڈر ہے دلِ زندہ تو نہ مرجائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے ہونے سے (علامہ اقبالؒ)

مکہ مکرّمہ سے جدّہ کو روانگی

حرم پاک کے سامنے ٹیکسی لینے کے لیے آئے، حرم پاک سے اذان کی صدا بُلند ہوئی، اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ لاریب تمام بڑائی اللہ کے لیے ہے، تمام عظمتوں کا مالک وہی ہے، حجّاج حرمِ پاک کی طرف تیزی سے رواں ہیں، نمازِ ظہر ادا کرنے کے لیے ایک بے پناہ ہجوم جانب حرم رواں ہے۔ نمازِ ظہر ادا ہوچکی ٹیکسیوں کے ڈرائیور بھی نماز ادا کر کے آگئے۔ کافی تگ و دَو کے بعد ایک ٹیکسی ڈرائیور سے بات طے ہُوئی۔ قیام گاہ پر آئے ——

ایک روزِ سعید وہ تھا کہ اس گھر میں کمالِ اشتیاق سے سامان اتارا تھا۔ بیت اللہ کی ہم سائگی کا شرف تھا، حرمِ پاک میں رکوع و سجود کا تصوّر تھا، طواف کے خیال سے جسم مہک جاتا تھا۔ زمزم سے قلب و رُوح سیراب ہوتے تھے۔ مگر آج اشکبار آنکھوں سے سامان باندھ رہے تھے۔ ہم آج حدودِ حرم سے نِکل جائیں گے، آج اللہ کے گھر کو چھوڑ دیں گے، سامان ٹیکسی میں رکھّا، رُخصت کے لمحات حشر انگیز تھے۔ دیدہ و دل کی کیفیّت بیان میں نہیں آسکتی —— بار بار ذہن میں یہ خیال آتا تھا کہ چند لمحوں میں یہ شہرِ رحمت و برکت نظروں سے اوجھل ہو جائے گا۔ اِس گھر پر آخری نگاہ ڈالی جس نے ہمیں اپنے دامن میں پناہ دے رکھی تھی، جس کے قیام کا ہر لمحہ زندگی

Marfat.com

کا سرمایہ تھا۔

ٹیکسی چلی، پل بھر میں قیامِ مکہ مکرمہ کا ایک ایک لمحہ ذہن کے پردے پر آویزاں ہو گیا، ٹیکسی بازار میں آئی، مَیں پچھلی نشست پر تھا۔ دیر تک بیتُ اللہ کے مینار نظر آتے رہے۔ سڑک اونچی ہوتی گئی بیتُ اللہ کے مینار واضح تر نظر آنے لگے۔ لبوں سے بے ساختہ نکلا: اَللّٰھُمَّ زِدْ بَیْتَکَ ھٰذَا شَرَفاً وَّ تَعْظِیماً۔ پھر ایک موڑ آیا کہ مینارۂ نور نظروں سے اوجھل ہو گیا، زمانے کی رفتار رُک گئی، دُنیا نظروں میں ساکت ہو گئی ـــــ کسی کا شعر یاد آگیا ؎

جہاں تم مجھے چھوڑ کر چھپ گئے تھے

اسی موڑ پر رُک گیا ہے زمانہ

نگاہ پتھرا گئی ـــــ میرے ساتھی کی آواز نے مجھے چونکا دیا، ہوش کی کرن چمکی، دُنیا کی رونق ویسی ہی تھی یہ تو میرے اندر کی دُنیا کی تصویر تھی، میرے جذبات مجسّم ہو گئے تھے۔ دکانیں سجی ہوئی تھیں، لوگ کاروبار میں مصروف تھے ـــــ یہ سب خوش قسمت انسان تھے، بیتُ اللہ کے ہمسائے تھے، بلند عمارات کا سلسلہ نظر سے گزرا، مغربی طرز کی جدید عمارات کا یہ منظر نگاہوں پر گراں گزرا۔ تہذیب کی اس روشنی میں نُور کی کوئی کرن نہ تھی، ہر فرد کے اندر کا حال خدا کو معلوم ہے ـــــ مطوفین کے بورڈ جگہ جگہ آویزاں تھے، کہیں کہیں "سازمانِ ایران" کے بورڈ بھی نظر سے گزرے، ایرانیوں نے اپنے قیام کی نشانیاں چھوڑی ہوئی تھیں۔

ٹیکسی چیکنگ پوسٹ پر رُکی، پاسپورٹ چیک ہوئے، ٹیکسی شہر کا چکّر لگاتی ہوئی حدودِ مکہ مکرمہ سے باہر نکل آئی۔ دورویہ سڑک پر کاروں، بسوں اور ٹیکسیوں کا ہجوم تھا۔ اِرد گِرد پہاڑوں کا سلسلہ پھیلا ہُوا تھا۔ اس مقام کو اللہ تعالیٰ نے وہ فضیلت عطا فرمائی کہ تمام مسلمانانِ عالم کے دل اس کی طرف کھنچتے چلے گئے۔ یہ بے آب و گیاہ وادی ہر قلب کی آرزو بن گئی۔ مَیں نے آنکھیں

Marfat.com

بند کر کے سامنے کی سیٹ پر سر رکھ دیا کہ کچھ دیر تو قلب پر اُتری ہوئی تصویر اور ذہن پر بیت اللہ کے اُبھرے ہوئے نقوش سے کیف اندوز ہو سکوں۔

کافی دیر کے بعد جدّہ شریف کی فلک بوس عمارات نظر آنے لگیں۔ عہدِ حاضر کا جدید ترین شہر —— سمندر کے کنارے روشنیوں کا شہر، جہاں دُنیا کی ہر چیز موجود ہے، جیب میں اگر پیسے نہ بھی ہوں تو پھر بھی ہر دکان دعوتِ نظّارہ دیتی ہے، ہر قدم نظر رُکتی ہے —— مگر میرے لیے اِن جگمگاتی دکانوں میں کوئی کشش نہ تھی، کراچی، راولپنڈی، لاہور میں بھی ہر چیز مل سکتی ہے۔ یہاں نظر کسی اور شے کی متلاشی تھی ——

حاجی کیمپ میں قیام

حاجی کیمپ آگیا۔ حجّاج کے سامان کے ڈھیر لگے تھے۔ اِن ڈھیروں کے قریب چٹائیوں پر حجّاج کرام آرام کر رہے تھے تھکن سے چُور سامان کے ساتھ خود بھی ڈھیر ہو گئے تھے، ہم نے ٹیکسی سے سامان اُتار کر ایک اور ڈھیر کا اضافہ کر دیا۔ اعضائے بدن کی قوّت جواب دے رہی تھی۔ مکّہ مکرّمہ میں ٹیکسی پر سامان خود لادا تھا، بے سُدھ ہو کر سامان کی ایک بوری کے سہارے آنکھیں بند کر کے بیٹھ گیا، رات سر پر آگئی۔ موسم چند روز سے خنک ہو گیا تھا۔ میرے ساتھی نے تگ و دَو کے بعد ایک کمرے میں گنجائش پیدا کی —— پھر وہی سامان اُٹھانے کا مرحلہ تھا، ہمّت جواب دے گئی، دس ریال حمّال کی نذر کیے، سامان کمرے میں لگایا، صرف ایک بستر کی جگہ باقی بچی۔ وہاں بستر بچھا کر لیٹ گیا۔ باقی ساتھی اوپر کی منزل میں چلے گئے —— کچھ سکون میسّر آیا، کمرے سے باہر نکلا، ہوا خنک تھی ایسے محسُوس ہُوا جیسے کسی نے تپتے ہُوئے جسم پر برف کے پانی سے بھگو کر کپڑا ڈال دیا ہو۔ سامنے ترکوں کا شفا خانہ تھا۔ ترک ڈاکٹر سے اپنی تکان، اعضاء کے درد اور جسم کی تپش کا ذکر کیا۔ تُرک ڈاکٹر نے اِنتہائی توجّہ سے میرا طبّی معائنہ کیا —— معائنہ کرتے وقت وہ خلوص کا پیکر

اور ہمدردی کا نشان نظر آیا۔ ڈاکٹر نے کیپسول دیے جن کے استعمال سے تھکن اور اعضا شکنی کافی حد تک دُور ہوگئی، نمازِ عشاء سے فارغ ہو کر لیٹا، پہلی کروٹ ہی خوابوں کے جزیرہ میں پہنچ گیا، جہاں احساس کی لطافت آسودگی سے ہمکنار رہتی ہے۔ ساری رات کی نیند نے سکون کی لذت سے آشنا کر دیا۔ صُبح اذان کی صدا کے ساتھ بیدار ہُوا ـــــــ یہ تہجّد کی اذان نہ تھی جو حرمین شریفین میں نور کے تڑکے سنائی دیا کرتی تھی۔ یہ نمازِ فجر کی اذان تھی مسجد کمرے کے سامنے تھی، وضو کیا اور نماز باجماعت ادا کی۔

ایک مصری عالم کی تقریر

نمازِ فجر کے بعد ایک نوجوان مصری عالم نے عربی میں تقریر شروع کی، پہلے ہی جُملے نے نمازیوں کو اس کی طرف متوجّہ کر دیا۔ اس نے تقریر کا آغاز ایک حدیثِ پاک سے کیا: 'وہ مُسلمان نہیں جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مُسلمان کو تکلیف پہنچے'۔ اس کی تشریح میں اس عالمِ دین نے کلامِ پاک کی بہت سی آیات تلاوت کیں، معلوم ہوتا تھا کہ ہر لفظ اس کے دِل کی صدا اور اس کی رُوح کی پکار ہے۔ آیاتِ کریمہ کے معانی و مطالب اس کے چہرے پر منعکس نظر آرہے تھے جو اس کے دلی خلوص کا پتہ دیتے تھے۔ سامعین مسحُور و بے خود تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا سینہ قرآنِ حکیم کی معرفت کے لیے کھول دیا تھا۔ برجستہ موضوع پر کلامِ پاک کی آیات تلاوت کرنا اور احادیثِ نبوی کے حوالے دینا اس کے دینی شغف اور روحانی کیف کی دلیل تھا۔ گھنٹہ بھر اس عالمِ دین نے تقریر کی۔ اس کی تقریر کے دوران ہر آدمی عقیدت و احترام کا پیکر تھا، تقریر ختم ہوتے ہی حجّاج نے فرطِ محبّت و عقیدت سے اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اس سے معانقہ کیا، احترام اور عقیدت کے اس اظہار نے اسے بھی سراپا عجز و انکسار بنا دیا۔ مَیں نے عربی زبان میں ایسی فصیح و بلیغ تقریر کم سنی تھی، زبان ایسی سلیس اور سادہ تھی کہ مجھ جیسا عجمی بھی اس کے کلام سے لُطف اندوز ہو رہا تھا۔ مَیں نے بھی ہدیۂ تبریک پیش کیا، اس کے جواب

Marfat.com

میں اس نے دُعا دی جس میں محبت اور خلوص کی مہک تھی۔

عقیدت کی بیمثال صورت

مسجد کے ایک کونے میں کچھ پاکستانی ایک پاکستانی عالم کے گرد بہ صورتِ حلقہ خشوع وخضوع سے مصروف دُعا تھے۔ یہ مصری عالم بھی ان کے پیچھے ادب سے بیٹھ گیا اور اسی عقیدت و احترام سے دُعا میں شریک ہوگیا۔ یہ مصری عالم اگرچہ اُردو نہ جانتا تھا مگر اس کی یہ ادا مجھے بہت پسند آئی جس سے اس کی روحانی کیفیت آئینہ ہوگئی۔

نماز اور تقریر کے بعد قیام گاہ پہ آیا۔ ہوٹل میں ناشتہ کیا، کوئی پروگرام نہ تھا۔ بستر پر لیٹ گیا۔ خانۂ کعبہ کی جُدائی نے نڈھال کر دیا، کچھ احباب آئے اور جدّہ شریف جانے کی خواہش کی۔ یہاں بسوں کا عجیب انتظام ہے۔ آپ شہر کے کسی حصّے میں چلے جائیں آپ کو صرف چار قُرش دینا پڑیں گے ہم بس میں بیٹھے طرزِ جدیدہ کی عمارات دیکھ رہے تھے۔ ان عمارات کو دیکھ کر کراچی اور لاہور کی عمارات کا تصوّر دھندلا گیا — بازار میں گھومے، دکانیں سامان سے بھری ہوئی تھیں، ہر دکان کی سجاوٹ کا یہ عالم تھا کہ نظر خیرہ ہوکر رہ جاتی تھی آخر تھوڑی دُور چل کر طبیعت اکتا گئی۔ اس سفر کا مقصد خرید و فروخت نہ تھا۔ اگر جیب میں پیسے ہوں بھی تو سامان کے انبار کون اُٹھاتا پھرے۔

ے
میرے لیے یہ دُور کا دیدار ہی بس ہے
نظّارہ بڑی بات ہے باقی تو ہوس ہے
(حفیظ جالندھری)

ایک قہوہ خانے سے دُودھ کی چائے پی اور جلد قیام گاہ پر واپس آگیا۔

چولھے گرم تھے۔ حجّاج کھانا پکانے میں مصروف تھے، ہوٹل میں چہل پہل تھی۔ ملک ملک کے لوگ دکھائی دیتے تھے ہر ایک کو اپنی مرغوب غذا مل رہی تھی۔ انڈونیشا کے باشندے چاولوں کی پلیٹیں سامنے رکھے انتہائی رغبت کے ساتھ کھا رہے تھے۔ مچھلی اور چاول

Marfat.com

ان کے لیے نعمتِ غیر مترقبہ تھی۔ میری قیام گاہ کے ساتھ ہوٹل سے باہر بجلی کے چولہے پر مرغ روسٹ ہو رہے تھے۔ ایک سادہ سے ہوٹل میں کھانا کھایا، فکر یہ تھی کہ کہیں ریال ختم نہ ہو جائیں۔

سامنے صرّاف کی دکان سے سکّوں کی جھنکار مسلسل سنائی دے رہی تھی، صرّاف کچھ کرنسی لے کر اس کو اس تسلسل کے ساتھ بجاتے ہیں کہ لوگوں کی توجہ خواہ مخواہ ان کی طرف مبذول ہو جاتی ہے۔ لوگ پاکستانی کرنسی ریالوں میں تبدیل کرا رہے تھے تاکہ کیمپ کے قیام میں خرچ کر سکیں۔

سفرِ مقدّس کی آخری منزل آ رہی تھی۔ حجّاج دربارِ نبویؐ اور بیت اللہ کی حاضری سے سرشار اپنے اپنے وطن لوٹ رہے تھے، سامان باہر نکال رکھا تھا۔ ۱۵۔ جنوری روانگی کی تاریخ تھی حجّاج بار بار پوچھ رہے تھے کہ شمس جہاز بندرگاہ پر کب پہنچے گا، پندرہ جنوری کی رات آ گئی مگر کسی کو جہاز کی آمد کا علم نہ تھا، دوسرے جہاز کے حجّاج چھوڑی ہوئی جگہ پر قابض ہو گئے —— تھوڑا بہت سعودی سکّہ جسے حجّاج اپنے ساتھ لائے تھے ختم ہو چکا تھا۔ سخت پریشانی کا سامنا تھا۔ پیٹ تو بہر حال بھرنا ہے۔ حجّاج نے بوریوں میں بند کیے ہوئے چولھے اور خورونوش کا بچا کھچا سامان باہر نکالا۔ جگہ کی قلّت پیدا ہو گئی کہ دو تین جہازوں کی سواریاں کیمپ میں پہنچ چکی تھیں، جس کو جہاں جگہ ملی لیٹ گیا۔ اس پریشانی میں نیند کسے آتی، دن بھر کی تھکن اور ذہنی پریشانی کے باوجود لوگ جاگ رہے تھے، مدینہ منوّرہ اور مکّہ مکرّمہ سے حجّاج کی آمد کا سلسلہ شروع تھا، نصف شب گزری ہو گی کہ بارش شروع ہو گئی، سامان باہر پڑا تھا۔ سامان سنبھالنے کے لیے حجّاج اپنے ٹھکانوں سے باہر آ گئے مگر کوئی جگہ ہو تو سامان رکھا جائے، کسی نے سامان پر چٹائی ڈال دی۔ کوئی اپنی اشیاء دکانوں کے چھجّوں کے نیچے رکھ کر حفاظت کے لیے بیٹھ گیا، زیادہ تر سامان وہیں دھرا رہا، کون اٹھائے، کہاں لے جائے؛ سامان لگاتار بارش میں بھیگ رہا تھا۔ کوئی چارہ نہ تھا۔ رات آنکھوں میں کٹ گئی —— یہی رات اگر بیتُ اللہ میں کٹتی تو بے شمار نیکیاں نامۂ اعمال میں لکھی جاتیں

Marfat.com

اور آخرت کا زادِ راہ فراہم ہوتا مگر یہاں تو کس مپرسی کا عالم تھا خدا خدا کر کے صبح ہوئی، سیاہ بادلوں سے ابھی تک آسمان گھرا ہُوا تھا، ہر لحظہ بارش کا اندیشہ تھا۔ مگر اب کیا تھا سامان پہلے ہی نذرِ آب ہو چکا تھا۔

صبح نماز سے فارغ ہو کر پھر جہازوں کے دفتر کا رُخ کیا تاکہ جہاز کی روانگی کا عِلم ہو سکے، معلوم ہُوا کہ جہاز تو آچکا ہے مگر دوسرے جہاز بھی ساحل پر ہیں جن کے باعث وہ کِنارے پر نہیں لگ سکتا۔ کیا کیا جائے، مجبُوری تھی۔ نمازِ ظہر سے اعلانات کا سِلسلا شروع ہُوا کہ تمس جہاز کے مسافر سامان تیّار رکھیں، ابھی سامان لے جانے کے لیے ٹرک آئیں گے۔ اِس اعلان پر بیساختہ ہنسی آگئی کہ سامان تو کل سے ٹرکوں کا منتظر ہے، رات تو فرش پر ہی لیٹے تھے۔ آخر کون سامان کھولے اور بار بار باندھے، ہر پندرہ بیس منٹ کے بعد اس اعلان کو دہرایا جاتا۔ اِن اعلانات کے دوران ایک بار بارش پھر برسی، چند باہمّت حجّاج بار بار سامان ٹھکانے پر یا کِسی محفوظ جگہ لے جاتے رہے۔ آخر تھک ہار کر اُنھوں نے بھی سامان کو بارش کے حوالے کر دیا۔

تمام حضرات بچے کھچے پاکِستانی نوٹ ریالوں میں تبدیل کرا رہے تھے۔ صرّاف بے اعتنائی کا ثبوت دے رہے تھے۔ پاکستانی دس روپے کے تین ریال ملتے تھے جن سے بمشکل ایک وقت کا کھانا کھایا جا سکتا تھا۔

دِل کو اس خیال سے ڈھارس بندھی کہ یہ سب پریشانیاں، سب مشکلات رضائے الٰہی کے حصُول کے لیے راہِ خدا میں پیش آرہی ہیں۔ ہر مشکل اور ہر پریشانی اجر و ثواب کی موجب ہے۔ یہ چند گھڑیاں تو بہر حال گزر ہی جائیں گی، ابدالآباد کی زِندگی کے لیے توشہ اکٹھا ہو رہا ہے۔ دِل حرمینِ شریفین کی حاضری سے گداز تھے۔ حجّاج کی کافی تعداد خاموشی سے، خندہ پیشانی کے ساتھ یہ سب کچھ برداشت کر رہی تھی۔

Marfat.com

کیمپ سے بندرگاہ کو روانگی

آخر نمازِ مغرب کے بعد ٹرک آنا شروع ہوئے۔ حجاج اپنا اپنا سامان ٹرکوں کی طرف لے کر چلے۔ مزدور ٹرکوں پر چڑھے۔ وہ حجاج سے سامان پکڑ پکڑ کر ٹرکوں میں پھینک رہے تھے۔ بوریاں، ٹرنک، سوٹ کیس، زمزمیاں سب گڈمڈ ہوگئیں۔ کوئی ٹرنک کھُل گیا تو کوئی زمزمی بہنے لگی ــــ مگر مزدور بے دریغ سامان کو ٹرکوں میں ڈھیر کر رہے تھے ــــ دوسرے روز جہاز پر جانے والوں کا سامان اُتارا جا رہا تھا، سامان لدوانے کے بعد حجاج کیمپ سے باہر کھڑی ہوئی بسوں کی طرف لپکے، ہلکا اور نازک سامان ان کے ہاتھوں میں تھا ــــ آخر افتاں خیزاں بندرگاہ پہنچے، پاسپورٹ پر ضروری مہریں لگوا کر شمس جہاز کی طرف چلے۔ شمس ساحل پر لنگرانداز تھا۔ ایک جال میں سامان رکھا جاتا جسے کرین اُٹھا کر جہاز کے نچلے حصے میں ڈھیر کرتا جاتا تھا۔ کچھ خبر نہ تھی کہ کس کا سامان کہاں گرا اور کس کے سامان میں مدغم ہوگیا ــــ ٹرنک، سوٹ کیس، زمزم کے ڈبے، بوریاں ایک ہی ڈھیر میں تھیں۔ عرشہ کے مسافروں کو ادھر سامان تلاش کرنے کی فکر تھی اُدھر ٹھکانا بنانے کا خیال تھا۔ سامان ڈھونڈا جا رہا تھا۔ حجاج سروں پہ سامان اُٹھائے اپنے اپنے ٹھکانوں پر لے جا رہے تھے ــــ نمازِ مغرب کی اذان فضا میں لہرائی، یہ صدا سنتے ہی ذہن حرمِ پاک کے تصوّرات میں کھوگیا۔ یہ صدا کبھی صفہ پر، کبھی ریاض الجنّۃ میں، کبھی قدمین شریفین پر سنتے تھے۔ یہی صدا خانہ کعبہ کے قرب میں، حطیم کے پاس، مقامِ ابراہیم پر، مطاف میں حجرِ اسود کے سامنے کانوں میں رس گھولتی تھی ــــ آنکھوں سے اشک بہنے لگے۔ کرم کے لمحات یاد آگئے۔ سعادتوں کی گھڑیاں نظر میں پھر گئیں، اب وہی صدا، اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا مظہر بن کر سمندر کے سینے پر بلند ہوئی۔ یہ آواز ایک اعلانِ عظیم ہے جو پہاڑوں، وادیوں، ریگزاروں، صحراؤں غرضیکہ کائنات کے کونے کونے میں ہوتا ہے۔ ہر شخص گواہی دیتا ہے کہ اللہ بڑا ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم اس کے رسُول ہیں۔ خدا کے نام کے ساتھ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم

Marfat.com

کا نامِ پاک دُنیا کے گوشے گوشے میں بلند ہوتا ہے اپنی نعت ہی کا ایک شعر اس وقت حسبِ حال ہے

آتا ہے تیرا نام ہی نامِ خُدا کے ساتھ
نامِ خدا جو لوں تو وہیں تیرا نام ہے
(حافظ لدھیانوی)

سبحان اللہ، ذاتِ باری نے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کے کلماتِ طیبات اپنے حبیبِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شان میں اُتارے ہیں ——— میں اِنہی خیالات میں گم تھا۔ نیچے سامان اُٹھانے والوں اور ڈھونڈنے والوں کا شور تھا، رات کی تاریکی نے اپنی سیاہ چادر سمندر کے سینے پر پھیلا دی، سامنے مختلف ممالک کے جہاز کھڑے تھے۔ ان کی اونچی اونچی چمنیاں اپنے اپنے ملک کا اعلان کر رہی تھیں ——— انڈونیشیا کا جہاز روانہ ہو گیا، سُورج ڈوبنے سے پہلے وہ اپنی منزل کی طرف جولاں تھا۔ یہ جہاز رانی کا اصُول ہے کہ شام کے بعد جہاز بندرگاہ نہیں چھوڑ سکتا۔ اِسلیے رات وہیں سمندر کے ساحل پر قیام رہا۔ لوگ دن بھر کے تھکے ہارے تھے جس کو جہاں جگہ ملی لیٹ گیا اب صرف سمندر کے پانی کا شور تھا۔ باقی تمام ہنگامے رات کے سیاہ پردوں میں روپوش تھے۔ جہاز کے افسر اور عملہ سب سو گئے۔

صبح اذان کے ساتھ آنکھ کُھلی، وضو کیا۔ جو کمرہ کبھی تفریح گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا، وہ تہذیبی کدورتوں سے پاک ہونے کے بعد مسجد کی صُورت میں جلوہ نُما تھا۔ گیارہ بارہ افراد کے لیے یہ کمرہ ناکافی تھا۔ جو پہلے آجاتے انہیں جگہ مل جاتی ——— اِس کمرے کو دیکھ کر انقلابات زمانہ نظر سے گزرے۔ تقسیم برِ صغیر کا زمانہ یاد آگیا ۔ کیا کیا مقدّس مقامات اِس انقلاب کی نذر ہو گئے، عبادت گاہیں مسمار ہو گئیں، جہاں مسجدیں تھیں وہاں میدان نظر آتے ۔ جہاں بتوں کی پرستش ہوتی تھی وہاں دینی مدارس قائم ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کا نام بلند ہونے لگا۔ قبرستانوں کے نشانات مِٹ گئے ——— قافلے لُٹ گئے، لوگ فنا کے گھاٹ اتر گئے، ساتھی قدم

Marfat.com

قدم پر بچھڑے ، جب منزل پر آکر دیکھا تو کئی چہرے نظر سے اوجھل تھے ؎

کیا انقلابِ دہر کی نیرنگیاں کہیں

ہم چند لوگ تھے جو ہزاروں میں رہ گئے (حافظ لدھیانوی)

یہ سب کچھ انقلاب کا حصّہ ہے ، گردشِ احوال سے کسی کو مفر نہیں ، سُورج ہمیشہ ایک سے دَور پر طلوُع نہیں ہوتا ، مرورِ زمانہ اپنے نقوش ضرور چھوڑ جاتا ہے۔ یہ سب مقاماتِ عبرت ہیں ، یہ داستانیں درسِ زندگی ہیں ——

جہاز کی جدّہ شریف سے روانگی

سپیدۂ سحر نمودار ہُوا ۔ یہ جدّہ شریف میں آخری رات تھی جو گزر گئی ، یہ ایک مقدّس سفر کی آخری منزل تھی ۔ اِسی بندرگاہ پر ، اسی ساحل پر جب جہاز لگا تھا تو فضا لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کی دلنشیں صَدا سے گونج رہی تھی ۔ چہروں پر مسرّت کے آثار ، دلوں میں حرمین شریفین کی زیارت کا شوق تھا ۔ اِن پاکیزہ فضاؤں میں سانس لینے کے لیے ہر فرد بیکل تھا ۔ دل میں ایک دُنیائے آرزو آباد تھی ۔ ایک عمر کی آرزوؤں ، ایک مدّت کی اُمیدوں ، نصف صدی کی دُعاؤں اور التجاؤں کی قبولیّت کا وقت آنے والا تھا ، جدّہ کی بندرگاہ کا ساحل سب کی اُمیدوں کا ساحل تھا ۔ آج اسی ساحل سے جُدائی کی گھڑیاں شروع ہو رہی تھیں ، پھر ہجر کی طویل مدّت سامنے تھی ، آنکھیں پُرنم تھیں ، دِل کی گہرائیوں سے دُعا نکلتی تھی کہ اے کریم اس سفرِ مقدّس کی سعادت بار بار نصیب فرما ، اے اللہ ہم تیرے دربار اور بارگاہِ نبوی کے آداب سے ناواقف ہیں ۔ ہم سے قدم قدم پر جو غلطیاں سرزد ہوتی ہیں ۔ ان خطاؤں اور لغزشوں سے درگزر فرما ۔ دونوں درباروں کی حاضری قبول فرما ، ہم سب کے حج قبول فرما ۔ اس سفر کو ہمارے لیے باعثِ نجات بنا دے ۔

نو بجے جہاز ساحل سے جدا ہُوا ۔ حجاج جدّہ شریف کی منزلِ سعادت کو دیکھنے کے لیے

برآمدوں میں نکل آئے۔ آنکھوں میں بیساختہ آنسو تیرنے لگے۔

مطلع ابھی ابر آلود تھا۔ جہاز آہستہ آہستہ ساحل سے ہٹنا شروع ہُوا، آبی پرندے سمندر کے سینے پر پرواز کر رہے تھے ___ ساحل پر لگے ہُوئے جہازوں کی چمنیاں دُور ہوتی جارہی تھیں، بندرگاہ کی عمارت پیچھے ہٹ رہی تھی ہم آگے بڑھ رہے تھے۔ پھر اسی دُنیا کی طرف سفر تھا جو ہمارے ذہنوں سے چار ماہ فراموش رہی۔ اس دوران دُنیا کے ہنگاموں کا تصور بھی ذہن میں نہیں آیا تھا۔ جوں جوں جہاز کی رفتار تیز ہوتی گئی، وہی دنیا ذہن کے اُفق پر پھر نمودار ہونے لگی، پھر وہی سفر درپیش تھا۔ آتے ہوئے یہ سفر مسرتوں کا پیش خیمہ تھا۔ اب وہی سفر سوہانِ رُوح تھا۔ چند دن سمندر کے سینے پر گزریں گے۔ پھر انسان کراچی کے شور اور دُنیا کے ہنگاموں میں گم ہوجائے گا اور از سرِنو اپنے کاروبار میں مشغول ہوجائے گا ___ سوچتا ہوں کہ وہ کیسے منتخب اور خوش قسمت لوگ ہیں جو حرمین شریفین کے سائے میں رہتے ہیں جن کو عمر بھر کے لیے حاضری کی سعادت نصیب ہے۔ وہ کیسے مقدس لوگ ہیں جو دُنیا کے دھندوں کو لپیٹ کر سب محبّتیں حضورؐ کی محبّت پر قربان کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آپؐ کے قدموں میں آپڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی ایسی ادا پسند آگئی ہے جسکے انعام میں انہیں مسلسل حاضری کا شرف حاصل ہے۔ خدا جانے دوبارہ کب حاضری نصیب ہو ___ ایک بار کی سعادت بھی بہت ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمالے تو نجات کیلیے یہی کافی ہے۔

جہاز کے اندر مکمل سکوت تھا مگر وہ خود ہچکولے کھا رہا تھا۔ ہر مُسافر اپنے اپنے بستر پر دراز تھا۔ کبھی کبھی دروازہ کھُلنے کی آواز آتی تھی۔ جہاز کا بیرہ کھانا لے کر آتا یا کوئی اور ضرورت کی شے لاتا، ان ہچکولوں سے بہت سے مسافروں کی طبیعت خراب ہوگئی، سمندر اگر پُرسکون ہو تو جہاز ہچکولوں کے بغیر رواں رہتا ہے۔ اگر لہریں اچھل رہی ہوں تو لاتعے بڑے وزنی جہاز کو اِدھر اُدھر

Marfat.com

ہچکولے دیتی رہتی ہیں ــــــ پانی میں اللہ تعالیٰ نے کیا قوت رکھی ہے ، پانی کے عذاب نے تو دُنیا کی بستیوں کو نیست و نابود کر دیا تھا۔ طوفانِ نوحؑ نے روئے زمین پر بسنے والوں کا نام و نشان تک مِٹا دیا ، آبادیاں خدا کی نافرمانی کی وجہ سے صفحۂ ہستی سے ناپید ہوگئیں۔ قہرِ آب نے تمام زمین کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ پھر سرکش ، باغی اور متکبّر لوگوں سے زمین پاک ہوگئی۔ چند افراد جو پیغمبرؑ کی کشتی میں سوار تھے باقی رہ گئے۔ غضبِ الٰہی کی اس لپیٹ میں پیغمبر کا بیٹا بھی آگیا۔ سرکش کوئی ہو ، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ نہیں سکتا ــــــ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے ــــــ اسی پانی کے سینے پر ہم بہے جا رہے تھے۔ خالقِ کائنات ہمیں ہر بلا سے محفوظ رکھے ــــــ

واپسی پر دو حاجیوں کی وفات ہوگئی ، یہ پانی کی سطح پر پہلا حادثہ تھا۔ پہلی بار حج کرنیوالوں کے لیے جہاز میں موت کا تصور بہت اندوہناک تھا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے انسان کی موت کا وقت مقرّر کر رکھا ہے۔ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ موت کا پیغام جب آتا ہے تو ایک پل آگے پیچھے نہیں ہوتا۔ کاتبِ قدرت نے اجل کا وقت متعیّن کر دیا ہے ــــــ دارِ فانی سے رُخصت ہونے کے بعد اِس زندگی سے تمام علاقہ ختم ہو جاتا ہے۔ صرف نیک عمل ساتھ رہتے ہیں۔

اِنسان فلک بوس عمارات تعمیر کرتا ہے۔ عمر بھر کی آسائش کا سامان مہیّا کرتا ہے ، بچّوں کی فکر ہے۔ اِن کی تعلیمات اور ان کی شادی بیاہ کا سوچتا ہے مگر جب زندگی کا آخری سانس آتا ہے تو تاج و تخت دَھرا رہ جاتا ہے۔ امورِ سلطنت نامکمل رہ جاتے ہیں ، احباب سے منہ موڑ کر ، اعزہ و اقارب کو چھوڑ کر ، بچّوں کو خُدا کے سپُرد کر کے ، راہِ عدم اختیار کرتا ہے ، موت نے انسان کو بے بس کر دیا ہے۔ ورنہ اس کے غلبہ و سطوت کی داستان خاصی طویل ہے۔

Marfat.com

حجاج کا یہ قافلہ فریضۂ حج ادا کرکے، تصورات کی ایک دُنیا لیے جدّہ کی بندرگاہ سے عازمِ وطن ہوا۔ یہ کارواں اعزّہ واقارب کے لیے تحفے، دوستوں کے لیے تبرّکات ساتھ لے کر اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہوا۔ سب حجاج نے اپنی آمد کی اطلاع دے دی تھی —— یہ ایک دُنیا سے دوسری دُنیا کی طرف مراجعت ہے۔ جُوں جُوں جہاز کراچی کے نزدیک ہوتا جا رہا ہے، اپنوں کی یاد، بچّوں کی محبت دِلوں میں ایک خوشگوار ہیجان پیدا کر رہی ہے، سب خوش ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حج کا فریضہ ادا کرنے کی توفیق دی —— جہاز میں حجّاج کو کوئی مصروفیت نہیں ہوتی۔ البتّہ وہ جہاز کے برآمدوں میں سمندر کے نظارے سے لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں۔ دُور اُفق پر نظریں جمائے لاشعوری طور پر منزل کے نشانات کی تلاش میں مصروف رہتے ہیں۔

جہاز پر فوتیدگی

اچانک اعلان ہُوا کہ "کاروانِ حجّاج" کے ایک حاجی وفات پا گئے ہیں۔ اِن کی نمازِ جنازہ، نمازِ عصر کے فوراً بعد جہاز کے عقبی حصّے میں ادا ہو گی۔ سمندر میں ایک زائرِ حرم کی مَوت کا یہ سانحہ، خاصا جاں گسل اور رُوح فرسا تھا۔ حدِّ نگاہ تک پانی تھا، ابھی کراچی کا ساحل کوسوں دُور تھا اور چار روز کی مسافت باقی تھی۔

ہنستے ہُوئے چہرے اُتر گئے، [illegible]اوں کی دُنیا میں زلزلہ آگیا، حسین تصوّرات گلاب کی پتّیوں کی طرح بکھر گئے، خوشیوں کے لمحات ٹوٹ گئے، ہمارا ایک ساتھی، ہمارے قافلے کا ایک ہمسفر ہم سے یکدم جُدا ہو گیا، مسرّت سے لبریز دل، غم کے پیمانے بن گئے، فانی دنیا کا نقشہ آنکھوں میں پھر گیا —— وطن سے دُور، اعزّہ واقارب سے کوسوں کے فاصلے پر، بیوی بچّوں سے جُدا یہ شخص اللہ کو پیارا ہو گیا، زمین کا ٹکڑا اس کا مقدّر نہ ہُوا، اس کے احباب نمازِ جنازہ میں شریک نہ ہو سکے، بیوی بچّوں کو آخری بار منہ دیکھنا نصیب نہ ہُوا —— وہ تو

Marfat.com

اس کے اِستقبال کی تیاریوں میں مصروف ہوں گے وہ تو ایک ایک لمحہ گنتے ہوں گے کہ کب گاڑی ان کے باپ اور ان کے بزرگ کو لے کر آتی ہے تاکہ وہ اس کے گلے میں گلاب کے مہکتے ہوئے ہار ڈالیں۔ کب معانقہ کر کے اس سینے سے سینہ لگائیں جس نے ملتزم کو چھُوا ہے، جو بیتُ اللہ کی دیواروں سے چمٹا ہے۔ اس سے اپنے اعزّہ واقارب کے لیے دُعا کرائیں، کیونکہ حج سے واپس آنے والوں کی دُعا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہے۔

بچے کھلونوں کے منتظر ہوں گے، احباب دعوتوں کی تیاریاں کر رہے ہوں گے، دُور دراز سے آنے والے پروگرام بنا رہے ہوں گے۔ گھر بھر کے ارمانوں کو کیسے بیان کیا جا سکتا ہے؟ اس اللہ کے بندے نے خدا جانے کہاں کہاں سے ڈھونڈ کر تحائف اکٹھے کیے ہوں گے۔ انہیں خریدتے وقت اس کے ذہن میں محبّت وخلوص کی کونسی تصویریں اُبھری ہوں گی، پیار کی کیسی کیسی قندیلیں اس کے نہاں خانۂ دل میں جگمگائی ہوں گی، اس سامان کو خود اُٹھا اُٹھا کر بسوں میں لادا ہوگا۔ ہر قدم احتیاط تھی کہ کہیں کوئی چیز ٹوٹ نہ جائے اور کوئی چیز ضائع نہ ہو جائے۔ جدّہ شریف پہنچ کر حاجی کیمپ میں کس کس طرح اس نے یہ سامان بارش سے بار بار بچایا ہوگا۔ سامان پڑا رہ گیا۔ سب ارمان دِل ہی دل میں لیے اُس نے آخرت کی راہ اختیار کر لی۔ وہ راہ جہاں سے کوئی لوٹ کر نہیں آتا، جہاں کوئی چیز ساتھ نہیں جاتی، دُنیا کا مال واسباب کام نہیں آتا، دُنیا کا سیم وزر، اس کی محبّت، تمام رشتے، جاہ ومنصب سب یہیں دھرا رہ جاتا ہے۔ نہ بیوی ساتھ دیتی ہے نہ بچّہ کام آتا ہے۔ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا۔ وہ اکیلی جان لے کر، اعمال کی گٹھڑی اُٹھائے، اپنی منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ اس کے ساتھی اس کے اعمال ہیں۔ خدا جانے اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ —— مگر یہ موت ایک لحاظ سے اچھی بھی ہے کہ فوت ہونے والا سب سے مقدس

Marfat.com

فریضہ ادا کرنے کے بعد جاں بحق ہوا۔ اعمال کی فردِ سیہ دھل چکی ہے، نیکیوں اور سعادتوں کا زادِ راہ ساتھ ہے جس سے اس کی منزل ضرور آسان ہو جائے گی۔ ابھی اس نے کثافتوں اور گناہوں کی دُنیا میں قدم نہیں رکھا۔

حاجی صاحب کی لاش مُردہ خانے میں لائی گئی۔ چند بزرگ خدا ترس حجّاج نے اپنی خدمات غسلِ میت کے لیے پیش کیں، اس سفرِ مقدس میں ہر نیکی اجرِ عظیم کی حامل ہے میت کے غُسل کے لیے جہاز پر ہر چیز موجود رہتی ہے، کفن کے تمام انتظامات مکمل ہوتے ہیں۔ کسے خبر ہے کہ کب یہ حادثہ پیش آجائے، موت کے وقت کا کسی کو علم نہیں۔ بہ ہر حال غسل دیا گیا۔ یہ امور دو تین علمائے کرام نے انجام دیے۔

سب سے زیادہ جاں گسل موقع اب آنیوالا تھا، یہ انوکھا اور رُوح فرسا موقع تھا جب میت کو سپردِ خاک نہیں سپردِ آب کرنا تھا۔ یہ محاورہ بھی یہاں غلط ہو کر رہ گیا کہ جس کی مٹّی جہاں کی ہو، وہیں دفن ہوتا ہے ــــــ اس میت کا کوئی وارث بھی نہ تھا اس کے ساتھ اس کا کوئی عزیز، کوئی رشتہ دار، کوئی رفیقِ سفر نہ تھا۔ یہ تنِ تنہا حج کی سعادت کے لیے گھر سے روانہ ہُوا تھا۔ ــــــ غسل کے بعد میت کو چھت کی بالائی منزل پر لایا گیا۔ نمازِ جنازہ کا پھر اعلان ہُوا، جہاز کے عقبی حصے پر بھی مسجد بنائی گئی تھی۔ مسجد کیا تھی، ایک چھوٹی سی جگہ تھی کہ نمازی وہاں نماز ادا کر سکیں ــــــ میت سیڑھیوں سے اوپر لائی گئی، ایک عالمِ دین نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اس کی لاش پر رونے والا کوئی عزیز نہ تھا جس کی آنکھیں آنسو بہاتیں ــــ میّت کو پھر نچلی منزل پر لایا گیا۔

جہاز میں میت کو حتی الامکان احترام اور ادب سے سپُردِ آب کیا جاتا ہے۔ جہاز کا عملہ جانتا ہے کہ ان کی اپنی زندگی سمندر کے پانی پر بہتے اور سطحِ آب پر سفر کرتے گزرتی ہے۔ ان کی عمر کا

Marfat.com

بیشتر حصّہ انہی موجوں کو دیکھتے ، انہی ہواؤں کے رُخ کا مقابلہ کرتے گزرتا ہے ــــ انہیں اپنی بھی خبر نہیں کہ کس وقت کیا ہونے والا ہے ــــ ؟

جنازہ پڑھنے کے بعد بہت سے ہمسفر افسردہ خاطر اپنے اپنے ٹھکانوں کو لوٹ آئے چند حجّاج اسے آخری منزل تک پہنچانے کے لیے رُک گئے ، چیف آفیسر چوہدری محمّد نذیر جہاز کے کپتان سے وائرلیس پر رابطہ قائم کیے ہوئے تھا۔ وہ ہر مرحلے کی خبر کپتان کو دے رہا تھا اور ہر آن کپتان کے احکامات کا منتظر تھا۔ آخرِ کار موٹے کینوس میں لاش کو سیا گیا ، کفن کے اُوپر بھی کینوس کی دبیز تہ چڑھا دی گئی۔ کینوس میں میّت کے دونوں جانب وزنی لوہا رکھا گیا تاکہ سپُردِ آب ہونے کے بعد لاش سطحِ آب پر نہ رہے اور وہ سمندر کی تہ میں چلی جائے ، سب انتظامات مکمل ہو گئے اب چند لمحوں کی بات تھی۔ سفرِ مقدس کا یہ رفیق ، یہ زائرِ حرمین ، حج کے فریضے کی ادائیگی کے بعد وطن جانے والا ، ایک پل میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نظروں سے اوجھل ہو جائے گا۔ اس کی لاش کو تختے پر رکھ کر سمندر کی طرف لے جایا گیا۔ ہر حرکت کی اِطلاع کپتان کو مل رہی تھی ، جب میّت سطحِ آب سے تقریباً دو فٹ اونچی رہ گئی تو چیف آفیسر نے کپتان کو اِطلاع دی کہ میّت سمندر میں گرائے جانے کے لیے تیّار ہے ، جب لاش سمندر میں گرائی جاتی ہے تو ایک جھٹکے کے ساتھ جہاز کا رُخ بدل دیا جاتا ہے تاکہ لاش جہاز کے پہیوں کی لپیٹ میں نہ آجائے اور سمندر کی تُند و تیز موجیں اسے جہاز سے دُور لے جا کر سمندر کی تہ میں پہنچا دیں ــــــ "پھینکو" ! چیف آفیسر نے حکم دیا ، تختہ اُلٹ دیا گیا اور میّت آنکھ جھپکتے سمندر کی تہ میں چلی گئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون ؕ

خدا جانے سمندر کتنا گہرا ہے ، لاش کہاں جا کر رُکے گی ، زمین میں لاش

Marfat.com

دفن ہوتی ہے۔ قبر کا نشان ہوتا ہے۔ لوگ قبرستان پہنچتے ہیں۔ کچھ مدت کے لیے اعزہ واقارب یاد کرتے ہیں۔ فاتحہ پڑھتے ہیں۔ ایصالِ ثواب کرتے ہیں، گھر میں قرآن خوانی ہوتی ہے، میّت پر چند رونے والے ضرور روتے ہیں، بچّوں کو باپ کی جُدائی کا صدمہ، بیوی کو خاوند کے مرجانے کا غم، بھائیوں کو بھائی کے بچھڑنے کا الم ہوتا ہے مگر جہاز کا یہ مسافر اکیلا تنِ تنہا سمندر کی موجوں کے سپُرد کر دیا گیا، ابھی گھر والوں کو اس کے سفرِ آخرت کا علم نہیں۔ ان کی نگاہیں ابھی اس کی آمد کی منتظر ہیں۔ ان کے گھر میں ابھی اس کی آمد کی تیّاریاں ہو رہی ہیں۔ گھر کا ہر فرد تحائف کا منتظر ہے —— مگر وہ تو اللہ کو پیارا ہو گیا ——

یوں تو زندگی ایک مُسلسل المیہ ہے۔ ہر قدم مصائب کی منزل آتی ہے مگر یہ منزل سب منزلوں سے زیادہ کٹھن، یہ مرحلہ سب سے زیادہ نازک ہے۔ کس مپرسی کی یہ موت، غربت کی یہ وفات، یہ گھر سے دور سفرِ آخرت بہت اندوہناک ہے۔

لاش کو سپُردِ آب کرنے کے بعد جہاز کا عملہ اپنی کارروائی میں مصروف ہو گیا۔ اس کے سامان کو کھولا گیا، آرزوؤں کا ایک جہان آباد تھا۔ جس چیز کو بھی دیکھا، وہ مرنے والے کی یادگار تھی —— ریڈیو، ٹرانسسٹر، ٹیپ ریکارڈر موجود تھے، کپڑے تھے، بچّوں کے لیے کھلونے اور احباب کے لیے تحفے تھے —— یہ زندگی کا ایک پُورا البم تھا، ہر چیز اس البم کی تصویر تھی —— یہ چیزیں تو ضرور اس کے لواحقین تک پہنچ جائیں گی مگر ان چیزوں کو حاصل کر کے انہیں وہ خوشی اور مسرّت کیونکر میسّر آسکے گی جو لانے والے کے ہاتھ سے محبّت بھری نظروں کو دیکھ کر نصیب ہوتی۔ اب یہی تحائف ان کے لیے غم کے نشانات بن جائیں گے، مسرّت کے تحائف ان کے لیے غم واندوہ کا پیام ہوں گے —— یہ چیزیں

Marfat.com

مرنے والے کی تاریخ بن جائیں گی۔ یہ انقلابات زمانہ ہیں کسی کو ان سے مفر نہیں ۔۔۔ یہ حادثات، دنیوی زندگی کا ایک حصّہ ہیں ۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت کرے۔ اسکے درجات بلند کرے۔ اس کے اعزہ واقارب اور پس ماندگان کو اس عظیم صدمے کے سہنے کی ہمت عطا فرمائے۔ آمین ۔۔۔

ابھی یہ سطور لکھ ہی رہا تھا کہ چیف آفیسر صاحب میرے کمرے میں آئے اور بتایا کہ ایک اور حاجی وفات پا گئے ہیں ۔۔۔ پھر وہی اعلانات ہوئے، نمازِ جنازہ پڑھی گئی، کینوس میں لاش کو سیا گیا ۔۔۔ بالآخر اسے بھی سمندر کی موجوں کے سپرد کر دیا گیا۔

ابھی ابھی اس میت کو سپردِ آب کر کے آیا ہوں، جسم صدمے سے نڈھال ہے۔ ذہن ان حادثات سے پریشان ہے کبھی ان کے بچوں کا خیال آتا ہے کبھی ان کی کس مپرسی اور غربت کی موت کی طرف دھیان جاتا ہے ۔۔۔ اپنا انجام نظر آتا ہے۔ اللہ بخیر کرے۔ عدم کی منزل کے تصور سے رُوح کانپتی ہے۔ کسی جاندار کو موت سے چھٹکارا نہیں۔

دُنیا آباد ہے، ہنگامے ہیں، رونقیں ہیں، جگمگاتے راستے ہیں، پھُول سے چہرے نظر آتے ہیں۔ دنیا اسی طرح رواں دواں رہے گی ۔۔۔ زلیست کے قافلے ضرور چلتے رہیں گے مگر مرنے والے لوٹ کر نہ آئیں گے ؎

بہار آئی ہے اور آتی رہے گی
مگر وہ پھُول جو مُرجھا گئے ہیں

Marfat.com

افسرانِ جہاز

کہتے ہیں شمس سب جہازوں سے تیز رفتار ہے۔

چوہدری مُحمّد نذیر چیف آفیسر بحری جہاز میں سفر کرنے کا یہ پہلا موقعہ تھا، ہمارے سفر کا آغاز بھی شمس جہاز ہی سے ہُوا۔ جہاز پر سوار ہوتے ہی افسرانِ جہاز سے بحیثیت امیر الحجاج ملاقات ہُوئی۔ سب سے پہلے جس آفیسر سے مُلاقات ہوئی وہ چیف آفیسر چوہدری محمد نذیر صاحب تھے، دراز قد، متوازن جسم، ستواں ناک، ہنستا ہُوا چہرہ، چاق چوبند —— جب وردی میں ملبوس ہوتے تو ایک پھرتیلے نوجوان، متبعد النسان اور ایک وجیہہ و شکیل آفیسر نظر آتے۔ کپتان صاحب سے ملاقات کے بعد نچلی منزل پر آرہا تھا۔ راستے میں ان کا کمرہ تھا۔ میرے رہنما نے بتایا کہ یہ چیف آفیسر صاحب کا کمرہ ہے۔ اِن سے بھی ملاقات کر لیجیے۔ مَیں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ "آیئے تشریف لایئے"، اِن چند الفاظ میں بغیر تعارف کے خوش آمدید کا انداز تھا۔ دیکھتے ہی اُٹھے، معانقہ کیا، میز پر بکھرے ہُوئے کاغذ سمیٹنے

Marfat.com

لگے ، رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ چوہدری صاحب سے مغرب کے بعد ملاقات ہوئی۔ روزہ افطار ہو چکا تھا —— "بیرہ — عمدہ چائے لائیے"۔ یہ ان کی ہر دلعزیزی، خوش اخلاقی اور خدمتِ حجاج کے جذبے کا عملی مظاہرہ تھا۔ ابھی تک وہ میرے نام سے ناواقف تھے۔ محض جہاز کا ایک مسافر سمجھ کر یہ برتاؤ کیا۔ میرے رہنما نے تعارف کرایا —— 'حافظ لدھیانوی امیر الحجاج' —— میرا نام سُن کر دوبارہ گرمجوشی سے معانقہ کیا، مصافحہ کیا۔ میرا نام بارہا اخباروں میں پڑھ چکے تھے۔ میری نعتیں اور غزلیں ریڈیو پر سُن چکے تھے۔ نہایت مسرت کا اظہار کیا۔ چند لمحوں کی ملاقات میں اجنبیّت اور مغائرت کے دائرے سمٹ کر ٹوٹ گئے۔ اپنائیت کا احساس ہونے لگا۔ ان کی باتوں سے خلوص کی مہک آ رہی تھی، بے لوث خدمت کا جذبہ ان کی ہر حرکت اور ہر بات سے نمایاں تھا۔ ان کے چہرے کے تاثرات، ان کی نیک دلی اور خلوص کا آئینہ بن گئے —— وہ حجاج کی خدمت اپنا فرضِ منصبی ہی نہ سمجھتے بلکہ اسے آخرت کا زادِ راہ اور نجات کا ذریعہ تصوّر کرتے تھے۔ جہاز کے سارے عملے میں یہ ان معدودے چند افسران میں سے تھے جو باقاعدگی سے روزہ رکھتے تھے، چہرے پر دینداری، شرافت اور نجابت کے نقوش پڑھے جا سکتے تھے۔ چائے سے فارغ ہو کر میرے کمرے تک میرے ساتھ آئے —— "کوئی خدمت ہو تو بلا تکلف بیرے کو بھیج دیں"، دوسرے دن ملنے کا وعدہ کر کے لوٹ گئے۔

تراویح کے بعد میرے کمرے پر دستک ہوئی —— "آئیے —!" چوہدری صاحب مُسکراتے ہوئے داخل ہوئے —— "کسی چیز کی ضرورت تو نہیں؟" —— "آپ کا کرم ہے سب کچھ موجود ہے" —— "حافظ صاحب! مجھے کام دیکھنا ہے، پھر حاضر ہوں گا۔ خدا حافظ" ان چند لمحوں کی دوسری ملاقات نے رات کے تاثر کو زیادہ گہرا کر دیا۔ اِس

Marfat.com

ملاقات نے اِس تحریر پر جورات کو مَیں نے اِن کے چہرے کے خدوخال سے پڑھی تھی مہر لگادی، چوہدری صاحب کی شخصیت میں عجیب وغریب کشش تھی۔ اگر دن میں اِن سے ایک دو بار مُلاقات نہ ہوتی تو یوں محسُوس ہوتا جیسے کچھ کھوگیا ہو۔

ایک دِن میں نے چوہدری صاحب سے کہا میرا کمرہ ملاقاتیوں سے بھرا رہتا ہے، خلوت میسّر نہیں تاکہ کلامِ پاک سکون سے پڑھ سکوں۔ " میرے کمرے میں آجایا کریں، ڈرائنگ روم کے ساتھ دوسرا کمرہ خالی ہوتا ہے۔ وہاں اطمینان سے تلاوت کریں، آپ کو ہر طرح کا آرام میسّر آئے گا۔ جب طبیعت چاہے بیرے سے چائے منگوالیں —— میرے لیے وہ وقت جو آپ میرے کمرے میں گزاریں گے باعثِ اجروثواب ہوگا۔"

مَیں فارغ اوقات میں ان کے کمرے میں چلا جاتا اور کلامِ پاک کی تلاوت کرتا۔ سفرنامے کا آغاز اسی کمرے میں ہُوا۔ چوہدری صاحب اگر مجھے مصروف دیکھتے تو نہ خود اندر آتے نہ کسی اور کو اندر آنے دیتے —— ان کے اخلاق اور حسنِ کردار کے نقوش روز بروز گہرے ہوتے چلے گئے —— یہ سفری ملاقات ایک حسین یادگار بن گئی۔

ایک دن میرے کمرے میں آئے اور کہا: "مَیں واپسی کے سفر میں آپ سے نہ مِل سکوں گا۔ مَیں جہاز چھوڑ رہا ہوں" —— اس غیر متوقّع اور اچانک خبر نے مجھے پریشان کردیا۔ مجھے اداس دیکھ کر کہا: " انشاءاللہ واپسی پر آپ کا کراچی استقبال کرونگا" 'مگر واپسی کا سفر؟' —— "حافظ صاحب! دیکھیے اللہ تعالیٰ کو کیا منظور ہے"۔

جدّہ شریف تک کا سفر نہایت آرام وسکون سے گزرا۔ عبادت وتلاوت کیلیے کافی وقت ملا۔ کعبۃ اللہ کی زیارت کے تصوّر اور دربارِ رسالت مآبؐ میں حاضری کی مسرّت اشکوں میں جھلملانے لگی، جوُں جوُں جدّہ شریف نزدیک ہوتا جاتا تھا، قلب ونظر کی

Marfat.com

کیفیات بدلتی جاتی تھیں۔

چوہدری صاحب نے کئی بار کعبۃ اللہ کی زیارت کی تھی، کئی بار دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلّم کی حاضری سے مشرّف ہوئے تھے ان سے ان مقاماتِ مقدّسہ کا ذکر سُنتا۔ فرطِ شوق اور وفورِ جذبات سے دیدہ و دل کی عجیب کیفیت ہوتی۔ یا اللہ وہ سعادت کی گھڑی کب آئے گی، وہ کرم کی ساعت کب نصیب ہوگی، پھر خیال آتا کہ اللہ تعالےٰ نے جب اس منزل پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی ہے تو اس کے کرم سے سعادتوں سے دامن بھی بھر جائیگا۔ چوہدری صاحب نے متعدد بار چائے پر مدعو کیا۔ حج اور مدینہ منورہ کے پاکیزہ تذکرے ہوتے رہے ——

جدّہ شریف کی بندرگاہ آگئی۔ لبّیک اَللّٰھمّ لبّیک سے فضا گونج اُٹھی۔ بندرگاہ پر استقبال کرنے والے ہاتھ ہلا ہلا کر خوش آمدید کہہ رہے تھے۔ چوہدری صاحب سیڑھیوں پر کھڑے ہر زائرِ حرم کو خدا حافظ کہہ رہے تھے —— مَیں جب سیڑھیوں سے نیچے اُترنے لگا تو نہایت گرمجوشی سے مصافحہ کیا۔ "حافظ صاحب! اِنشاءاللہ جلد ملاقات ہوگی، خدا حافظ، اللہ تعالیٰ حج مُبارک کرے" ——

واپسی پر ایک روز حاجی کیمپ جدّہ میں بازار سے گزر رہا تھا کہ چوہدری صاحب نظر پڑے —— "حافظ صاحب! آپ ہی کی تلاش تھی۔ میرے ساتھ تھوڑا سا سامان ہے، ہوائی جہاز میں آیا ہُوں —— خوشخبری سُنیے مَیں آپ کے ساتھ جہاز میں واپس کراچی جارہا ہوں" —— ؏

جیسے ویرانے میں چپکے سے بہار آجائے (فیضؔ)

سفر کا تصوّر سہانا ہوگیا، ذہن میں جدّہ شریف سے کراچی تک کا سفر جگمگانے

Marfat.com

لگا جیسے یکدم بہت سی قندیلیں روشن ہوگئی ہوں، چوہدری صاحب نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا کہ انہیں خاص طور پر جہاز لے جانے کو کہا گیا ہے ـــــ "اللہ تعالےٰ کا کرم ہے۔ حافظ صاحب، آپ کے ساتھ واپسی کا سفر خوشگوار رہے گا، ـــــ میری خوش بختی ہے کہ ایک ہم ذوق، مردِ خلیق اور ہمدرد دوست کا ساتھ ہوگا۔ اِن شاء اللہ کسی قسم کی تکلیف کے احساس کے بغیر یہ سفر طے ہو جائے گا۔"

چوہدری صاحب نے سامان میری قیام گاہ پر رکھا اور مجھ سے پوچھا: "آپ تھکے ہوئے تو نہیں، مجھے بازار سے کچھ چیزیں خریدنا ہیں" ـــــ مَیں نے کہا: "چوہدری صاحب آپ کی رفاقت سطحِ آب پر اور سطحِ زمین پر میرے لیے باعثِ مسرّت ہے۔ سارا دن بیکار گزرتا ہے، بیکاری میں طبیعت اُکتا جاتی ہے۔ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر ہم پیدل بازار کی طرف چل دیے، جدّہ کے بازار ابھی تک جگمگا رہے تھے۔ دکانوں پر گاہکوں کی بھیڑ تھی۔ جدّہ اپنے حُسن و جمال سے ایک عظیم و جدید شہر معلوم ہوتا تھا۔

چوہدری صاحب نے چیزیں خریدیں۔ رات گئے بازار سے لوٹے۔ میری قیام گاہ سے سامان اُٹھا کر وہ کسی دوست کے ہاں رات بسر کرنے چلے گئے۔ "اِن شاء اللہ جہاز پر ملاقات ہوگی۔ شب بخیر" ـــــ

جہاز تاخیر سے کنارے لگا، ساحل پر جگہ نہ تھی اس لیے کیمپ کا قیام طویل ہوگیا۔ شمس جہاز پر قدم رکھا، سارے عملے نے حج کی مبارکباد دی، حج مُبارک ہو، حجِ مبرور مُبارک ہو، آپ کو بھی حج مُبارک ہو ـــــ

جہاز پر حاجیوں کا انتقال ہُوا ـــــ چوہدری صاحب بھاگ دوڑ کر رہے ہیں۔ ان کے عزیزوں سے ہمدردی کا اظہار کر رہے ہیں۔ غسلِ میّت سے میّت کو سمندر

Marfat.com

میں اتارنے تک کے انتظامات انتہائی تندہی سے کر رہے ہیں۔

" حافظ صاحب! اب تو معمول سا بن گیا ہے اگرچہ مُردہ سمندر میں اتارتے وقت ذہن کو دھچکا لگتا ہے مگر جب پہلی بار میں نے لاش سمندر کی لہروں کے سپرد کی تو ساری رات آنکھوں میں کٹ گئی۔ عجیب وغریب خیالات، دل و دماغ پر چھائے رہے ـــــ موت کو تو آنا ہی ہے، سطح آب پر آئے کہ کسی خطّہ زمین میں" ـــــ

جہاز کراچی کے ساحل پر لگا، چوہدری صاحب نے الوداع کہا، ان سے بچھڑنے کے احساس سے آنکھوں میں آنسو آگئے۔ خدا جانے چوہدری صاحب سے پھر ملاقات ہوتی بھی ہے کہ نہیں ـــــ مگر ان کا اخلاق، ان کا حسنِ سلوک ان کی جاذبِ نظر شخصیت ہمیشہ یاد رہے گی ـــــ

عنایت اللہ خاں چیف پرسر

جہاز میں دوسری پرکشش شخصیت جس سے مسلسل ملاقات رہی چیف پرسر عنایت اللہ خاں کی تھی۔

وہ شاہی خاندان کا فرد، افغانستان کے حکمران خانوادے کی یادگار، گورا چٹا رنگ، دراز قد، کشادہ جبیں جو چترِ شاہی کے نیچے بیٹھنے کی غمازی کر رہی تھی، گھنے سیاہ بال، خوش طبع، وضعدار، مہمان نواز، بلند کردار اور اعلیٰ اخلاق کے انسان تھے۔ جہاز کے تمام انتظامی امور ان کے سپرد تھے۔ مسافروں کو آرام و آسائش بہم پہنچانا اور ان کی دیکھ بھال انہی کے ذمّہ تھی۔

شمس جہاز میں قدم رکھا تو کیپٹن برہان الدین صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اُنہوں نے عنایت اللہ خاں کو فرمایا کہ حافظ صاحب امیر الحجّاج ہیں۔ ان کو کمرہ دے دو اور ان کی ہر ضرورت کا خیال رکھو ـــــ عنایت اللہ خاں کے ساتھ نچلی منزل پر گیا، گرج دار آواز میں عنایت اللہ خاں نے کہا: "سٹوورڈ" ـــــ "جی صاحب"۔ ایک

Marfat.com

چھوٹے قد کا نہایت مستعد اور چاق چوبند نوجوان سامنے کھڑا تھا، "حافظ صاحب امیر الحجّاج ہیں کمرہ نمبر ۳ کھول دو، چادریں ٹھیک کر دو، غسل خانہ صاف کرا دو" ـــــ احکامات کی ایک طویل فہرست تھی جو جی صاحب 'جی صاحب' کہتے ہوئے سٹوورڈ سن رہا تھا ـــــ آخری جُملہ گوراشاہی اُردو میں تھا ـــــ "سب کچھ ٹھیک ٹھاک دیکھنا مانگتا" ـــــ 'جی صاحب' یہ کہتے ہوئے وہ بجلی کی سرعت کے ساتھ چلا گیا۔

عنایت اللہ خاں نے کہا: "آپ میرے ساتھ چلیے، کمرہ ٹھیک ہو جائے گا تو چلے جایئے گا" ـــــ جہاز کے دفتر کے سامنے خان صاحب کا کمرہ تھا ـــــ "بیرہ! چائے، عمدہ والی، جلدی" ـــــ پھر وہی تحکّمانہ انداز ـــــ شاہی چھن گئی، مگر بوئے خسروی ابھی باقی تھی

سرِ خسرو سے تاجِ کجکلاہی چھن بھی جاتا ہے

شکوۂ خسروی سے بوئے سُلطانی نہیں جاتی (فیض احمد فیضؔ)

خاندانی وقار، شاہی تمکنت کی جھلکیاں ابھی موجود تھیں ـــــ چائے آ گئی، بہت عمدہ چائے تھی ـــــ "بہت عمدہ چائے ہے"۔ مَیں نے چائے کی تعریف کی ـــــ "چائے اور کھانا میرے ساتھ کھایا کریں، گپ شپ رہے گی" ـــــ سٹوورڈ آ گیا۔ "کمرہ ٹھیک ہے صاحب سب چیزیں رکھ دی ہیں" ـــــ مَیں نے شکریہ ادا کیا۔ دن بھر کی کوفت تھی۔ جاتے ہوئے پھر عنایت اللہ خاں کی آواز آئی: "کل کھانے پر انتظار رہے گا" ـــــ "حاضر ہو جاؤں گا۔" کمرے میں داخل ہوتے ہی اُجلے بستر پہ دراز ہو گیا، صبح اذان کے وقت آنکھ کھلی۔

عنایت اللہ خاں کی شخصیت میں عجیب کشش تھی۔ دراز قد۔ باہمّت آفیسر، جو ہر وقت جہاز کے عرشے سے لے کر بالائی منزل تک گھومتا، چکّر لگاتا اور تمام انتظامات کا جائزہ لیتا نظر آتا تھا۔ کبھی کبھی نصف شب کو آپ کے پاس سے ایک سایہ سا گزر جائیگا

آپ اندھیرے کی چادر سے بغور اس سائے کا تعاقب کریں گے تو آپ کو عنایت اللہ خاں ہاتھ میں ٹارچ لیے چکر لگاتے نظر آئیں گے۔

کراچی سے جدہ شریف تک کے سفر میں ان سے متعدد ملاقاتیں رہیں۔ مگر واپسی پر انہیں قریب سے دیکھنے، ان کی شخصیت کا مطالعہ کرنے، ان کے اخلاق و کردار کا مشاہدہ کرنے کے بہت سے مواقع میسر آئے۔ واپسی پر سیڑھیوں سے اوپر عرشہ پر قدم رکھا تو جہاز کے عملے میں سب سے پہلے جو شکل نظر آئی، وہ عنایت اللہ خاں کی تھی۔

عنایت اللہ خاں نے مجھے دیکھتے ہی نہایت گرمجوشی سے استقبال کیا۔ ان کے چہرے کی بشاشت ان کے خلوصِ قلب کی آئینہ دار تھی۔ "حج مبارک ہو، خیریت سے رہے" عنایت اللہ خاں نے یہ جملے انتہائی محبت سے ادا کیے ــــ "اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اسکے کرم سے تمام مناسکِ حج احسن طریقے سے ادا ہو گئے۔" میرا ہاتھ تھامے اپنے کمرے تک گئے پھر اسی انداز سے سٹورڈ کو آواز دی، ہدایات جاری کیں اور مجھے اپنے کمرے میں لے گئے۔ بیرے کو بلایا اور چائے کا آرڈر دیا۔

"حافظ صاحب! ہمیں بھی حج کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ ہم نے پچاس ریال میں حج کے پانچ روز نہایت شاندار طریقے سے گزارے ــــ" "ارے پچاس ریال میں" ــــ واقعی مجھے حیرانی ہوئی ــــ "حافظ صاحب! ہم جہاز کے عملے کے پانچ افراد تھے۔ کھانے پینے کا سامان اور خیمہ ساتھ لے گئے، باورچی بھی ہمارے ساتھ تھا۔ مزے سے رہے۔ عمدہ سے عمدہ کھانا کھایا۔ ہر شے بافراط تھی، جب واپسی پر حساب کیا تو ہر ایک کے حصے پچاس ریال آئے" ــــ اس واقعہ سے عنایت اللہ خاں کے حسنِ انتظام کا پتہ چلتا ہے۔

Marfat.com

دوسرے روز نمازِ فجر سے فارغ ہو کر خان صاحب کے کمرے کا رُخ کیا، خانصاحب ورزش کر رہے تھے ——— "آئیے" — اندر سے آواز آئی، یہ متوازن جسم کا انسان تھا۔ سُرخ وسفید تو پہلے ہی تھا۔ ورزش نے اس کے چہرے کی سرخی کو اور گہرا کر دیا تھا۔ پسینے میں شرابور تھے۔ "تشریف رکھیے" ——— ورزش کے بعد خان صاحب نے غسل کیا، وردی پہنی ——— جہاز کی وردی میں ان کی شخصیّت زیادہ جاذبِ نظر ہو جاتی تھی۔

اِتنے میں بیرہ ناشتہ لے کر آگیا۔ "خان صاحب! آپ سگریٹ نہیں پیتے" — مَیں نے دریافت کیا ——— "حافظ صاحب! بہت سگریٹ پیتا تھا۔ صِرف کھانے کا ایک وقت ہی ایسا ہوتا تھا جب سگریٹ منہ سے جُدا ہوتا تھا' ایک روز کپتان صاحب نے مجُھے بلایا۔ جلدی جلدی سیڑھیاں چڑھا۔ سانس پھُول گیا۔ دو منٹ تک بات بھی نہ کر سکا۔ بڑی مشکل سے سانس قابو میں آیا تو بات شروع کی ——— کپتان میری حالت دیکھ کر پریشان ہو گیا، مَیں نے اشارے سے کہا کوئی فکر کی بات نہیں۔ کپتان صاحب سے بات کر کے واپس اپنے کمرے میں آیا۔ سگریٹ کے تمام پیکٹ کسی کو دے دِیے۔ پھر آج تک سگریٹ کو منہ نہیں لگایا۔ اب ورزش کرتا ہُوں، تمام دن گھومتا ہُوں کوئی تکلیف نہیں ہوتی" — "سگریٹ میز پر کس لیے رکھّے ہیں" ——— مَیں نے میز پہ رکھّے ہُوئے سگریٹوں کی طرف اشارہ کرتے ہُوئے کہا: "مہمانوں کے لیے" ——— مَیں نے ازراہِ مذاق کہا: "تاکہ آپ تک پہنچتے ہوئے ان کا سانس بھی پھُول جائے اور وہ آپ سے بات نہ کر سکیں، بہت ہنسے۔ "نہیں یہ بات نہیں، آج کل سگریٹ بھی تواضع میں شامل ہے۔

دِن کو دو تین بار خانصاحب کے کمرے میں محفل جمتی، قہقہے بلند ہوتے، خانصاحب دیس دیس کی کہانیاں سناتے۔ دوسرے احباب بھی سمندری سفر کے واقعات، تجربات

Marfat.com

اور حادثات بیان کرتے ، جہاز کے افسران بھی اس پُرلطف محفل میں باقاعدگی سے شریک ہونے لگے ۔ خان صاحب کا کمرہ اچھا خاصا کلب بن گیا، خان صاحب ہنس ہنس کر سمندری سفر کی خطرناک کہانیاں بیان کرتے ۔ اس انداز سے طوفانوں کے قصّے اور جان جوکھوں کے واقعات بیان کرتے جیسے رومانی داستانیں اور عشق و محبّت کے قصّے سُنا رہے ہوں۔ داستان سنتے سنتے بعض اوقات موت اور زندگی کے درمیان ایک باریک سا پردہ رہ جاتا۔ خانصاحب نے ایسے ہوشربا واقعات سنائے کہ سانس سینے میں دب کر رہ جائے مگر سمندری سفر کے حادثات و تجربات تو ان کی شبانہ روز زندگی کا معمول تھے ۔ ان پے در پے حادثات کے باعث ان کے ذہن سے غالباً موت کا تصوّر نکل چکا تھا کیونکہ وہ کئی بار موت کے چنگل سے بچ کر نکلے تھے ۔

مذہبی باتیں بھی ہوتیں ، سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے آستانہ اقدس پر بار بار حاضری کا ذکر انتہائی ذوق و شوق سے کرتے ، اِن افسروں کو بارہا بیت اللہ کی زیارت نصیب ہو چکی تھی ، ہر افسر نے متعدد عمرے کیے تھے —— خان صاحب کہنے لگے : "جب جہاز کا رُخ جدہ شریف کی طرف ہوتا ہے اور ہم بیتُ اللہ کا تصوّر لیے ، روضۂ اقدس کی حاضری کے خیال سے سرشار سفر کرتے ہیں تو ایک پل کے لیے بھی ہمیں موت کا تصوّر نہیں آتا بلکہ اس سفر میں موت بھی ہمیں زندگی نظر آتی ہے ۔"

سب سے زیادہ لرزہ خیز اور حیرت انگیز واقعہ خان صاحب کا مشرقی پاکستان سے فرار تھا۔ خان صاحب نے بتایا کہ اُنھوں نے سینکڑوں میلوں کا سفر پیدل طے کیا ، جنگلات سے گزرے ، ہر لحظہ دشمنوں کا خطرہ ، بے سروسامانی کا عالم ، ان کے پاس کپڑوں کا وہی جوڑا تھا جو پہن رکھّا تھا ۔ انھوں نے جب اس خطرناک سفر کا آغاز کیا تو ان کی جیب میں چند سکّے تھے ۔

Marfat.com

بات کرتے کرتے "باپ رے باپ By God" کہتے۔ یہ ان کا تکیہ کلام تھا۔ ہر لمحہ جان کے لالے تھے مگر خان صاحب نے تو سر دھڑ کی بازی لگا رکھی تھی ـــــ چھپتے چھپاتے، بھیس بدلتے، افغانستان کے راستے پاکستان پہنچ گئے۔

ایک سیلر اور ایک جہاز کے افسر کو واقعی ایسا نڈر، بہادر اور صاحبِ عزم ہونا چاہیے۔ ورنہ اُبھرتی لہروں، بپھرتے ہوئے سمندر اور ڈوبتے ہوئے جہاز پر وہ کیسے زندگی گزار سکتا ہے۔ حادثات اور طوفان کے وقت جہاز کے افسر کا ہوش و حواس میں رہنا بہت ضروری ہے ورنہ اس کی بدحواسی اور بزدلی سے تمام مسافر اجل کا شکار ہو سکتے ہیں۔

خان صاحب جب مختلف ممالک کی تہذیب، معاشرت اور تمدن کا ذکر کرتے تو ایسے معلوم ہوتا کہ سامعین کو ساتھ لیے ان مقامات کی سیر کرا رہے ہیں ـــــ رومانی فضا کا ذکر کرتے کرتے یکدم کسی خوفناک واقعہ کا ذکر کرتے اور قہقہہ لگا کر کہتے۔ "باپ رے باپ بہت خوفناک طوفان تھا By God، موت سامنے نظر آ رہی تھی" ـــــ پھر بڑے مزے سے کہتے

ع موت کا ایک دن معین ہے ـــــ مرنے سے پہلے آدمی کیوں مرے، زندگی کو زندگی ہی کی طرح گزارنا چاہیے۔ باتیں کرتے کرتے یکدم بیرے کو آواز دیتے اور کافی یا چائے کے لیے کہتے ـــــ اس آواز سے ہم اُس فضا سے جس میں وہ ہمیں لیے ہوئے گھوم رہے تھے، لوٹ آتے۔

عنایت اللہ خاں کے صاف ستھرے لباس کے اندر ایک اُجلی رُوح تھی، یہ شاہی خاندان کا فرد تھا جس کا ظاہر و باطن اِس کے افکار و کردار کا آئینہ دار تھا۔

عقیل احمد خاں ـــ جہاز کے کپتان

جہاز کے کپتان سے ملاقات کے لیے
حکیم نیاز احمد صاحب، قاضی مرید احمد صاحب

Marfat.com

اور راقم الحروف گئے۔ جب سے جہاز پر آئے تھے، ان سے ملاقات نہ ہوئی تھی، کعبۃ اللہ سے جُدائی اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہٗ اقدس سے رخصتی نے دِل کو کسی طرف متوجّہ نہ ہونے دیا تھا۔ ہر گھڑی وہی سماں سامنے رہتا۔ آج احباب نے اخلاقی فرض سمجھتے ہوئے کپتان صاحب سے ملاقات کا ارادہ کیا۔

اوپر کپتان صاحب کے کیبن میں پہنچے، دروازے پر دستک دی، کوئی جواب نہ ملا۔ دوبارہ دستک دی، پھر وہی طویل خاموشی —— اِس طرزِ عمل سے طبیعت پریشان ہوگئی، کافی دیر کے بعد اندر سے کسی خاتون کی آواز آئی: "نماز ادا کر رہے ہیں دیر سے فارغ ہوں گے" —— عقیل احمد خاں کی اگر پورے کے پورے عملے سے تعریف نہ سُنی ہوتی تو ذہن بدگمانی کا شکار ہو کر رہ جاتا۔ مگر نماز اور عبادت میں اتنی دیر مصروفیت کے احساس نے انہیں ایک مقدّس پیکر کی شکل میں سامنے لا کھڑا کیا۔ نیچے آ گئے، چوہدری نذیر احمد اور عنایت اللہ خاں ان کے حسنِ اخلاق، حسنِ سیرت اور حسنِ کردار کے مدّاح تھے۔ اِس تازہ واقعہ کا ذکر کیے بغیر ہم اپنے اپنے کمروں میں آ گئے۔

دوسرے روز جو حاجی جہاز پر وفات پا گئے تھے ان کے اسباب کی فہرست پر دستخط کرنے کے لیے کپتان نے مجھے بُلایا۔ اس فہرست پر امیر الحجاج، کپتان اور دوسرے متعلّقہ افسر دستخط کرتے ہیں ——

کپتان صاحب دھیمے مزاج کے انسان، اکہرا جسم، چھریرا بدن بمبئی کے رہنے والے تھے اِس لیے اُردو کا لہجہ اتنا شستہ نہ تھا مگر اس اُردو میں ان کے خلوص کی جھلک، انکے اخلاق کا عکس اور ان کی شرافت کا پَرتو نظر آیا —— بغیر کسی تمہید یا تذکرے کے خود ہی کہنے لگے: "کل آپ کو زحمت ہوئی۔ مَیں نماز میں مصروف تھا۔ معافی چاہتا ہوں۔ اگر پہلے سے

Marfat.com

ملاقات کے وقت کا تعین ہوتا تو ضرور انتظار کرتا۔ آج آپ حضرات شام کو تشریف لائیے اور میرے ساتھ چلائے پیجئے۔ اس معذرت کے انداز سے میں خود شرمندہ ہوگیا۔ ہمیں انکو اپنی آمد سے آگاہ کیے بغیر نہ جانا چاہیے تھا۔ ہر آدمی کی مصروفیات ہوتی ہیں۔ معمولات ہوتے ہیں۔ یہ واقعی ہماری غلطی تھی۔ میں نے ان سے معذرت کی کہ ہم وقت مقرر کیے بغیر آپ سے ملاقات کے لیے پہنچ گئے ——

ظہر کی نماز سے فارغ ہُوا ہی تھا کہ بیرہ میرے کمرے میں آیا اور کہا کہ مشتاق صاحب یاد فرما رہے ہیں۔ اتنے میں عنایت اللہ خاں آ گئے اور پیغام دیا کہ کپتان صاحب آپکا انتظار کر رہے ہیں۔ محترمی حکیم نیاز احمد صاحب، قاضی مرید احمد صاحب، اور راقم الحروف، کپتان صاحب کے کیبن میں پہنچے۔ بہت خندہ پیشانی سے ملے۔ مرنجاں مرنج، خدا پرست، دیندار اور متشرّع انسان تھا۔ حج کے دِنوں میں داڑھی بڑھالی تھی —— مجھے سگریٹ پیش کیا، مَیں نے معذرت کی، حاضری کی خوشخبری ملتے ہی سگریٹ نوشی ترک کر دی تھی۔

کپتان صاحب نے دریافت کیا: "سفر میں آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں"؟ مَیں نے کہا کہ جب تک تکالیف نہ ہوں، تزکیۂ نفس نہیں ہوتا، حج تو مزاج کے بل نکالنے، طبیعت کے جوش کو کم کرنے اور عجز و انکساری پیدا کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ اگر قدم قدم پر طبیعت کی خواہش کے خلاف واقعات رونما نہ ہوں تو عمر بھر کی رعونت کیسے جائے، سرکشی کیونکر ختم ہو۔ جسم و رُوح کی تطہیر کس طرح ہو۔ مساوات کا عملی درس کیسے ملے۔ منیٰ، عرفات اور مزدلفہ کے قیام میں یوں محسوس ہوتا ہے کہ جسم کو مٹّی کا پیوند لگ گیا ہے اور انسان خاک میں ملنے سے پہلے ہی خاک ہو گیا ہے۔ یہ سفر جسم کا نکھار، رُوح کا اُجالا اور ضمیر کی پاکیزگی کا ضامن ہے۔ یہ انسانیت کی معراج ہے، جہاز کے دیر سے آنے کی وجہ سے جو تکالیف ہوئیں۔ انشاءاللہ

Marfat.com

اُنہوں نے نیکیوں کی فہرست میں حسین اضافہ کیا ہوگا۔

کپتان صاحب کا معتدل مزاج برقرار رہا، نہایت نرم آواز سے کہا، ہم تو وقت پر آگئے تھے مگر بندرگاہ پر اور جہاز کھڑے تھے۔ ساحل پر لنگر انداز ہونے کے لیے جگہ نہ تھی۔ مَیں نے کہا: "بات تو حج کی تکالیف کے بارے میں تھی" ——— بیرے کو چائے لانے کے لیے کہا۔ ان کی دین سے رغبت، اسلام دوستی اور منکسر المزاجی نے ہم سب کو بہت متاثر کیا، حاجیوں کے جہاز کے لیے ایسے ہی شریف النفس آفیسر کی ضرورت ہے۔

دوسرے روز چیدہ چیدہ افراد کو چائے پر مدعو کیا۔ مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ سب سے کم بات کرنے والے صرف کپتان برہان الدّین تھے۔ ملاقات کے بعد ہر شخص کپتان صاحب کی تعریف کر رہا تھا۔ چند لمحوں کی ملاقات نے ہر ایک کے ذہن پر ان کی شرافت اور اخلاق کے نقوش اجاگر کر دیے۔

جب کبھی اس سفرِ مقدّس کی یاد آتی ہے تو مَیں کپتان صاحب کو دوربین لگائے کسی نامعلوم ساحل کی تلاش میں سرگرداں پاتا ہوں ———

صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی
ذخیرہ

Marfat.com

جہاز کراچی کے ساحل پر

جہاز میں حجّاج کی ایک ایک گھڑی بیتابی سے گزر رہی تھی۔ اب گھر پہنچنے کی لگن تھی، دن گزر رہے تھے۔ زندگی کی مصروفیتوں کے مٹے ہوئے نقوش یادوں کی بساط پر اُبھرنے لگے، ماضی کے وہ اوراق جو سفرِ حجاز میں کتابِ حیات سے خارج ہو گئے تھے پھر شاملِ کتاب ہو گئے۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا۔ یہ نقوش گہرے ہوتے چلے گئے ——— چار ماہ ایک پل معلوم ہوئے، برکات کے یہ لمحات، سعادتوں کی گھڑیاں، رحمتوں کے دن خواب نظر آنے لگے، اِن چار ماہ میں محاسبۂ نفس اور مغفرت طلبی کے سوا کوئی فکر ذہن کے افق پر نمودار نہ ہُوا تھا۔ جسم کی وہ لطافت جو حرمین شریفین کی پاک و مقدّس فضاؤں کا انعام تھی کم ہوتی نظر آئی۔ دنیوی خیالات کے باعث جسم بھی بوجھل ہوتا گیا۔

مسلسل کیف میں کمی آنے لگی، روحانی دنیا سے پھر مادّی دُنیا کی طرف مراجعت تھی جیسے انسان گلزار سے نکل کر ویرانے کی طرف جا رہا ہو، طبیعت پریشان رہنے لگی۔

Marfat.com

حرمین شریفین کی یاد نے بے کل کر دیا۔ جدائی اور مفارقت کے خیال نے دل و دماغ میں حشر برپا کر دیا، خدا جانے زندگی میں کب دیارِ مقدّس کی حاضری پھر نصیب ہو —— خدا نہ کرے یہ مفارقت برسوں پر محیط ہو —— کہیں یہ مفارقت، زندگی بھر کی مفارقت میں نہ بدل جائے ——

اسی خیال و کشمکش سے نڈھال برآمدے میں آگیا، جدّہ شریف کے دھندلے نقوش بھی نظر نہ آتے تھے —— جدّہ شریف تو کوسوں دُور رہ گیا تھا۔ سمندر خاموش تھا، سمندر کی سطح پر مکمّل سکوت تھا جیسے سارے سمندر پہ ایک نیلی چادر بچھا دی گئی ہو، کبھی کبھی آبی پرندے سمندر کی سطح پر بیٹھ کر چند لہریں پیدا کر کے پھر فضا میں پرواز کرنے لگتے۔ ہوا کے نرم جھونکوں سے سطحِ آب پر ایسے نقوش پیدا ہو جاتے جیسے چٹائی پر لیٹ کر انسان کے جسم پر نشانات پڑ جاتے ہیں —— جہاز کی رفتار کے ساتھ ساتھ خیالات کا دھارا بھی دنیوی تفکّرات کی طرف مُڑتا چلا گیا —— حدِ نظر تک پھیلے ہوئے سمندر کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ ایسے معلُوم ہوتا تھا کہ تمام روئے زمین پر پانی ہی پانی ہے —— پانی کی سطح افق سے ہم آغوش تھی ——

حجّاج میں وہ جوش و خروش نہ تھا جو جدّہ شریف کی طرف جاتے ہوئے تھا۔ ہر چہرے پر بیتُ اللہ کی جُدائی کے آثار، ہر دل میں مفارقت کے داغ تھے۔ جہاز کا عملہ مصروفِ کار تھا۔ انھوں نے نجانے کتنے ہزار حجّاج جدّہ کے ساحل پر پہنچائے اور کتنے ہزار حجاج کو کراچی کے ساحل کے سپرد کیا، یہ سفر تو ان کی زندگی کا معمُول، ان کے روزمرّہ فرائض میں شامل تھا۔ کراچی کے ساحل پر پہنچ کر ان کو پھر اسی سمندر پر لوٹ آنا تھا۔ ان کا گھر زمین پر نہیں پانی پر تھا۔ انھیں ان تند و تیز موجوں کا مقابلہ کر کے لُطف آتا تھا۔

Marfat.com

آغوش میں ساحل کی کیا لطفِ سکوں اس کو

یہ جان ازل سے ہی پروردۂ طوفاں ہے (اصغر گونڈوی مرحوم)

مگر حجاج کراچی کے ساحل کا بیتابی سے انتظار کر رہے تھے۔ وہ تو ایک ایک لمحہ گن رہے تھے، بچوّں کی یاد ان کے سینوں میں سلگ اُٹھی، احباب یاد آنے لگے، زندگی کے کام کاج نے دل و دماغ کو گھیر لیا۔ آج شام جہاز کو کراچی پہنچنا تھا۔

جہاز کا سکوت ٹوٹا، زندگی کے آثار نظر آنے لگے ـــــ دُور سمندر کے قریب کھڑے ہوئے جہاز نظر آنے لگے، اِن کے بادبان اور چمنیاں کراچی کی نشاندہی کر رہی تھیں، ہر فرد مصروف ہو گیا۔ سامان باندھا جا رہا تھا، بکھری ہوئی چیزیں سمیٹی جا رہی تھیں۔ جہاز سے اُترنے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ سارے جہاز میں ہیجان پیدا ہو گیا ـــــ ایک ایک لمحہ گزارنا مشکل ہو گیا، کراچی کی بندرگاہ پر استقبال کرنے والوں، دوستوں، اعزّہ و اقارب سے ملنے کو طبیعت بے تاب ہو گئی، حجّاج برآمدوں میں نکل آئے تاکہ اپنے اپنے عزیزوں اور استقبال کرنے والوں کو پہچان سکیں ـــــ

جہاز ساحل پر لگا ـــــ ابھی سیڑھیاں نہیں لگی تھیں، ذوق و شوق کا عالم دیدنی تھا، بندرگاہ پر استقبال کرنے والوں کا جمِّ غفیر تھا۔ حجّاجِ کرام سے ملنے کے لیے انکے احباب بیتاب تھے ـــــ کاغذات مکمّل ہو گئے ـــــ سیڑھیاں لگیں، مزدور جہاز پر آ گئے، سامان اُٹھایا جا رہا تھا، حجاج نے تقریباً چار ماہ بعد پھر کراچی کے ساحل پر قدم رکھّا ـــــ تمام حجاج مہکتے پھولوں کے ہاروں سے لد گئے ـــــ دُعائیں ہو رہی ہیں۔ دُعا کے وقت آنسو پھر رواں ہو گئے۔ کرم کے لمحات پھر یاد آ گئے ـــــ اللہ تعالےٰ سب کو حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف کرے، آمین ـــــ

Marfat.com

سامان کسٹم کی میزوں پر رکھا گیا۔ دُنیا کا حساب لینے والے موجود تھے۔ ان سے بچنے کی تدابیر بھی سوچی جا رہی تھیں، نامۂ اعمال سامنے تھا، کسٹم کا عملہ حجاج کے چہروں سے ان کے سامان کا جائزہ لے رہا تھا جیسے ان کی خرید ان کے چہروں سے پڑھ رہا ہو ـــــ انسان اس مرحلے سے بچنے کے لیے کیا کیا جتن کرتا ہے۔ یہاں تو کسی نہ کسی طرح خلاصی ہو ہی جائیگی مگر آخرت کی منزل پر تو کوئی سہارا کام نہ آئے گا جہاں کوئی بوجھ اُٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گا ـــــ

میرا بوجھ بہت ہلکا تھا اس لیے جلد چھٹکارا ہو گیا، لوگ نجانے کیوں حرمین شریفین میں حاضری کی سعادت، ذکر و عبادت اور اس نفع بخش تجارت کو چھوڑ کر خسارے کا سودا کرتے ہیں۔ وہ حرم پاک جہاں ایک سجدہ آخرت کی نجات کا ضامن اور جہاں ایک نیکی ایک لاکھ نیکی کے برابر ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝

کسٹم سے فارغ ہوئے، میرا ہمشیرزادہ حافظ محمد نعیم، میرا لڑکا منیب الرحمٰن، بیوی اور بچّی استقبال کے لیے کراچی آ گئے تھے، وہ بندرگاہ پر موجود تھے۔ حرمین شریفین کے زائر کو دیکھ کر ان کے چہرے خوشی سے تمتما اُٹھے۔ سامان ٹیکسی میں رکھا۔ قیام گاہ پر پہنچے ـــــ میری آمد پر گھر بھر کو سجایا گیا، میرے بھانجے کی بیوی اور بچے انتہائی خوش تھے کہ ان کو رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کے زائر اور بیتُ اللہ کی حاضری دینے والے کی میزبانی کا شرف مل رہا تھا ـــــ

چند روز کراچی قیام کیا، وہی ہنگامے، وہی اضطراب اور بے چینی، ہر قدم پر انسانی زندگی مشین نظر آتی تھی، کہیں سکون و اطمینان کا کوئی گوشہ نہ تھا، ہر چہرہ متفکر، ہر فرد حیران، ہر انسان فکرِ معاش میں سرگرداں نظر آتا تھا۔ سکون و امن کی دنیا،

Marfat.com

رُوح و قلب کا معاملہ، اطمینان و یقین کی دولت تو حرمین شریفین ہی میں میسّر آتی ہے جو مرکزِ انوار و تجلیّات ہیں - ان ہر دو شہرِ رحمت و برکت کے سوا ساری دنیا میں اضطراب اور ہلچل کی فضا ہے - مادّی دُنیا میں امن و آرام کا پہلو کہاں، یہ دولت یہ سرمایہ تو رُوحانی دُنیا ہی میں مِل سکتا ہے —— مجھے مدینہ منورہ اور مکّہ مکرّمہ کے قیام کا زمانہ یاد آگیا جہاں ہر وقت خوشبُو کے جھونکے جسم و رُوح کو معطّر کرتے تھے جہاں زائر برکتوں کے لمحات اور کرم کے خزانوں سے جیب و داماں کو بھرتے تھے۔

کراچی سے لائل پور کا سفر

حافظ محمد نعیم نے گاڑی میں نشستیں مخصوص کرا لی تھیں، اِس سفر کی نوعیّت مختلف تھی، آغازِ سفر یاد آیا، وہ کیف و سرور جو کراچی آتے ہوئے آغازِ سفر میں تھا اب کہاں —— یہ روز مرّہ زندگی کی طرف سفر تھا - جسم کی لطافت کم ہو رہی تھی، بار بار اس سفرِ مقدّس کا خیال آرہا تھا جو مسرتوں کا گہوارہ، آرزوؤں کی منزل، اُمّیدوں کا حاصل اور خوشیوں کا پیش خیمہ تھا ——

یکایک خیال کا رُخ بدلا، سوچ کا ایک اور پہلو نمودار ہُوا - خداوندِ کریم کا شکر ادا کیا کہ یہ مراجعت حج کے مقدّس فریضے کی تکمیل کے بعد ہے —— اِس سعادتِ عظمیٰ کو برقرار رکھنے، اِس نعمتِ لازوال کو قلب و نظر میں محفوظ رکھنے کے لیے اعمالِ حسنہ ضروری ہیں، قلب و نظر کی پاکیزگی لازمی ہے، اللہ تعالیٰ توفیق ارزانی فرمائے کہ اب ہر قدم نیکی کے راستے پر، ہر خیال پاکیزہ اور ہر کام میں رضائے الٰہی پیشِ نظر رہے۔

گاڑی چلی، کھڑکی سے باہر نظر ڈالی، وہی مناظر، درختوں کی قطاریں، لہلہاتے کھیت، گاؤں کے کچّے مکانات، ہر گاؤں کے باہر جوہڑ —— ملتان کے قریب کھجوروں کے جھنڈ دیکھ کر تصوّر پھر شہرِ رحمت و رافت کی طرف پلٹ گیا - وہ درخت یاد آگئے جو جبلِ اُحد کے

Marfat.com

اِردگرد پھیلے ہوئے تھے۔ کھجوروں کے درخت مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نشان تھے۔ ہر درخت مدینہ منورہ کی منزل کا سنگِ میل تھا۔ پل بھر میں ذہن کے اُفق پر مدینہ منورہ کی خشک چٹانوں، پہاڑوں، کھجور کے درختوں کے مناظر اُبھر آئے۔ تمام مقاماتِ مقدسہ نگاہوں میں پھر گئے۔ پاکستان میں بھی کھجور کے یہ درخت ان اولوالعزم، جری اور بہادر عربوں کی یادگار ہیں جنہوں نے راجاؤں کے غرور اور مہاراجوں کے تکبّر کو خاک میں ملا کر کفر کو شکستِ فاش دی تھی۔ کھجور کے یہ درخت ہمارے عظیم اسلاف کے کارناموں کے بلند و بالا نشانات ہیں۔

مختلف سٹیشنوں پر احباب ملاقات کے لیے آئے۔ ہر ملاقات نے دل و دماغ کو حرمین شریفین کی مقدس فضاؤں میں پہنچا دیا۔ احباب کے ساتھ اشکوں کے نذرانے بدرگاہِ ربّ العزت، بہ دربارِ سیّد الانام صلی اللہ علیہ وسلم پیش کیے۔ سب کے لیے دُعائیں کیں کہ اے خداوندِ کریم تمام احباب کی ترستی ہوئی بیتاب نگاہوں کو روضۂ اقدس کے جلوۂ نوریں اور بیت اُللہ کی تجلّیات سے تسکین بخش، ان کو حج کی توفیق عطا فرما، میرا ایمان ہے کہ یہ دُعائیں ضرور قبول ہوں گی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ حجاج کی دُعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔

لائل پور سٹیشن آگیا۔ سفرِ مقدس کے آغاز کے وقت عشاقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ہجوم تھا ویسا ہی اب تھا، آغازِ سفر کے وقت گلے کے ہار تمناؤں کی خوشبو لیے ہوئے تھے، ذوق و شوق کی نکہت اور حاضری کی مسرت کی تصویر تھے۔ اب یہ عقیدت کے تابدار پھول تھے۔ جن میں احباب کے خلوص کی تصویر نظر آرہی تھی۔ یہ پھول ان کے دھڑکتے دل اور حسرتِ دیدارِ مدینہ کے ترجمان تھے ـــــ جملہ احباب کے حق میں حاضری کی سعادتوں اور برکتوں کے لیے رو رو کر دُعا کی؛

Marfat.com

"اے ربّ العزت اِن حسرت زدگان، مہجور و مضطرب عشاقِ کعبہ اور دیوانگانِ دربارِ رسالت کو حرمین شریفین کی زیارت نصیب فرما —— اے اللہ تُو نے مُجھ پر جو سعادت وکرم کا دروازہ کھولا ہے اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے وَا رکھنا —— بار بار زندگی میں ان مقاماتِ مقدسہ کی حاضری کا شرف نصیب فرما اور سب کو اس چشمۂ رحمت سے سیراب فرما —— دُعا نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا دروازہ کھٹکھٹایا، آنسوؤں سے چہرے بھرے تھے، آرزوئے دربارِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم چہروں پر بکھر گئی، دِل کی دھڑکنیں خلوص کی گہرائیوں کا پتہ دے رہی تھیں۔

احباب سے رُخصت ہوکر پھر اینٹ پتّھر کی دُنیا میں پہنچ گیا۔ قلب مطمئن ہے کہ حرمین شریفین کی زیارت نصیب ہوئی —— پھر شفاعتِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بشارت سے بھی رُوح مسرُور ہے جس کے طفیل انشاءاللہ آخرت کی منزل ضرور آسان ہو جائے گی

ع لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم

زائرِ حرم ——

حافظ لدھیانوی

Marfat.com

جمالِ حرمین

حافظ لودھیانوی

الکتاب

Marfat.com

جمالِ حرمینؑ

حافظ لودھیانوی

Marfat.com